انوارِ انبیاءؑ

قرآن کریم

انجیل مقدس، تورات شریف اور احادیثِ صحیحہ

کی روشنی میں اُن تمام انبیائے کرام و مرسلین عظام کے مفصل اور مستند حالاتِ زندگی جن کے اسمائے گرامی تذکرے یا جن کی دعوت و تبلیغ کے متعلق واضح یا مبہم اشارے ان مقدس صحیفوں میں موجود ہیں؛

ہر پیغمبرؑ کی بعثت کا تاریخی اور اخلاقی پس منظر؛

ہر پیغمبرؑ کی زندگی سے بصیرت و عبرت کے اسباق؛

اور

قرآن کریم اور چیدہ چیدہ پیغمبروں کے اقوال و ارشادات کا نادر انتخاب

ادارۂ تصنیف و تالیف

عبد السلام

انوارِ انبیاء

اُن انبیائے کرامؑ اور مُصلحینِ عظامؒ کے حالات

جن کا ذکر

قرآنِ عزیز، احادیثِ صحیحہ، بائیبل

اور

دیگر مُستند تاریخی کُتب میں آیا

(ادارہ تصنیف و تالیف)

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز، پبلشرز، بُک سیلرز

کشمیری بازار، لاہور — بندر روڈ، کراچی

پیش لفظ

عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، یہودیت اور اسلام دنیا کے پانچ بڑے مذاہب ہیں اور ان پانچوں کے نزدیک نبیوں، پیغمبروں، رسولوں، اوتاروں یا مصلحین کی حیثیت مسلمہ ہے اور ہر مذہب کی طرف سے یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ وہ انھیں اصولوں اور تعلیمات کا حامل ہے، جو خدا کے ان فرستادوں کی طرف سے ان تک پہنچیں اور جو دراصل خدا ہی کے فرمودات ہیں۔

عیسائی حضرت عیسےٰؑ کو روح القدس مان کر ان کے پیرو ہونے کا دعوے کرتے ہیں، اہلِ ہنود کرشن جی کو اوتار گردانتے اور ویدوں کو الہامی کتابیں قرار دیتے ہیں۔ بدھ مت میں مہاتما بدھ کو اوتار کا درجہ حاصل ہے، اسی طرح یہودی اپنے مذہب کو بعض پیغمبروں کی تعلیم یا خدائی احکام پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی اور سارے جہان کا دینی و دنیوی پیشوا تسلیم کرتے ہوئے مذہب اسلام کا دعوے رکھتے ہیں، قرآن کے علاوہ بعض دیگر انبیائے برحق اور ان کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

پیغمبروں، کتابوں، عقیدوں اور تعلیم کے تمام تر اختلافات کے باوجود دنیا کے تمام مذاہب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے انسانوں کی اصلاح کے لیے دنیا میں وقتاً فوقتاً اپنے نبی اور رسول یا اوتار بھیجے جنھوں نے انسانی زندگی کو ایک خاص اور سلجھی ہوئی نہج پر چلانے کے لیے خدا کے وضع کردہ اصول مخلوق کے سامنے رکھے، انھیں اصولوں اور عقیدوں کی روشنی میں ان کے پیروؤں نے اپنے مذہب کی بنا رکھی، اپنے لیے مخصوص مذہبی عقیدے متعین کیے اور دنیوی فلاح یا اخروی نجات کے لیے الگ الگ راہِ عمل اختیار کی —— گویا بنیادی عقیدہ یعنی پیغمبروں کی حیثیت اور ان کے منجانب اللہ ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔

پیغمبروں کے متعلق یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جب ہم قرآن کی اس آیت پر غور کرتے ہیں۔ کہ "ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں[۲]"۔ قرآن کے ان الفاظ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو گمراہی سے بچانے اور انھیں زندگی کا سلیقہ سکھانے کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبر اور رسول بھیجے۔ جو انھیں جیسے انسان تھے۔ مگر ان کی ذات جامع صفات و کمالات تھی۔ وہ انسانیت کے پیکر اور انسانی عظمت و شرافت کا مجسمہ تھے ان کی زندگی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک

---

[۱] وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ٥ (الکہف ع) (اور ہم تو پیغمبروں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں۔ کہ خوشخبری دیں اور عذاب سے ڈرائیں۔)

[۲] وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا ۔ (النحل ع)

تھی۔ وہ خدا کا درجہ تو نہ رکھتے تھے مگر خدائی اوصاف سے متصف ضرور تھے۔ انھوں نے بنی نوع انسان کو کفر و شرک کی گمراہیوں اور قعرِ مذلت کی گمراہیوں سے نکال کر حق اور وحدانیت کی راہِ نجات اور اوجِ ثریا کی بلندیوں سے ہمکنار کرنے کی سعی کی۔ مختصر یہ کہ ان کی ذات خدا اور انسان کے درمیان ملاپ کا ایک وسیلہ تھی۔

ان میں سے بعض اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور بعض کی کوششیں بے نتیجہ رہیں۔ بعض انسانوں نے ان فرستادوں کی سچی تعلیم کو اپنا شعار بنا کر اپنی دنیا اور عاقبت سنوار لی اور بعض بدستور ضلالت کی راہ پر گامزن رہے۔ بعض ان پر ایمان لے آئے اور بعض نے نہ صرف انھیں جھٹلایا بلکہ طرح طرح کے اتہام باندھے اور انھیں اذیتیں دیں۔ انسانوں میں کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے انھیں فوق الانسان ہستی قرار دے کر ان کو خدا کے مقام تک پہنچا دیا پھر ان کی تعلیم کو اپنے لیے ناقابلِ عمل قرار دے کر اپنی بے بسی کا اظہار کیا اور اس طرح دینی اور دنیوی استفادے سے محروم رہے۔

تعداد انبیاء

دنیا میں جس قدر پیغمبر گذرے ہیں۔ بعض روایتوں کے مطابق ان کی تعداد لاکھ سے متجاوز بیان کی جاتی ہے۔ مگر مستند تاریخوں، روایتوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ تحقیق کرنے پر بہت تھوڑے پیغمبروں کے نام، مقامات یا ان کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم قرآن میں پیغمبروں کی تعداد کے متعلق مختلف مقامات پر جس انداز سے ذکر آیا ہے اس کے تحت مذکورہ بالا تعداد کا اندازہ قرین قیاس ہے۔ قرآن کے مختلف بیانات یہ ہیں۔

۱۔ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (المومنون ع ۳)	پھر ہم اپنے پیغمبر لگاتار بھیجتے رہے۔
۲۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ (النحل ع)	قسم اللہ کی ہم تجھ سے پہلے کئی قوموں کی طرف پیغمبر بھیج چکے ہیں۔
۳۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا (بنی اسرائیل ع ۲)	اور ہم اس وقت تک (کسی کو) عذاب کرنے والے نہیں، جب تک کوئی پیغمبر نہ بھیجیں۔
۴۔ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر ع ۳)	اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں (کوئی نہ کوئی) ڈرانے والا (پیغمبر) نہ گزرا ہو۔
۵۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ (الحجر ع ۱)	اور ہم تم سے پہلے اگلے کئی فرقوں میں پیغمبر بھیج چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب ایسے تمام پیغمبروں کے حالات پر مشتمل ہے جن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت قرآن اور دیگر آسمانی کتب میں ملتا ہے یا مستند تاریخی روایات سے ان کے لیے جواز بہم پہنچتا ہے۔ چونکہ کسی ایک مذہب یا فرقے کی نمائندگی کتاب کے مقاصد میں شامل نہیں۔ اس لیے مذکورہ بالا ذرائع سے جس کسی پیغمبر کے حالات بھی دستیاب ہو سکے ہیں کتاب کی جامعیت اور قارئین کی وسعتِ معلومات کے لیے انھیں درج کر دیا گیا ہے۔

کتاب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انبیائے کرام جیسی عظیم ہستیوں کے عظیم کردار، ان کے اخلاق و عادات، ان کے عملی کارنامے ان کی تعلیمات اور ان کی وہ خدمات جو انھوں نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود، ان کی مادی اور روحانی اصلاح اور تہذیب و تمدن کی

ے سلسلہ میں انجام دیں ان کا مختصر خاکہ قارئین کے سامنے رکھا جائے تاکہ ان کے کردار اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں ہر شخص
ی طور پر بھی اپنے آپ کو پرکھ اور سمجھ سکے اور سائنس کی اس مادی اور عقلی ترقی کے جدید دور میں ہم ان عظیم اور قدیم ہستیوں
اسن اخلاق اور ان کے عملی کاموں کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں اور دنیوی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور دینی ترقی اور
ی اصلاح سے بھی غافل نہ رہیں۔

کتاب کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں چند ضروری گزارشات یہ ہیں:۔

پیغمبروں کے حالات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے حصے میں ان پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے حالات کے متعلق قرآن مجید یا احادیث میں خاص تفصیلات ملتی ہیں۔

دوسرے حصے میں ان پیغمبروں کا بیان ہے جن کے نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ مگر ان کے حالات قرآن مجید میں نہیں
ملتے ۞۔ البتہ بائیبل میں ان کے حالات ملتے ہیں۔ ایسے پیغمبروں کا حال بیان کرتے وقت بائیبل سے مدد لی گئی ہے۔ ان پیغمبروں
میں سے بعض کے نام بھی قرآن مجید میں نہیں آئے۔ مگر مفسرین بعض آیات کے سلسلے میں ان کے واقعات لاتے ہیں۔

تیسرے حصے میں ان پیغمبروں کا ذکر ہے جن کے حالات صرف بائیبل میں آئے ہیں۔ قرآن مجید میں نہ ان کا نام آیا ہے اور نہ حالات
ملتے ہیں۔ البتہ اسلامی تاریخوں میں ان ہادیوں اور رہنماؤں کے حالات اختصار کے ساتھ مذکور ہیں۔

غرض ان تمام حضرات کرام کے حالات کے سلسلہ میں صرف قرآن کریم، بائیبل یا مستند تاریخی کتب پر بھروسہ کیا گیا ہے اور واقعات
حت کا بیان تک اہتمام کیا گیا ہے کہ بعض ایسی روایات جو خاص و عام میں عالمگیر پیمانے پر مقبول ہیں، جب تک ان کی تصدیق نہیں
لی انھیں تحریر میں لانے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ حالات کے متعلق پوری چھان بین کی گئی ہے۔ کوئی ضروری ماخذ چھوڑا نہیں گیا۔
بن اصل اعتماد قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر رہا ہے۔

حالات ایسے انداز میں پیش کیے گئے ہیں کہ ہر پیغمبر کی شخصیت، دعوت قوم کی حالت اور دعوت کے نتائج سامنے آجائیں۔ قرآن مجید
سے ان امور پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جن اصحاب کے نام قرآن مجید میں بسلسلہ انبیائے کرام آچکے ہیں ان کے سوا کسی کی نبوت کے متعلق قطعی
عوی مشکل ہے۔ نیز جو حالات تورات سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں ان کے بارے میں بھی یہ دعویٰ مشکل ہے کہ وہ قرآن مجید کے بیان کردہ حالات
کے برابر مستند اور قابل اعتماد ہیں۔

"ادارہ"

۞ قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ اس کا انداز بیان تاریخی نہیں۔ اس لیے وہ بے جا تفصیلوں میں نہیں جاتا۔ بلکہ جہاں کہیں کوئی واقعہ بیان کرنا ہوتا ہے وہاں ساری تفصیل بیان کرنے کے بجائے صرف اتنی بات بیان کر دیتا ہے۔ جتنی اس ضمن میں ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کے حالات بیان کرتے وقت بھی صرف اتنی بات کہتا ہے جو ضروری ہو۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع) (بعض پیغمبر وہ ہیں۔ جن کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا قصہ آپ سے بیان نہیں کیا)

فہرس

انوارِ انبیاء

حضرت آدم علیہ السلام

انبیائے کرام کے متعلق قرآنِ کریم میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اور ان کے حالات قرآن کی سب سے پہلی سورۂ "البقر" کے علاوہ مزید آٹھ سورتوں[1] میں بیان کیے گئے ہیں۔

پیدائش آدم اور ابلیس کا قصّہ

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے کہا کہ میں عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، جسے زمین پر میری خلافت کا شرف حاصل ہوگا، جو اختیار دار [illegible] مالک ہوگی، میری زمین پر اُسے ہر قسم کا تصرف اور اختیار ہوگا اور وہ "بشر" کہلائے گی۔

فرشتے یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور عرض کی کہ اے باری تعالیٰ اگر اس مخلوق کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ دن رات تیری عبادت کرے، تیری حمد و ثنا اور تقدیس و بزرگی کے گُن گائے تو اس کے لیے ہم پہلے ہی سے موجود ہیں جو بے چون و چرا تیرا ہر حکم بجا لاتے اور تیری حمد و ثنا میں لگے رہتے ہیں۔ پھر بشر کو پیدا کرنے کی ایسی کیا ضرورت آ پڑی، ایسا نہ ہو کہیں یہ مخلوق زمین میں شر و فساد پھیلائے اور خرابی اور خونریزی بپا کرے، اے ہمارے پروردگار! آخر ایسی مخلوق پیدا کرنے میں تیری کیا مصلحت ہے؟

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط (البقرۃ)	اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب، فرشتے کہنے لگے، کیا تو پیدا کرے گا زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں تیری۔

فرشتوں کا یہ سوال اس لیے نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں بحث یا مناظرہ کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ آدم کی تخلیق اور اسے زمین پر اللہ کا نائب مقرر کرنے کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ ایک بڑا عجیب معاملہ تھا۔ وہ جانتے تو تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، لیکن وہ اس کی حکمت کا راز معلوم کرنے کے مشتاق تھے۔

ان کے سوال کے جواب میں باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ "میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔"

سو آدم کا خمیر ایک ایسی مٹی سے گوندھا گیا، جو نت نئی تبدیلی قبول کرنے کی اہلیت رکھتی تھی جب مٹی کا جسدِ خاکی تیار ہو گیا اور مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ کے حکم سے اُس میں رُوح پھونکی گئی اور وہ گوشت پوست اور ہڈی کا زندہ انسان

---

[1] سورۂ آلِ عمران، المائدہ، الاعراف، الکھف، بنی اسرائیل، مریم، طٰہٰ اور یٰسین۔

بن گیا جو ارادے، شعور، فہم و ادراک، حِس و حرکت اور وجدانی جذبات و کیفیات کا حامل تھا۔

عظمتِ آدم | فرشتوں نے آدمؑ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا تھا، یعنی یہ کہ وہ زمین میں شر و فساد اور خرابی پھیلائے گا اس سے اگرچہ آدمؑ کی تحقیر مراد نہ تھی، تاہم جب حضرت آدم وجود میں آ گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں پر اس کی برتری اور عظمت کا اظہار کرنے کے لیے حکم دیا کہ فرشتے آدمؑ کو سجدہ کریں۔

ابلیس کی سرکشی | تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی مگر ابلیس (شیطان) نے غرور و تمکنت کی بنا پر صاف انکار کر دیا۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کی تفصیلات مختلف مقامات پر یوں مذکور ہیں:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (البقرہ ع۴)

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں کو بھی) کہ سجدے میں گر جاؤ آدمؑ کے سامنے، سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے، اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔ (الاعراف ع۲)

اور ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، پھر ہم نے ہی تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍۚ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ، وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ، فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ، فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝ (حجر ع۳)

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپؐ کے ربّ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہو گی پیدا کرنے والا ہوں۔ سو میں جب اسے پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدے میں گر پڑنا۔ سو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدمؑ کو) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے کہ اُس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ

اور جبکہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کی حکم عدولی کی، سو کیا تم پھر بھی اسے اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو

---

[۱] اس سے خلافت ارضی کا استحقاق ثابت کرنا بھی مقصود تھا۔

مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۝ (کہف ع ۷)

مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ، فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّا اِبْلِیْسَ ۝ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (ص ع ۵)

جب کہ آپؐ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں، سو میں جب اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدے میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اسے بنا لیا تو) سب فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالےٰ نے ابلیس سے دریافت فرمایا کہ کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے انکار اور میرے حکم سے نافرمانی پر آمادہ کیا؟

ابلیس نے جواب دیا، اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔

غرور اور تکبّر کی جہالت غرور و تکبر کی جہالت کے باعث اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کرنے پر ابلیس بارگاہِ ایزدی سے راندہ گیا۔ اور جنت سے محروم ہو گیا۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ روزِ قیامت تک میری زندگی کی رسی دراز کر دی جائے۔ اس کی یہ درخواست منظور ہوئی اور اسے قیامت تک زندگی کی مہلت دے دی گئی۔ ابلیس نے آدم کے خلاف انتقامی جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں آدم کو تیرے راستے پر چلنے سے روکوں گا اور اسے گمراہ کروں گا۔ اولادِ آدمؑ کو تیرا ناشکر گزار بناؤں گا اور فسق و فجور میں مبتلا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنی کوشش کر گزر۔ میرے مخلص بندے کبھی تیرے فریب میں نہ آئیں گے البتہ جو تیرے کہنے پر چلیں گے وہ تیرے ہی ساتھی ہوں گے۔ اور میں ان سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

قرآن مجید میں یہ ذکر کئی مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ، اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

حق تعالےٰ نے فرمایا اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسے سجدہ کرنے سے تجھے کونسی چیز مانع ہوئی کہ تو غرور میں آگیا، یا یہ کہ تو (واقع میں) بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝

ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیجئے۔

قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

ارشاد ہوا کہ (جب تو مہلت مانگتا ہے) تجھے وقتِ معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا (جب مجھے مہلت مل گئی) تو (مجھے بھی) تیری عزت کی قسم کہ میں ان

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ (ص ع ٥)

سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو اُن میں منتخب کیے گئے ہیں ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو ہمیشہ سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو اُن میں تیرا ساتھ دے ان سب سے دوزخ کو بھردوں گا۔

پھر فرمایا:

مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

(اعراف ع ٢)

حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھے اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھے حکم دے چکا۔ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اُتر، تجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل، بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے مہلت دیجیے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا بہ سبب اس کے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اُن کے لیے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل، جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانیگا میں ضرور تم سے جہنم کو بھردوں گا۔

مزید دو مقاموں پر یہ امر اس طرح مذکور ہے:

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

اللہ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو اچھا پھر تو آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک، کہنے لگا کہ پھر مجھ کو مہلت دیجیے قیامت کے دن تک، ارشاد ہوا تجھے معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔ کہنے لگا اے میرے رب بہ سبب اس کے کہ آپ نے مجھے (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤنگا اور

الْمُخْلَصِيْنَ ٥ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ٥ اِنَّ عِبَادِيْ
لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
الْغٰوِيْنَ ٥ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥
(الحجر ع)

ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کیے گئے ہیں۔
ارشاد ہوا کہ (وہاں) ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے۔ واقعی میرا
میرے ان بندوں پر ذرا بھی بس نہ چلے گا، ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری
راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور (جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے) ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ
طِيْنًا ٥ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ
لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ
ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ٥ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ
مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ٥
وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ
وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ٥ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ٥ (بنی اسرائیل ع)

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو اُن سب نے
سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا) اور کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو
آپ نے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی
ہے تو بھلا بتلائیے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دیدی
تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں
کرلونگا۔ ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ چلے گا۔ سو تم سب
کی سزا جہنم ہے۔ سزا پوری، اور ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلے اپنی
چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا
لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کرلینا اور ان سے وعدہ کرنا اور
شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ میرے خاص
بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

حضرت آدم کی تعلیم

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین میں اپنا نائب تجویز فرمایا تھا، اس لیے انھیں صفاتِ الٰہیہ میں سب سے بڑی صفت علم سے نوازا اور تمام اشیاء کے نام بتائے، ان کی ماہیت سے واقف کرایا، علوم و فنون کے اسرار اور ان کی حکمتیں سکھائیں۔ پھر فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ تم ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتے ہو؟ فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اے باری تعالیٰ ہمیں تو بس اسی قدر علم ہے جو تو نے ہمیں دیا یا سکھایا اس سے زیادہ ہم کیا جان سکتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آدم سے کہا کہ جو علم تجھے دیا گیا ہے وہ فرشتوں پر بھی ظاہر کر:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ٥

اور علم دے دیا اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ
چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں۔ پھر فرمایا کہ بتاؤ مجھ کو اسماء ان
چیزوں کے اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں
ہمیں ہی علم نہیں۔ مگر وہی جو آپ نے ہمیں علم دیا۔ بے شک آپ بڑے

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۴)

علم والے ہیں حکمت والے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے آدم ان کو ان چیزوں کے اسماء بتا دو۔ سو جب بتلا دیئے انھیں آدم نے ان چیزوں کے اسمآ تو اللہ نے فرمایا میں تمھیں کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام چیزیں پوشیدہ آسمانوں اور زمینوں کی اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کرتے اور جسے دل میں رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ آدمؑ کی برتری اور عظمت فرشتوں پر واضح ہو جائے۔

حضرت حوّا اور قیام جنت حضرت آدم کچھ مدت تنہا زندگی بسر کرتے رہے بعد ازاں اللہ تعالےٰ نے ان کی رفاقت کے لیے حضرت حوا کو پیدا کیا اور دونوں کو اجازت دی کہ وہ جنت میں رہیں سہیں اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں لیکن ایک درخت کے متعلق باری تعالےٰ نے انھیں ہدایت کردی کہ اس کے قریب نہ جائیں۔

آدم اور حوا کا جنت سے نکلنا ابلیس نے حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہ حضرت حواؑ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ جس درخت کے قریب جانے سے اللہ تعالےٰ نے انھیں منع کیا ہے در اصل وہی درخت ان کی مسرت اور سرمدی آرام کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ابلیس نے بڑے حیلوں سے کام لیکر انھیں یہ باور کرا ہی دیا۔ آدمؑ اور حوا سے بہ تقاضائے بشری بھول ہوئی اور انھوں نے اس ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے آدم سے باز پرس کی۔ حضرت نے ندامت اور شرمساری سے غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ و استغفار کرتے ہوئے معافی اور درگزر کے خواستگار ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ کا عذر قبول کر لیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی انھیں یہ فیصلہ سنایا کہ تمھیں اور تمھاری اولاد کو ایک عرصہ تک زمین پر رہنا ہوگا تاکہ انسانوں کے اعمال کا امتحان کیا جائے۔ جو لوگ نیکی کریں گے اور راہِ راست پر چلیں گے وہ خوف اور غمگینی سے آزاد رہیں گے اور جو بدی کے مرتکب ہوں گے وہ اپنے کیئے کی جزا پائیں گے۔

قرآن کریم میں یہ واقع پوری تفصیل کے ساتھ مختلف مقامات پر مذکور ہے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے:

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمھاری بیوی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے با فراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی ان ہی میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں، پھر لغزش دے دی۔ آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو، تم میں سے بعضے بعض کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعادِ معین تک

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (البقرۃ ع)

بعد ازاں حاصل کر لیئے آدمؑ نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (توبہ قبول کر لی) بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان۔

ایک اور جگہ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے۔

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمھاری بی بی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ، کبھی ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے۔ اور کہنے لگا تمھارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیئے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔ پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کے پردے کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے انھیں پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمھارا صریح دشمن ہے، دونوں کہنے لگے اے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہوگے اور تمھارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا کہ تمھیں وہاں زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ٥ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ ۭ أَبٰى ٥ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ٥ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ٥ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ٥

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ٥ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ٥ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ٥ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (طٰہٰ ع ۷)

اور اس سے پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی - اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، اس نے انکار کیا، پھر ہم نے کہا اے آدم یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے، پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ - یہاں جنت میں تو تمہارے لیے یہ ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے، نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے، پھر انہیں شیطان نے بہکایا، کہنے لگا کہ اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت بتا دوں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آئے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے پھر ان کو ان کے رب نے مقبول بنا لیا سو ان پر توجہ فرمائی اور (راہ راست) پر قائم رکھا - اللہ نے فرمایا کہ دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے رہو کہ آپس کا ایک دشمن ہو گا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کریگا وہ نہ گمراہ ہو گا نہ شقی ہو گا -

قابیل و ہابیل

زمین پر حضرت آدمؑ اور حوا کی تشریف آوری نسل انسانی میں اضافے کا باعث بنی - عماد الدین بن کثیر نے اپنی تاریخ میں بعض صحابہ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حوا سے جوڑا پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقد دوسرے پیٹ سے پیدا ہونے والے توام بچوں کے ساتھ کر دیا جاتا تھا - کیونکہ اس وقت افزائش نسل کی اور کوئی صورت ممکن نہ تھی - اس دستور کے مطابق حضرت آدم کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کی شادی کا مسئلہ درپیش تھا - کہ ہابیل کی ہمشیر سے اس کی شادی ہو اور قابیل کی شادی اس کی ہمشیر سے ہو - اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے حضرت آدم نے یہ مشورہ دیا کہ دونوں بھائی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قربانی پیش کریں جس کی قربانی منظور ہو جائے اسے اپنے ارادے کے مطابق کرنے کا اختیار رہو گا -

چنانچہ دونوں نے ایسا ہی کیا - توراتؔ[1] میں مذکور ہے کہ قابیل اپنے

[1] کتاب پیدائش باب ۴ آیت ۳ تا ۵ -

کھیت کے پھل کا ہدیہ لایا اور ہابیل نے اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچے اور کچھ ان کی چربی پیش کی، ہابیل کا ہدیہ قبول کر لیا گیا۔ اس پر قابیل نے مشتعل ہو کر ہابیل کو قتل کر دیا اور اس کی نعش کو ٹھکانے لگانے کی سوچنے لگا۔ اس اثنا میں اس نے ایک کوا دیکھا جو زمین کُرید کر گڑھا نکال رہا تھا۔ قابیل کو کوے کی دیکھا دیکھی یہی ترکیب سمجھ میں آئی کہ زمین میں گڑھا کھود کر بھائی کی نعش کو اس میں دفن کر دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہابیل اور قابیل کے اس واقعہ پر روشنی پڑتی ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ۔ (المائدہ ع ۵)

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصّہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جب کہ دونوں نے نذر پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اس ایک نے جواب دیا کہ اللہ قبول کرتا ہے پرہیزگاروں سے۔ اگر تو مجھ پر قتل کرنے کے لیے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لیے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں میں تو پروردگارِ عالم سے ڈرتا ہوں۔ میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے، پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا پھر اسے قتل ہی کر ڈالا جس سے بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ زمین کو کھودتا تھا تاکہ وہ اسے تعلیم دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپائے کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گزرا کہ اس کوّے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا سو بڑا شرمندہ ہوا۔

بصیرتیں اور عبرتیں

حضرت آدمؑ کے حالات میں بے شمار نصیحتیں اور عبرتیں ملتی ہیں۔ ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی بھی دوسری ہستی اس کی تمام حکمتوں اور رمزوں سے واقف نہیں ہو سکتی۔

بے شک انسان اشرف المخلوقات اور رُوئے زمین پر خدا کا نائب اور خلیفہ ہے لیکن اس صورت میں کہ وہ خلافت دنیا کی ذمہ داری کا حق ادا کرے، اپنے اعمال درست رکھے، نیکی کی راہ پر چلے ہم جنسوں کے لیے امن و راحت کا ذریعہ بنے، بُرائیوں سے خود بھی خدا کے حکموں کی پابندی کرے اور دوسروں کو بھی اس پابندی کی دعوت دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو منصب ۶۔۷

کا حق دار نہ رہے گا، ہو سکتا ہے کسی وقت اس سے غلطی اور خطا سرزد ہو جائے۔

حضرت آدم کے حالات سے ہم پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان لاکھ گناہگار اور خطا کار سہی۔ اگر وہ صدقِ دل سے تائب اور نادم ہو کر بارگاہِ الٰہی میں جھک جائے تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہ معاف کر کے اسے اپنے دامنِ رحمت میں لے لیتا ہے۔ کیونکہ تمام نسلِ انسانی کے لیے اللہ تعالےٰ کے عفو و رحمت کا دامن وسیع ہے۔

عمر اور نسب نامہ بائبل کے مطابق حضرت آدمؑ نے نو سَو تیس برس[1] کی عمر پائی۔ ہابیل اور قابیل کے علاوہ آپ کے تیسرے بیٹے کا نام بائبل میں "سیت" لکھا ہے۔ یہ حضرت شیث علیہ السلام ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد ہدایت کا حق ادا کرتے رہے۔ بائبل کتاب پیدائش باب ۵ آیت ۱ تا ۲۹ میں اور باب ۴ آیت ۷ ا تا ۲۱ میں حضرت آدمؑ کا نسب نامہ اس طرح بتایا گیا ہے:

آدمؑ

- سیت (شیثؑ)
  - انوس (انوش)
  - قینان (قنین)
  - محلل ایل (مہلائیل)
  - یارد (یرد)
  - حنوک (خنوخ)
  - متوسلح (متوشلخ)
  - لمک (لامک)
  - نوحؑ
- ہابیل
- قابیل
  - حنوک
  - عیراد
  - محویا ایل
  - متوسا ایل
  - لمک
    - یابل
    - یوبل
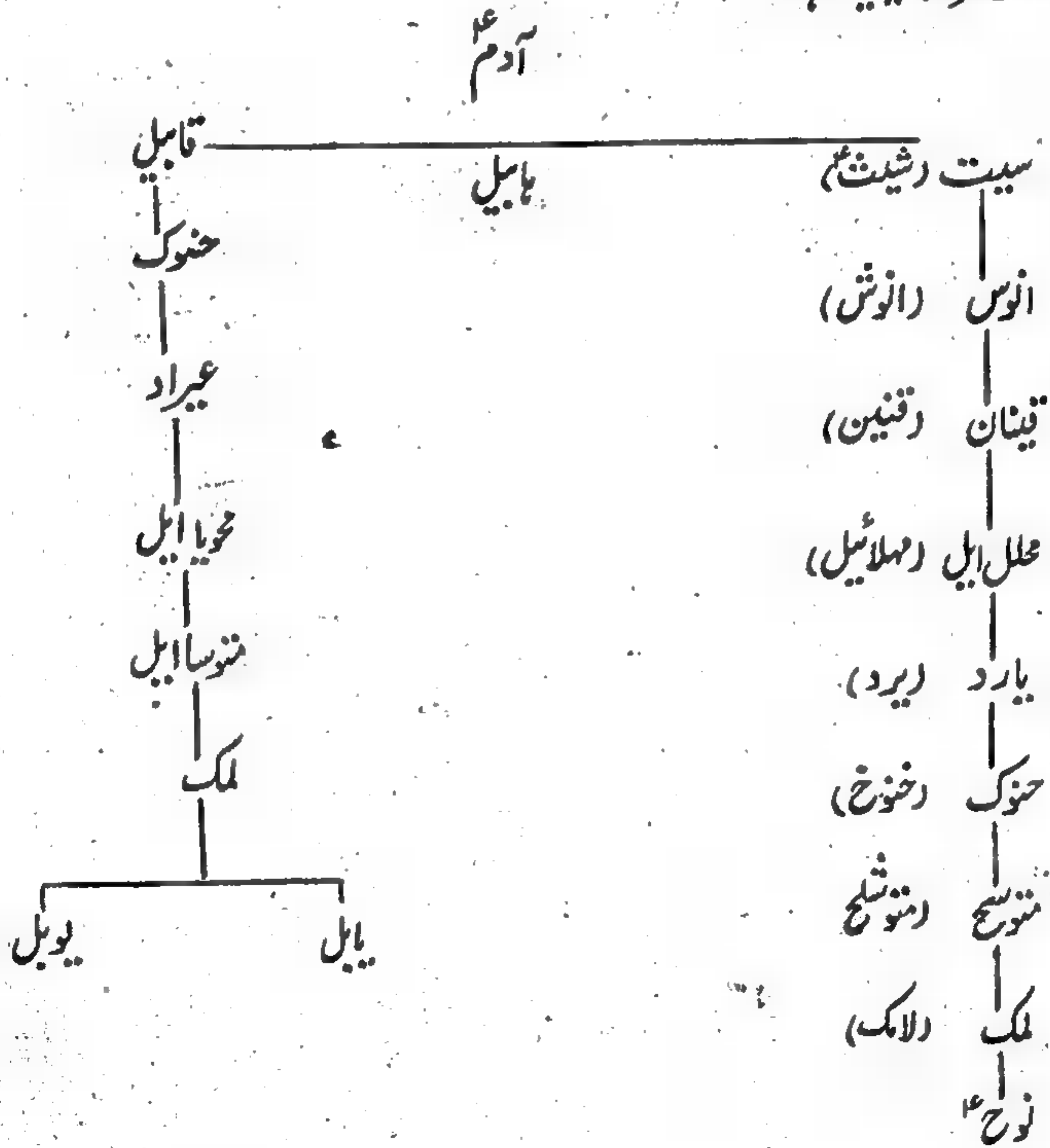
کے حضرت شیثؑ کی اولاد کے جو نام ابتدا میں درج ہیں وہ بائبل کے اردو ترجمے کے مطابق ہیں اور جو نام سامنے قوسین میں درج ہو۔ چکا

[1] کتاب پیدائش باب ۵ آیت ۵ ۔

ہیں وہ حافظ عماد الدین ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ سے ماخوذ ہیں[1]۔ حنوک یا اخنوخ وہی بزرگ پیغمبر ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ادریسؑ کے نام سے آیا ہے۔

جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی تمام اولاد کو بلا کر صلح و اخوت سے رہنے اور نیک زندگی بسر کرنے کی وصیت فرمائی اور کہا کہ میرے بعد میرا بیٹا شیث علیہ السلام میرا قائم مقام ہوگا۔ للذا اس کی فرماں برداری کرنا اور اس کے کہے پر چلنا

آدمؑ کی دُعا

حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ سے عفو وبخشش کے طالب ہوئے تھے۔ اس وقت انھوں نے اللہ کے حضور میں جو دعا مانگی وہ سورہ اعراف میں اس طرح مذکور ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (اعراف ع ۲)

اے رب ہمارے، ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجائے گا۔

یہ انسانیت کے قلب وضمیر کی آواز ہے جو ہر خطا و لغزش پر بے اختیار بلند ہونی چاہیے۔

ایک مقام پر حضرت آدمؑ و حوا دونوں کی دعا ان الفاظ میں مذکور ہے:

دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۲۴)

دونوں (آدم اور حوا) نے (اپنے پروردگار سے) دعا کی اگر تو ہمیں صالح بچے عطا فرمائے گا تو ہم بے شک ضرور تیرے شکر گزار ہوں گے۔

حضرت شیثؑ

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت کے وقت حضرت آدمؑ کی عمر ایک سو تیس برس کی تھی۔ آپ کی شبیہہ حضرت آدمؑ سے ملتی جلتی تھی حضرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت آدم نے وفات سے پہلے اپنی ساری اولاد کو بُلا کر وصیت فرمائی کہ میرے بعد حضرت شیث میرے قائم مقام ہوں گے ان کا کہا ماننا اور آپس میں صلح و اخوت سے رہنا۔

حضرت شیث علیہ السلام نے اپنی اور قابیل کی اولاد کو رشد و ہدایت کی تلقین کی اور نیکی کا راستہ بتایا۔ ان میں سے کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن پھر گمراہ ہوگئے اور آپ کا بُت بنا کر پرستش کرنے لگے۔ اسی قوم کی رہنمائی کے لیے حضرت ادریس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

ایک سو پانچ برس کی عمر میں آپ کا فرزند انوش پیدا ہوا اور نو سو بارہ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی[2]۔

حافظ ابن کثیر کا بیان

حافظ ابن کثیر نے بتایا ہے کہ شیث کے لفظی معنی 'عطیہ خدا' ہیں حضرت آدمؑ نے یہ نام اس لیے رکھا کہ حضرت ہابیل کی شہادت کے بعد خدا نے انھیں یہ صالح فرزند عطا کیا تھا حافظ موصوف کے بیان کے مطابق حضرت شیث اس حدیث کے رو سے نبی تھے جو ابن حبان نے اپنی کتاب 'صحیح' میں حضرت ابی ذرؓ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ ۹۸ ۔ [2] تورات کتاب پیدائش باب ■ آیت ۳ ۔ [3] تورات کتاب پیدائش باب ۵ آیت ۶ - ۷
قرآنی حالات

سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ نیز ان پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آیا تو حضرت شیث ؑ نے اپنے بیٹے انوش کو وصیت فرمائی کہ ہدایت کا سلسلہ جاری رکھیں چنانچہ وہی خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔ پھر ان کے بیٹے قنین اور پوتے مہلائیل نے یہ منصب سنبھالا۔ کہا جاتا ہے کہ مہلائیل سات اقلیموں کے سلطان تھے۔ انھیں نے سب سے پہلے درخت کٹوائے اور لکڑی استعمال کی، انھیں نے شہر اور بڑے بڑے قلعے بنوائے، وہی بابل اور سوس کے بانی تھے۔ انھوں نے شیطان کے پیروؤں کو مار مار کر دُور دُور بھگا دیا تھا یا وہ لوگ پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔

مہلائیل کے بعد ان کا بیٹا یرد صاحب امر بنا، پھر حضرت خنوخ یا حضرت ادریس ؑ کا ظہور ہوا۔[1]

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ ۹۹۔

حضرت ادریس علیہ السلام

اہلِ سیر و تاریخ کا اختلاف

یہاں سب سے پہلے یہ بتا دینا چاہیئے کہ حضرت ادریسؑ کے زمانے کے متعلق اہلِ سیر و تاریخ میں اختلاف ہے ایک گروہ کی رائے ہے کہ حضرت ادریسؑ بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے لہٰذا ان کا زمانہ حضرت نوحؑ کے بہت بعد ہونا چاہیئے۔ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ حضرت ادریسؑ، حضرت آدمؑ سے ساتویں پشت میں تھے اور حضرت نوحؑ حضرت ادریس کے پوتے لامک کے فرزند تھے۔ اس بارے میں قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہم نے بحث کے اس پہلو کو طول دینے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ مروجہ بائبل اور حافظ ابن کثیر کے بیان کی پیروی کریں۔ قرآن مجید کا اصل مقصد و مدعا دعوتِ حق ہے اور تمام انبیائے کرام یا اصحابِ حق و ہدایت کے واقعات و تعلیمات اسی غرض سے پیش کیئے گئے ہیں کہ انسان خیر و صالحیت کی طرف آئیں۔ شر و باطل سے احتراز کریں۔ پیغمبروں کے زمانے اور عہد کی تاریخ خالص تاریخی بحث ہے۔ اگر بیان میں کسی پیغمبر کے متعلق تقدیم یا تاخیر بھی ہو جائے تو خدا کے مقرر کیئے ہوئے اس داعی حق کی تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ تاہم اگر بعض اصحاب حضرت ادریسؑ کا زمانہ بعد میں تسلیم کریں تو اسے محل بحث بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت ادریسؑ

خدا کے نبی حضرت شیث علیہ السلام کی کوششوں سے ان کی قوم کے کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے تھے۔ لیکن بعد ازاں انھوں نے اپنے دوسرے مشرک اور بت پرست ہم قوموں کی دیکھا دیکھی حضرت شیثؑ کا بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا اور اس طرح راہِ راست سے بھٹک کر پھر مشرک اور بے دین ہو گئے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کی ہدایت کے لیئے انہی میں سے حضرت ادریس علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور انھیں قوم کی اصلاح پر مامور فرمایا۔

حضرت ادریسؑ، حضرت شیث کی چھٹی پشت میں تھے۔ قرآن یا تورات میں آپ کے حالاتِ زندگی تفصیل سے نہیں ملتے[۱]۔ البتہ بعض تاریخی کتابوں اور احادیث میں آپ کے متعلق کچھ حالات درج ہیں۔

تبلیغ و اشاعتِ دین

حضرت نے اپنی گمراہ قوم کو اللہ کا پیغام سناتے ہوئے کفر اور بت پرستی سے روکا۔ توحید الٰہی کی تبلیغ کی اور انھیں حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ کی شریعت کا راستہ بتایا۔ آپ نے زیادہ زور

---

[۱] قرآن میں صرف دو مقامات پر یعنی سورہ انبیاء اور سورہ مریم میں حضرت کا ذکر آیا ہے اور تورات کتاب پیدائش باب پنجم کی آیت ۱۲ تا ۲۴ میں آپ کے حالات مذکور ہیں۔

اس بات پر دیا کہ آخرت میں نجات حاصل کرنے کے لیے نیک کام کرنا ضروری ہے اور دنیا کے مال واملاک میں دل نہ لگانا چاہیئے ۔ نیز نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرنا اور تمام امور میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھنا لازم ہے ۔جسم اور روح کی پاکیزگی، اللہ کی راہ میں قربانی، ادائے زکوٰۃ اور دشمنانِ اسلام سے جہاد آپ کی تعلیم کا جزو تھے جن کی اشاعت میں آپ بڑی سرگرمی سے مصروف رہتے ۔ لیکن مسلسل اور پیہم کوششوں کے باوجود سوائے چند افراد کے کسی نے آپ کی باتوں پر کان نہ دھرا ۔ بلکہ آپ کی مخالفت ہی ہوتی رہی ۔ مخالفت، رکاوٹوں اور تکلیفوں کے باوجود آپ ادائے فرض سے نہ ہٹے بلکہ نہایت مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے دینِ الٰہی کی تبلیغ میں سرگرم رہے ۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کی اس ثابت قدمی اور عزم و استقلال کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْکِفْلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَ اَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذا الکفلؑ کا تذکرہ کیجئے (یہ) سب (احکام الٰہیہ پر) ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا ۔ بے شک یہ کمال صلاحیت والے لوگوں میں سے تھے ۔

ہجرت کے واقعات

ان تھک کوششوں کے باوجود جب حضرت کو رشد و ہدایت کی تبلیغ میں کامیابی نصیب نہ ہوئی اور آپ قوم سے بالکل مایوس ہو گئے تو ان چند ساتھیوں کو جن کے دل ایمان کی روشنی سے منوّر ہو چکے تھے لے کر مصر چلے گئے اور دریائے نیل کے کنارے ایک سرسبز و شاداب جگہ سکونت اختیار کر لی ۔ وہاں قرب و جوار کے علاقوں میں اللہ کا پیغام پہنچایا ۔ مذہبی اور اخلاقی تبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاستِ مدن اور شہری زندگی کے متمدن اصولوں کی بھی تعلیم و تلقین کی اور بود و ماند کے مہذّب اور اعلےٰ طریقے لوگوں کو بتائے ۔ اس تبلیغ میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، مختلف قبیلوں کے لوگ اس پاک تعلیم سے فیض یاب ہوتے اور اپنے علاقوں میں واپس جا کر اپنی اپنی قوم میں ان کی اشاعت کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے قبیلوں کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی سدھر گئی اور رفتہ رفتہ دُور دراز علاقوں میں بھی بہتر مدنی اصول رواج پانے لگے ۔

علم و فضل

"تاریخ الحکماء" میں علماء کی ایک جماعت کا عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حکمت اور نجوم کی ابتدا انھیں سے ہوئی بلکہ حضرت نوحؑ سے بیشتر جتنے علوم شائع ہوئے ان سب کے معلّمِ اوّل یہی تھے لیکن یہ محض افسانے ہیں، خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول انسانوں کے عقیدوں کی درستی، اخلاق و اعمال کی اصلاح اور تزکیہ نفوس کے لیے آتے ہیں، یقیناً ان کی تعلیمات حقہ سے انسانوں میں مفید اور نفع بخش علوم پھیلتے ہیں اور حکمت کی اشاعت ہوتی ہے لیکن وہ حکمت نہیں جس پر فلسفیوں کو ناز ہے بلکہ وہ حکمت جو انسانوں کو صحیح، نیک اور حق شناس انسان بنائے، جس سے ان کے عقل و فہم اور سمجھ سوچ کا آئینہ جلا پائے، وہ اپنے نفع نقصان کا صحیح اندازہ کر سکیں، ان میں خلقِ خدا کی بہتری اور بہبود کا جذبہ ابھرے اور دنیا سلامتی و پاکیزگی کی بہشت بن جائے ۔ حضرت ادریسؑ خدا کے سچے پیغمبر تھے اور ان کی زندگی بندوں کی اصلاح و تزکیہ ہی میں بسر ہوئی، فلسفیوں کی حکمت آرائی اور ریاضی دانوں کے نجوم کی تعلیم و اشاعت سے انھیں کچھ واسطہ نہ ہو سکتا تھا، قرآن مجید کا ارشاد ہے :

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ٥ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ٥ (مریم ع۴) اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبے تک پہنچایا۔

آپ کے بہت سے پندو نصائح، حکمت اور دانائی کی باتیں اور آداب و اخلاق کے جملے مختلف زبانوں میں مقولوں اور ضرب الامثال کے طور پر رائج ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ دوسروں کی خوشی اور آسودگی پر حسد مت کرو اس لیے کہ اُن کی یہ مسرور زندگی بھی چند روزہ ہے۔

۲۔ جو شخص زندگی کی مناسب ضروریات سے زیادہ کا طالب ہُوا وہ کبھی قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتا۔

۳۔ حکمت روح کی زندگی ہے۔

۴۔ خدا کی بے انتہا نعمتوں اور اس کے احسانات کا شکریہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔

۵۔ خدا کی یاد اور عملِ صالح کے لیئے خلوصِ نیت شرط ہے۔

۶۔ جو شخص علم میں کمال حاصل کرنے اور نیک کردار بننے کا خواہش مند ہو اُسے جہالت کی باتوں اور بدکاری کے قریب ہرگز نہ جانا چاہیئے۔ یاد رہے کہ ایک کاریگر جو سینے کا ارادہ رکھتا ہے، وہ سُوئی ہاتھ میں لیتا ہے نہ کہ برما۔

۷۔ نہ جھوٹی قسم کھاؤ نہ خدا کے نام کو قسموں کے لیے تختۂ مشق بناؤ اور نہ جھوٹے لوگوں کو قسمیں کھانے پر آمادہ کرو، ایسا کرنے سے تم خود بھی گناہوں میں شریک ہو جاؤ گے۔

۸۔ اللہ کے ایمان کے ساتھ صبر فتح مندی کا باعث ہے۔

۹۔ حقیقی عید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پابندی سے ادا کیئے جائیں۔ اور دین کا کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروّت میں کمالِ دین کی تکمیل ہے۔

۱۰۔ سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرے اور پروردگار کے سامنے انسان کی سفارش صرف اس کے نیک اعمال کریں گے۔

اولاد اور وفات

توراۃ میں حضرت ادریسؑ کے متعلق مذکور ہے:

> "اور حنوک (ادریسؑ) پینسٹھ برس کا ہُوا کہ اس سے متوسلح پیدا ہُوا اور متوسلح کی پیدائش کے بعد حنوک تین سو برس تک خدا کے ساتھ چلتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور حنوک کی ساری عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہو گیا اس لیئے کہ خدا نے اسے اٹھا لیا۔

اور متوسلح ایک سو ستاسی برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا
لمک کی پیدائش کے بعد متوسلح سات سو بیالیس برس جیتا رہا اور اس
سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور متوسلح کی عمر نو سو اُنہتر برس کی
ہوئی تب وہ مرا۔

اور لمک ایک سو بیاسی برس کا تھا جب اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور
اس نے اس کا نام نوحؑ رکھا۔[1]

توارت کی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ادریسؑ کے فرزند کا نام متوسلح تھا جس نے نو سو اُنہتر برس کی عمر پائی اور حضرت ادریسؑ کی عمر تین سو پینسٹھ برس کی تھی کہ انھیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ (واللہ اعلم)
مذکورہ بیان کے مطابق حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ کے پڑپوتے تھے۔

---

[1] کتاب پیدائش باب ۵، آیت ۲۱ تا ۲۹۔

حضرت نوحؑ علیہ السلام

نسب اور مقام بعثت حضرت نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے پوتے اور لمک کے فرزند ہیں[1]۔ اللہ تعالےٰ نے آپؑ کو عراق عرب کے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم میں بیتالیس مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے، کہیں اجمالاً اور کہیں خاصی تفصیل سے۔ سورہ اعراف، ہود، مؤمنون، شعراء، قمر اور نوحؑ میں آپؑ کے متعلق اہم تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔

حضرتؑ کی بعثت سے پہلے عراق عرب کے لوگ فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ خدا کی توحید اور صحیح مذہبی اور اخلاقی روشنی سے یکسر ناآشنا ہو چکے تھے۔ غیر اللہ کی پوجا اور بت پرستی ان کا شعار تھا۔ ان کے پانچ خاص بتوں یا خداؤں کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے[2]۔ اور انہی کی پرستش کو وہ نجات کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

دعوت و تبلیغ جب قوم نوحؑ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور وہ خدا سے یکسر باغی ہو گئے تو سنت اللہ کے مطابق ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے ایک ہادی اور رسول حضرت نوحؑ کو مبعوث کیا گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ — اور بلاشبہ ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی جانب (رسولؑ بنا کر) بھیجا۔ (عنکبوت ع ۲)

حضرتؑ نے اپنی قوم کو راہِ حق کی طرف دعوت دی اور انھیں بت پرستی چھوڑ کر توحید کی طرف آنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن خود سر لوگوں نے نہ مانا بلکہ آپؑ کی تحقیر و تذلیل پر اتر آئے اور مختلف طریقوں سے آپ کو تکلیفیں دینے لگے۔ گنتی کے چند غریب اور کمزور افراد آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ قوم کے دوسرے لوگ ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم بے شعور ہو، اپنی کوئی رائے نہیں رکھتے اور محض بے وقوفی کے باعث نوحؑ کی باتوں میں آ گئے ہو۔ بعض لوگوں کا حضرتؑ سے یہ مطالبہ تھا کہ اگر ان غریب اور کمزور افراد کو اپنے دین سے نکال دو یا ان سے الگ ہو جاؤ تو پھر ہم تمھاری بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی وہ اپنی امارت یا برتری کے زعم میں حضرتؑ کے کمزور اور ناتواں پیروؤں کے ساتھ شامل ہونے میں عار اور ہتک محسوس کرتے تھے۔ لیکن

---

[1] توراۃ کتاب پیدائش باب ۵ - آیت ۲۱ تا ۲۹۔

[2] "اور انھوں نے کہا ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو۔" (سورہ نوحؑ)

حضرتؑ نے انھیں ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ یہ لوگ تمھاری نگاہوں میں حقیر سہی لیکن سعادت کو دولت اور مال یا طاقت اور حشمت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اللہ کے ہاں سرخروئی حاصل کرنے میں یہ چیزیں مدد دے سکتی ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس اخروی نجات کا دارو مدار طمانیت نفس، رضائے الٰہی، خوفِ خدا اور اخلاص نیت و عمل پر ہے۔

گمراہوں کی ایذادہی

حضرتؑ کے وعظ و نصیحت کا قوم پر کچھ اثر نہ تھا بلکہ آپؑ تبلیغ میں جتنی زیادہ سرگرمی دکھاتے وہ لوگ اور زیادہ آپؑ کی مخالفت کرتے اور بغض و عناد میں زیادہ سرگرمی کا اظہار کرتے۔ انھوں نے ایذارسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل اختیار کیے۔ قوم کے مذہبی رہنماؤں اور سرداروں نے عوام کو اپنے مذہب پر شدت سے جمے رہنے کی تاکید کردی۔

قوم کے بعض لوگ حضرت نوحؑ سے یہ کہتے کہ تم مال یا جاہ و منصب کی خواہش میں یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ خدا کو اگر رسول ہی بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو یا کسی امیر اور رئیس کو اس غرض سے چنتا۔ غرض حضرت نوحؑ کو اپنی قوم کی طرف سے طرح طرح کی باتیں سننا پڑیں۔ آپؑ ان کے ہر اعتراض اور ان کی ہر بات کا جواب دیتے مگر وہ کسی طرح نہ مانتے۔

قرآن مجید کا بیان

اللہ تعالیٰ نے تمام تبلیغ، مکالموں، مناظروں اور پیغامات حق کو سورۂ ہود میں بیان فرمایا ہے:-

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن طَرَدتُّهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ

سو اُن کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم تو تجھ کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمھاری پیروی انہی لوگوں نے کی ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ اتباع بھی محض سرسری رائے سے ہے اور ہم تم لوگوں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نوحؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوّت ثابت ہوتی ہے) اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (نبوّت) عطا فرمائی ہو پھر وہ (نبوّت یا اس کی حجت) تمھیں نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم (اس دعوے یا دلیل) کو تمھارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کیے چلے جاؤ اور اے میری قوم! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمے ہے اور میں تو ان ایمان والوں کو

إِنِّي مَلَكٌ وَّلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ ۖ إِنِّي إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝

(ہود ع ۳)

نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت ومقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ کی) جہالت کر رہے ہو (اور بے ڈھنگی باتیں کر رہے ہو) اور (بالفرض) اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو (یہ بتاؤ) مجھے خدا کی گرفت سے کون بچائے گا کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں۔ اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں اُن کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالٰے ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا۔ ان کے دل میں جو کچھ ہو اُسے اللہ ہی خوب جانتا ہے تو (اگر ایسی بات کہہ دوں تو) اس صورت میں ستم ہی کروں گا۔

قوم کی بے باکی اور شورہ پشتی

حضرت نے قوم کو سمجھانے کی انتھک کوششیں کیں۔ جب وہ کسی طرح نہ مانی تو آپ نے عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کہا کہ خدا کو ناراض کر کے ہلاکت کو دعوت نہ دو۔ اللہ غرور اور تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی گذشتہ بداعمالیوں سے توبہ کر کے خدائے واحد کے حضور میں جھک جاؤ۔ وہ یقیناً تمہارے گناہ بخش دے گا۔ لیکن اگر تم ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور بُرے کاموں سے باز نہ آئے تو تمہیں زیادہ مہلت نہ ملے گی اور مجھے ڈر ہے کہ خدا کا قہر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے آئے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۝

ہم نے بھیجا نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) کہ تم اپنی قوم کو (وبالِ کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔ انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا اے میری قوم! میں تمہارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت (توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں وقت مقررہ (وقتِ موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دے گا۔ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (رہے) جب (وہ) آجائے گا تو ٹلے گا نہیں، کیا خوب ہوتا اگر تم ان باتوں کو سمجھتے (جب مدتِ دراز تک ان نصائح کا اثر قوم پر نہ ہوا تو نوحؑ نے حق تعالٰے سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی

وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُھُمْ لِتَغْفِرَ لَھُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَھُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا o ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا o ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا o فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا o ......

(دین حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تاکہ آپ انھیں بخش دیں، ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تاکہ حق بات کو سنیں بھی نہیں) اور (زیادتی کراہت سے، اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لیے اور اصرار کیا اور (میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا، پھر میں ان کو بآواز بلند بلایا، پھر میں نے ان کو علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ ....

- - - - - - - - -

رَبِّ اِنَّھُمْ عَصَوْنِیْ

(نوح ع ۱/۲)

اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا۔

طلبِ عذاب

قوم کے دل گمراہی بت پرستی اور بدی کی تاریکی سے اتنے زنگ آلود ہو چکے تھے کہ حضرت ؑ کی سالہا سال کی مسلسل کوشش کے باوجود انھوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا مجبور ہو کر جب حضرت ؑ نے انھیں خدا کے عذاب سے ڈرایا تو وہ اس پر بھی خوف زدہ نہ ہوئے بلکہ جواب میں کہا:

یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ o

(ہود ع ۳)

اے نوح ؑ! تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو اب ہم بحث وحث نہیں کرتے (جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آجائے گا) وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

حضرت نوح ؑ نے اس بات کے جواب میں فرمایا کہ عذاب اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کب لے آئے گا۔ میں تو فقط اُس کا رسول بن کر آیا ہوں اور اس کا پیغام تمھیں پہنچا دیا۔ ہاں اگر تم عذاب الٰہی کے اتنے ہی خواہاں ہو۔ اور میری صداقت کو عذاب دیکھ کر ہی پرکھنا چاہتے ہو تو اللہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ o

(ہود ع ۳)

کہا (نوح ؑ نے) کہ اسے تو اللہ تعالےٰ بشرطیکہ اُسے منظور ہو تمھارے سامنے لے آئے گا اور (پھر اس وقت) تم اُسے عاجز نہ کر سکو گے۔

بہر حال جب ڈھٹائی کی حد ہو گئی اور حضرت نوح ؑ قوم سے بالکل ہی مایوس ہو گئے تو ان کے دل کو سخت صدمہ ہوا اور قوم کے عبرت ناک انجام کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اس غم اور مایوسی کے موقع پر اللہ تعالےٰ نے حضرت ؑ کو تسلی اور تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ۝ (ہود ع ۴)

سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اور کوئی (نیا) شخص تمھاری قوم میں سے ایمان نہ لائے گا سو جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو۔

بارگاہِ الٰہی میں دُعا

اس وحی کے بعد حضرت نوحؑ کو جب یقین ہو گیا کہ اُن کی قوم کا مرض لاعلاج ہے۔ اور آئندہ ان کی کوئی کوشش بار آور ثابت نہ ہو گی۔ تو آپؑ نے سوچا کہ پھر ایسی قوم کا زندہ رہنا نسلِ انسانی کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں اس لیے کہ جس طرح یہ خود بدکار ہیں، اسی طرح ان کی اولاد بھی بدکار ہو گی۔ وہ بھی روئے زمین پر بدی اور بدامنی کا باعث بنے گی چنانچہ آپ اللہ تعالےٰ سے عرض پرداز ہوئے:

رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (نوح ع ۲)

اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ کیونکہ اگر آپؐ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپؐ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور آگے بھی، ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہو گی۔

سفینۂ نوح

اللہ تعالےٰ نے حضرتؑ کی دُعا قبول فرمائی اور سرکشوں کی سزا کا اعلان کر دیا۔ حضرتؑ کو حکم ملا کہ ایک کشتی تیار کر لی جائے تاکہ آپؑ خود نیز آپؑ پر ایمان لانے والے لوگ عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔ آپؑ نے کشتی بنانی شروع کی۔ لوگ آپؑ کا مذاق اڑانے لگے کہ خشکی میں انھیں کشتی کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے لیکن آپؑ حکمِ الٰہی کی تکمیل میں مصروف رہے یہاں تک کہ کشتی تیار ہو گئی۔ توراۃ میں مذکور ہے:

"تو گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی اپنے لیئے بنا، اس کشتی میں کوٹھڑیاں تیار کرنا اور اس کے اندر اور باہر رال لگانا اور ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ، اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اس کی اونچائی تیس ہاتھ ہو ...... اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جیتے بچیں، وہ نر و مادہ ہوں اور ہر پرندوں کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی قسم میں سے اور زمین پر رینگنے والوں کی ہر قسم میں سے دو دو تیرے پاس آئیں تاکہ وہ جیتے بچیں، اور تو ہر طرح کی کھانے کی چیز لے کر اپنے پاس جمع کر لینا .... اور نوحؑ نے یوں ہی کیا۔"[۲]

طوفان

اب سرکش اور متمرد انسانوں کی سزا کا وقت آ پہنچا۔ اور عذابِ الٰہی کی علامتیں شروع ہو گئیں۔ یہ پانی کا عذاب تھا۔ توراۃ کے بیان کے مطابق بارش ہونے لگی۔ دجلہ و فرات میں بے پناہ سیل آ گیا، ہر شے اس کی لپیٹ میں آ گئی۔

---

[۱] توراۃ کے شارحین میں سے بعض کا خیال ہے کہ اس درخت سے مراد چیڑ یا دیودار کے درخت ہیں بعض کہتے ہیں کہ عراق میں یہ درخت نہیں ہوتے البتہ سرو بہ کثرت ہوتے ہیں لہٰذا گوپھر سے مراد سرو کے درخت ہیں۔ بہر حال حضرت نوحؑ نے چیڑ یا دیودار یا سرو کی لکڑی کے تختے جوڑ جوڑ کر ایک کشتی بنائی۔

[۲] کتاب پیدائش باب ۶ - آیت ۱۴ تا ۲۲۔

ساتھ ہی طوفانی ہواؤں سے اُونچی اُونچی موجیں اٹھنے لگیں۔ اس وقت حضرت نوحؑ کو اللہ کا حکم آیا کہ اپنے پیروؤں کو کشتی میں بٹھا لو، تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا[1] اور اپنی خوراک کا سارا سامان بھی کشتی میں رکھ لو اور ہماری قدرت کا تماشا دیکھو۔

پانی کا طوفان لحظہ بہ لحظہ بڑھتا رہا۔ چالیس دن اور چالیس رات پانی برستا رہا۔ یہاں تک کہ سب اُونچی پہاڑیاں بھی پانی میں غرق ہو گئیں، انسان، چرند، پرند سب ہلاک ہو گئے۔ صرف حضرت نوحؑ کی کشتی اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں ایک مدت تک محفوظ ترتی رہی۔ ڈیڑھ سو دن کے بعد پانی زمین پر کم ہونا شروع ہُوا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

(ہود ع ۴)

تو حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان برسنے سے، تھم جا چنانچہ دو نو امر واقع ہو گئے اور پانی گھٹ گیا اور حکم پورا ہُوا اور کشتی جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دُور۔

آخر خدا کے حکم سے پانی آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ خشک زمین نکل آئی اور ساکنانِ کشتی نے امن اور سلامتی کے ساتھ دوبارہ اللہ کی زمین پر قدم رکھا۔ تورات میں آیا ہے کہ:

" اور چالیس دن اور چالیس رات زمین پر بارش ہوتی رہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پانی زمین پر سے گھٹتے گھٹتے ایک سو پچاس دن کے بعد کم ہُوا ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ کشتی اراراط کے پہاڑوں پر ٹک گئی۔"[2]

جودی اور اراراط

تورات کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۴ میں ہے کہ کشتی کوہ اراراط پر ٹھہری۔ یہاں پر یہ بتا دینا چاہیئے کہ اراراط سلسلۂ کوہ کا نام ہے جو ایران، روس اور جمہوریہ ترکیہ کی مشترکہ سرحد پر واقع ہے اور جس حصے کا نام اراراط ہے وہ جمہوریہ ترکیہ کی حدود میں ہے۔ قرآن مجید نے خاص اس مقام کا نام بتایا جہاں کشتی ٹھہری تھی، یہ مقام جودی تھا۔ تورات کے بعض شارحین سلسلہ کوہ کا نام جودی اور کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ کا نام اراراط بتاتے ہیں جو صحیح نہیں۔ اہلِ ارا "ترجمان القرآن" کا بیان ہے کہ شارحین تورات کے نزدیک سکندر کے زمانے کی یونانی تحریرات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ آٹھویں صدی مسیحی تک اس مقام پر ایک عبادت گاہ موجود تھی جسے عام لوگ "کشتی کا معبد" کہتے تھے۔

پسرِ نوحؑ

حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان ان پر ایمان نہ لایا تھا۔ چنانچہ جب طوفان نمودار ہُوا اور لوگ پانی میں غرق ہونے لگے تو حضرتؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ کشتی میں آ جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ:

---

[1] "ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں اٹھا لو اور اس کے علاوہ جس پر خدا کا فرمان ناطق ہو چکا ہے اپنے اہل کو بھی اور جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان کو بھی اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔" (ہود ع ۴)

[2] کتاب پیدائش باب ۷، آیت ۱۲، ۱۳۔ باب ۸ آیت ۳ تا ۵

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ (ہود ع ۴) — میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں کہ وہ مجھے غرقابی سے بچالے گا۔

چنانچہ وہ پہاڑ پر چڑھ گیا لیکن جب پانی اتنا اونچا ہوگیا کہ پہاڑ بھی غرق ہونے لگے تو محبتِ پدری جوش میں آئی اور حضرت نوحؑ نے بیٹے کو خطرے میں دیکھ کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے اور تیرے خاندان کو طوفان سے بچالوں گا۔ میرا بیٹا ڈوبنے لگا ہے۔ اسے بچائیے:

رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ○ (ہود ع ۴) — اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے (اسے بچا لیجئے) اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو بہترین حاکموں میں سے ہے۔

ارشاد ہوا:

یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ○ (ہود ع ۴) — اے نوحؑ یہ تیرے اہل میں سے نہیں۔ یہ بدکردار ہے پس تجھے ایسا سوال نہ کرنا چاہیئے جس کے بارے میں تجھے علم نہ ہو، میں بلاشبہ تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادانوں میں سے نہ بن۔

یہ ارشاد سنتے ہی حضرت نوحؑ رضائے حق پر راضی ہوگئے اور مغفرت و رحمت طلب کی:

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ (ہود ع ۴) — اے ربّ میں بلا تردد اس بارے میں کہ جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو تجھ سے سوال کروں تیری پناہ چاہتا ہوں، اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گا۔

خدائی عذاب کے راستے میں پہاڑوں کی بلند چوٹیاں کب پناہ گاہ بن سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت نوحؑ کا بیٹا جس چوٹی پر پناہ لیے کھڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی پانی میں غرق ہوگئی[1]

نجات کا اصل الاصول

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں حسب نسب یا کوئی اور وصف بجز اپنے نیک اعمال کے شفاعت کا موجب نہیں ہوسکتا۔ خیال کیجئے کہ ایک پیغمبرؑ کا بیٹا عالی مرتبت اور مقبول الٰہی باپ کی سفارش کے باوجود بدکرداری کے باعث نجات حاصل نہ کرسکا۔ پھر اللہ کے سامنے اور کونسی سفارش کام آسکتی ہے۔ اللہ تو خود فرماتا ہے کہ جس دن نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہوگا۔ اُس روز نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے، سزا و جزا کا دارومدار ہر انسان کے اعمال پر ہوگا۔ بُری صحبت زہرِ ہلاہل سے زیادہ قاتل ہے اور اس کا نتیجہ سوائے ذلت، رسوائی اور

---

[1] "ان دونوں (باپ اور بیٹے) کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ایک ہوگیا۔" (ہود ع ۴)

بربادی کے کچھ نہیں۔ یہ بُرے لوگوں کی صحبت ہی کا اثر تھا کہ جو عظیم الشان پیغمبر[1] دنیا کو راہِ ہدایت دکھانے آیا تھا اور جس کی دعوت و تبلیغ اور صحبت کے اثر سے دوسرے لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ اس کا اپنا بیٹا اس نیک دعوت کے اثر کو قبول کرنے سے محروم رہا۔ بالآخر اس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔ جس طرح بُری صحبت ذلّت و رسوائی سے ہمکنار کرتی ہے اسی طرح اچھی صحبت انسان کو سعادتمند اور نیک کردار بناتی ہے ۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

طوفان عالمگیر تھا یا محدود؟

طوفانِ نوحؑ کے متعلق علماء اور دوسرے محققین کی دو رائیں ہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ طوفان عالمگیر نہ تھا بلکہ اُس خاص خطّے تک محدود تھا جس میں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی۔

اس لیے کہ اگر یہ طوفان عالمگیر ہوتا تو اس کے آثار دنیا کے مختلف حصّوں میں ملنے چاہئیں تھے۔ لیکن ایسا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اُس زمانے میں دنیا کی آبادی صرف اس خطّے میں محدود تھی جہاں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی اور چونکہ وہی عذاب کے مستحق تھے۔ اس لیے انہی پر عذاب بھیجا گیا۔ دوسرے علاقوں کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ یہ طوفان تمام کرۂ ارض پر حاوی تھا۔ اس لیے کہ دنیا کے کئی حصّوں میں پہاڑوں پر ایسے جانداروں کی ہڈیاں اور ڈھانچے پائے گئے ہیں جو پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ لہٰذا ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی یہ پہاڑ پانی میں غرق تھے۔

اس بارے میں لمبی بحث کی ضرورت نہیں۔ طوفان کے بے پناہ ہونے کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ کوہ ارارط کی ان چوٹیوں تک پہنچ گیا تھا جن میں سے ایک کی بلندی چودہ ہزار تین سو فٹ ہے اور دوسری کی دس ہزار تین سو فٹ۔ جو طوفان اس پہاڑ کے قریب بدرجہ اقل دس ہزار تین سو فٹ کی بلندی تک پہنچ گیا تھا اس نے عراق اور آس پاس کی زمین پر جو صورت اختیار کی ہوگی اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ طوفان کو محدود ماننے والے بھی اس حقیقت کو ضرور تسلیم کریں گے کہ اس نے بہت بڑے حصّۂ ارض پر تباہی پھیلی ہوگی۔

حضرت نوحؑ کی عُمر اور اولاد

حضرت نوحؑ نے نو سو پچاس برس کی عمر پائی۔

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ؕ　　پس وہ (نوحؑ) رہا ان (اپنی قوم) میں پچاس کم ایک ہزار سال۔

آپؑ کی عُمر چھ سو برس کی تھی جب طوفان آیا۔ کنعان کے علاوہ آپؑ کے تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے جن کی نسل بنو سام، بنو حام اور بنو یافث کہلائی۔ تورات کا بیان ہے کہ جزائر میں رہنے والی قومیں یافث کی نسل سے ہیں۔

حام کی چار اولادیں تھیں کوش، مصرائیم، کنعان اور فوط۔ بابل کا سب سے پہلا بادشاہ نمرود کوش ہی کی نسل سے تھا۔

---

[1] حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طوفان نوح کے پانچ ہزار تین سو ستر برس بعد پیدا ہوئے۔ (رحمۃ اللعالمین جلد سوم صفحہ ۱۲۴)

سام کے پانچ بیٹے تھے، عیلام، ارفخشد، لود، اشور اور آرام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ارفخشد ہی کی نسل سے تھے۔

حضرت نوحؑ کی دُعائیں

اللہ تعالیٰ کے حضور میں حضرت نوحؑ نے جو دعائیں مانگی تھیں، ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

(ہود ع ۴)

اے رب میں بلا تردد اس بارے میں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو تجھ سے سوال کروں، تیری پناہ چاہتا ہوں، اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گا۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝

(المومنون ع ۲)

مالک میرے مجھے (اس کشتی میں سے زمین پر) برکت کا اُتارنا اُتاریو اور تو سب اُتارنے والوں میں اچھا اُتارنے والا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

(نوح ع ۲)

اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اُسے اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتوں کو اور ظالموں (مشرکوں) کی تباہی (روز بروز) بڑھاتا جا۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(ہود ع ۴)

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا رب بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ

(المومنون ع ۲)

اے میرے رب میری مدد فرما کہ انھوں نے تو مجھے جھٹلایا ہے۔

حضرت ہُود علیہ السلام

قومِ عاد
بہت مدت گزری عرب میں ایک نہایت طاقت ور اور خوش حال قوم آباد تھی جسے "عاد" کہا جاتا تھا۔ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی نسل عرب اور اطرافِ عرب میں پھیلی، عاد اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے جس کے مختلف گروہوں کو امم سامیہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قوم ارم بن سام بن نوحؑ کی طرف منسوب تھی اسی لیے اسے عادِ ارم کہتے تھے — قرآن مجید نے عاد کو "خلفاء من بعد قوم نوح"[1] کہہ کر واضح کر دیا ہے کہ قومِ نوح کے بعد عاد ہی نے شوکت و عظمت میں ممتاز درجہ حاصل کیا۔

عاد کا مسکن
معلوم ہوتا ہے کہ قومِ عاد کا خاص مسکن یمن سے خلیج فارس کے دہانے تک جنوبی عرب میں، پھر ساحل خلیج فارس کے ساتھ ساتھ عراق تک تھا۔ گویا موجودہ یمن، حضرموت، عمان، قطر، الاحسار وغیرہ میں اس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مرکزی مقام احقاف[2] تھا جو حضرموت کے شمال، عمان کے مغرب اور ربع الخالی کے جنوب میں واقع ہے۔ آج احقاف میں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن اس زمانہ میں یہ علاقہ عرب کا ایک شاداب علاقہ ہوگا۔ دورِ حاضر کے مشہور مصری مؤرخ شیخ عبدالوہاب نجار نے اپنی کتاب قصص الانبیاء میں حضرموت کے سیّد عبداللہ بن احمد کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ قدیم ہلاک شدہ قوموں کے مساکن کا کھوج لگانے کے لیے حضرموت کے شمالی میدان میں مقیم تھے۔ انھوں نے بڑی جدوجہد کے بعد ریت کے ٹیلوں کی کھدائی سے سنگِ مرمر کے بعض ظروف حاصل کیے جن پر خطِ مسماری میں تحریریں موجود تھیں لیکن روپیہ نہ ہونے کے باعث یہ لوگ اپنے کام کو انجام تک نہ پہنچا سکے[3]۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہاں ایک زمانے میں عاد کی آبادیاں تھیں۔

عاد کا مذہب
عاد بُت تراشی میں ماہر تھے اور اپنے پیشروؤں کی طرح دیوی دیوتاؤں کے بُت بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اُن کے بُتوں کے نام وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے بعد پہلے بت پرستی شروع کرنے والے عاد اول یا عاد ارم ہی تھے[4]۔

---

[1] اعراف ع ۹ ۔ [2] احقاف کے معنی ہیں ریت کے ٹیلے۔ قرآن میں عاد کے مسکن کا تعین نہیں کیا گیا البتہ قرآن نے ایک موقع پر کہا ہے:
"واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ بالاحقاف" (برادرِ عاد کو یاد کرو جب احقاف میں اُس نے اپنی قوم کو ڈرایا)۔ (الاحقاف ع ۳)
[3] قصص القرآن صفحہ ۸۹ ۔ [4] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲۱ ۔

قوّت و غرور اور اخلاقی حالت

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے جس خطے میں عاد آباد تھے۔ وہ عرب کا ایک نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہوگا، قرآن مجید کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاد کے مساکن میں باغات اور چشموں کی فراوانی تھی لوگ خوش حال تھے اور انھیں ہر طرح کی آسائشیں میسّر تھیں۔

وَاتَّقُوا الَّذِیٓ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔ اس خدا کا خیال کرو جس نے تمھیں وہ چیزیں عنایت کیں جنھیں تم جانتے

اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِیۡنَ ۔ وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ۔ (الشعراء ع) ہو مواشی، اولاد، باغ اور چشمے۔

بُت تراشی کے علاوہ فنِ تعمیر میں بھی انھیں کمال حاصل تھا۔ ان کی بنائی ہوئی عمارتیں اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ قرآن مجید میں مذکور ہے:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۔ اِرَمَ تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے اس عاد ارم کے ساتھ کیا کیا

ذَاتِ الۡعِمَادِ ۔ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۔ (الفجر ع۱) جو بڑی بڑی عمارتوں (ستونوں) والے تھے جن کی نظیر دنیا میں نہیں پیدا کی گئی۔

عرب کے مختلف علاقوں کے علاوہ افریقہ کا ایک بڑا حصہ بھی ان کے زیرنگیں تھا۔ غرض عاد اپنی خوش حالی، دولت و ثروت اور فن کاری کے لحاظ سے تمام ہم عصر قوموں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اس شوکت و جبروت نے انھیں متکبّر، ظالم اور سرکش بنا دیا تھا۔ اپنے مقبوضہ ممالک میں اکڑتے پھرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی اور کمزور قوموں پر ناجائز تشدد اور ظلم ان کا شیوہ بن چکا تھا۔ اپنے مقابلے میں ہر قوم کو ہیچ سمجھتے تھے۔ خوفِ خدا سے ان کے دل بالکل خالی ہو چکے تھے۔ اپنی قوت کے زعم میں کسی ادنیٰ و اعلیٰ کو خاطر میں نہ لاتے اور فخریہ کہا کرتے کہ روئے زمین پر ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَقَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ۔ (حٰم السجدہ ع۲) پس عاد نے بلا استحقاق زمین میں غرور کیا اور کہا کہ کون ہم سے زور و قوت میں بڑا ہے۔

بعثتِ ہودؑ

جب عاد نخوت و تکبر اور سرکشی میں حد سے بڑھ گئے۔ بنی نوع انسان پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے لگے۔ اللہ کے خوف سے بے پروا ہو کر ہر قسم کے فسق و فجور کرنے لگے۔ ان میں انسانیت اور اخلاص کا کوئی شائبہ باقی نہ رہا تو ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے، جو عاد کی سب سے زیادہ معزز شاخ خلود سے تعلق رکھتے تھے[1]

حضرت کی تعلیم

جتنے بھی انبیائے کرام گذرے ہیں دعوتِ توحید ان سب کی تعلیم کا بنیادی جزو رہی ہے۔ حضرت ہودؑ کی قوم مشرک اور بُت پرست تھی۔ خدائے واحد سے یکسر بےگانہ اور باطل کی پرستار تھی۔ لہٰذا حضرت نے انھیں دعوتِ حق پہنچائی اور خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہونے کی تبلیغ کی۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا مرض جس میں عاد مبتلا تھے۔ وہ تکبر اور غرور تھا جس نے انھیں اپنی حیثیت سے غافل، خدا سے سرکشی اور کمزوروں کے حق میں ظالم و جابر بنا دیا تھا اور اپنی

---

[1] عینی جلد ۷، کتاب الانبیاء بحوالہ قصص القرآن جلد اوّل صفحہ ۸۹ ۔

طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں انھوں نے عرب اور دوسرے محکوم علاقوں میں لوٹ کھسوٹ، بدامنی اور شر و فساد برپا کر رکھا تھا۔ حضرت ہودؑ نے عاد کے اس مرض کی طرف زیادہ توجہ دی۔ آپ نے انھیں اللہ تعالٰے کے احسانات جتلاتے ہوئے فرمایا کہ خدا نے تمھیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ تمھیں ہر قسم کا عیش و آرام میسّر ہے۔ تم سرسبز و شاداب علاقوں کے مالک ہو۔ مال و دولت، باغات، چشمے، چوپائے غرض ہر شئے تمھیں میسّر ہے۔ قوم نوح کے بعد اللہ تعالٰے نے تمھیں عظمت عطا کی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم زمین میں غرور کرو۔ اپنی طاقت اور قوت پر اتراتے پھرو، ناتواں پر ظلم کرو، لوگوں کا حق چھینو۔ برائی اور بھلائی میں کوئی تمیز روا نہ رکھو محض اس لیے کہ تم سے بڑا روئے زمین پر اور کوئی نہیں جو تم سے باز پرس کرے۔ اگر تم ان تمام برائیوں اور فسق و فجور کو چھوڑ کر اخلاق درست کر لو۔ خدا سے گناہوں کی معافی مانگ کر اس کی طرف رجوع کرو تو وہ تمھارے زور و قوت اور تمھاری آسودگی میں اور ترقی دے گا اور تم فلاح پاؤ گے لیکن اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی۔ تو یاد رہے کہ جس خدا نے تمھیں بنایا ہے اور ان احسانات سے نوازا ہے وہ تمھارے سوا کسی اور کو بھی حکومت بخش سکتا ہے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت ہودؑ کی دعوت اور تعلیم کا ذکر آیا ہے:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (ہود ع ۵)

اور اے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور برکت، تمھیں مزید قوت دے کر تمھاری (موجودہ) قوت میں ترقی کر دے گا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ (الشعراء)

کیا بناتے ہو تم ہر اونچی زمین پر ایک نشان کھیلنے کو اور بناتے ہو کاریگریاں شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو ظلم کا پنجہ ہی مارتے ہو سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور ڈرو اس سے جس نے پہنچائیں تمھیں وہ چیزیں جو تم جانتے ہو پہنچائے تمھیں چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے۔

حضرت ہودؑ نے رشد و ہدایت کی اس تبلیغ کے ساتھ ساتھ انھیں خدا کا پیغام سناتے ہوئے کہا کہ میں رسول ہوں اور تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہوں۔ عبادت اور بندگی کے لائق صرف خدائے واحد کی ذات ہے اس کو پوجنا چاہیے۔ یہ بت جنھیں تم پوجتے ہو، نہ خدا ہو سکتے ہیں اور نہ یہ بندگی کے لائق ہیں۔ یہ عظیم الشان سلطنت، دولت اور قوت جو تمھیں حاصل ہے خدا ہی کی رحمت اور بے پایاں عنایت ہے اور اس کے عوض میں اس کے احسانات کا شکریہ تم پر واجب ہے۔ ان باطل خداؤں کو چھوڑ کر حقیقی خدا کے پرستار بنو اور اس کے احکام پر چلو۔

قوم کا مخالفانہ رویّہ

قوم میں برائیاں ایسی جڑ پکڑ چکی تھیں اور بت پرستی کا تصور ان کے ذہنوں میں اتنا راسخ اور پختہ

ہو چکا تھا کہ حضرت کے وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ تکبّر اور غرور کے نشے میں اتنے بدمست ہو چکے تھے کہ رشد و ہدایت کی اس آواز پر کان دھرنے سے قاصر تھے۔ انھوں نے حضرت کا پیغام سننا ہی پسند نہ کیا بلکہ نخوت اور تکبّر سے حضرت کی دعوت کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ تمھیں (نعوذ باللہ) عقل نہیں اور تم جھوٹے ہو۔ جس طرح حضرت نوحؑ پر ان کی قوم نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر خدا نے پیغمبر بھیجنا تھا تو وہ کسی فرشتے کو یہ اعزاز دے کر بھیجتا، نہ کہ ہمارے جیسے ہی ایک آدمی کو، اسی طرح حضرت ہودؑ کی قوم نے بھی ان پر یہی اعتراض کیا:

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۝ (حٰم السجدہ ع ۲)

"انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے رب کو (یہ) منظور ہوتا (کسی کو پیغمبر بنا کر) بھیجے تو فرشتوں کو بھیجتا، سو ہم اس (توحید) سے بھی منکر ہیں جس کو دے کر بھیجے گئے ہو۔ پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے وہ کون ہے، جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے۔"

حضرت نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمھارا یہ اعتراض کہ فرشتے کو رسول بن کر آنا چاہیئے تھا، تمھاری نادانی پر مبنی ہے۔ تمھیں اپنی ہی قوم کے فرد پر خدا کا پیغام نازل ہونے سے اچنبھا نہ ہونا چاہیئے۔ ابتدا ہی سے اللہ کا دستور چلا آتا ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے انھیں میں سے کسی شخص کو چن کر اپنا رسول بنا لیتا ہے اور اسی بندے کی معرفت تمام بندوں کو احکام سے آگاہ کرتا ہے۔ فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی قوم کی ہدایت کے لیئے ایسے ہی شخص کا انتخاب کیا جائے جو انھیں میں سے ہو، انھیں کی زبان بولتا ہو، انھیں کے اخلاق و عادات اور تہذیب و تمدن کو اچھی طرح جانتا ہو، انھیں میں زندگی بسر کر رہا ہو اور قوم کے دوسرے لوگ بھی اُس سے واقف ہوں۔

حضرت ہودؑ نے ہر چند انھیں سمجھایا مگر انھوں نے اپنے اطوار نہ بدلے اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے بلکہ یہ کہہ کر تمسخر اڑایا کہ حضرت ہودؑ چونکہ ہمارے دیوتاؤں کو برا کہتے تھے۔ لہٰذا دیوتاؤں نے انھیں کچھ کر دیا ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ (ہود ع ۵)

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض دیوتاؤں نے تمھیں کچھ کر دیا ہے۔

سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ اَوَ

"ان کی قوم میں جو آبرو دار لوگ کافر تھے انھوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمھارا سچا خیر خواہ ہوں اور کیا تم اس بات کا تعجب کرتے ہو کہ تمھارے

عَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ ؕ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَـكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّزَادَكُمۡ فِى الۡخَـلۡقِ بَصۜۡطَةً ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَۤاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۝

(اعراف ع۹)

پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہارے ہی جنس کا دلبشر ہے، کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تم بہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں، اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اُسے لاؤ اگر تم سچے ہو۔

حضرت نے قوم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ بھی بیان فرمادیا کہ ایسا خیال نہ کرنا کہ میں کسی رُتبے عہدے یا دولت و ثروت کی طمع میں تمھیں ایسی باتوں کی تلقین کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ مَیں تو خدا کا فرستادہ ہوں، صرف اسی کا پیغام سنا رہا ہوں اور بغیر کسی طمع اور لالچ کے اپنا یہ فرض ادا کیے جا رہا ہوں۔ تم سے کسی بھی شئے کا طلب گار نہیں۔ مَیں تو صرف اپنے خدا سے اجر کا آرزو مند ہوں۔ سورۂ ہُودؑ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُفۡتَرُوۡنَ ۝ يٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

(ہود ع۵)

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی ہُودؑ کو (پیغمبر) بنا کر بھیجا۔ انھوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں تم محض مفتری ہو۔ اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ) کے ذمّے ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا، پھر کیا تم اس کو نہیں سمجھتے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

كَذَّبَتۡ عَادُ ۨالۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ هُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ۝ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ۝ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الشعراء ع۷)

عاد نے (اللہ کے) پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی ہُودؑ نے انھیں کہا کیا تم کو خدا کا ڈر نہیں مَیں تمہارے پاس پیغام لانے والا معتبر ہوں سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر بدلہ، میرا بدلہ اُسی جہان کے مالک پر ہے۔

حق یہ ہے کہ پیغمبر بے نفسی اور خلق خدا کی بے غرضانہ خدمت میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں وہ دعوت و اصلاح کے سلسلے میں خوشی خوشی ہر قسم کی مشقتیں اٹھاتے اور تکلیفیں سہتے ہیں اس لیے نہیں کہ انھیں کوئی عہدہ یا منصب ملے یا ان کے قدموں پر دولت

رنگ جائیں، اس لیے اور صرف اسی لیے کہ خدا کے بندے سیدھے راستے پر آجائیں، نیکی فروغ پائے اور برائیاں مٹ جائیں۔ اس میں خود بندوں ہی کی بھلائی پیش نظر ہوتی ہے لہٰذا تقریباً ہر پیغمبر نے دعوت کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ میں اپنی خدمت گزاری کے لیے کسی معاوضے، کسی بدلے یا اجر کا طلب گار نہیں یہ خدا کے بندوں پر شفقت اور ان کی بہتری کے لیے بے غرضانہ تڑپ ایک ایسا پاکیزہ نمونہ ہے جو صرف پیغمبروں کی سیرتوں میں ملتا ہے۔

جب اس مغرور اور سرکش قوم کو سمجھانے کی تمام کوششیں بے کار گئیں تو حضرت ہودؑ نے انھیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلایا جس نے حضرت نوحؑ کی قوم کو ان کی سرکشی اور بد اعمالیوں کی بنا پر تباہ و برباد کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ گمراہوں کی ہدایت کے لیے خدا رسول بھیجتا ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے تمھاری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور میں نے ہر ممکن طریقے سے تمھیں سمجھایا اور تمھاری اصلاح کی کوشش کی۔ مگر تم کسی طرح نہیں مانتے تو اس کا نتیجہ اللہ کے عذاب کے سوا اور کیا ہو گا۔ تم سے پہلی قوموں کی مثالیں تمھارے سامنے ہیں۔ کیوں ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ میں تمھیں آخری مرتبہ خبردار کرتا ہوں اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے اعمال درست کر لو یقیناً اللہ تعالےٰ تمھیں معاف کر دے گا۔ ورنہ اللہ کی طرف سے تمھارے پاس ہدایت آچکی اس کے باوجود تمھاری سرکشی یقیناً تمھاری تباہی کا باعث ہو گی۔

قوم نے شدت سے آپ کی مخالفت جاری رکھی اور آخر دم تک آپ کو جھٹلاتی رہی۔ کہنے لگے ہم تو انھیں کی پرستش کریں گے۔ جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ تمھاری یہ نصیحتیں ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اگلے لوگ بھی اسی قسم کی بے کار باتیں کرتے آئے ہیں۔ ہم پر عذاب وغیرہ نہیں آسکتا:

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ (الشعراء ع ۷)

خواہ تم وعظ و نصیحت کرو یا نہ کرو، ہمیں تو سب برابر ہے، اور کچھ نہیں یہ باتیں عادت ہے اگلے لوگوں کی اور ہم پر عذاب نہیں آئے گا۔

قوم کے متکبر اور مغرور افراد بولے ہم سے روز روز کی یہ دھمکیاں نہیں سنی جاتیں جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ تاکہ ہم تمھاری سچائی کو مان سکیں، حضرت نے فرمایا کہ عذاب لانا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ میں تو فقط اس کا ایلچی ہوں اور جو پیغام مجھے دیا گیا وہ پہنچا دیا۔ اب اگر تم کسی طرح ماننے کو تیار نہیں اور عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہو تو یہ تمھاری سخت نادانی اور جہالت ہے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ (احقاف ع ۳)

"انھوں نے کہا (اے ہودؑ) تو اس لیے ہمارے پاس آیا کہ ہمیں اپنے دیوتاؤں سے مرتد کر دے جس عذاب کا تم دعوےٰ کرتے ہو، اگر سچے ہو تو لے آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کا علم خدا کے پاس ہے کہ عذاب کب آئے گا۔ جو پیغام میں دے کر بھیجا گیا ہوں وہ صرف تمھیں پہنچاتا ہوں

لیکن مَیں تم کو نادان قوم خیال کرتا ہوں۔"

قوم نے بگڑ کر کہا:

یٰھُوْدُ مَاجِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْٓ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ ہ (ہود ع ۵)

اے ہُوْدؑ! تو ہمارے پاس کوئی سند لے کر نہیں آیا اور تیرے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تجھے ماننے والے نہیں۔

آپ نے جواب دیا:

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۔ (الاعراف ع ۹)

کیا تم مجھ سے۔ ان من گھڑت ناموں پر بگڑتے ہو کہ رکھ لیے ہیں تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے، نہیں اتاری۔ اللہ نے ان کی کوئی سند، سو منتظر رہو مَیں بھی تمھارے ساتھ (عذاب الٰہی کا) انتظار کروں گا۔

قوم عاد کی تباہی

آخر سرکش، باغی اور نافرمان انسانوں کی پاداشِ عمل کا وقت آ پہنچا۔ غیرتِ حق حرکت میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عاد کی عظیم الشان اور بڑے بڑے ستونوں (ذات العماد) اور عالی شان عمارتوں والی بستیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ پہلے اس قوم کو خشک سالی نے گھیرا اور لگے بھوکوں مرنے، پھر آندھی کے تند و تیز طوفان اٹھے۔ یہ طوفان سات راتیں اور آٹھ دن متواتر چلتے رہے اور قوم عاد کی ہر شے کو درہم برہم کر دیا۔ وہ طاقت ور اور قوی ہیکل انسان جو طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں من اشد منا قوۃ کہتے پھرتے تھے مٹ گئے ان کی آبادیوں کے کھنڈر بھی نہ رہے جو ان کی بے چارگی اور بے بسی کی داستان سنا سکتے اور وہ خطۂ زمین جس پر کبھی عاد کی عالی شان عمارتیں قائم تھیں۔ آج وہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

قرآن نے انسانوں کو عبرت دلانے کے لیے قوم عاد کا ذکر بار بار کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِہٖ رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍ بِاَمْرِ رَبِّھَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰٓی اِلَّا مَسٰکِنُھُمْ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ فِیْہِ وَجَعَلْنَا لَھُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَۃً فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ سَمْعُھُمْ وَلَآ اَبْصَارُھُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُھُمْ

سو اُن لوگوں نے جب اُس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا، نہیں نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے، وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی۔ چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں اور ہم نے اُن لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تمکو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دئے تھے، سو چونکہ وہ لوگ آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے

مِنْ شَیْءٍ اِذْ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَحَاقَ
بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ۝

(الاحقاف ع ۳)

تھے اس لیے نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، اور جس بات کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ اُس نے اُن کو آگھیرا۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا ھُوْدًا وَّالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّیْنٰھُمْ مِّنْ عَذَابٍ
غَلِیْظٍ ۝ وَتِلْکَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ
وَعَصَوْا رُسُلَہٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝
وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ
اَلَآ اِنَّ عَادًا کَفَرُوْا رَبَّھُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ
قَوْمِ ھُوْدٍ ۝

(ہود ع ۵)

اور جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو بچا لیا اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اور ایسے عذاب سے بچایا کہ بڑا ہی سخت عذاب تھا یہ ہے سرگذشت عاد کی انھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں جھٹلائیں اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کے حکم کی پیروی کی اور ایسا ہوا کہ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت پڑی اور قیامت کے دن بھی، تو سُن رکھو کہ قوم عاد نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی اور سن رکھو کہ عاد کے لیے محرومی کا اعلان ہوا جو ہود کی قوم تھی۔

سورۂ الذاریات اور القمر میں یوں مذکور ہے:

وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ۝
مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْہِ اِلَّا جَعَلَتْہُ کَالرَّمِیْمِ ۝

(الذاریات ع ۲)

اور قوم عاد کے ہلاک ہونے میں بھی قدرتِ خدا کی بہتیری نشانیاں ہیں جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی جس چیز سے ہو کر گزرتی اُسے بوسیدہ ہڈی کی طرح (چُورا) کیے بغیر نہ چھوڑتی۔

کَذَّبَتْ عَادٌ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝
اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝
تَنْزِعُ النَّاسَ کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ (القمر ع)

جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہُوا میرا عذاب اور میرا کھٹکا، ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی۔ اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی پڑی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ
لِّنُذِیْقَھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَخْزٰی وَھُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝

(حم السجدہ ع ۲)

پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی۔

سورہ الحاقہ میں بربادی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝ (الحاقہ ع ۱)

اور عاد جو تھے سو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کیے گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں، سو کیا تجھ کو ان کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟

خود حضرت ہودؑ اور ان کے پیرو خدا کی رحمت سے بچ گئے۔ بجز والوں میں سے کوئی بھی نہ بچا:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۹)

غرض ہم نے ان (ہودؑ) کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ (تک) کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

وفات بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ہودؑ اور ان کے ساتھی مومنین قوم عاد کی تباہی کے بعد حضرموت کی طرف ہجرت کر آئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ حضرموت کی شمالی سرحد پر ایک مقام تریم ہے۔ حضرموت کی مشہور بندرگاہ شحر سے ایک خط سیدھا شمال کی طرف کھینچا جائے تو یہ تریم ہی پہنچے گا۔ عام روایت ہے کہ حضرت ہودؑ کی قبر تریم سے کوئی دو منزل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں [۱]

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت کی قبر فلسطین میں ہے جہاں اہل فلسطین اُن کا سالانہ عُرس مناتے ہیں [۲] لیکن اس روایت کی صحت کا کوئی بھی قرینہ موجود نہیں۔

---

[۱] قصص القرآن صفحہ ۱۰۲۔

[۲] قصص الانبیاء صفحہ ۴۷ بحوالہ قصص القرآن صفحہ ۱۰۲۔

حضرت صالح علیہ السلام

ثمود جب حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد گمراہیوں اور بدکاریوں کے باعث تباہ و برباد ہوگئی تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد قوم ثمود نے عرب میں بڑا نام پایا۔ حضرت نوحؑ کی اولاد ہی سے ایک کا نام ثمود تھا جس کی طرف یہ قوم منسوب ہے۔ قوم عاد کی طرح یہ لوگ بھی بہت زبردست تھے اور سنگ تراشی میں انھوں نے کمال حاصل کر لیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے پہاڑوں کو کھود کر بڑے عالی شان مکان بنا لیے تھے جو نقش و نگار سے آراستہ تھے:

وَاذْكُرُوٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ	اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالےٰ نے تمھیں عاد کے بعد آباد کیا
عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا	اور تمھیں زمین پر رہنے کو ٹھکانہ دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ (الاعراف ع ۱۰)	کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ثمود کی بستیاں حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس قوم کا ابتدائی مقام الحجر کہلاتا ہے۔ آج کل اسے مدائن صالح کہتے ہیں اور یہ حجاز ریلوے کا مشہور سٹیشن ہے جو مدینہ منورہ سے دمشق جاتی ہے۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈر اور آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔ جن میں ارامی اور ثمودی خط میں کتبے منقوش ہیں۔

ثمود بھی باطل کے پرستار اور مشرک تھے۔ قوم عاد کی طرح انھیں بھی اپنی دولت اور قوت پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالےٰ سے باغی ہو چکے تھے۔ لہو و لعب میں مصروف رہتے اور سزا و جزا سے بے نیاز ہو کر بے خوف و خطر ہر قسم کی برائیاں کرتے۔

بعثتِ صالحؑ اور تبلیغ حق اللہ تعالےٰ نے ثمود کو گمراہی اور ذلت کے تاریک گڑھے سے نکالنے کے لیے انھیں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ توحید کا درس دیں اور سیدھی راہ پر لگائیں:

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ	اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا انھوں نے فرمایا
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (الاعراف ع)	کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت صالحؑ نے قوم کو بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کے آگے جھکنے کی تلقین کی، لیکن جیسا کہ ان سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ہوتا آیا تھا، قوم نے ایک نہ سنی بلکہ حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور ان کا تمسخر اڑایا:

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا	وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح! تم اس سے قبل ہم میں ہونہار

قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِىْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ (ہود ع ۶)

معلوم ہوتے تھے کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جس کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور جس دین کی طرف تم ہمیں بُلا رہے ہو واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے شبہ میں ہیں۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ (القمر ع ۲)

پھر کہنے لگے کہ ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اس کے کہنے پر چلیں گے تو پھر ہم غلطی میں پڑے اور آگ میں جھلے۔ کیا اسی پر نصیحت اتری۔ ہم میں سے کوئی نہیں۔ یہ جھوٹا ہے۔ بڑائی مارتا ہے۔ اب جان لیں گے کہ کل کو کون ہے جھوٹا۔ بڑائی مارنے والا۔

چند غریب اور کمزور لوگ حضرت صالحؑ پر ایمان لے آئے۔ لیکن قوم کے سربرآوردہ لوگ انھیں بے حد پریشان کرتے اور ان کا بھی مذاق اڑاتے۔ وہ ان سے پوچھتے کہ کیا یہ سچ مچ خدا کے رسول ہیں۔ پھر طنز سے کہتے کہ ایسے رسول کو تو تم مانو، ہم تو نہیں مانتے۔

قوم ثمود کو حضرت صالحؑ کی نبوّت کا یقین نہ آتا تھا چنانچہ انھوں نے حضرت سے کہا کہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (شعراء ع ۸)

بولے تجھ پر کسی نے جادو کیا ہے۔ تو بھی ایک آدمی ہے۔ جیسے ہم سو لے آ کچھ نشانی (کوئی معجزہ دکھا) اگر تو سچا ہے۔

اتفاق سے اُس علاقے میں پانی کم ہو گیا۔ علاقے کے چشمے اور تالاب پہلے کی طرح آبادیوں کی ضرورتیں پوری نہ کر سکے تو لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے باریاں مقرر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت صالحؑ کے پاس ایک اونٹنی تھی۔ آپ بھی اپنی باری سے اُسے پانی پلاتے، لیکن سرکش لوگ اونٹنی کو پانی پینے سے روکتے بلکہ انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اب ان لوگوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا۔ تو اللہ کے حکم سے آپ نے اونٹنی ہی کو اللہ کی نشانی یا معجزہ قرار دیا اور قوم سے کہا کہ اگر انھوں نے اونٹنی کو ضرر پہنچایا یا اُسے مار ڈالا۔ تو اللہ کا عذاب انھیں گھیر لے گا:

يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ (ہود ع ۶)

اے میری قوم کے لوگو دیکھو یہ اللہ کی اونٹنی (یعنی اس کا نشان) تمھارے لیے ایک (فیصلہ کن) نشانی ہے۔ بس اسے چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے۔ اسے کسی طرح کی اذیت نہ پہنچانا۔ ورنہ فوراً عذاب تمھیں آ لپٹے گا۔

اس پر وہ لوگ اور برہم ہوئے اور حضرت صالحؑ کو ختم کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ انھوں نے ایک سازش کی اور چند غنڈوں کو حضرت کے قتل پر مامور کیا۔ لیکن ان کی یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ

بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ، اللہ کی کہ البتہ رات کو جا پڑیں ہم

ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهٖ وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (النمل ع ۴)

اُس پر اور اُس کے گھر پر۔ پھر کہہ دیں گے کہ ہم نے نہیں دیکھا کس نے تباہ کیا اس کا گھر۔ اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں۔ اور انھوں نے بنائی ایک خفیہ تدبیر، ہم نے بنائی ایک پوشیدہ تدبیر۔ اور ان کو خبر نہ ہوئی۔

اس ناکامی کی خجالت مٹانے کے لیے انھوں نے وہی بات کی جس سے حضرت صالحؑ نے یہ کہہ کر روکا تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا یعنی انھوں نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔

اس حرکت کے باوجود حضرت صالحؑ نے انھیں مزید موقع دیا کہ وہ اپنی بدعملیوں سے توبہ کریں اور اللہ پر ایمان لے آئیں اس طرح ان کا گناہ معاف ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ بدبخت نہ مانے۔ تب مجبور ہو کر حضرت صالحؑ نے کہا کہ تین دن کی اور مہلت ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو اس کے بعد یقیناً اللہ کا عذاب تم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ پھر کوئی تمھیں بچانے والا نہ ہوگا۔

ثمود کی تباہی

اگر کسی قوم کو دنیاوی جاہ و حشم، عزت، دولت اور خوش حالی میسر ہو۔ اس کے ملک میں عالیشان محلات، عمدہ باغات اور سرسبز و شاداب کھیتیاں ہوں، لیکن وہ خدا کی نافرمانی اختیار کرلے۔ اُس کے حکموں کو ٹھکرانے لگے تو وہ یقیناً سزا کی مستوجب ٹھہرے گی۔ تاریخ ایسی قوموں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، جو سرکشی اور نافرمانی کے باعث ہلاک ہوئیں۔ ان سے پیشتر حضرت ہودؑ کی قوم عاد کی تباہی کا ذکر آچکا ہے۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو عاد کی مثال اسی لیے دی تھی کہ وہ عبرت پکڑیں۔ مگر وہ جاہ و حشم اور عیش و عشرت کے نشے میں سرشار ہو کر بدمستیوں پر اُترے ہوئے تھے۔ پہلے خدا کے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ یہ نہ ہو سکا تو تنبیہ کے باوجود حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو مار ڈالا۔

جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے اتمام حجت ہو چکی اور تین دن کی مہلت گزر گئی۔ تو چوتھے دن آسمان سے ایک ایسی ہولناک کڑک کی آواز سنائی دی جس کے سامنے بجلی کی کڑک بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ جو شخص جہاں اور جس حالت میں تھا ایک بے جان لاشہ بن کر رہ گیا۔ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو عبرت دلانے کے لیے بار بار ثمود کی داستان دہرائی ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے:

فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَأَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ أَلَآ إِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

(ہود ع ۶)

پھر جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آ پہنچا۔ تو ہم نے صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے بچا لیا اور اُس دن کی رسوائی سے نجات دی۔ . . . . . اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا۔ ان کا یہ حال ہُوا کہ ایک زور کی کڑک نے آ لیا جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے (وہ اس طرح اچانک مر گئے) گویا اُن گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ تو سُن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی اور ہاں سُن رکھو کہ ثمود کے لیے محرومی ہوئی۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۙ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۙ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۙ (الحجر ع)

اور دیکھو حجر کے لوگوں (ثمود) نے بھی رسولوں کی بات جھٹلائی۔ ہم نے اپنی نشانیاں انھیں دکھائیں مگر وہ روگردانی ہی کرتے رہے۔ وہ پہاڑ تراش کر گھر بناتے تھے کہ محفوظ رہیں۔ لیکن (یہ حفاظتیں کچھ بھی کام نہ آئیں) ایک دن صبح کو اٹھے تو ایک ہولناک آواز نے آپکڑا اور جو کچھ انھوں نے اپنی سعی و عمل سے کمایا تھا وہ کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۙ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۙ (والشمس ع)

پھر انھوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس (اونٹنی) کے پھر الٹ مارا ان پر ان کے رب نے۔ بہ سبب ان کے گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو۔ اور اللہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۚ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۙ

اور ثمود کی ہم نے رہنمائی کی۔ انھوں نے ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی، تب رسوا کر دینے والے عذاب کی کڑک نے ان کے اعمال کے سبب ان کو آ لیا اور ایمان والوں کو ہم نے نجات دی کہ وہ پرہیز گار تھے۔

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى ۙ وَثَمُوْدَا۟ فَمَاۤ اَبْقٰى ۙ (نجم ع)

اور خدا نے عاد اولیٰ اور ثمود کو ہلاک کر دیا اور کچھ رحم نہ کیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ۙ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۙ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۙ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۙ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۙ (والشمس ع)

ثمود نے اپنی سرکشی سے تکذیب کی جب انھوں نے اپنے بدبخت ترین آدمی کو بھیجا، پیغمبرِ خدا نے کہا خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کا خیال رکھو۔ انھوں نے جھٹلایا اور اس کی کونچ کاٹی، خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت ڈالی اور ان کو برباد کر دیا اور ان کے انجام کا وہ خوف نہیں کرتا۔

کہا جاتا ہے کہ ثمود کی تباہی کے بعد حضرت صالحؑ فلسطین میں جا کر آباد ہو گئے کیونکہ ثمود کی بستی کے قریب یہی سرسبز علاقہ تھا۔[1]

حجر پر رسولِ اکرمؐ کا گزر

غزوہ تبوک کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر حجر پر ہوا۔ اصحابؓ نے ثمود کے کنوؤں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکانے لگے۔ نبی اکرمؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے پانی گرا دیئے، ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ نہ یہاں ٹھہرو اور نہ یہاں کی کسی چیز سے فائدہ اٹھاؤ ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اس لیے کہ اس بستی پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ ایسی بستیوں میں داخل ہو تو خدا سے ڈرتے، عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہو۔[2]

---

[1] تاریخ ابن کثیر جلد اصفحہ ۱۳۸، ۱۳۹۔

حضرت لُوطؑ علیہ السلام

ابتدائی حالات

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے حالات میں حضرت لُوط علیہ السلام کا ذکر آچکا ہے آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھائی حاران کے بیٹے تھے۔ چونکہ حاران کی وفات حضرت لُوطؑ کے بچپن ہی میں ہو چکی تھی اس لیے حضرت ابراہیمؑ ہی نے اس یتیم بھتیجے کو بیٹے کی طرح پالا اور برابر اپنے ساتھ رکھا۔ چونکہ بڑھاپے کی عمر تک حضرت ابراہیمؑ کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت لُوطؑ کو اپنا وارث سمجھتے تھے۔ پھر حضرت لوطؑ کو خدا نے دینِ حق کی حمایت میں حضرت ابراہیمؑ کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائی اس لیے وہ حضرت کو بہت پیارے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوطؑ ہی ہیں۔ جب قوم کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر حضرت ابراہیمؑ نے وطن سے ہجرت کی تو حضرت لُوطؑ آپ کے ہمرکاب تھے مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیمؑ کنعان میں ٹھہر گئے اور حضرت لُوطؑ شرقِ اردن کے علاقے سدوم اور عمورہ میں چلے گئے تاکہ وہاں دینِ حق کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو راہِ راست پر لائیں۔

تبلیغی مرکز

عرب، فلسطین اور شام کے نقشے پر نظر ڈالیں تو موجودہ شرقِ اردن اور فلسطین کے درمیان آپ کو وہ مشہور جھیل ملے گی جسے بحیرۂ میت کہتے ہیں۔ اسی کے دوسرے نام بحیرہ مردار اور بحیرہ لوط ہیں۔ اس جھیل کے جنوبی حصے میں ایک سرسبز و شاداب وادی واقع تھی جس میں کئی بستیاں آباد تھیں ان میں سے سدوم اور عمورہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جس طرح اپنے بیٹوں کے لیے تبلیغ حق کے جداگانہ مرکز قائم کر دئے تھے اسی طرح اپنے بھتیجے حضرت لُوطؑ کے لیے بھی ایک مرکز تجویز کر دیا۔ یہ وہی سرسبز و شاداب وادی تھی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور سدوم کو حضرت لوطؑ نے اپنا مسکن بنایا جو اسی وادی کا غالباً سب سے آباد اور مشہور مقام تھا۔

قوم لوط کی اخلاقی اور عملی حالت

سدوم اور عمورہ کی وادی بہت سرسبز و شاداب تھی۔ پانی کی افراط اور زمین زرخیز تھی کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی ہر قسم کے پھل، سبزیوں اور باغات کی کثرت تھی۔ باشندے خوشحال اور فارغ البال تھے۔ انھیں ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں جس کے نتیجے میں وہ بدمست مغرور، متکبر اور سرکش بن گئے تھے۔ بے خوف و خطر طرح طرح کے شیطانی اعمال کرتے۔ اچھائی اور بُرائی میں انھیں کوئی امتیاز نہ تھا۔ منجملہ اور فحاشیوں کے ایک بہت بڑی اور مکروہ خباثت ان میں یہ تھی کہ عورتوں کی بجائے لڑکوں سے اختلاط کا عام رواج ہو گیا تھا۔ بے حیائی اور بدکرداری کی انتہا یہ تھی کہ یہ فعل علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ کیا جاتا۔ قرآن مجید

؎ قوم لوط کی نسبت سے اس فعل کا نام لواطت پڑا۔ انگریزی میں اس کے لیے ساڈومی (SODOMY) کا لفظ مستعمل ہے جو سدوم (SODOM) سے نکلا ہے۔

کے مندرجہ ذیل بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی وقت تک دنیا کی کسی دوسری قوم میں اس شنیع فعل کا رواج نہ تھا، سدوم اور عمورہ کے باشندے ہی اس کے موجد تھے:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ٥ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ٥ (الاعراف ع ۱۰)

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حدِ (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو۔

قصص القرآن[1] میں شیخ عبدالوہاب نجار کا ایک بیان درج ہے کہ انھوں نے عبرانی ادب کی ایک کتاب میں اہل سدوم کی بداخلاقیوں کے متعلق بعض داستانیں پڑھیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنی بستیوں میں داخل ہونے والے مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور جب وہ فریاد لے کر کسی حاکم کے پاس جاتے تو حاکم الٹا ان مسافروں اور مظلوموں کو ڈانٹتا اور ذلیل کرتا۔ اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خانہ زاد البعرز[2] کو حضرت لوطؑ کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے لیے سدوم بھیجا تو اہل سدوم نے بلاوجہ اسے پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ جب البعرز فریاد لے کر حاکم سدوم کے پاس گیا تو الٹا خود اس کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اہل سدوم و عمورہ بداخلاقی اور بدکاری میں حد سے گزر چکے تھے۔ ان میں شرافت و انسانیت کا شائبہ تک باقی نہ رہا تھا، عام لوگوں کے علاوہ قوم کے سردار اور حاکم بھی اخلاق و دیانت، انسان دوستی اور منصف مزاجی سے یکسر عاری ہو چکے تھے، ہر چھوٹا بڑا ایک ہی کشتی میں سوار تھا۔

حضرت لوطؑ اور تبلیغِ حق

حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کرتے ہوئے شرافت اور طہارت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؑ نے ہر ممکن طریقے سے انھیں سمجھایا اور پچھلی قوموں کی تباہی و بربادی کی داستانیں یاد دلاتے ہوئے خبردار کیا کہ جب کسی قوم کی بدکرداری انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیجتا ہے تاکہ وہ غلط راستے سے ہٹ کر سیدھی راہ پر لگ جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ میں تمھیں کہتا ہوں یہ اللہ ہی کا فرمان ہے۔ تم اپنی بدفعلیوں، ناروا حرکتوں، سرکشی اور غرور و تمکنت سے باز آ جاؤ یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہوگا ورنہ تمھارا بھی وہی حشر ہوگا جو اس سے پہلے تم جیسے بدکرداروں کا ہو چکا ہے۔ آپؑ نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

---

[1] جلد اول صفحہ ۲۳۳۔

[2] یہ وہی البعرز ہیں جنھیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسحٰقؑ کے نکاح کے سلسلہ میں اپنے بھائی کے پاس فدان آرام روانہ کیا تھا تاکہ ان کی دختر کا رشتہ طلب کریں۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَمَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط (العنکبوت)

تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں نہیں کیا۔ کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو اور وہ بے حیائی کا کام ہی ہے اور تم ڈاکے ڈالتے ہو اور اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ (النمل ع ۴)

کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ (اس بات میں) تم محض جہالت کر رہے ہو۔

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ط فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝ (الشعراء ع ۹)

کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو، میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ (انھیں شرم نہیں آتی) تم لونڈوں پر چڑھتے ہو (مردوں سے برا کام کرتے ہو) اور جو تمھارے مالک نے تمھارے لیے (اچھی پاکیزہ) بیبیاں پیدا کی ہیں انھیں چھوڑ بیٹھے ہو بات یہ ہے کہ تم لوگ (شرارت میں) حد سے بڑھ گئے ہو۔

قوم کی سرکشی

حضرتؑ کی دعوت اور اخلاق وطہارت کی ترغیب قوم پر بہت شاق گزری وہ الٹا طنز سے کہنے لگے کہ ہم تمھاری پاکیزگی اور تقدس کو اچھی طرح جانتے ہیں اور قطعاً تمھارا مشورہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ انھوں نے آپ کو اور ان چند افراد کو جو آپ پر ایمان لا چکے تھے بستی سے نکال دینے کی دھمکی بھی دی۔ قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۰)

اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ (النمل ع ۴)

سو ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

جب حضرتؑ کی پیہم نصیحتوں اور مسلسل جدوجہد کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور سدوم اور عمورہ کے سرکش ومتمرد انسان اخلاق سوزی اور بے حیائی کے کاموں پر مصر رہے تو حضرتؑ نے انھیں خدا کے قہر وغضب اور عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن اس دھمکی کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ کہنے لگے کہ ہمیں تمھاری کسی بات کا یقین نہیں، اگر تم سچے ہو تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو لا کر دکھا دو۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

یہ وہی بے باکی اور خوفِ خدا سے بے پروائی تھی جس کا اظہار اس سے پہلے سرکش قومیں کر چکی تھیں۔

مجبوری اور بے چارگی کے عالم میں حضرت لوطؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (العنکبوت ع ۳)

اے میرے رب مجھے ان مفسد لوگوں پر غالب (ان کو عذاب سے ہلاک) کردے۔

ملائکہ کی آمد

اس کے بعد ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے انسانوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس سدوم بھیجے۔ حضرت نے ان مہمانوں کو دیکھا تو ڈرے کہ نہ جانے بدطینت لوگ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ اس خدشے کے پیشِ نظر آپ نے مہمانوں کی آمد کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی لیکن بدکار لوگوں کو پتہ چل گیا اور وہ آپ کے مکان پر چڑھ آئے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ان مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے لیکن حضرت لوطؑ کسی حالت میں بھی اس کے لیے آمادہ نہ تھے۔ آپ نے انھیں بہتیرا سمجھایا مگر وہ اپنے بُرے ارادے سے باز نہ آئے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ یہ شہر کی عورتیں موجود ہیں، جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں۔ الثفات کا صحیح حل وہی ہیں اور وہ تمھارے لیے پاک ہیں لیکن انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت لوطؑ کو ابھی تک یہ علم نہ تھا کہ ان کے مہمان دراصل انسان نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اب جب فسادیوں نے کسی طرح حضرت لوطؑ کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہ سخت پریشانی اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔ تو مہمانوں نے انھیں بتایا کہ آپ ہماری ظاہری شکلوں کو دیکھ کر نہ گھبرائیں ہم خدا کے فرشتے ہیں اور اس قوم کو عذاب دینے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ "جزائے عمل" کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے اور وہ سروں سے ٹلنے والا نہیں، آپ اور آپ کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا۔ البتہ آپ کی بیوی جو سمجھانے بجھانے کے باوجود راہ راست پر نہ آئی وہ ان ہی بے حیاؤں، بدکاروں اور سرکشوں کی رفاقت میں رہے گی۔

سدوم کی بربادی

جب رات ہوئی تو فرشتوں کی ہدایت پر حضرت لوطؑ اپنے خاندان کو لے کر سدوم سے نکلے اور دوسرے مقام میں چلے گئے جس کا نام بائبل میں زغر بتایا گیا ہے۔ یہ مقام اسی وادی میں ایک طرف واقع تھا اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہا۔ حضرت کی بیوی ساتھ نہ گئی۔ جب رات ختم ہونے کو آئی تو قہر الٰہی جوش میں آیا۔ ایک ہولناک آواز بلند ہوئی جس نے سدوم کو تہ و بالا کر دیا۔ اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔[1] کیونکہ قانونِ الٰہی کے مطابق بدکار، سرکش و متمرد اور نافرمان قوموں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اس بربادی کی داستان تین مقامات پر اس طرح مذکور ہے:

---

[1] تورات کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۴ تا ۲۶ میں لکھا ہے کہ "تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور اس ساری ترائی کو اور ان شہروں کے سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اگا تھا غارت کیا۔"

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے، کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جایئے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ہم نے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے بالکل ان کی جڑ ہی کٹ جائے گی اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھے فضیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا مت کرو۔ وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آ دبایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کیے۔ اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لیے اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں ان بستیوں میں اہل ایمان کے لیے بڑی عبرت ہے۔

سورہ ہود میں فرمایا گیا ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے خوش نہ ہوا اور ان کی موجودگی نے اسے پریشان کر دیا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بہت بھاری ہے اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے۔ لوطؑ نے کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے لیے ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے فضیحت نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں آپ کی ان بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کو تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے وہ فرمانے لگے کیا خوب ہوتا

قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ○ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ○

اگر تم پر میرا کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔ کہنے لگے کہ اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ آپ تک ہرگز ان کی رسائی نہ ہوگی سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے باہر چلے جائیے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے) نہ جائے گی اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آئے گی (ان پر (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ○ (ہود ع ۷)

سو جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانے شروع کیے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

سورہ الشعراء میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ○ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ○ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ○ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○ (الشعراء ع ۹)

سو ہم نے انھیں اور ان کے سب متعلقین کو نجات دی بجز ایک بڑھیا کے وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا (پتھروں کا) مینہ برسایا سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جنھیں (عذاب الٰہی سے) ڈرایا گیا تھا بے شک اس (واقعہ) میں عبرت ہے اور باوجود اس کے ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

عذاب کی نوعیت

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی کی نوعیت کیا تھی؟ اس بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے لیکن قرآن مجید اور بائبل کے مجمل بیانات سامنے رکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیش آئی ہوگی جیسی آتش فشاں پہاڑ پھٹنے سے واقع ہوتی ہے۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے تو زمین کے اندر سے ہولناک آوازیں اٹھتی ہیں، خطۂ زمین میں زلزلہ آتا ہے جس سے عمارتیں تہ و بالا ہو جاتی ہیں پھر اندر سے جو آتشیں مادہ نکلتا ہے اس کے لیے آگ اور گندھک کی بارش کی مثال بہت موزوں ہے، ساتھ ہی کنکر پتھر برستے ہیں۔ اٹلی کا مشہور آتش افشاں پہاڑ ویسو ویس کئی مرتبہ پھٹ چکا ہے اس کے بعض واقعات کی تفصیلات کتابوں میں ملتی ہیں۔ یہ تفصیلات اسی قسم کی تھیں جیسی سدوم اور عمورہ کو پیش آئی ہوں گی۔

بہ ہر حال یہ مسلمہ واقعہ ہے کہ سدوم اور عمورہ کا علاقہ جو بہت سرسبز و شاداب تھا قومِ لوطؑ کے عذاب کے سلسلے میں بالکل بنجر ہو گیا اور آج تک بنجر چلا آتا ہے۔

اللہ کا انصاف حضرت نوحؑ کے حالات میں بتایا جا چکا ہے کہ ان کی بیوی اور اس کا بیٹا ان پر ایمان نہیں لایا تھا جس کا نتیجہ ان دونوں کی ہلاکت اور بربادی کی صورت میں نکلا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی کا بھی یہی رویّہ تھا حضرت لوطؑ کی کوشش کے باوجود وہ آپ پر ایمان لانے سے آخر دم تک گریز کرتی رہی۔ جب فرشتوں کے کہنے پر حضرت لوطؑ اپنے کنبے کے افراد کو لے کر سدوم سے روانہ ہوئے تو ان کی بیوی راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم چلی گئی[1] اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئی۔

ان واقعات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ محاسبہ اعمال کے وقت کوئی رشتہ، کوئی نسبت اور کوئی سفارش کام نہیں دیتی۔ ایک جلیل القدر پیغمبر کے فرزند اور بیوی اور دوسرے کی بیوی کی ہلاکت سے صاف ظاہر ہے کہ سزا و جزا کے سلسلہ میں نسبی شرافت اور خاندانی عظمت ہرگز آڑے نہیں آسکتی۔ خدا کی نافرمانی کرنے والا کوئی بھی ہو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثالیں دے کر اپنے انصاف کو یوں کھول کر بیان فرمایا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ (تحریم)

اللہ نے بتلائی ایک مثال منکروں کے واسطے عورت نوحؑ کی اور عورت لوطؑ کی، دونوں گھر میں تھیں دو نیک بندوں کے ہمارے نیک بندوں میں سے۔ پھر انھوں نے ان سے خیانت کی پھر وہ کام نہ آئے ان کے اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ۔

وفات توراتؑ میں مذکور ہے کہ سدوم سے ہجرت کر کے حضرت لوطؑ ایک قریبی شہر زغر کو چلے گئے تھے۔ پھر زغر کو چھوڑ کر قریب ہی ایک پہاڑی پر آباد ہو گئے اور وہیں وفات پائی[2]۔

حضرت لوطؑ کی دعائیں حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کا چیلنج پا کر اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی تھی وہ قرآن میں اس طرح مذکور ہے:

رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (عنکبوت ع)

اے میرے رب مجھے ان مفسد لوگوں پر غالب کر دے۔

مخالفین کی ایذا سے بچنے کے لیے ایک موقعہ پر حضرت لوطؑ خدا سے یوں دست بدعا ہوئے:

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ (شعراء ع)

اے میرے رب مجھے اور میرے حامی متعلقین کو ان (مخالفوں) کے کام (کے وبال) سے نجات دے۔

---

[1] قصص القرآن جلد اول صفحہ ۲۳۸۔

[2] کتاب پیدائش باب ۱۹ آیات ۲۲-۲۳ و ۳۰۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً دو ہزار سال[1] قبل عراق کے ایک قدیم شہر اُر میں پیدا ہوئے۔ قرآن میں بہت سے مقامات[2] پر حضرت کا ذکر آیا ہے۔ کہیں ان کے حالات اختصار سے بیان کیے گئے ہیں اور کہیں تفصیل سے۔

حضرت ابراہیمؑ سے نبیوں کا ایک وسیع سلسلہ[3] جاری ہوا۔ اس لیے آپ کو ابوالانبیاء (نبیوں کا باپ) بھی کہتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی کی نسل سے تھے اور حضور کی شکل و صورت بھی آپ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ قرآن میں آپ کو خلیل اللہ (اللہ کا دوست) بھی کہا گیا ہے۔

فضیلت حضرت ابراہیمؑ کی زندگی توحید اور دینِ حق کی اشاعت کے لیے مسلسل جدوجہد اور خدا کی راہ میں بے دریغ قربانیوں کا بے مثال مرقع ہے۔ آپ وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنھوں نے اس وقت توحید کا پیغام سنایا جب خدا کا نام لیوا ایک بھی اس دنیا میں نہ رہا تھا، اور آپ سے پہلے جو پیغمبر خدا نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے بھیجے تھے۔ ان کی تعلیم مٹ چکی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد تمام نبی اور رسول آپ ہی کے پیغامِ توحید کو دہراتے رہے۔ آپ کی تعلیمات کو کامل و اکمل صورت میں پیش کرنے اور دینِ توحید کی بنیادیں آخری مرتبہ استوار کر دینے کا شرف روزِ ازل سے خاتم الانبیاء حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص تھا۔ حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی ہیں جن کی توحید پرستانہ زندگی کا مکمل ریکارڈ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور آج چار ہزار سال گزرنے کے بعد بھی آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والے کروڑوں افراد دنیا میں بستے ہیں۔

یہ تو مسلمہ ہی ہے کہ مسلمان، یہودی اور عیسائی تینوں کا سلسلۂ ہدایت حضرت ابراہیمؑ ہی پر ملتا ہے۔ سب حضرت کی تعلیم کے پورے پیرو ہوں یا نہ ہوں لیکن دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ وہ دینِ ابراہیمی کے پابند ہیں، مسلمان حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے، یہودی حضرت موسیٰؑ کے ذریعے سے اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے سے۔

---

[1] آرچ بشپ اشر نے حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش سنِ عیسوی سے ۱۹۹۶ سال قبل بتائی ہے اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ۲۱۰۵ سال قبل تحریر ہے۔ مؤخر الذکر زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ [2] حضرت ابراہیمؑ کے حالات بائبل کتاب پیدائش کے باب ۱۲ تا ۲۵ میں درج ہیں۔

[3] "ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیمؑ کی نسل میں رکھ دیا۔" (عنکبوت ع ۳)

ابتدائی حالات

حضرت ابراہیمؑ جس قوم میں پیدا ہوئے۔ وہ مشرک اور بُت پرست تھی۔ آپ کا خاندان بُت تراشی اور بُت پرستی میں ڈوبا ہُوا تھا۔ عراق کے شہر بابل میں بعل دیوتا کا مندر بہت مشہور تھا جس میں بعل دیوتا کے بڑے بُت کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے بُت رکھے تھے اور یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے خاندان ہی نے بنائے تھے۔ ان کے گھر میں بارہ مہینوں کے بارہ بُت ہمیشہ رکھے رہتے تھے۔ انھیں کی پرستش کی جاتی تھی اور انھیں سے فریادیں مانگی جاتی تھیں۔

حضرت ابراہیمؑ ابتدائے عمر ہی سے بُت پرستی کے خلاف تھے۔ شرک کے سخت دشمن اور توحید کے سچے فدائی تھے۔ وہ اپنے والد اور دوسرے لوگوں کو بُتوں کی پرستش کرتے دیکھتے، تو حیران ہوتے کہ بُت نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہیں۔ پھر نہ جانے یہ لوگ انھیں اپنا خدا کیوں مانتے ہیں؟ چنانچہ آپ نے اپنی گمراہ قوم کو اس غلط روش سے باز رکھنے اور راہِ حق پر لانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

باپ کو دعوتِ حق اور اُس سے علیحدگی

آپ نے دعوتِ حق کو ابتدا گھر سے کی اور سب سے پہلے اپنے والد کو بُت گری اور بُت پرستی سے منع کیا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا ۝ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ۝ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ۝ (مریم ع ۳)	"جب (ابراہیمؑ) نے کہا اپنے باپ کو۔ اے باپ میرے! کیوں پُوجتا ہے اُس کو جو نہ سُنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ۔ اے میرے باپ! مجھ کو آئی خبر ایک چیز کی۔ جو تجھ کو نہیں آئی، سو میری راہ چل۔ دکھا دوں تجھ کو راہ سیدھی۔ اے باپ میرے۔ مت پُوج شیطان کو بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے باپ میرے! مَیں ڈرتا ہوں کہیں آ لگے تجھ کو ایک آفت رحمٰن سے۔ پھر تُو ہو جائے شیطان کا ساتھی۔"

لیکن حضرت ابراہیمؑ کے وعظ و نصیحت کا کچھ اثر آپ کے والد پر نہ ہُوا۔ بلکہ اس کے برعکس والد نے انھیں ڈرایا دھمکایا:

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝ (مریم ع ۳)	"کیا تُو پھرا ہُوا ہے میرے معبودوں سے اے ابراہیمؑ: اگر تُو باز نہ آئے گا، تو تجھ کو سنگسار کروں گا اور دُور ہو جا میرے پاس سے ایک مدّت۔"

حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو یوں غضب ناک ہوتے دیکھا تو اس کی بزرگانہ حیثیت کا احترام کرتے ہوئے نہایت نرمی اور متانت سے جواب دیا:

سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ	"تیری سلامتی رہے۔ مَیں گناہ بخشوا دوں گا تیرا اپنے رب سے بے شک وہ ہے مجھ پر مہربان اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پُوجتے ہو اللہ کے سوا۔ اور مَیں بندگی کروں گا اپنے رب کی۔ امید ہے کہ نہ رہوں گا

---

[1] "بلاشبہ ہم نے ابراہیمؑ کو اول ہی سے ہدایت عطا کی تھی۔" (انبیاء ع ۵)

رَبِّیْ شَقِیًّا ہ (مریم ع ۳) اپنے رب کی بندگی کر کے محروم۔"

قوم کو دعوتِ حق

باپ سے اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ خدا کی راہ میں آپ نے سب سے پہلی قربانی یہ کی کہ آنے والی مصیبتوں اور خطروں کی پروانہ کرتے ہوئے باپ کا گھر چھوڑ دیا اور توحید کی عام دعوت دینے کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ نے قوم کو ہدایت کرتے ہوئے بتایا کہ ایک خدا کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ یہ بت جنھیں تم پوجتے ہو، ایک بے کار سی چیز ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (انبیاء ع ۵) "یہ مورتیاں کیا ہیں، جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو۔"

قوم نے جواب دیا:

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ہ (انبیاء ع ۵) "ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے۔"

حضرت ابراہیمؑ بولے:

لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہ (انبیاء ع ۵) "مقرر رہے تم اور تمہارے باپ دادے صریح گمراہی میں۔"

ستارہ پرستی کی تردید

غرض حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ نہ مانی۔ بت پرستی کے علاوہ اس قوم میں ستاروں کو پوجنے کا بھی رواج تھا۔ انھوں نے چاند، سورج اور مختلف ستاروں کے بت بنا رکھے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں نفع و نقصان، فتح و شکست، روزی، قحط، طوفان، موت و حیات، غرض سارا نظام ستاروں اور ان کی حرکت کے تحت عمل میں آتا ہے۔ لہٰذا اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی بھی پرستش کی جائے۔

بت پرستی کو مٹانے کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ ستارہ پرستی کا تصور بھی ان لوگوں کے ذہنوں سے کرید کر نکالا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کو خدا ماننے کی بھی بڑے حکیمانہ طریقے پر تردید کی۔ آپ نے رات کے وقت ایک روشن ستارے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے جس کی پوجا میری قوم کر رہی ہے؟ ستارہ تھوڑی دیر چمک دمک کر مقررہ وقت پر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ اُس کے خدا نہ ہونے کی ایک روشن دلیل تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے قلب مبارک سے فطرت کی آواز بلند ہوئی کہ جو چیز اپنا وجود قائم نہ رکھ سکی اور تھوڑی دیر کے بعد چھپ گئی، اُسے کیوں کر خدا مانا جا سکتا ہے اور اُسے کون پسند کر سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے چاند کی طرف اشارہ کر کے وہی سوال کیا۔ جب صبح کے قریب چاند بھی چھپ گیا تو آپ بولے کہ ستارے کی طرح اسے بھی زوال آ گیا۔ وہ بھی ڈوب گیا اور قائم نہ رہ سکا تو اسے میں کیوں کر اپنا رب مان سکتا ہوں؟

ل "اور بخشش مانگنا ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے واسطے، سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے۔ پھر جب کھل گیا ابراہیمؑ پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اُس سے بیزار ہو گیا۔ بے شک ابراہیمؑ بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا۔" (التوبہ ع ۱۴)

دِن چڑھنے پر جب سُورج نکلا تو وہ چمک دمک اور آب و تاب میں چاند تاروں سب سے بڑھا ہُوا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی قوم سُورج کو بڑا دیوتا یا بڑا خدا مانتی تھی۔ حضرت نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا پہلا سوال دُہرایا کہ کیا یہ خدا ہوسکتا ہے؟ شام کے قریب سُورج غروب ہونے لگا تو آپ نے فرمایا، میری قوم کا یہ بڑا خدا بھی اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہ سکا۔ لٰہذا یہ بھی خدا نہیں ہوسکتا اور اسے خدا ٹھہرانا سراسر غلط ہے[1]۔

واضح رہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مکالمے میں اپنی قوم کے باطل عقیدوں کی تردید ایسے انداز میں فرمائی کہ ہر چھوٹے بڑے کے دل میں یقین کی روح پیدا ہو جائے۔ وہ چیزیں خدا نہیں ہوسکتیں جو اپنی ہستی قائم نہ رکھ سکیں اور نکلتی ڈوبتی رہیں۔ تاروں کی بھی یہی حالت تھی۔ چاند اور سُورج کی بھی یہی حالت تھی۔ ان میں سے کسی کی بھی روشنی ٹھہر نہ سکی۔ نمودار ہوئی اور اپنا وقت پُورا کر کے غائب ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے نکلتے ڈوبتے رہنے سے یہ ثابت کیا کہ وہ تو خود کسی اور ہستی کے فرماں بردار ہیں۔ انھیں کیوں کر خدا مانا جاسکتا ہے؟ وہ ہستی کون سی ہے؟ وہ خدا جس نے زمین اور آسمان بنائے جس نے کائنات کا پورا کارخانہ خلق کیا جس کی رحمت کے دامن میں ہر شئے کو پناہ ملتی ہے، جو سب کی حاجتیں پوری کرتا اور سب کی مرادیں برلاتا ہے۔ بس اُسی کو خدا ماننا چاہیئے۔ اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تارے، چاند اور سُورج کے خدا ہونے کی تردید کردی تو کہا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (انعام ع ۹)	میں (ہر طرف سے کٹ کر) اپنا مُنہ اُس کی طرف کرتا ہوں جس نے بنائے زمین اور آسمان۔ اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔

تارے، چاند، سُورج ہوں یا بُت یا کوئی اور چیز، خدا کے سوا جسے بھی خدائی کا درجہ دیا جائے۔ وہ شرک ہوگا اور خدا کا فرمانبردار بندا کبھی شرک کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

قوم کی ہٹ دھرمی

ستارہ پرستی کے خلاف حضرت ابراہیمؑ کی یہ روشن دلیلیں یقیناً اُن لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہوں گی۔ لیکن وہ اپنے کاہنوں، سرداروں اور پروہتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور انھیں کی باتوں کو ماننا نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ کاہنوں، سرداروں اور پروہتوں نے لوگوں کو گمراہی میں لٹکا رکھنے کی غرض سے تلقین شروع کردی کہ حضرت ابراہیمؑ کی باتوں پر مطلق دھیان نہ دیا جائے۔ نیز وہ شور و غل مچانے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ہمارے معبودوں کی بے حرمتی اور تذلیل کی جو مہم جاری کر رکھی ہے، ہمارے دیوتا عنقریب اُس سے اس بات کا سخت انتقام لیں گے۔

بتوں کے خلاف جنگ

حضرت ابراہیمؑ نے یہ حالات دیکھے تو تیار ہوگئے کہ جس انتقام سے پروہت اور کاہن ڈرا رہے ہیں، اُس کی بے حقیقتی بھی عام لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دی جائے۔ انھوں نے اپنے ذہن

[1] ستاروں وغیرہ کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کا اس طرح دلیلیں دے کر اُن کی نفی کرنے کا مفصل ذکر سورہ انعام ع ۹ میں آیا ہے۔

میں ایک منصوبہ تیار کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ سب پر آشکارا ہو جائے۔ پتھر یا لکڑی کے بت کسی کو نفع یا نقصان کیا پہنچائیں گے، وہ تو اپنے آپ کو بھی بچا نہیں سکتے، اس لیے ان کا پوجنا بے کار محض ہے۔ اگر یہ بات مشاہدے کے ذریعے ان کے ذہن نشین کر دی جائے تو یقیناً ان کے لیئے رشد و ہدایت کی راہ ہموار ہو جائے گا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک مذہبی تہوار کے سلسلہ میں قوم کے سب افراد کو کسی جگہ جمع ہونا تھا۔ وہ تہوار منانے میں مصروف ہو گئے تو حضرت ابراہیمؑ بت خانے میں پہنچے۔ جہاں تمام بتوں کے سامنے انواع و اقسام کی مٹھائیوں اور قسم قسم کے پھلوں کے چڑھاوے دھرے تھے۔ اور وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا۔ آپ نے یہ نظارہ دیکھ کر اپنی قوم کی جہالت پر افسوس کیا اور بتوں سے مخاطب ہو کر طنز یہ لہجے میں پوچھا کہ یہ چیزیں جو تمہارے سامنے رکھی ہیں، کھاتے کیوں نہیں اور بولتے کیوں نہیں؟ اس کے بعد آپ نے سب سے بڑے بت کے سوا تمام بتوں کو کلہاڑی سے توڑ ڈالا:

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ (الصّٰفّٰت ع ۳)

"پس چپکے سے جا گھسا اُن کے بتوں میں۔ پھر بولا (ابراہیمؑ) تم کیوں نہیں کھاتے؟ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے؟ پھر گھسا ان پر مارتا ہوا اپنے ہاتھ سے۔"

بتوں کو توڑ دینے کے بعد آپ نے کلہاڑی بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دی اور واپس چلے آئے:

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۝ (انبیاء ع ۵)

"پھر کر ڈالا ان کو ٹکڑے ٹکڑے۔ مگر ان میں سے بڑے کو چھوڑ دیا کہ شاید وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں (اس سے پوچھیں کہ یہ کیا ہو گیا)۔"

جب لوگ رنگ رلیاں منا کر میلے سے واپس آئے اور مندر میں اپنے خداؤں کو ریزہ ریزہ دیکھا تو سخت برہم ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے جس نے بھی کیا وہ بڑا ظالم ہے۔

یہ حقیقت سب پر آشکارا تھی کہ حضرت ابراہیمؑ ہی بتوں کو پوجنے کی برائی کیا کرتے تھے۔ لہٰذا سب کا خیال انہیں کی طرف گیا چنانچہ حضرت کو بلایا گیا۔ آپ آئے تو لوگوں نے پوچھا:

أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ (انبیاء ع ۵)

"کیا تو نے یہ سلوک کیا ہے ہمارے بتوں کے ساتھ اے ابراہیمؑ؟"

حضرت نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہ سمجھ لیں کہ یہ اس بڑے بت کا کام ہے جس کے پاس بتوں کو توڑنے کا آلہ بھی موجود ہے؟ اس کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا؟ کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو اور بڑی سلطنتیں چھوٹی سلطنتوں کو ہڑپ کر جاتی ہیں؟ اچھا ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو خود اپنے ان خداؤں سے پوچھ لو کہ کیا ماجرا ہوا؟ انہیں کس نے توڑا؟ اگر یہ کچھ بتا سکتے ہیں تو ایسے اہم معاملہ میں بول کر جھوٹ سچ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے؟

غرض حضرت ابراہیمؑ نے مشاہدے کے ذریعے سے دیوتاؤں کو باطل ثابت کرنے کی جو تجویز سوچ رکھی تھی، اُسے آپ نے عملی صورت دے دی۔

یہ جواب پاکر قوم کے سب لوگ ذلّت اور ندامت سے سرنگوں ہو گئے۔ کاہنوں اور سرداروں سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا اور محسوس کرنے لگے کہ اُن کے یہ گھڑے ہوئے دیوتا اور خدا واقعی کوئی حیثیت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اپنے توڑے جانے کی صحیح کیفیت بھی بیان نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انھوں نے شرمسار ہو کر کہا کہ اے ابراہیم! تو جانتا ہے کہ بُت بول نہیں سکتے۔

حضرت ابراہیمؑ نے یہ سُن کر فرمایا:

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّ لَا یَضُرُّکُمْ ۝ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (انبیاء ع ۵)

"پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمھیں نہ تو کسی طرح کا نفع پہنچائیں اور نہ نقصان، تمھاری حالت کتنی ناقابلِ برداشت ہے اور ان کی بھی جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل کورے ہو گئے۔"

یقیناً بتوں کی بے حقیقتی پوری قوم پر سورج کی طرح واضح کر دینے کا اس سے بہتر طریقہ کوئی نہ ہو سکتا تھا جو حضرت ابراہیمؑ نے اختیار کیا۔ لطف یہ کہ اس طریقہ میں اصل اظہار مشاہدے پر تھا جس سے کسی کے لیے بھی اختلاف کی گنجائش نہ ہو سکتی تھی اور اس میں عوام، سردار، پروہت اور مذہبی پیشوا سب برابر تھے۔ سچ ہے انبیائے کرام کا طریقِ دعوت ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے جس میں کوئی پیچ وخم اور کوئی بھاؤ نہ ہو اور جس سے بڑے چھوٹے، پڑھے لکھے اور ان پڑھ، خواص و عوام یکساں متاثر ہوں۔

قوم کی ریشہ دوانیاں

یہ اس قوم کی انتہائی بدقسمتی اور ڈھٹائی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت و تبلیغ کو انھوں نے اس موقع پر بھی قبول نہ کیا۔ وہ اپنے اعمال پر شرمندہ تو تھے اور اپنے عقیدوں کے باطل ہونے کا احساس بھی کرنے لگے تھے۔ لیکن حق بات کو قبول کرنے کا حوصلہ غالباً اس لیے نہ ہوا کہ مذہبی پیشواؤں اور پروہتوں کے متعلق ایک بے سروپا اور غلط وہم ان کے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کی رائے کے خلاف کچھ کیا تو دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد ٹھہریں گے۔

پروہت اور مذہبی پیشوا اپنے اقتدار سے دست برداری کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ مذہبی پیشواؤں ہی کے دباؤ کے ماتحت اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خلاف کھلم کھلا دشمنی اور عداوت کا اظہار ہونے لگا۔ پیشواؤں نے فیصلہ کیا کہ دیوتاؤں کی توہین کے جرم میں ابراہیمؑ کو سخت ترین سزا دی جائے اور ان کی سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے انھیں جلتی آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ:

فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْہُ اَوْ حَرِّقُوْہُ (عنکبوت ع۳) "پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر یہی کہ بولے اسے مار ڈالو یا جلا دو۔"

بادشاہِ وقت کو دعوتِ حق اور اُس سے مباحثہ

اُسی زمانے میں عراق کا جو بادشاہ تھا اُسے نمرود بتایا گیا ہے۔ غالباً نمرود حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے بادشاہوں کا عام لقب

تھا جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ نمرود محض دنیوی حکمران نہ تھا بلکہ دینی لحاظ سے بھی وہ اپنے آپ کو مختار کل سمجھتا تھا۔ اُس کے اعمال کے خلاف کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ اس کا ہر حکم آخری و قطعی مانا جاتا تھا۔ گویا اس نے دنیا میں خدائی کا درجہ حاصل کر رکھا تھا۔

جب نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کی سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو اُسے اندیشہ پیدا ہُوا کہ حضرت کی دعوت سے نہ صرف اس کی شانِ خداوندی پر زد پڑے گی بلکہ اس کی بادشاہت بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ لہٰذا اُس نے حضرت کو ختم کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ مذہبی پیشوا اس کے ساتھ تھے اور رعایا مذہبی پیشواؤں اور بادشاہ کے خلاف کچھ کر نہ سکتی تھی چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت تشریف لائے تو نمرود نے تحکمانہ انداز میں سوال کیا کہ اپنے باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کیوں کرتے ہو اور میرے حکموں کو بے چون تسلیم کرنے سے کیوں انکاری ہو؟ حضرت نے جواب دیا کہ میں اُس خدائے واحد پر یقین رکھتا ہوں جس نے مجھے، تجھے، تمام انسانوں، سورج، چاند، ستاروں اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی سب کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ اس کے سوا میں کسی اور کو خدا نہیں سمجھتا اور نہ ہی کسی اور کو اس کا شریک ٹھہراتا ہوں۔ یہ لکڑی اور پتھر کے گونگے، بہرے، مجبور اور بے بس بُت خدا نہیں ہو سکتے۔ تم سب لوگ غلط راستے پر لگے ہوئے ہو۔ میں تمھاری پیروی نہیں کر سکتا اور نہ ہی تمھارے باپ دادا کے بنائے ہوئے مذہب کو اختیار کر سکتا ہوں۔

نمرود نے کہا کہ اگر میرے سوا کوئی اور رب ہو سکتا ہے تو وہ کون ہے؟ اس کے اوصاف بیان کرو۔

حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا، میرا رب وہ ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور موت پر بھی اُسی کو قدرت حاصل ہے۔

نمرود نے کہا کہ اگر خدا کے اوصاف یہی ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں، موت اور زندگی تو میرے بھی قبضے میں ہے۔ یہ کہہ کر نمرود نے ایک بے گناہ شخص کو وہاں بلایا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ اس شخص کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ اس کے بعد نمرود نے قتل کے ایک سزا یافتہ ملزم کو جسے پھانسی دی جانی تھی، بلایا اور اس کی جان بخشی کا حکم صادر کر دیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر بولا: کیوں دیکھا، میں کس طرح مارتا اور کس طرح زندگی عطا کرتا ہوں؟

موت اور زندگی کا صحیح مفہوم یہ نہ تھا جس کی مثال نمرود نے پیش کی تھی، بلکہ وہ جان بوجھ کر محض اپنی بات کی پچ کے لیے کج بحثی پر اُتر آیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جھگڑے میں پڑنے کی بجائے فوراً ایک نئی دلیل پیش کر دی جس کے بعد نمرود کے لیے کج بحثی کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا رب روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا اور مغرب میں لے جاتا ہے۔ اگر تیرے اندر کوئی ایسی قوت ہے تو تُو سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں لے جا[1]۔ یہ بات سنتے ہی نمرود ہکا بکا رہ گیا اور کوئی جواب بن نہ پڑا۔

آتشِ نمرود

تھڑدلے، بے حوصلہ اور خود غرض آدمیوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی دل نشیں دلیل کا جواب نہیں دے سکتے، جوش میں آجاتے ہیں اور عقل و فہم کی کمی کو غصے کے ہیجان سے پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ نمرود نے بھی یہی کیا۔ حضرت ابراہیمؑ

[1] "کہا ابراہیم نے کہ بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تُو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے۔" (البقرہ ع ۳۵)

کی دلیل سُن کر وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ دربار میں جتنے لوگ موجود تھے، وہ سب کے سب حضرت ابراہیمؑ کے جانی دشمن تو تھے ہی انھوں نے نمرود کو مشورہ دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔

سارے شہر میں ایک بھی شخص نہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کی حمایت کرتا۔ خاندان دشمن، قوم دشمن، سردار اور کاہن دشمن، پجاری دشمن غرض ہر شخص اپنے دیوتاؤں کی توہین کے بدلے میں حضرت ابراہیمؑ کی جان کا لاگو بن گیا۔ چنانچہ جب نمرود کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے کا حکم دیا گیا تو تمام لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ حضرت ابراہیمؑ کا دردناک انجام دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔

حضرت، خدائے واحد کا نام اور توحید کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا عزم کر چکے تھے۔ اسی عظیم مقصد کے پیش نظر انھوں نے باپ سے مناظرہ کیا اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ بُت پرستی کی کھلم کھلا مخالفت کی جس پر تمام قوم دشمن ہو گئی اور انھیں جلتی آگ میں جھونک دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن پروردگار کے حکم کے سامنے نمرود کی طرف سے موت کا حکم حضرت ابراہیمؑ کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ وہ جل مرنے پر آمادہ ہو گئے اور حق بات سے نہ رکے۔ آگ انھیں جلا سکتی تھی، لیکن ہاتھ سے تراشے ہوئے بُتوں، چاند، سورج، تاروں یا بادشاہ کو خدا نہ بنا سکتی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کو اذیت دے کر مارنے کے لیے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی جس میں بہت بڑے پیمانہ پر آگ روشن کی گئی۔ یہ آگ کئی روز تک جلتی رہی یہاں تک کہ اُس کی تپش سے پتھر بھی دہکنے لگے۔ جس دن حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا جانا تھا، اُس دن اس جگہ لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے۔ ہر شخص خوشی خوشی یہ تماشا دیکھنے آیا ہوا تھا۔ تمام بڑے بڑے سردار، کاہن، فوجی افسر، امراء اور خود نمرود موقع پر حاضر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ایک زوردار جھٹکے سے دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا گیا۔

اس وقت تماشا کرنے والی ہزاروں آنکھوں میں ایک بھی ایسی نہ تھی، جو اس دردناک منظر کو دیکھ کر نمناک ہوتی۔ ظالم اور سنگدل انسانوں کی اس وحشیانہ حرکت پر کوئی دل نہ پسیجا۔ کوئی زبان ایسی نہ تھی جو ایک حق پرست اور بے گناہ انسان کے ساتھ اس ظالمانہ رویّے کے خلاف احتجاج کرتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہر طرف خوشی اور تحسین کی آوازیں بلند تھیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو اس ہولناک آگ میں پھینک کر ساری قوم مطمئن ہو گئی کہ اس نے اپنے خداؤں کے دشمن کو ٹھکانے لگا دیا۔ لیکن جس خدائے واحد پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے اعلائے کلمۃ الحق کیا تھا اور ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے بھی حق بات کہنے سے دریغ نہ کیا، وہ خدا اپنے اس بندے اور عظیم الشان پیغمبر کا حامی و ناصر تھا۔ چنانچہ آگ حضرت ابراہیمؑ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکی۔ خدائے پاک کا حکم ہُوا کہ اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا[1]۔ یہ ٹھنڈک ایسی نہ تھی کہ سردی سے تکلیف ہوتی۔ بلکہ جسم و جان کے لیے نہایت خوش گوار ٹھنڈک پیدا ہو گئی اور حضرت آگ میں سے صحیح سلامت نکل آئے۔

وطن سے ہجرت

جب وطن والے حضرت ابراہیمؑ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور آپ ان کے اس وار سے بچ نکلے تو آپ

---

[1] انبیاء۔ رکوع ۵۔

نے بہتری اسی میں سمجھی کہ اس علاقے کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ دینِ حق کی تبلیغ کے لیے آپ نے بے وطن ہونا گوارا کر لیا اور خدا پر تکیہ کرتے ہوئے عراق کو خیرباد کہا۔ جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ یعنی آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، آپ کے برادر زادہ حضرت لوطؑ اور ان کی اہلیہ، ان تینوں کو ساتھ لیا اور فلسطین پہنچے۔ جہاں اس وقت کنعانیوں کا اقتدار تھا۔

حضرت ہاجرہؓ سے نکاح

اتفاق سے فلسطین میں قحط پڑ گیا اور لوگ غلّے کی تلاش میں مصر جانے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے کنبے کے لوگوں کو ساتھ لے کر مصر چلے گئے۔

اُس وقت مصر پر سامی خاندان کا بادشاہ حکمران تھا۔ یعنی وہ اور حضرت ابراہیمؑ ایک نسل سے تھے۔ فرعون کو جب حضرت ابراہیمؑ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس کے ہم نسل ہیں اور ان کا خاندان خدا کا برگزیدہ اور مقبول خاندان ہے، تو اس نے حضرتؑ کی بہت عزت افزائی کی اور اپنی بیٹی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت کے نکاح میں دینا باعثِ عزت جانا۔ غرض حضرت اس سفر سے اعزاز و اکرام کے ساتھ فلسطین لوٹے۔

بیوی بچّے کی جُدائی

حضرت کی عمر چھیاسی برس کی ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی تک آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا مانگی :

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (الصافات ع ۳) "اے رب بخش مجھے کوئی نیک لڑکا۔"

یہ دعا بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی اور آپ کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ٥ (الصافات ع ۳) "پھر خوش خبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا۔"

اللہ کی خوشنودی اور اس کے احکام کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنا گھر بار چھوڑا۔ آگ میں جھونکے گئے۔ پھر وطن سے بے وطن ہوئے۔ کڑی سے کڑی سختیاں جھیلتے رہے، مگر کسی بھی موقع پر پاؤں میں لغزش نہ آئی۔ اب بڑھاپے میں دعائیں مانگ کر پہلی مرتبہ جو فرزند ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نئی آزمائش کا وسیلہ بنایا اور حضرت کو حکم دیا کہ ہاجرہؓ کو دُور مکّہ میں چھوڑ آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ مکّہ دینِ حق کی تبلیغ اور اشاعت کا مرکز بنے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیلِ حکم کی اور حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکّہ کی بنجر وادی میں چھوڑ آئے۔

بے مثال قربانی

حضرت اسماعیلؑ سیانے ہو چکے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی آزمائش میں ڈالا جو پہلی تمام آزمائشوں سے بڑھ چڑھ کر تھی اور حضرتؑ نے اُس میں جس ثابت قدمی، بلند حوصلگی اور جاں نثاری کا ثبوت دیا، اُس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ نے متواتر تین رات خواب دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ فلاں پہاڑ پر جاؤ اور ہمارے نام پر اپنے بیٹے کی قربانی دو۔ چونکہ نبیوں کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں اس لیے حضرت ابراہیمؑ اس خواب کے مطابق اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے پر آمادہ ہو

لے "اور وہ (ابراہیمؑ) بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بے شک وہی ہے زبردست حکمت والا۔" (العنکبوت ع ۳)

گئے اور اپنے جگر گوشے حضرت اسماعیلؑ کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کرنے کی تیاری کر لی۔

آپ نے بیٹے کو اپنا خواب سنایا اور فرمایا کہ اللہ کا حکم آیا ہے بتاؤ تمھاری کیا مرضی ہے؟ بیٹے نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: ابا جان! میں خدا کی رضا کے سامنے کوئی عذر نہیں کر سکتا۔ آپ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان ضرور پورا کریں۔ میں خوشی سے راہِ خدا میں قربان ہونے کو تیار ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جگر گوشے کو ساتھ لیا اور اس پہاڑ کی طرف گئے، جس کی طرف خواب میں اشارہ کیا گیا تھا جگر گوشہ کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ عین اس موقع پر بارگاہِ باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا، کہ اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ یہ محض ایک آزمائش تھی جس میں تو پورا اترا۔[1]

کون باپ ہوگا جو اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے لیے تیار ہو؟ لیکن حضرت ابراہیمؑ خدا کے ایسے فرمانبردار بندے تھے کہ وہ ہر بڑے سے بڑے حکم کی تعمیل کے لیے خوشی خوشی تیار رہتے تھے۔ یہی فرمانبرداری کی حقیقی شان تھی۔ یہی امت کے لیے صحیح نمونہ تھا، جو چار ہزار سال گزر جانے پر بھی سورج کی طرح درخشاں ہے اور رہتی دنیا تک درخشاں رہے گا۔

خدا کی راہ میں اس عظیم الشان قربانی کو امتِ مسلمہ کے لیے ایک ہمیشہ جاری رہنے والا دستور بنا دیا گیا۔ عید قربان حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں حضرت اسماعیلؑ کی قربانی ہی کی یادگار ہے۔ جسے دنیا کے ہر حصے میں مسلمان مناتے ہیں۔ اس سے سبق کیا ملتا ہے؟ یہ کہ سچا مسلمان اور خدا کا سچا فرمانبردار بندہ وہ ہے، جو خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے اسی طرح تیار رہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے اکلوتے فرزند کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوئے تھے اور جس طرح مسلمان عید کے دن جانور ذبح کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

بیت اللہ کی تعمیر

اُس زمانے میں ساری دنیا میں شرک اور بت پرستی کا گھر تھا۔ مصریوں، اشوریوں اور کنعانیوں نے اپنے خداؤں کے بڑے بڑے مجسمے اور ان کے لیے عظیم الشان مندر تعمیر کر رکھے تھے۔ ایران کے مندروں میں آگ کی پرستش کی جاتی تھی، ہندوستان میں مختلف خداؤں مثلاً کرشن اور مہادیو وغیرہ کو پوجا جاتا اور یونان میں دیوی دیوتاؤں کے عالی شان مندر اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

✓ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ خدائے واحد کی پرستش کے لیے ایک گھر تعمیر کریں۔ چنانچہ حضرت نے اس حکم کے مطابق وہ پاک گھر تعمیر کیا۔ جہاں روئے زمین پر پہلی عبادت گاہ بنی تھی۔[2] اور جس کے پاس حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حکم سے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؓ کو آباد کیا۔[3] اس گھر

---

[1] سورۂ الصافات ع ۳۔

[2] "بلاشبہ پہلا گھر جو انسان کے لیے (خدا پرستی کا مرکز) بنا دیا گیا وہ یہی ہے جو کہ میں ہے۔ برکت والا اور تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ۔" (سورۂ آل عمران ع ۱۰)

[3] "اے ہم سب کے پروردگار! ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام ونشان نہیں میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی ہے اور اے خدا اس لیے بسائی کہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے سامانِ رزق مہیا کر دے۔ تاکہ تیرے شکر گزار ہوں۔" (سورہ ابراہیم ع ۶)

کی طرف منہ کرکے مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔

اس گھر کی تعمیر میں آپ کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ بھی شریک تھے۔ باپ بیٹا گھر کی دیواریں اٹھاتے اور اپنے اور اپنی اولاد کے لیے دعائیں مانگتے جاتے تھے۔ قرآن نے اس منظر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ ع ۱۵)

"اور یاد کرو جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے۔ اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے کے۔ اور ہم کو معاف کر بے شک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کر دے ان کو بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔"

واضح رہے کہ خدا کے پاک گھر کی تعمیر کا کام حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اس وقت انجام دیا جب وہ خدا کی طرف سے تمام آزمائشوں میں پورے اترے۔ انسانیت کا یہ سب سے بڑا شرف تھا جو خدا نے اپنے ان مقدس پیغمبروں اور مخلوق کے ہادیوں کو عطا کیا۔ یہی گھر دین حق کا آخری مرکز اور فرمانبردار بندوں کا آخری قبلہ بنا۔

یہ گھر صرف چار دیواروں کا ایک خالی احاطہ تھا مقابل کی دو دیواریں ۳۱ اور ۳۲ گز لمبی اور دوسری دو دیواریں ۲۲ اور ۲۳ گز لمبی تھیں۔ اس پر چھت نہ تھی۔ ایک طرف اندر جانے آنے کا کھلا راستہ تھا جس میں کوئی کواڑ چوکھٹ وغیرہ بھی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول کی اور انہیں بتایا کہ یہ گھر تیری ملت کا قبلہ، ہمارے سامنے جھکنے کا نشان اور توحید کا مرکز ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۰)

"بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکّہ میں ہے۔ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو۔ اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے "مقام ابراہیم" اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اسی گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو۔ اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو اللہ پروا نہیں رکھتا۔ جہان کے لوگوں کی۔"

حضرت ابراہیمؑ عبادت بھی کرتے اور خدا کے گھر کی عزت کے خیال سے اس کے گرد چکر بھی لگاتے۔ ان چکروں کو طواف کہا جاتا

ہے۔ مسجد حرام میں عبادت کا یہ طریقہ اب تک جاری ہے یعنی لوگ وہاں نماز بھی پڑھتے ہیں اور طواف بھی کرتے ہیں۔

ازواج مطہرات اور اولاد

حضرت ابراہیمؑ نے تین شادیاں کیں۔ پہلی حضرت سارہؓ سے، دوسری حضرت ہاجرہؓ سے اور تیسری حضرت قطورہؓ سے۔ حضرت ہاجرہؓ سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ حضرت سارہؓ سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ حضرت قطورہؓ سے چھ بیٹے ہوئے۔ یقسان، زیران، مدان، مدیان، اسباق اور سوخ۔ ان سب کو بنو قطورہ کہتے ہیں۔

جس فرزند کو بائبل میں مدیان کہا گیا ہے، وہ اہلِ مدین کا جدِ بزرگ تھا جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور جن کی ہدایت کے لیے حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔

مدین کے علاوہ "اصحاب الایکہ" بھی، جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، بنو قطورہ ہی میں سے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے ۱۷۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔[1]

حضرت کی دُعائیں

حضرت کی جو دُعائیں قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ ہر مسلمان کو یاد کرلینی چاہئیں۔ انھیں ہم یہاں الگ الگ درج کرتے ہیں:

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿﴾

اور جب کہ اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسماعیلؑ بھی (اور یہ) کہتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور ہمیں ہمارے حج کے احکام بھی بتا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھیے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے، مہربانی کرنے والے۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿﴾

(البقرہ ع ۱۵)

اے ہمارے پروردگار اور اسی جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور انھیں (آسمانی) کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور انھیں پاک کردیں، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ

اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور مجھے اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیے۔ اے ہمارے

---

[1] پیدائش ۲۵ آیت ۱-۲۔

أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي
وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا
إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ
عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَا
جْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم
مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝
رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا
يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَاءِ

(ابراہیم ع۶)

پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو شخص میری
پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں) میرا کہنا نہ مانے تو
آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمت ہیں۔ اے ہمارے رب! میں اپنی اولاد
آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کفِ دست) میدان میں جو زراعت کے قابل
نہیں، آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ
کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجئے اور انھیں (محض اپنی قدرت سے)
پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔ اے ہمارے رب
آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں
اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان
میں۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن
ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

(ابراہیم ع۶)

اے میرے رب مجھے بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھیے اور
میری اولاد میں بھی بعضوں کو، اے ہمارے رب! اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے
اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کو بھی اور کل مومنین
کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝ وَالَّذِي
هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
يَشْفِينِ ۝ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝ وَ
الَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ
الدِّينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِا
لصَّالِحِينَ ۝ وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝
وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝ وَاغْفِرْ
لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ
يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝
إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝

(شعراء ع۵)

وہ (پروردگارِ عالم) جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی
کرتا ہے اور جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو
وہی مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا
اور جس سے مجھے یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز
معاف کر دے گا۔ اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما اور
(مراتبِ قرب میں) مجھے (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ
شامل فرما اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ اور مجھے
جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ کی مغفرت فرما کہ وہ
گمراہ لوگوں میں ہے اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز
مجھے رسوا نہ کرنا جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر ہاں
(اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اے ہمارے پروردگار! ہم تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر۔ بے شک تو زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لیے بارگاہِ باری میں دعائیں کی تھیں[1] اور یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی[2] برس کی ہو چکی تھی۔

فضیلت حضرت اسماعیلؑ ہی وہ فرزند تھے جن کی بشارت دیتے وقت قرآن مجید نے انھیں حلیم (بردبار) قرار دیا:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ (الصّٰفّٰت ۳۶) "بشارت دی ہم نے ان کو بردبار لڑکے کی"

یہی وہ فرزند تھے جنھیں خدا کے پہلے گھر (خانہ کعبہ) کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہوا جو آخری دینِ حق کا مرکز اور قبلہ گاہ بننے والا تھا، یہی وہ فرزند تھے جن سے حضرت ابراہیمؑ کی عربی نسل چلی اور اسی نسل کو ختم الرسل، مولائے کل، سید الاولین و الآخرین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے شرف حاصل ہوا، جو خدا کا آخری پیغام اس دنیا میں لائے، حضور سے ہدایت کا وہ سلسلہ استوار ہوا جو قیامت تک انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح کا واحد ذریعہ ہے۔

شیر خوارگی کے حالات حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؓ کو اس جگہ چھوڑ آئیں جہاں اب کعبہ ہے اور اس زمانہ میں بے آب و گیاہ، ویران اور غیر آباد علاقہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیلِ حکم کی اور اپنے بچے اور بیوی کو وہاں چھوڑ آئے، لوٹتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے ایک گھاٹی پر کھڑے ہو کر جہاں سے حضرت ہاجرہؓ نظر نہ آتی تھیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا مانگی:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ

"اے ہم سب کے پروردگار! ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں ہے میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی اور اس لیے بسائی کہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو ایسا کر کہ لوگوں

---

[1] سورۃ الصافات ع ۳۔ تورات کتاب پیدائش باب ۱۵ کی آیت ۲تا۴ میں مذکور ہے "ابرام نے کہا کہ اے خداوند تو مجھ کو کیا دے گا، میں تو بے اولاد جاتا ہوں اور میرے گھر کا مختار الیعزر ہے۔ پھر ابرام نے کہا کہ تو نے مجھے فرزند نہ دیا اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا، تب خداوند کا کلام اس پر اترا اور اس نے کہا کہ یہ تیرا وارث نہیں ہونے کا بلکہ جو تیری صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا۔"

[2] اور جب ابرام کے لیے ہاجرہ سے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ (تورات کتاب پیدائش باب ۱۶۔ آیت ۱۶)

إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ (ابراہیم ع ۶)

کے دل ان کی طرف مائل ہوجائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے رزق مہیا کردے تاکہ تیرے شکر گزار ہوں۔"

بخاریؒ نے کتاب الانبیاء میں ابن عباسؓ کی ایک روایت درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"پھر حضرت ابراہیمؑ اسے اور اس کے بیٹے اسماعیلؑ کو لے آئے اور ہاجرہؓ حضرت اسماعیلؑ کو دودھ پلا رہی تھی، دونوں کو بیت اللہ کے قریب ایک بڑے درخت کے پاس زمزم کے اوپر مسجد کی بلند جانب بٹھادیا...... اور دونوں کے پاس ایک تھیلی چھوڑی جس میں کھجور تھی اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا...... حضرت ابراہیمؑ چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں وہ آپ (حضرت ہاجرہؓ) کو نہ دیکھ سکتے تھے تو اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کیا اور ان کلمات کے ساتھ دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاکر کہا[1]......"

پھر اسی روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہؓ نے زمزم کا پانی پی کر حضرت اسماعیلؑ کو دودھ پلایا تو اس وقت فرشتے نے انھیں تسلی دی کہ ہلاکت کا خوف نہ کیجئے، یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ بچہ اور اس کا باپ اس گھر کو تعمیر کریں گے:

"انھوں (حضرت ہاجرہؓ) نے پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا، پھر فرشتے نے ان سے کہا، ہلاک ہونے کا خوف نہ کر، یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ لڑکا اور اس کا باپ (اسے) بنائیں گے اور اللہ اپنے اہل کو ہلاک نہیں کرے گا۔" (کتاب الانبیاء)

حضرت ابراہیمؑ نے جب حضرت ہاجرہؓ کو مع شیر خوار بچے کے اس غیر آباد علاقے میں لاکر آباد کیا تو حضرت ہاجرہؓ نے اس کی وجہ دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ آیا انھیں اللہ کے حکم سے یہاں لاکر چھوڑا جارہا ہے۔ جواب میں حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ہاں خدا کے حکم سے ہی میں ایسا کر رہا ہوں۔ جس پر حضرت ہاجرہؓ نے اپنی ایمانی قوت سے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے کہا پھر تو اللہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا، چنانچہ وہ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہوگئیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا طویل روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ہاجرہؓ کو ایک مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں تکلیف اٹھانی پڑی تھی، یہی وجہ ہے کہ حج کے موقع پر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی (دوڑنا) ان کے اللہ کی راہ میں تکلیف اور مشقت اٹھانے کی یادگار ہے۔

رضائے الٰہی کے لیے جان کی پیش کش

حضرت کی زندگی کا عظیم الشان واقعہ جس میں آپ رضائے الٰہی کے لیے خوشی خوشی اپنی گردن کٹانے کے لیے تیار ہوگئے تھے رہتی دنیا تک یادگار

---

[1] اس سے آگے سورہ ابراہیم رکوع ۶ کی وہ دعا درج ہے جو ہم تحریر کر چکے ہیں۔

رب کا حکم الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کا جو نادر نمونہ آپ نے پیش کیا، امتِ مسلمہ کے لیے وہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا درس ہے، خدا کے سچّے فرمانبرداروں کی یہی نشانی ہے۔ اس واقعے کے طفیل آپ کو "ذبیح اللّٰہ" کے لقب کا شرف حاصل ہُوا۔

جب حضرت اسمٰعیل سنِ تمیز کو پہنچے تو اللّٰہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہُوا کہ اللّٰہ کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دیں[1]

اپنے مقرب بندوں اور پیغمبروں کے ساتھ اللّٰہ تعالےٰ کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ تمام انسانوں کے واسطے ایک مثال اور نمونہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اللّٰہ تعالےٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اس لیے مختلف اوقات میں اللّٰہ تعالےٰ نے انھیں مختلف آزمائشوں اور امتحانوں میں ڈالا اور آپ ہر آزمائش اور امتحان میں پورے اتر چکے تھے۔ آپ کی زندگی راہِ حق میں ایثار اور قربانیوں کا بے مثال نمونہ تھی چنانچہ جب آپ کو فرزند کی قربانی کا حکم ملا تو آپ اس کے لیے بھی آمادہ ہو گئے لیکن یہ "تنہا اپنا مسئلہ نہ تھا بلکہ اسی ایک حکم میں اللّٰہ تعالےٰ کو اپنے ہونے والے پیغمبر حضرت اسماعیلؑ کا امتحان بھی مطلوب تھا۔ حضرت تو اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار تھے ہی، انھوں نے حضرت اسماعیلؑ کو یہ حکم سنایا اور ان کی مرضی پوچھی اور اللّٰہ کا یہ فرمان سُن کر حضرت اسماعیلؑ نے جس قوتِ ایمانی، استقلال اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً ان کے عالی مرتبت اور مقدس باپ کی زندگی اور فیضانِ صحبت کا اثر اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ تسلیم و رضا کے مجسم پیکر نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے باپ! جس بات کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کر گزر، اگر اللّٰہ نے چاہا تو تُو مجھے صابر پائے گا۔

اس گفتگو کے بعد جب باپ بیٹے نے تعمیل حکم کو عملی صورت دی اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی گردن پر چُھری رکھی تو اللّٰہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہُوا کہ اے ابراہیم! بیٹے کو چھوڑ دو، ہم کو تو فقط امتحان مطلوب تھا جس میں تم دونوں پورے اترے۔ اس واقعہ کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝

"پس بشارت دی ہم نے ان کو بُردبار لڑکے کی پھر جب وہ اس سن کو پہنچا کہ دوڑے اپنے باپ کے ساتھ ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس تُو دیکھ کیا سمجھتا ہے۔ کہا اے میرے باپ جس بات کا تو حکم کیا گیا ہے وہ کر۔ اگر اللّٰہ نے چاہا تو تُو مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

---

[1] حضرت ابراہیمؑ کے بیان میں بھی اس سارے واقعے کا مفصل ذکر آچکا ہے۔

[2] یاد رہے کہ پیغمبروں کے خواب رویائے صادقہ ہوتے ہیں اور اللّٰہ تعالےٰ کی طرف سے وحی کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ خواب فی الواقع اللّٰہ کا حکم تھا۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَاۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ

(الصّٰفّٰت ع ۳)

پس جب اُن دونوں نے رضا و تسلیم کو اختیار کر لیا، وہ پیشانی کے بل اس کو پچھاڑ دیا۔ ہم نے اُسے پکارا اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا بے شک ہم اسی طرح نیک لوگوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش ہے اور بدلہ دیا ہم نے اسے بڑے ذبح کے ساتھ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں اس کے متعلق یہ باقی چھوڑا کہ ابراہیم پر سلام ہو، اس طرح ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے اور بشارت دی ہم نے اس کو اسحٰق کی جو نبی ہوگا اور نیکو کاروں میں سے اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر۔

یہی وہ قربانی ہے جو ایک مستقل یادگار کے طور پر ملتِ ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار عید الاضحیٰ یا بقر عید کے نام سے منایا جاتا ہے۔

ذبیح کون تھا؟

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں قرآن میں واضح طور پر حضرت اسماعیلؑ کا نام نہیں آیا۔ اس لیے یہودی اور عیسائی حضرت اسمٰعیلؑ کے بجائے ان کے چھوٹے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو "ذبیح" قرار دیتے ہیں لیکن قرآن کی آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ تھے نہ کہ حضرت اسحٰقؑ۔

حضرت اسماعیلؑ کے ذبیح ہونے کا قرآنی ثبوت یہ ہے کہ ادھر سورہ الصافات کا جو ٹکڑا نقل کیا گیا ہے اس میں حضرت ابراہیمؑ کے دو صاحبزادوں کی بشارت کا ذکر ہے، پہلے صاحبزادے کی بشارت کے بعد اس کے متعلق قربانی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور آخر میں دوسرے فرزند کی بشارت دی گئی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قربانی کا واقعہ اس بیٹے سے تعلق رکھتا ہے جس کی بشارت پہلے دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی حضرت ابراہیمؑ کے پہلے فرزند ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ حضرت اسماعیلؑ سے ۱۳ سال بعد پیدا ہوئے۔

تورات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے نہ کہ اسحٰقؑ، مثلاً تورات میں مذکور ہے:

"ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا اور اسے کہا کہ تو اپنے بیٹے، ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے۔ "اضحاق کو لے" اور زمین موریاہ میں جا اور اُسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے لیے چڑھا[1]

[1] کتاب پیدائش باب ۲۲ آیت ۱-۲۔

پھر ارشاد ہوتا ہے :

"تب خداوند کے فرشتے نے دوبارہ آسمان پر سے ابراہام کو پکارا اور کہا کہ ــــ

خداوند فرماتا ہے اس لیے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا" اپنا اکلوتا ہی بیٹا" دریغ نہ رکھا۔

میں نے اپنی قسم کھائی کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دوں گا۔"[1]

آیات کے ان دونوں بیانوں میں حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے کے متعلق ذبح کا ماجرا بیان کیا گیا ہے اور جب تک حضرت اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے حضرت اسماعیلؑ ہی حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ حضرت اسحٰق کی پیدائش کے بعد تو ان میں سے کوئی بھی اکلوتا بیٹا کہلانے کا مستحق نہ رہا۔ اوپر کی آیت نمبر ۲ میں" اکلوتے بیٹے" کو اضحاق (اسحٰق) کہا گیا ہے جو غلط ہے اور ظاہر ہے کہ" اضحاق کو لے" کے اس آیت میں اپنی طرف سے اضافہ کر لیے گئے ہیں۔

کعبے کی تعمیر اور خدمت

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ میں لا کر آباد کیا تھا اس لیے کہ وہ جگہ دینِ حق کا مرکز بن سکے۔ بعد ازاں حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ خدائے واحد کی پرستش کے لیئے وہاں ایک گھر تعمیر کریں جس جگہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی اور فرزند کو لا کر بسایا تھا، اس کے قریب اللہ کا گھر پہلے سے موجود تھا مگر ویران اور شکستہ حالت میں تھا۔

حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ میں آباد کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا کی تھی اس میں آپ نے فرمایا تھا کہ :

اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ (ابراہیم ع ۶) میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی ہے جس سے ظاہر ہے کہ خدا کا گھر وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس سے پہلے کتاب الانبیاء سے ابن عباسؓ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ" دونوں (حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ) کو بیت اللہ کے قریب ایک بڑے درخت کے پاس زمزم کے اوپر مسجد کی بلند جانب بٹھا دیا" اسی روایت کے بموجب فرشتے نے حضرت ہاجرہؓ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ" یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ لڑکا اور اس کا باپ (اسے) بنائیں گے۔"

اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ" خانہ کعبہ (اس وقت) ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا، سیلاب آتے تھے تو اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتے تھے۔

غرض قرآن مجید اور روایت صحیحہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا پہلا گھر وہیں بنا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا، اس سے پہلے گھر کو آباد کرنے اور خدا کے دین کا مرکز بنانے کی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اہلیہ اور اپنے فرزند کو یہاں لا کر بسایا تھا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیم کا پورا پورا ہاتھ بٹایا اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر اسے مکمل کیا۔ جب دیوا

---

[1] کتاب پیدائش باب ۲۲۔ آیت ۱۵-۱۶۔

کافی اونچی ہوجاتی اور حضرت ابراہیمؑ کا ہاتھ اونچا نہ جاسکتا تو ایک پتھر کو پاڑ بنایا جاتا، حضرت اسماعیلؑ اُسے سہارا دیتے اور حضرت ابراہیمؑ اس پر چڑھ کر تعمیر کرتے جاتے، یہی یادگار "مقامِ ابراہیمؑ" (ابراہیمؑ کے کھڑا ہونے کی جگہ) کہلاتی ہے۔ تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے دعائیں مانگتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو کعبے کی خدمت اور نگہداشت پر متعین فرمایا:

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرہ ۱۵)

اور ہم نے حکم دیا تھا ابراہیمؑ و اسمٰعیل کو کہ ہمارے نام پر جو گھر بنایا گیا ہے اُسے طواف کرنے والوں، عبادت کے لیے ٹھہرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔

نبوت اور تعلیم

حضرت اسماعیلؑ خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے، آپ کو عرب، حجاز، یمن اور حضرموت کے لیے مبعوث کیا گیا، آپ نے اپنے بزرگ والد کی تعلیم جاری رکھی۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ متعدد مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے، آپ کی نبوت اور اوصافِ حمیدہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝ (مریم ۴)

اور یاد کر کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر، وہ وعدے کا سچا نبی تھا اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور اپنے پروردگار کا پیارا تھا۔

حضرت اسماعیلؑ اپنی مادری زبان قبطی اور پدری زبان عبرانی کے علاوہ عربی زبان پر بھی پورا عبور رکھتے تھے چنانچہ ان مختلف زبانوں میں آپ نے مختلف قوموں میں دینِ ابراہیمی کی تبلیغ و اشاعت کی اور بہت سی قوموں کے مابین اتحاد کا ذریعہ بنے۔

اولاد

حضرت اسماعیلؑ کی شادی بنو جرہم کے ایک سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی، یہ قبیلہ قدیم زمانہ سے عرب میں حکمران چلا آتا تھا۔

توراتؒ میں لکھا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی ایک بیٹی اور بارہ بیٹے تھے، بیٹوں کے نام یہ ہیں —— بنایوت، قیدار، ادب ایل، مبشام، مشمع، دومہ، مبشا، حدور، تیما، جطور، نفیش اور قدمہ۔

یہ بارہوں اپنی اپنی امتوں کے رئیس تھے اور ان سب کے قلعے اور بستیاں انہی کے نام پر تھے۔ حضرت موسیٰ کے عہد یعنی ۱۵۰۰ ق م میں بنو اسماعیل حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل گئے تھے، بحرہ ہند و بحیرہ احمر کی اہم بندرگاہیں جو اُس زمانہ کی تجارتی شاہراؤں پر واقع تھیں وہ سب بنو اسماعیل کے زیرِ اثر تھیں، عرب کا اندرونی حصہ بھی انہی کے قبضے میں تھا۔

لہ ۲۵ - آیت ۱۲-۱۶ پیدائش۔

حضرت اسماعیلؑ کا فرزند قیدار بہت نامور ہوا، تورات کے صفحات، اسیریا کے کتبات اور یونان کے جغرافیہ میں کئی جگہوں پر اس کا ذکر آیا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں رہی اور اس کی شاخ عدنان سے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی کی شادی عیسو سے ہوئی جو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت اسحٰقؑ کا بڑا فرزند اور حضرت یعقوبؑ کا بھائی تھا۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے ایک سو سینتیس برس کی عمر پائی[۱]۔ مقام وفات اور مدفن کے متعلق کوئی تصریح قرآن مجید یا تورات میں نہیں ملتی[۲] لیکن عام روایت یہی ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے اور والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؓ کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔

۱۔ تورات کتاب پیدائش باب ۲۵- آیت ۱۷ و تاریخ طبری جلد اول صفحہ ۱۶۲ و تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ ۱۹۱۔

۲۔ قصص القرآن جلد اول صفحہ ۲۲۳ میں مرقوم ہے کہ تورات باب ۲۵ میں اشارہ ہے کہ حضرت اسماعیل کی وفات فلسطین میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ تورات باب ۲۵ یا کسی دوسرے باب میں ایسا کوئی اشارہ یا قرینہ موجود نہیں۔ صرف حضرت کی عمر ۱۳۷ برس بتائی گئی ہے یا آپ کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام

ولادت کی بشارتیں

حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند اور حضرت اسماعیلؑ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی طرح حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے متعلق بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ کو بشارت دی تھی۔ قرآن مجید میں دو جگہ اس بشارت کا ذکر آیا ہے۔ پہلے یہ واقعہ بیان کیا جائے گا پھر دونوں بشارتیں یکے بعد دیگرے نقل کی جائیں گی۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس مہمان آئے، چونکہ حضرت بہت خدا ترس اور مہمان نواز تھے آپ نے اُن کے سامنے کھانا پیش کیا۔ انھوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیمؑ کو تشویش ہوئی اور وجہ پوچھی۔ مہمانوں نے بتایا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے بھیجا ہے اور ہم لوطؑ کی قوم کو تباہ کرنے کے لیے سدوم جا رہے ہیں[1]۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ جس قوم میں حضرت لوطؑ جیسا خدا کا برگزیدہ رسول موجود ہے اُسے کیوں برباد کیا جا رہا ہے؟ فرشتے بولے کہ قوم لوط اپنی نافرمانیوں، بدعملیوں اور بے حیائیوں کے باعث عذاب کی مستحق ٹھہر چکی ہے، وہ ضرور ہلاک ہوگی البتہ لوطؑ اور اس کے خاندان کے لوگ سوائے بیوی کے، عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ جب فرشتے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سارہؓ کو جن کی عمر اس وقت نوّے برس کی ہو چکی تھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی جس پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ دونوں کو بڑا تعجب ہوا کہ ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ہمارے اب کس طرح اولاد ہو سکتی ہے، اس پر فرشتے بولے کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔

سورہ ہود۔ سورہ ہود میں اس بشارت کا ذکر یوں آیا ہے!

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ

"اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے، انھوں نے ابراہیمؑ کو کہا تم پر سلامتی، ابراہیمؑ نے کہا تم پر بھی سلامتی ہو۔ پھر ابراہیمؑ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور جب اُس نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو اُن سے بدگمان ہوا اور دل میں ڈرا۔ وہ کہنے لگے خوف نہ کر ہم تو (اللہ کی طرف سے) لوطؑ کی قوم کے لیے بھیجے گئے ہیں اور اس کی بیوی (سارہؓ)

[1] حضرت لوطؑ بھی حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں گزرے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کے قریب ہی سدوم کے علاقے میں رشد و ہدایت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

(ہود ع ۷)

کھڑی سن رہی تھی، وہ ہنس پڑی، پس ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اس کی کہ اسحاق کے بعد (اس کے بیٹے) یعقوب کا ظہور ہوگا۔ بولی افسوس مجھ پر، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میرے اولاد ہو حالانکہ میں بڑھیا ہو گئی ہوں اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔ وہ (فرشتے) بولے، کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے کام پر، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں تجھ پر ہوں، اے اہلِ خانۂ ابراہیمؑ! بلاشبہ وہی ذات ہے جس کی ستائش کی جاتی ہے اور وہی ہے جس کے لیے ہر طرح کی بڑائیاں ہیں۔

سورۂ حجر۔ سورۂ حجر میں یہ بشارت یوں مذکور ہے:

وَنَبِّئْھُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰھِیْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰٓی اَنْ مَّسَّنِیَ الْکِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝

(الحجر ع ۴)

"اور انھیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کا معاملہ بھی سنا دو جب مہمان اُس کے پاس آئے تو کہا تم پر سلامتی ہو، ابراہیمؑ نے کہا ہمیں تم سے اندیشہ ہے۔ انھوں نے کہا ڈرو مت، ہم تو تمھیں ایک علم والے فرزند کی پیدائش کی خوشخبری سناتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا تم مجھے اس بات کی خوشخبری دیتے ہو حالانکہ مجھ پر بڑھاپا طاری ہو گیا، کونسی امید اب رہ گئی ہے کہ یہ خوشخبری مجھے سناؤ۔ انھوں نے کہا، ہم نے تجھے سچائی کے ساتھ خوشخبری سنائی پس تمھیں نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ ابراہیمؑ نے کہا میں اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوں کیونکہ گمراہوں کے سوا کون ہے جو اپنے پروردگار کی رحمت سے مایوس ہو سکتا ہے۔"

نبوّت

ولادت کی بشارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰقؑ علیہ السلام کے لیے نبوّت کی بشارت بھی دے دی تھی:

وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

(الصّٰفّٰت ع ۳)

اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحٰقؑ کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں۔

آپ اپنی قوم کو توحید اور دینِ حق کا وہی پیغام پہنچاتے تھے جو آپ کے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ اور بھائی حضرت اسماعیلؑ نے سنایا تھا۔ قرآن میں آپ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ یا آپ کے فرزند حضرت یعقوبؑ کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن آپ کی زندگی کے حالات قرآن میں زیادہ تفصیل سے نہیں آئے۔ البتہ توراۃ میں آپ کے متعلق بعض داستانیں موجود ہیں۔

شادی

چالیس برس کی عمر میں حضرت کی شادی حضرت ابراہیمؑ کے برادرِ حقیقی ناحور کی پوتی رفقہ سے ہوئی، اس شادی کے متعلق توراۃ میں ایک طویل قصہ درج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک شخص الیعزر نامی کو کچھ ساز و سامان دے کر اپنے بھتیجے بتوئیل بن ناحور کی طرف روانہ کیا۔ جو فدان آرام کے علاقے میں رہتا تھا حضرت ابراہیمؑ چاہتے تھے کہ حضرت اسحٰقؑ کی شادی بتوئیل

کی بیٹی سے کردی جائے۔ چنانچہ انھوں نے الیعزر کو یہ تاکید کردی کہ اگر بتوئیل اس رشتے کے لیے آمادہ ہو تو اسے کہہ کہ لڑکی کو تمھارے ہمراہ یہاں بھیج دے۔ جب الیعزر آبادی کے قریب پہنچا تو جس جگہ اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اتفاق سے اس کے قریب ہی بتوئیل کا خاندان آباد تھا۔ الیعزر کو پانی کی ضرورت پڑی۔ اتفاقاً اسے سامنے سے ایک لڑکی آتی دکھائی دی جس کے سر پر پانی کا گھڑا رکھا تھا۔ الیعزر نے اس سے پانی مانگ کر خود پیا اور اپنے اونٹ کو بھی پلایا۔ پھر اسی لڑکی سے اس نے بتوئیل کا پتہ پوچھا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ میرے ہی والد ہیں۔ چنانچہ وہ الیعزر کو اپنے ہمراہ گھر لے گئی۔ جہاں لڑکی کے بھائی لابان نے مہمان کی بے حد خاطر مدارت کی اور آنے کا سبب پوچھا۔ کیفیت معلوم ہونے پر گھر والوں نے حضرت ابراہیمؑ کی خواہش بسر وچشم قبول کرلی اور اسی لڑکی کو جس کا نام رفقہ تھا الیعزر کے ہمراہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں حضرت اسحٰق سے اس کا نکاح ہوگیا۔

اولاد ساٹھ برس کی عمر میں حضرت اسحٰقؑ کے دو جڑواں بچے عیسو اور یعقوبؑ پیدا ہوئے۔ جوان ہونے پر عیسو اپنے چچا حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس چلے گئے اور وہیں ان کی بیٹی سے نکاح کیا۔ بعد میں وہ ادوم کے لقب سے مشہور ہوئے اور وہیں ان کی اولاد بنی ادوم کہلائی[1]۔ اسی قوم میں حضرت ایوبؑ مبعوث ہوئے۔

آپ کے دوسرے فرزند حضرت یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس چلے گئے اور انہی کے ہاں شادی کی۔ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالٰے نے نبوت عطا کی اور ان سے اسرائیل کا گھرانا شروع ہوا۔ حضرت یعقوبؑ پہلے کنعان میں مقیم رہے۔ بعد ازاں حضرت یوسفؑ کے مصر پہنچنے پر مصر گئے۔ جہاں ان کی اولاد کئی سو برس تک مصر کی غلامی میں رہی اور حضرت موسٰےؑ کے عہد میں کنعان واپس آئی۔

حضرت اسحٰقؑ زیادہ تر شام کے علاقے فلسطین میں رہے اور ایک سو اسّی برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔

---

[1] توراۃ کتاب پیدائش باب ۳۶ میں بتایا گیا ہے کہ عیسو یا ادوم نے اور بھی شادیاں کیں، پھر وہ اپنے بھائی یعقوب سے الگ ہوگیا اور کوہ سعیر میں مقیم ہوا۔ کوہ سعیر وہی ہے جسے آج کل جبل السرات کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ یمن سے شام تک جاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ حضرت یعقوبؑ کی بشارت بھی دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ (ہود ع ۷) ہم نے اسے (سارہؑ کو) اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

گویا حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی خوش خبری دی تھی اور دونوں کی شان میں مزید ارشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (مریم) ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰق و یعقوب دیئے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا فرمائی۔

قرآن میں حضرت یعقوبؑ کے حالات تفصیل کے ساتھ نہیں ملتے البتہ توراۃ میں ان کے متعلق مفصل ذکر آیا ہے۔ یہاں ہم قرآن اور توراۃ[1] دونوں کے بیانات کی روشنی میں ان کے حالات بیان کریں گے۔ حضرت کی زندگی کے بعض واقعات جن کا تعلق ان کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات سے ہے، حضرت یوسف کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔

ابتدائی حالات ساٹھ برس کی عمر میں حضرت اسحٰقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ اور عیسو دو بچے جڑواں تولد ہوئے۔ پیدائش کے لحاظ سے عیسو بڑا تھا اور حضرت اسحٰقؑ اسے بہت چاہتے تھے۔ اس کے برعکس ان کی والدہ ربقہ کو حضرت یعقوبؑ سے بہت پیار تھا۔

بھائیوں کی کشیدگی عیسو شکاری تھا اور بوڑھے والدین کو شکار کا گوشت لاکر دیا کرتا۔ یعقوبؑ والدین کے پاس گھر ہی میں رہا کرتے۔ توراۃ میں دونوں بھائیوں کی باہمی ناراضگی کا ایک قصہ درج ہے کہ حضرت اسحٰق بہت بوڑھے اور ضعیف البصر ہوگئے تھے۔ ایک دن انھوں نے چاہا کہ عیسو کو برکت دیں چنانچہ انھوں نے عیسو سے کہا کہ شکار کرکے لاؤ اور عمدہ

---

[1] کتاب پیدائش باب ۲۵ تا ۳۵۔

عمدہ کھانے پکا کر میرے سامنے پیش کرو۔ جب ربقہ کو اس بات کا علم ہؤا تو اسے خواہش پیدا ہوئی کہ یہ برکت عیسو کے بجائے حضرت یعقوبؑ کو ملے۔ کیونکہ وہ انھیں زیادہ پیار کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے یعقوبؑ سے کہا کہ عیسو سے پہلے تم اپنے باپ کے سامنے اچھے اچھے کھانے پکا کر لے جاؤ تاکہ یہ برکت تمھیں مل جائے۔ حضرت یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا اور باپ سے برکت حاصل کر لی۔ جب عیسو شکار سے واپس آیا اور اسے اس واقعے کا علم ہؤا تو اس کے دل میں حضرت یعقوبؑ کے خلاف رنج پیدا ہؤا اور وہ ان سے ناراض ہو گیا۔

نبوّت کی بشارت

اس کہانی کی تفصیلات سے بحث نہیں لیکن ایک معاملہ بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی دعوت ہدایت کا منصب خدا کی بارگاہ میں کس کے لیے مقدر تھا۔ خیال ہو سکتا تھا کہ یہ منصب عیسو کو ملے گا لیکن خدا نے اس غرض سے حضرت یعقوبؑ کو چن لیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ ہی حضرت یعقوبؑ کی بشارت دینے سے بھی صاف واضح تھا کہ یہ محض بیٹے کی بشارت نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو یعقوبؑ سے پہلے یا اس کے ساتھ عیسو کا ذکر کیوں نہ آتا۔ یہ بشارت سلسلہ رشد و ہدایت کے قیام و بقا کی تھی یعنی مقصود یہ تھا کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے بعد رشد و ہدایت کے ایک مرکز کو حضرت اسحٰقؑ سنبھالیں گے اسی طرح حضرت اسحٰقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ اس منصب کے وارث ہوں گے۔

سفر اور ماموں کے ہاں قیام

ان حالات میں ربقہ نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے بھائی (حضرت یعقوبؑ کے ماموں) لابان کے پاس فدان آرام بھیج دیا تاکہ کچھ عرصہ وہاں رہیں اور اس دوری کے باعث دونوں بھائیوں کے تعلقات بگڑنے نہ پائیں۔

جب حضرت یعقوبؑ فدان آرام کو جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ رات بسر کرنی پڑی۔ آپ سر کے نیچے ایک پتھر رکھ کر سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے جس کا سر آسمان تک پہنچا ہے۔ اس سیڑھی سے خدا کے فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں اور خدا اس سیڑھی کے اوپر کھڑا پکار رہا ہے کہ دیکھ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحٰق کا خدا ہوں۔ یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری اولاد کو دوں گا اور تیری نسل کو خوب بڑھاؤں گا۔ زمین کے تمام گھرانے تجھ سے اور تیری نسل سے برکت اور فیض حاصل کریں گے۔ یہ خواب بھی دراصل منصبِ نبوت ہی کی خوشخبری پر مبنی تھا۔

شادی

حضرت نیند سے جاگے تو اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی بیت اللہ رکھا اور منزل مقصود کو روانہ ہوئے۔ فدان آرام کے قریب پہنچے تو بستی سے باہر ایک کنواں دیکھا جس کے قریب بھیڑوں کے گلے بیٹھے تھے۔ آپ نے لوگوں سے اپنے ماموں لابان بن ناحور کا پتہ پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ سامنے جو لڑکی بھیڑیں لیے چلی آ رہی ہے اس کا نام راحیل ہے اور وہ لابان کی بیٹی ہے۔ حضرت نے راحیل کی بھیڑوں کو کنوئیں پر لے جا کر پانی پلایا اور اسے بتایا کہ میں تمھارا پھوپھی زاد بھائی ہوں۔ راحیل اپنے گھر خبر دینے گئی اور لابان دوڑا دوڑا اپنے بھتیجے سے ملنے آیا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا۔

لابان نے حضرت یعقوب سے کہا کہ تم دس برس تک میری بھیڑیں چراؤ تو اپنی لڑکی تم سے بیاہ دوں گا۔ حضرت آمادہ ہو گئے اور دس سال پورے ہونے پر لابان نے اپنی لڑکی لیاہ حضرت کے عقد میں دے دی۔ مزید دس سال تک بھیڑیں چرانے کے

عوض میں لبان نے اپنی دوسری[1] لڑکی راحیل کو بھی حضرت سے بیاہ دیا۔ لیاہ اور راحیل کے علاوہ ان کی دو لونڈیاں بلہا اور زلفہ بھی حضرت کے رشتۂ زوجیت میں منسلک ہو گئیں۔

واپسی اور قیام فلسطین لابان نے حضرت یعقوبؑ کو بیس سال تک اپنے ہاں رکھا۔ اس کے بعد بہت سامال و متاع اور ریوڑ دے کر رخصت کیا اور آپ اپنے محترم دادا کے دار الہجرت فلسطین میں آ کر مقیم ہو گئے۔

رشتۂ اخوت کی استواری حضرت یعقوبؑ کو ان کی والدہ نے ماموں کے ہاں فدام آرام چلے جانے کا مشورہ دیا تھا عیسو اپنے چچا حضرت اسماعیلؑ کے پاس آ گئے تھے اور ان کی دختر سے شادی کر کے قریب ہی آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کی اولاد وہیں رہی۔ تاہم حضرت یعقوبؑ اور عیسو کے تعلقات بڑے خوش گوار رہے۔

اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا نام عبرانی میں 'اسرائیل' ہے 'اسر' کے معنی 'عبد' اور 'ایل' کے معنی 'اللہ' کے ہیں یعنی عربی میں اس کا ترجمہ 'عبداللہ' کیا جاتا ہے۔ یہودی حضرت یعقوبؑ ہی کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ ان کی اولاد کو قرآن میں بنی اسرائیل کہا گیا ہے۔

زندگی کے آخری ایام قیام فلسطین کے دوران آپ کے والد بزرگوار حضرت اسحٰق علیہ السلام نے وفات پائی۔ آپ کے بیٹوں نے اپنے بھائی حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ آپ شب و روز بیٹے کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ آخر جب حضرت یوسفؑ کا پتہ لگ گیا تو آپ اپنے بیٹوں، پوتوں اور تمام اہل و عیال کو لے کر مصر چلے گئے۔ اس ایک کنبے میں اڑسٹھ افراد تھے۔ حضرت یعقوبؑ وہاں سترہ سال رہے اور وہیں ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ نعش مبارک کنعان لائی گئی اور حضرت ابراہیمؑ کے قبرستان میں دفن کیے گئے[2] جو حبرون میں ہے اور اسے عام طور پر 'الخلیل' کہتے ہیں۔

زندگی کے آخری وقت میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلا کر جو گفتگو فرمائی وہ قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۱۶)

تم لوگ میرے (مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش کرو گے، انھوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ، لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

---

[1] اس وقت تک دو سگی بہنوں سے بیک وقت نکاح ممنوع نہ تھا۔

[2] توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳۲ تا ۳۵۔

اولاد حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن کی تفصیل یہ ہے[1]:

لیاہ سے چھ بیٹے ـــــ روبن، شمعون، لادی، یہوداہ، اشکار اور زبولون۔

راحیل سے دو بیٹے ـــــ حضرت یوسف اور بن یمین۔

زلفہ سے دو بیٹے ـــــ جد اور آشر۔

بلہا سے دو بیٹے ـــــ دان اور نفتالی۔

بن یمین کے علاوہ باقی تمام اولاد فدان آرام ہی میں پیدا ہو چکی ہیں۔ بن یمین فلسطین (ارض کنعان) میں پیدا ہوئے اور یہی حضرت کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ان سے بڑے حضرت یوسف تھے جو سبؑ بھائیوں میں خوب صورت اور حضرت یعقوبؑ کو سب سے پیارے تھے۔

بے شک حضرت یوسف بڑے حسین و خوب صورت تھے اور پیغمبروں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوا جو شکل و صورت کی زیبائی، قویٰ کی سلامتی اور اعضاء کے تناسب میں ممتاز نہ تھا لیکن حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے باقی اولاد کے مقابلے میں جو زیادہ پیار تھا وہ اس بناء پر تھا کہ حضرت یوسفؑ ہی منصبِ نبوت و ہدایت کے وارث بننے والے تھے اور جو ابراہیمی میراث حضرت اسحٰقؑ سے حضرت یعقوبؑ کو ملی تھی وہ حضرت یوسف ہی کی طرف منتقل ہونے والی تھی۔

---

[1] تورات کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۳ تا ۲۵۔

حضرت یوسف علیہ السلام

نسب نامہ
حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے حضرت یوسفؑ اور بن یمین دراصل بنت لابان کے بطن سے تھے اور باقی دوسری بیویوں سے۔

خصوصیات
حضرت یوسفؑ بے حد حسین وجمیل تھے۔ ان کا حُسن آج تک بطور مثال چلا آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دماغی وفطری استعداد اور اخلاقی پاکیزگی سب بھائیوں کے مقابلے میں نمایاں اور ممتاز تھی، یقیناً اس لیئے کہ سنِ رشد کو پہنچ کر انھیں خدا کا جلیل القدر پیغمبر اور ملتِ ابراہیمی کا داعی بننا تھا۔ حضرت کی ان ممتاز خصوصیات کے سبب حضرت یعقوبؑ کو ان سے بے انتہا محبت تھی، سب بھائیوں سے زیادہ انھیں کو چاہتے تھے اور کسی وقت بھی ان کی جدائی گوارا نہ تھی۔

ابتدائی حالات
والد کی شفقت ومحبت کا یہ امتیاز دوسرے بھائیوں کو کھٹکتا تھا اور وہ حضرت یوسفؑ کے خلاف حسد کرنے لگے تھے۔ چنانچہ وہ اسی سوچ میں رہتے کہ کسی طرح باپ کے دل سے یوسفؑ کی محبت کم کردی جائے یا حضرت یوسفؑ کو راستے ہی سے ہٹا کر ان کا قصہ پاک کردیا جائے۔

یوسفؑ کا خواب
اس اثنا میں حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے نیز چاند اور سورج انھیں سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ خواب والد کو سنایا۔ انھوں نے اندازہ کرلیا کہ یوسفؑ یقیناً ایک اونچے درجے کو پہنچے گا اور اللہ تعالےٰ انھیں نبوت کے منصب سے سرفراز کرے گا۔ حضرت یعقوبؑ کے لیے بیٹے کی یہ خوش بختی انتہائی مسرت وانبساط کا موجب تھی، لیکن وہ دوسرے بیٹوں کے حاسدانہ رویے کو بھی بھانپ چکے تھے۔ لہٰذا فرمایا کہ یہ خواب دوسرے بھائیوں کو نہ سنانا۔ ایسا نہ ہو وہ اسے سن کر مخالفانہ تدبیروں میں اور زیادہ سرگرم ہوجائیں۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا

جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے کہ اے باپ میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے انھیں اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے۔ کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے۔ پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے کچھ فریب۔ البتہ شیطان

إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ أَتَمَّهَا عَلٰٓى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْحٰقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (یوسف ع)

انسان کا صریح دشمن ہے اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھ کو پروردگار اور سکھائے گا تجھے ٹھکانے پر لگانا باتوں کا اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر جس طرح پورا کیا ہے تیرے باپ دادوں پر اس سے پہلے، ابراہیم و اسحٰق پر۔ البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا۔

بھائیوں کی سازش

بھائیوں کے دل میں حسد و رقابت کا جذبہ روز بروز بڑھتا جارہا تھا چنانچہ ایک روز انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہمارے باپ کو یوسف اور اس کا بھائی (بن یمین) بہت پیارے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ یوسف کو مار ڈالیں یا کسی دوسرے دیس میں پہنچا آئیں تاکہ باپ کی توجہ ہماری ہی طرف رہے۔ ایک بھائی نے کہا کہ یوسف کو مارنا نہ چاہیئے بلکہ کسی کنوئیں میں پھینک دینا چاہیئے۔ آنے جانے والے تجارتی قافلوں میں سے کوئی اسے لے جائیں گے۔

إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَأَخُوْهُ أَحَبُّ إِلٰٓى أَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ أَوِ اطْرَحُوْهُ أَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَأَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (یوسف ع)

جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اس کا بھائی (بن یمین) زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم ان سے قوت والے لوگ ہیں، البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے، مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں تاکہ خالص رہے تم پر توجہ تمھارے باپ کی اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ۔ بولا ایک بولنے والا۔ مت مار ڈالو یوسف کو اور ڈال دو اس کو گمنام کنوئیں میں کہ اٹھا لے جائے اس کو کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے۔

یہاں یہ امر ذہن میں بٹھا لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ جس بندے کو خلقِ خدا کی رہنمائی کے لیے منتخب کرنا اور اسے منصبِ نبوت سے سرفرازی بخشنی چاہتا ہے۔ اس کے اندر شروع ہی سے ایسی عادات و صفات پیدا کر دیتا ہے جو اس کی شانِ نبوت کی مظہر ہوتی ہیں جضرت یوسفؑ کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ چونکہ وہ منصب نبوت کے لیے مخصوص ہو چکے تھے۔ لہٰذا ان کی ذات بھی اوصافِ جمیلہ کا مجموعہ تھی۔ اپنے ظاہری و باطنی اوصاف کے لحاظ سے وہ نہ صرف اپنے تمام بھائیوں بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اسی لیے حضرت یعقوبؑ اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ ان کا پاس اور لحاظ رکھتے تھے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دوسرے بیٹوں سے اچھا برتاؤ نہ کرتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ ان کے متعلق یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پدرانہ شفقت کے معاملے میں بیٹوں کے درمیان امتیاز پیدا کریں۔ حضرت کے متعلق ایسا خیال کرنا بیٹوں کی غلط فہمی اور غلط اندیشی کا نتیجہ تھا۔ البتہ حضرت یوسف کے ساتھ برتاؤ و شفقت کے عام مظاہر سے متعلق نہ تھا۔ وہ اس حقیقت پر مبنی تھا کہ حضرت یوسف اخلاق و اوصافِ حسنہ میں سب پر فائق تھے وہ اس اعلیٰ منصب پر فائز ہونے والے تھے جو صرف خدا کی رحمت سے کسی انسان کو حاصل ہو سکتا تھا اور اس میں کسی دریافت کو قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ وہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی میراثِ نبوت کے حامل بننے والے تھے۔

غرض بھائیوں کا حسد بھی غیر مناسب تھا حضرت یعقوبؑ کے متعلق جانبداری کا تاثر بھی بالکل بے جا تھا اور اس کے بعد انھوں

نے حضرت یوسفؑ سے جو برتاؤ کیا وہ بھی سراسر غلط اور رشتۂ اخوت کے لحاظ سے نازیبا تھا۔ انھوں نے سازش کی کھچڑی پکائی پھر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا آپ یوسفؑ کے بارے میں ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے دلی خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں بھیج دیجئے، کھائے پیئے، کھیلے کودے۔ ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

حضرت یوسف کے خلاف بھائیوں کا مخاصمانہ رویہ حضرت یعقوبؑ سے پوشیدہ نہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت یوسف کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بھائیوں کے ہمراہ کہیں جانے نہ دیتے۔ بھائیوں نے مل کر حد درجہ اصرار کیا تو حضرت یعقوبؑ نے غالباً اس خیال سے کہ کہیں سب بھائی بگڑ کر علی الاعلان دشمنی نہ کرنے لگ جائیں ان کی درخواست قبول کر لی اور حضرت یوسفؑ کو ان کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی لیکن انھیں تاکید کردی کہ کہیں ایسا نہ ہو تم آگے نکل جاؤ اور یوسف اکیلا رہ جائے۔ اس حالت میں اسے کوئی بھیڑیا اٹھا لے جائے۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ (یوسف ۴)

بولا۔ مجھ کو غم ہوتا ہے اس لیے کہ تم اس کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو۔

بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ کو یقین دلایا کہ آپ بے فکر رہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ہم یوسف کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ اگر ہمارے اتنے بڑے جتھے کے ہوتے ہوئے یوسف کو کوئی گزند پہنچے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم تو بالکل نکمے نکلے۔

حضرت یعقوبؑ کے جو ارشادات اوپر نقل کیے جا چکے ہیں ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت کے گھرانے کی زندگی کا مدار مویشی کی پرورش تھا۔ غالباً ان کے رہنے سہنے کی جگہ جنگل کے قریب تھی اور ان کے بیٹے روزانہ ریوڑوں کو چرانے کی غرض سے جنگل میں لے جاتے تھے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیے موجود تھے اور یقیناً مویشیوں پر ان کے حملوں کے حادثے وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہوں گے۔ جبھی تو حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیے کے خطرے کا ذکر فرمایا اور بیٹوں نے جواب میں یہ نہ کہا کہ بھیڑیے جنگل ہی میں نہیں صرف یہ کہا کہ ہم دس طاقت ور جوان موجود ہیں ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیے کے حملے کا واقعہ کیوں کر پیش آسکتا ہے۔

یہ واقعہ بڑا عجیب ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جو خطرہ ظاہر کیا۔ اس سے بیٹوں کے ذہن میں وہ تدبیر آئی جو حالات کے عین مطابق تھی اور اس کا جھوٹا قصہ بنا کر انھوں نے بعد میں باپ کو سنا دیا۔

غرض وہ حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے آئے اور باہم اتفاق کر کے انھیں ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ عین اس حالت میں خدا کی طرف سے حضرت یوسفؑ کو بشارت ملی کہ اس افتاد سے غمگین نہ ہو۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے جب یہ معاملہ بھائیوں کو جتایا جائے گا اور جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے آگاہ نہیں۔

بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد آپ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگایا اور شام کے وقت روتے پیٹتے گھر پہنچے۔ والد ماجد سے عرض کیا کہ ہم ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لیے دوڑ میں لگ گئے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس اثناء میں بھیڑیا آنکلا اور یوسفؑ کو کھا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ آئے گا۔ حالانکہ ہم سچے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ ۝ (یوسف ع)

نہیں (میں اس بیان کو درست نہیں سمجھ سکتا) یہ تو ایک بات ہے جو تمھارے نفس نے گھڑ کر تمھیں خوش نما دکھا دی ہے (اور تم سمجھتے ہو کہ یہ چل جائے گی) خیر اب میرے لیے صبر کرنا بہتر ہے۔ پسندیدہ صبر اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

بھائیوں کا جھوٹ بالکل واضح تھا۔ اگر ان کے بیان کے مطابق واقعی بھیڑیا حضرت یوسفؑ کو کھا گیا تھا۔ تو کُرتا کیوں کر سلامت رہ سکتا تھا۔ تو ریزے ریزے ہو جاتا۔ بیان کی تکذیب کے لیے یہی واضح شہادت کافی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے حضرت یوسفؑ کے متعلق بشارتیں موجود تھیں اور وہ کبھی باور نہ کر سکتے تھے کہ ان بشارتوں کے پورا ہونے سے پیشتر حضرت یوسفؑ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے فرمایا کہ تمھاری بات تو مانی نہیں جا سکتی جسے تم نے اپنے خیال کے مطابق خوش لباس پہنانے کی کوشش کی ہے البتہ میرے لیے اب صبر کے سوا چارہ نہیں اور صبر بھی ایسا جو پسندیدہ ہو "صبرِ جمیل" یا پسندیدہ صبر اُسے کہتے ہیں جس میں تمام تکلیفیں خوبی سے جھیل لی جائیں اور شکوہ ہرگز نہ کیا جائے۔

غرض حضرت یعقوبؑ پر واضح ہو چکا تھا کہ اس معاملہ میں حکمتِ الٰہی کا ہاتھ کارفرما ہے۔ بے شک تفصیلات سے آگاہی نہ تھی لیکن پختہ یقین تھا کہ یوسفؑ سلامت ہیں اور ان کے متعلق جو بشارتیں مل چکی ہیں وہ پوری ہوں گی اور اس وقت تک کے لیے صبرِ جمیل کے سوا چارہ نہ تھا۔

یوسفؑ مصر میں

ہُوا یہ کہ ایک تجارتی قافلہ اس کنوئیں کے قریب سے گزرا۔ ان کے آدمی نے پانی کے لیے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ اس ڈول میں بیٹھ گئے جب اس نے ڈول نکالا اس میں ایک خوب صورت نوجوان کو بیٹھا پایا، تو خوشی سے چلا اٹھا کہ "مبارک ہو۔ یہ تو لڑکا ہے"۔ چنانچہ قافلے والے حضرت یوسفؑ کو چھپا کر اپنے ہمراہ مصر لے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسفؑ کنوئیں سے نکل آئے تو خود بھائی ان کے دعویدار بن گئے اور انھوں نے گنتی کے درہموں پر انھیں قافلے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے لیے مصر پہنچنے کا بندوبست ہُوا جہاں وہ اپنی سیرت کی پاکیزگی اور دانش و فراست نبوت کی بناء پر انتظام ملک کی مختاری کا منصب حاصل کرنے والے تھے۔

تورات میں یہ واقعہ یوں مرقوم ہے کہ بھائیوں میں سے بعض کی تجویز یہ تھی کہ یوسفؑ کو قتل کر کے گڑھے میں ڈال دیا جائے لیکن سب سے بڑے بھائی روبن نے کہا کہ خون بہانا ٹھیک نہیں مناسب یہ ہوگا کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ روبن کے دل میں یہ بات تھی کہ بھائیوں سے الگ ہو کر یوسفؑ کو گڑھے سے نکالے اور والد ماجد کی خدمت میں پہنچا دے۔

قرآن مجید میں ہے کہ بھائیوں کے درمیان یہ گفتگو حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے جانے سے پیشتر ہو چکی تھی یعنی بعض بھائی حضرت کو قتل کر دینا یا کسی دور افتادہ ملک میں پہنچا دینا چاہتے تھے لیکن ایک بھائی نے کنوئیں میں ڈال دینے کی تجویز پیش کی اور اس پر فیصلہ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اس بھائی کا نام مذکور نہیں۔

تورات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قافلہ اسماعیلیوں کا تھا جو جلعاد سے گرم مصالحہ، روغن، بلسان اور مُرہ[1] اونٹوں پر لاد کر مصر لے جا رہے تھے۔ تب یہودا نے اپنے بھائیوں سے کہا اگر ہم اپنے بھائی (یوسفؑ) کو مار ڈالیں اور اس کا خون چھپائیں تو کیا فائدہ ہوگا۔ آؤ اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ بھائیوں نے یہ بات مان لی چنانچہ حضرت یوسفؑ کو جس گڑھے میں ڈالا تھا اس سے کھینچ کر باہر نکالا اور بیس روپے میں اسماعیلی قافلے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اسماعیلی حضرت یوسفؑ کو مصر لے گئے[2]۔

اس زمانے میں مصر تہذیب و تمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اور وہاں وہ لوگ حکمران تھے جنھیں عمالقہ کہا جاتا ہے۔ مصری تاریخ میں ان کا نام ہیکسوس ہے۔ یہ دراصل عرب سے وہاں پہنچے تھے اور عرب عاربہ کی ایک شاخ تھے۔ قوت کے بل پر مصر کے حاکم ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی انھی کے حکمرانوں کے عہد میں مصر گئے تھے۔ اس زمانہ میں غلامی کا عام رواج تھا اور ہر جگہ ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی جس شخص نے حضرت یوسفؑ کو مصر میں خریدا اس کا نام تورات میں فوطی فار بتایا گیا ہے جو شاہی جلوداروں کا سردار تھا اور غالباً خاندان عمالقہ میں سے تھا۔

قرآن مجید میں نام مذکور نہیں اسے صرف "عزیز" کہا گیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ وہ معمولی آدمی نہ تھا بلکہ کسی بلند منصب پر فائز تھا اور ملک میں اس کی جگہ بہت اونچی تھی۔ عمالقہ میں سے ہونے ہی کے باعث اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یوسفؑ کو عزت سے رکھنا عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اگر وہ شخص قدیم مصریوں میں سے ہوتا تو ایک خریدے ہوئے غلام کے متعلق ایسے الفاظ کبھی نہ کہتا اس لیے کہ مصری باہر کے لوگوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ایسے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جسے حضرت یوسفؑ سے نسبت قومیت کا خصوصی تعلق ہو۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضرت یوسفؑ کی حسن و جمال، اخلاقی پاکیزگی اور دانش و بصیرت کو دیکھتے ہی ہر شخص ان کے اعزاز و اکرام پر مائل ہو جاتا تھا۔

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ فوطی فار کی نظر میں مقبول ٹھہرے اور فوطی فار نے انھیں اپنے گھر کا مختار بنا کر پورا انتظام ان کے حوالے کر دیا۔ خدا نے حضرت کے حسن انتظام میں خاص برکت عطا کی۔ ہو سکتا ہے غیر معمولی حسن انتظام، وفاداری، راست بازی اور امانت شعاری کی بناء پر فوطی فار نے حضرت کو بیٹا بنا لینے کا خیال ظاہر کیا ہو۔

قَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ (یوسف ع ۳)	اور اہلِ مصر میں سے جس شخص نے یوسف کو قافلے والوں سے مول لیا اپنی بیوی سے بولا اسے عزت کے ساتھ رکھو عجب نہیں یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور دیکھو اس طرح ہم نے یوسفؑ کا قدم سرزمینِ مصر میں جما دیا۔

---

[1] ایک گوند جس کا ذائقہ بہت تلخ ہوتا ہے مکہ معظمہ کے آس پاس جو مُرّ ہوتا ہے اسے بہترین سمجھا جاتا ہے ہمارے ہاں اسے لول بروزن گول کہتے ہیں۔ غالباً بول بھی اسی کا نام ہے۔

[2] تورات کتاب پیدائش باب ۳۷۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ ہم نے مصر میں یوسف کے قدم جما دئے۔ اس ارشاد کی صحت سورج کی طرح درخشاں ہے۔ بدوی زندگی کے ماحول میں پلا ہوا ایک نوجوان ہے جسے بھائیوں نے وطن اور خویش و اقارب سے الگ کر دیا۔ وہ نئی سرزمین میں غلام بن کر فروخت ہوا جو اس عہد میں ترقی کے اوج و عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس نوجوان کے لیے نئی سرزمین اور نئے ماحول میں بظاہر کسی بھی لحاظ سے کوئی معزز جگہ حاصل ہونے کا امکان نہ تھا۔ لیکن خدا کی شانِ رحمت ملاحظہ ہو کہ وہی نوجوان جس پر متمدن زندگی کی پرچھائیں بھی نہ پڑی تھی اپنی خداداد بصیرت اور بے مثال و بے داغ سیرت کی بناء پر اعلیٰ درجے کے متمدن گھرانے کا انتظام ایسے طریق پر کرتا ہے کہ خود اسی گھرانے کے لوگ اس کے لیے فداکاری کے پیکر بن جاتے ہیں اور عزت کا اونچا مقام اس کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں جس سے بلند تر مقام ان کے ہاں کوئی نہ تھا۔ تمکن فی الارض یعنی زمین قدم جما دینے کی۔ اس سے روشن تر شہادت اور کیا ہو سکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اسی کو کہتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کو جنگل کے ایک اندھے کنوئیں سے نکال کر اس زمانے کی سب سے متمدن قوم کے ایک بہت بڑے گھرانے کا معزز منتظم بنا دیا۔ یہ سب حضرت یوسفؑ کے پاکیزہ سیرتی اور صبر و استقامت کا کرشمہ تھا کہ بھائیوں کے اس ناروا سلوک اور جور و تشدد کے خلاف حرفِ شکایت تک زبان پر نہ لائے۔ آپ نے کسی سے اس واقعے کا ذکر تک نہ کیا اور آئندہ زندگی میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے چلے گئے۔

بہتان اور قید زنداں

حضرت یوسف عزیز مصر کے ہاں چھ سال تک رہے۔ جوانی کا عالم تھا اور حسن و جمال کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو آپ میں موجود نہ ہو۔ چنانچہ عزیز مصر کی بیوی کا دل آپ کی طرف مائل ہونے لگا وہ پروانہ وار آپ پر نثار ہونے لگی لیکن حضرت کی عصمت مآب زندگی میں ایسے فعل پر ملتفت ہونے کا کیا امکان تھا جو امانت اور حفظِ حقوق کے سراسر خلاف تھا۔ وہ تو اس دنیا میں صرف نیکی، پاکیزگی، دیانت، امانت اور حفظِ حقوق کی بنیادیں استوار کرنے کے لیے آئے تھے۔ وہ ایسی کسی حرکت پر کیوں کر مائل ہو سکتے تھے جو ان کی شانِ عظمت کے سراسر منافی تھی۔

عزیز مصر کی بیوی نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن حضرت یوسفؑ نے کوئی التفات ظاہر نہ کیا تو آخر اس نے ایک روز مجبور ہو کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اصرار کرنے لگی۔ حضرت نے نہایت محکم دلائل سے اُسے سمجھایا اور پاکبازی کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کہ تیرا شوہر میرا مربی اور محسن ہے جس نے مجھے عزت و تکریم سے اپنے گھر میں رکھا۔ علاوہ ازیں میں اللہ کے حکموں کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم نہیں کر سکتا۔ اگر میں ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور ظالموں کے لیے انجام و مآل کے اعتبار سے کبھی فلاح نہیں:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى

اور جس عورت کے گھر میں یوسف رہتا تھا (عزیز کی بیوی) وہ اس پر ریجھ گئی اور ڈورے ڈالنے لگی۔ اس نے ایک دن دروازے بند کر دئے اور بولی "لو آؤ"۔ یوسف نے کہا پناہ بخدا مجھ سے ایسی بات نہیں ہو سکتی تیرا شوہر میرا آقا ہے۔ اس نے مجھے عزت کے ساتھ گھر میں جگہ دی ہے

بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ○ (یوسف ع ۳)

(میں اس کی امانت میں کبھی خیانت نہیں کروں گا) اور حد سے گزرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔

جب عزیز مصر کی بیوی اپنی ہٹ سے کسی طرح باز نہ آئی تو حضرت یوسفؑ دروازے کی طرف لپکے تاکہ اُسے کھول کر باہر نکل جائیں۔ عزیز مصر کی بیوی نے ان کا پیچھا کیا اور پیراہن پکڑ کر کھینچا جس سے حضرت کا پیراہن پھٹ گیا۔ عین اس وقت عزیز مصر دروازے کے باہر پہنچا۔ اُسے دیکھتے ہی بیوی نے اصل حقیقت کو چھپانے کے لیے مکر و فریب سے کام لیا اور چلّا اٹھی کہ جو شخص تیری اہل خانہ کے ساتھ بُری بات کا ارادہ کرے اس کی سزا قید یا دردناک عذاب کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کے جواب میں صرف یہ کہا کہ خود اسی نے مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی۔ میں ایسا خیال بھی نہ کر سکتا تھا اور نہ میری طرف سے کوئی نازیبا حرکت ہوئی۔

گھر کے ایک شخص نے فیصلے کی یہ واضح تجویز پیش کر دی کہ یوسفؑ کا پیراہن دیکھنا چاہیئے اگر یہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹا۔ اگر پیراہن پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف سچّا ہے اور عورت جھوٹی۔ پیراہن دیکھا گیا تو وہ پیچھے سے چاک تھا۔ عزیز مصر کو ویسے بھی اپنی بیوی کی خطاکاری کا احساس ہو چکا تھا۔ پیراہن کو پیچھے سے پھٹا دیکھ کر اُسے کامل یقین آ گیا کہ یوسف سچ کہہ رہے ہیں۔ لیکن اُس نے معاملے کو ختم کرنے کے لیے یوسفؑ سے کہا کہ اس بات سے درگزر کریں اور بیوی سے کہا کہ تو گناہ گار ہے اپنے گناہ کی معافی مانگ:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِکَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ ؕ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ○ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِکِ ۚ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ ○

(یوسف ع ۳)

(عزیز کی بیوی) کہنے لگی۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیرے اہل کے ساتھ بُرائی کا ارادہ رکھتا ہو۔ مگر یہ کہ قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ یوسف نے کہا اس نے مجھے میرے نفس کے بارے میں پھسلایا تھا اور فیصلہ کیا عورت ہی کے گھرانے کے ایک شخص نے کہ اگر پیراہن یوسف سامنے سے چاک ہو تو عورت سچّی ہے اور یوسف جھوٹا اور اگر پیچھے سے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچّا۔ پس جب اس کی قمیص کو دیکھا تو پیچھے سے چاک تھی۔ کہا بے شک اے عورت یہ تیرے مکر و فریب سے ہے۔ بلاشبہ تمھارا مکر بہت بڑا ہے۔ یوسف تُو اس معاملے سے درگزر اور اے عورت تُو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ تو بلاشبہ خطاکار ہے۔

لیکن معاملہ پوشیدہ نہ رہ سکا اور رفتہ رفتہ شہر میں اس کا چرچا ہو گیا اور عزیز مصر کی بیوی کو دوسری عورتیں طعنے دینے لگیں کہ اونچے درجے کی خاتون ہو کر ایک غلام پر ریجھ گئی۔ پھر اپنے قبضے میں بھی نہ لا سکی۔ عزیز مصر کی بیوی نے طعنہ دینے والی عورتوں کے بارے میں ایک تدبیر سوچی۔ ایک روز انھیں دعوت دی جب وہ دسترخوان پر بیٹھ گئیں اور سب نے کھانے کے لیے چھریاں ہاتھ میں لیں تاکہ گوشت اور

پھل کو کاٹ سکیں تو عین اس وقت حضرت یوسفؑ کو حکم دیا کہ وہ ان عورتیں کے سامنے آئیں۔ حضرت سامنے آئے تو تمام عورتیں حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ اس حیرانی اور بے خودی کے عالم میں انھوں نے غیر شعوری طور پر چیزیں کاٹنے کے بجائے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے ساتھ ہی بے اختیار پکار اٹھیں کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

اب عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم نے مجھے طعنے دیے تھے۔ بے شک میں نے اسے قابو میں لانا چاہا۔ لیکن اس نے عصمت و پاک دامنی کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اب میں صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اسے قید میں ڈلواؤں گی اور بے عزت کروں گی۔

حضرت یوسفؑ اب تک عزیز مصر ہی کے گھر پر رہتے تھے اور اس کی بیوی برابر حضرت کو اپنی طرف ملتفت کرنے کی کوشش میں لگی رہتی تھی۔ حضرت نے اپنے بارے میں عزیز کی بیوی اور بعض دوسری عورتوں کی کوششیں جاری دیکھیں تو خدا سے دست بدعا ہوئے کہ اے اللہ جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں تو مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ بلکہ اس کے بجائے مجھے قید خانے کی زندگی قبول ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی دعا اس طرح مذکور ہے:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(یوسف ع ۴)

اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ ہٹایا اور میری مدد نہ کی تو میں کہیں ان کی طرف نہ جھک جاؤں اور نادانوں میں سے نہ ہو جاؤں۔ پس اس کے رب نے اس کی دعا قبول کی اور اس سے ان کا مکر ہٹا دیا۔ بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

عزیز مصر پر حضرت یوسفؑ کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی لیکن جب یہ واقعہ زبان زد عام ہو گیا تو اسے اپنی عزت کی حفاظت کے لیے یہی مناسب معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈلوا دے اور یہی اس نے کیا۔

حضرت یوسفؑ کی اخلاقی عظمت اور شان تقدس و رہنمائی قید خانے میں بھی سورج کی طرح چمکتی رہی۔ قید خانے کا داروغہ ان کی عقیدت کیش بن گیا۔ تورات کے بیان کے مطابق اس نے قیدیوں کا انتظام و انصرام حضرت کے سپرد کر دیا[1]۔ اتفاق سے حضرت کے ساتھ دو اور نوجوان قید خانے میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک شاہی ساقی تھا اور دوسرا شاہی باورچی خانے کا داروغہ۔ قرآن مجید اور تورات دونوں میں بتایا گیا ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے اپنے اپنے خواب حضرت کو سنائے اور تعبیر پوچھی۔ شاہی ساقی کا خواب[2] یہ تھا کہ وہ شراب بنانے کے لیے انگور نچوڑ رہا ہے اور باورچی خانے کے داروغے کا خواب یہ تھا کہ اس کے سر پر زنبیلوں کا خوان

---

[1] تورات کتاب پیدائش باب ۳۹ آیت ۲۳۔

[2] تورات کتاب پیدائش باب ۴۰ آیت ۱۔

ہے اور پرند اس میں سے کھا رہے ہیں۔

قید خانے میں دعوت و تبلیغ

حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوّت عطا فرمایا تھا۔ دینِ حق کی تبلیغ کا شوق ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا اور یہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا چنانچہ جیل کے ماحول میں بھی آپ فرضِ منصبی کی بجا آوری میں برابر سرگرم رہے۔ برابر قیدیوں کو توحید، نیک عملی اور حق کوشی کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ قرآن مجید نے آپ کے ایک وعظ کا ذکر کیا ہے:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْہَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(یوسف ع ۵)

اے یارانِ مجلس! تم نے اس پر بھی غور کیا کہ جُدا جُدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کا جو یگانہ اور سب پر غالب ہے تم اس کے سوا جن ہستیوں کی بندگی کرتے ہو ان کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ محض چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔ حکومت تو اللہ ہی کے لیے ہے اس کا فرمان یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کرو اور کسی کی نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔ مگر اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔

اس پیغامِ ہدایت کے بعد آپ نے ان دونوں قیدیوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی۔ پہلے کو بشارت دی کہ وہ آزاد ہو کر بادشاہ کے ساقی کی خدمت انجام دے گا اور دوسرے کو بتایا کہ اُسے سولی پر چڑھا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فرعونِ مصر کا خواب

انھیں دنوں شاہِ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دُبلی۔ دُبلی گائیں موٹی گائیوں کو نگل گئیں اور سات خشک بالیں سات سرسبز و شاداب بالوں کو کھا گئیں۔ اس نے درباریوں اور مشیروں سے اس خواب کا ذکر کیا اور تعبیر پوچھی۔ وہ کچھ نہ بتا سکے اور یہ کہہ کر معاملے کو ٹال دینا چاہا کہ یہ خواب تو پریشاں خیال معلوم ہوتے ہیں۔ سچا خواب ہوتا تو اس کی تعبیر بتا دیتے لیکن پریشان خیالات کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اس موقع پر وہ شاہی ساقی بھی موجود تھا جس نے جیل میں حضرت یوسفؑ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس خواب کی تعبیر حضرت یوسفؑ سے پوچھو۔ بادشاہ نے ساقی کو جیل خانے میں حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت نے خواب سن کر نہ محض اس کی تعبیر ہی بتائی بلکہ یہ بھی بتا دیا جو حالات پیش آنے والے ہیں ان میں حفاظت اور بچاؤ کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ فرمایا پہلے سات برس میں فصلیں اچھی ہوں گی اور پیداوار بہت بڑھ جائے گی پھر سات برس خشک سالی کے ہوں گے جن میں پیداوار پر بہت اثر پڑے گا۔ ان حالات میں تدبیر یہ ہے کہ خوش حالی کے سات سال میں صرف ضروریات کے مطابق غلّہ نکال لو باقی بالیں ہی میں رہنے دو اور اسے ذخیرہ کر رکھو تاکہ خراب نہ ہو۔ اس طرح خوش حالی کے ہفت سالہ دُور میں جو غلّہ جمع ہو جائے گا وہ قحط کے سات سال بسر

کام دے گا۔ بادشاہ کے خواب سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سے خوش حالی کے سال مراد تھے اور سات دُبلی گائیوں اور سات سوکھی بالوں سے قحط و خشک حالی کے سات سال مقصود تھے۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

(حضرت یوسفؑ نے کہا) تم کھیتی کرو گے سات برس جم کر سو جو کاٹو اسے چھوڑ دو اس کی بال میں، مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ، پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس سختی کے کھا جائیں گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیج کے لیے، پھر آئے گا ایک سال اس کے بعد اس میں مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

اس نکتے کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ساقی نے بادشاہ کے فرمان کے مطابق خواب کی صرف تعبیر پوچھی تھی، جواب میں حضرت یوسفؑ نے صرف تعبیر ہی نہیں بتائی یہ بھی بتا دیا کہ خشک سالی کی مصیبت سے بچنے کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ یہ پیغمبر کی شان ہے کہ وہ محض بیماری اور اس کی دوا ہی نہیں بتاتا بلکہ علاج کی پوری تفصیل بیان کر دیتا ہے اور حکمت و دانش کے موتی کسی اجر اور بدلے سے بے پروا ہو کر دنیا کے دامن میں ڈالتا جاتا ہے۔

ساقی نے یہ تعبیر بادشاہ کو سنائی تو وہ حضرت یوسف کے علم و دانش اور فہم و فراست کا قائل ہو گیا۔ اس نے آدمی بھیج کر حضرت کو دربار میں طلب کیا۔ حضرت مدت سے قید خانے میں بند تھے لیکن رہائی کا یہ پیغام سُن کر اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہ تھے۔ فوری سمجھا کہ جس الزام میں انھیں قید کیا گیا تھا۔ اس کی چھان بین ہو جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو سکے حقیقتِ حال کیا تھی۔ محض پیغمبر نہیں بلکہ ہر حق پرست انسان کی سب سے بڑی متاع سیرت کی پاکیزگی ہوتی ہے۔ اسی متاع کا دامن ہر دھبّے سے پاک رہنا چاہیئے۔ پھر پیغمبر میں نیکی کے لیے غیرت و حمیت بھی بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے سوچا کہ اگر میں تعبیر خواب کی بنا پر جیل سے رہا ہو گیا تو یہ بادشاہ کا لطف و کرم سمجھا جائے گا اور میرا بے قصور اور عفت مآب ہونا پردۂ خفا میں رہ جائے گا۔ لہٰذا اب وقت ہے کہ معاملے کی اصل صورتِ حال سامنے آ جائے اور حق و صداقت سب پر آشکارا ہو جائے۔

پھر شانِ عفو و درگزر اور اہتمام احتیاط ملاحظہ ہو کہ اپنے متعلق برأت پر یقیناً اصرار کیا لیکن جو کچھ پیش آیا تھا عزیزِ مصر کی بیوی کے باعث پیش آیا تھا، وہی ڈورے ڈالنے کی ذمے دار تھی، اسی نے ترغیب میں ناکام رہنے کے بعد قید کرا دینے کی دھمکی دی تھی اور دھمکی کے مطابق قید خانے میں بھجوا دیا تھا، تاہم حضرت یوسفؑ نے اس کا نام نہ لیا۔ صرف یہ فرمایا کہ دریافت کر لو ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

بادشاہ نے ان عورتوں کو بُلا کر حقیقتِ حال دریافت کی تو سب نے یک زبان ہو کر حضرت یوسفؑ کے متعلق کہا کہ:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (یوسف ع)

حاشا اللہ ہم نے اُس میں بُرائی کی کوئی بات نہیں پائی۔

جب عزیزِ مصر کی بیوی نے دیکھا کہ حقیقتِ حال واضح ہو گئی تو خود بے اختیار گواہی دی کہ اصل غلطی میری تھی۔ یوسف بالکل سچے

اور پاک دامن تھے :

اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

جو حقیقت تھی وہ اب ظاہر ہو گئی۔ ہاں وہ میں ہی تھی جس نے یوسف پر ڈورے ڈالے کہ اپنا دل ہار بیٹھی بلاشبہ وہ بالکل سچا ہے۔

مزید بولی :

ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝ وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(یوسف ع ۷)

یہ میں نے اس لیے کہا کہ اس (یوسف) کو معلوم ہو جائے میں نے اس کے پیٹھ پیچھے اس کے معاملے میں خیانت نہیں کی نیز اس لیے کہ (واضح ہو جائے) اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیروں پر کبھی (کامیابی کی) راہ نہیں کھولتا۔ میں نے اپنے نفس کی پاکی کا دعوٰے نہیں کرتی۔ آدمی کا نفس تو برائی کے لیے بڑا ہی ابھارنے والا ہے مگر ہاں اس حال میں کہ میرا پروردگار رحم کرے، بلاشبہ میرا پروردگار بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔

غرض ان تمام عورتوں کے بیانات سے جب فرعون پر حقیقت حال منکشف ہو گئی تو اس کے دل پر حضرت یوسف کی عزت وجلالت ان کی پاکیزگی اور دیانت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ بولا کہ انھیں جلد میرے پاس لاؤ۔ میں انھیں اپنا مصاحب بناؤں گا۔

چنانچہ حضرت کو کمال عزت و تکریم کے ساتھ قید خانے سے نکال کر شاہی دربار میں لایا گیا۔

بادشاہ نے آپ سے بات چیت کی تو آپ کی عقل و دانش اور حکیمانہ دوراندیشی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بولا :

اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝

(یوسف ع ۷)

بلاشبہ آج کے دن آپ ہماری نگاہوں میں بڑے صاحب اقتدار اور امانت دار ہیں۔

دیکھو، یہ سب سے بڑا اعزاز تھا جو بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ یعنی مشیر خصوصی کا عہدہ جس میں عزت بھی تھی، اقتدار بھی اور ذمہ داری نہ تھی، لیکن حضرت کے سامنے ذاتی اعزاز نہ تھا، صرف مخلوق کی خدمت اور ہدایت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ملک کی پیداوار کا انتظام میرے سپرد کر دیجیے۔ میں اس کام کو بخوبی سمجھتا ہوں اور خدا کے فضل سے اسے احسن طریق پر پورا کر سکتا ہوں :

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝

(یوسف ع ۷)

فرمایا اپنی سلطنت کے خزانوں پر مجھے مختار بنا دیں۔ میں حفاظت کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو مختار کل بنا دیا۔ دیکھیے کس طرح ایک مجبور اور بے بس غلام محض اپنی پاکیزہ سیرت کی بناء پر ایک اجنبی ملک میں بلند ترین منصب پر پہنچ گیا۔

توراۃ میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے :

"یہ بات فرعون اور اس کے سب خادموں کو پسند آئی۔ سو فرعون نے اپنے خادموں سے کہا کہ کیا ہمیں ایسا آدمی جیسا یہ ہے جس میں خدا کی روح ہے مل سکتا ہے؟ اور فرعون نے یوسف سے کہا چونکہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے اس لیے تیری مانند دانش ور اور عقل مند کوئی نہیں۔ سو تو میرے گھر کا مختار ہوگا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پر چلے گی۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر ہوں گا اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ میں تجھے سارے ملکِ مصر کا حاکم بناتا ہوں اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اسے باریک کتان کے لباس میں آراستہ کروا کر سونے کا طوق اس کے گلے میں پہنایا اور اس نے اسے اپنے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اس کے آگے آگے یہ منادی کرا دی کہ گھٹنے ٹیکو اور اس نے اسے سارے ملک مصر کا حاکم بنا دیا اور فرعون نے یوسف سے کہا میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اس سارے ملکِ مصر میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ہلانے نہ پائے گا۔" [۱]

اللہ اللہ! اخلاق و کردار کی بلندی اور سیرت کی افضلیت بھی کیا شے ہے جس نے ایک بدوی اور صحرائی غلام کو مصر کی متمدن قوم کا حاکم بنا دیا۔ دیکھیے حضرت یوسف زیادہ سے زیادہ سترہ برس کے تھے جب اپنے شفیق باپ اور خاندان سے الگ ہوئے۔ انھیں مصیبتوں کی پہلی منزل یہ پیش آئی کہ بھائیوں نے جوشِ حسد میں انھیں کنوئیں کے اندر ڈال دیا، پھر چند سکوں کے عوض اجنبیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس حالت میں وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں انھیں جاننے والا کوئی نہ تھا اور کسی سے لطف و محبت کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ کوئی ساتھی اور مددگار میسر نہ آسکتا تھا لیکن آپ دیکھیں کہ وہی بے بس لڑکا جو باپ کی آغوشِ شفقت سے نکل کر غلام بنا اور ایک اجنبی سرزمین میں پہنچا اپنی سیرت کی پاکیزگی، امانت و دیانت، شرافت اور سلیقہ شعاری اور حسنِ اخلاق کی بدولت عزیزِ مصر کے گھر میں عزت مندی کے قابلِ رشک درجے پر پہنچ گیا۔ پھر اس کے سامنے آزمائش و ابتلا کی وہ کٹھن منزل آئی جس سے بڑی پختہ، پائیدار اور پاکیزہ سیرت کے بغیر سلامت گزرنا مشکل تھا۔ جس گھر میں اُسے غلام نہیں بلکہ بیٹے کی حیثیت مل گئی تھی اُس گھر کی مالکہ نے اسے غیر مناسب ترغیب دی، یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اس کا کہنا نہ مانا جائے گا تو عزت و اکرام اور اطمینان و فارغ البالی کی ہر متاع اس سے چھن جائے گی اور قید میں عمر گزارنی پڑے گی لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ اس نیک خصلت اور فرشتہ سیرت انسان کے اخلاق و کردار کی چٹان یہاں بھی متزلزل نہ ہو سکی اور اس کی پاکدامنی کسی فتنے کا دھبّہ اپنے دامن پر لگانے کے لیے تیار نہ ہوئی —— سیرت کی انتہائی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر عیشِ نفس کی یہ صبر آزما دعوت کیونکر ٹھکرائی جا سکتی تھی۔

پھر مرکزِ مصر کی فتنہ گر عورتوں کا ایک مجمع حضرت یوسف کی عصمت و پاکیزگی پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑھا لیکن ان کی سیرت یہاں بھی

---

[۱] کتاب پیدائش باب ۴۱، آیت ۳۸ تا ۴۵۔

تمام فتنہ گروں کو شکست دینے میں کامیاب ہوئی۔ یہاں تک کہ سب کو بے اختیار کہنا پڑا یہ شخص انسان نہیں بلکہ بڑے اونچے مرتبے والا فرشتہ ہے۔ انسانیت کی عظمت کا یہ انتہائی مقام ہے جو حضرت یوسفؑ کی فضیلت سیرت نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

آخر عزیز کی بیوی اور دوسری فتنہ گر خواتین کے معاملے نے حضرت یوسفؑ کو قید و بند کے ماحول میں پہنچا دیا۔ وہ غریب الوطنی میں عزت و راحت کی بہاریں لوٹنے لگے تھے، وہ سب ایک دم چھن گئیں اور قید کی مصیبت خیزیاں پوری شدت سے ان کے گرد جمع ہوگئیں تاہم وہ جس طرح کنوئیں کی تہ میں یا غلامی کی بے چارگی میں انتہائی صابر و شاکر رہے تھے اور ان کے عزم و استقلال میں سرِ مو فرق نہ آیا تھا اسی طرح اس نئی اُفتاد میں بھی بدستور صبر و شکر اور عزم و ہمت کی آہنی چٹان بنے رہے۔ وہ کسی ایسی بات پر آمادہ نہ ہوئے جو ان کی سیرت کو داغدار بنا سکتی ہو۔ خدا کی رحمت اور اس کی مدد پر انھیں ہمیشہ اعتماد رہا اور وہ جانتے تھے کہ سیرت کی پاکیزگی ہی ان تمام مصیبتوں سے نجات کا راستہ پیدا کرے گی۔ پھر دیکھئے کہ اس قید میں بھی انھوں نے اپنا اصل پیغام نہ چھوڑا اور وہاں کی تاریکی میں بھی رشد و ہدایت کے چراغ روشن کر دئے۔ اپنے ساتھی قیدیوں کو دعوتِ حق دی اور مصیبت کی زندگی میں بھی اپنے لیے عزت و اکرام کی جگہ پیدا کر لی۔

آخر سیرت کی پاکیزگی ہی ان کے لیے فتح و کامرانی کی کلید بنی۔ قید سے نکال کر بصد عزت و احترام بادشاہ کے دربار میں لائے گئے تو اپنے حسن سیرت، فہم و دانش، نیکی، راست بازی، امانت داری اور استقامت کی برکت سے تمام ملکی اختیار و اقتدار کے مالک بنا دئے گئے۔

حضرت یوسفؑ کی تدبیر

حضرت یوسف نے مصر کا مختارِ کل ہونے کے بعد آنے والی قحط سالی کے متعلق وہ تمام تدبیریں اختیار کرنی شروع کر دیں جو رعایا کو فاقہ کشی اور پریشان حالی سے بچانے کے لیے مفید ثابت ہو سکتی تھی اور جن کا ذکر وہ تعبیرِ خواب کے سلسلے میں خود فرما چکے تھے۔

قرآن مجید کے ایجاز و بلاغت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ ساقیٔ شاہ نے خواب کی تعبیر پوچھی تو حضرت یوسفؑ کی زبان پر تین مختصر سی آیتیں جاری ہوئیں۔ یہ تین آیتیں خواب کی صحیح تعبیر بھی تھیں اور ان میں خوش حالی و خشک سالی کے دوروں کے لیے مناسب تدبیریں بھی بتائی گئی تھیں۔ پھر جب حضرت یوسفؑ انتظام کے کفیل بن گئے تو یہی آیتیں ان کے عہدِ مختاری کے نقشۂ عمل کی بھی صحیح آئینہ دار بن گئیں اور اس دور کی کوئی تفصیل بتانے کی ضرورت نہ رہی۔ اس لیے کہ وہ تحصیل حاصل ہوتی۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے جو تدبیر بتائی تھی اس کو بطریق احسن لباسِ عمل پہنایا۔ اس تدبیر پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرائی کے لیے جس دیانت، توجہ، نگرانی اور حق شناسی کی ضرورت تھی وہ حضرت یوسفؑ کے سوا کسی میں موجود نہ تھی لہٰذا ان کا عہدِ مختاری ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ نہ صرف اہل مصر بلکہ آس پاس کے ضرورت مند ملکوں کو بھی برابر غلّہ ملتا رہا۔

توراۃ میں اس امر کی تفصیل یوں بتائی گئی ہے:

"اور یوسف تیس برس کا تھا جب وہ مصر کے بادشاہ فرعون کے سامنے گیا اور اس نے فرعون کے پاس سے رخصت ہو کر سارے ملک کا دورہ کیا اور ارزانی کے سات برسوں میں افراط سے

فصل ہوئی اور لگاتار ساتوں برس ہر قسم کی خورش جو ملک مصر میں پیدا ہوتی تھی جمع کر کے شہروں میں اس کا ذخیرہ کرتا گیا ہر شہر کی چاروں اطراف کی خورش وہ اس شہر میں رکھتا گیا اور یوسف نے غلّہ سمندر کی ریت کی مانند نہایت کثرت سے ذخیرہ کیا یہاں تک کہ حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا کیونکہ وہ بے حساب تھا۔ . . . . .

اور ارزانی کے وہ سات برس جو ملک مصر میں ہوئے تمام ہو گئے اور یوسف کے کہنے کے مطابق کال کے سات برس شروع ہوئے اور اور سب ملکوں میں تو کال تھا پر ملک مصر میں ہر جگہ خورش موجود تھی اور جب ملک مصر میں لوگ بھوکے مرنے لگے تو روٹی کے لیے فرعون کے آگے چلّائے۔ فرعون نے مصریوں سے کہا کہ یوسف کے پاس جاؤ جو کچھ وہ تم سے کہے سو کرو اور تمام روئے زمین پر کال تھا اور یوسف اناج کے کھیتوں کو کھلوا کر مصریوں کے ہاتھ بیچنے لگا اور ملک مصر میں سخت کال ہو گیا اور سب ملکوں کے لوگ اناج مول لینے کے لیے یوسف کے پاس مصر میں آنے لگے کیونکہ ساری زمین پر سخت کال پڑا تھا۔

اور یعقوبؑ کو معلوم ہوا کہ مصر میں غلہ ہے تب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو، دیکھو میں نے سنا ہے کہ مصر میں غلّہ ہے۔ تم وہاں جاؤ اور وہاں سے ہمارے لیے اناج مول لے آؤ۔ تاکہ ہم زندہ رہیں اور ہلاک نہ ہوں[1]"

قحط سالی اور بھائیوں سے ملاقات

غرض جب مصر اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں قحط پڑا تو کنعان کا علاقہ بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔ حضرت یعقوبؑ اور ان کا خاندان وہیں رہتا تھا۔ حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ مصر میں غلّے کی فراوانی کا اعلان ہو چکا ہے۔ لہٰذا تم وہاں سے جا کر غلّہ لے آؤ۔ باپ کی ہدایت کے مطابق حضرت یوسفؑ کے بھائی ایک قافلے کے ساتھ غلہ لینے کے لیے مصر روانہ ہوئے۔

مصر پہنچنے پر جب یہ لوگ دربار یوسفی میں پیش ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا البتہ وہ حضرت کو نہ پہچان سکے اور پہچانتے بھی کیسے؟ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ جس بھائی کو وہ کسی مصری گھرانے کا معمولی اور گمنام غلام بنا چکے تھے وہ آج مصر کے تاج و تخت کا مالک و مختار کل ہے اور غلّے کے لیے آج انھیں کے سامنے عرضِ حال کرنا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝ (یوسف ۵۸)	اور یوسفؑ کے بھائی آئے۔ وہ جب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً انھیں پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

حضرت یوسفؑ نے ان سے اپنے والد، حقیقی بھائی اور گھر کے حالات خوب کرید کرید کر پوچھے اور جب سب کچھ معلوم ہو گیا تو

---

[1] کتاب پیدائش باب ۴۱ آیت ۴۶-۴۹، ۵۳ تا ۵۷۔ باب ۴۲ آیت ۱ تا ۲۔

انھیں غلّہ دینے کے بعد کہا کہ قحط اس قدر سخت ہے تمھیں دوبارہ غلہ لینے کے لیے آنا پڑے گا۔ دوبارہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ضرور ساتھ لانا ورنہ تمھیں غلّہ نہ مل سکے گا:

وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝

(یوسف ع)

اور جب (یوسف نے) ان کا سامان مہیا کر دیا تو کہا اب تم آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی بن یمین کو بھی ساتھ لانا تم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ میں تمھیں (غلہ) پوری تول دیتا ہوں اور باہر سے آنے والے کے لیے بہتر مہمان نواز ہوں لیکن اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو یاد رکھو نہ تمھارے لیے میرے پاس خرید و فروخت ہوگی اور نہ تم میرے نزدیک جگہ پاؤ گے۔

بھائیوں نے وعدہ کیا ہم باپ کو بن یمین کے بھیجنے پر آمادہ کریں گے۔ پھر جب وہ روانہ ہونے لگے تو یوسف نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ خاموشی سے ان کے سامان میں وہ پونجی رکھ دی جائے جو انھوں نے غلّہ کی قیمت کے طور پر دی تھی، مقصد یہ تھا کہ جب وہ گھر پہنچ کر غلّے میں پونجی دیکھیں گے تو ضرور دوبارہ واپس آئیں گے۔

کنعان پہنچ کر انھوں نے ساری سرگذشت اپنے باپ یعقوب ع کو سنائی اور کہا کہ ہمیں دوبارہ غلّہ صرف اسی صورت میں مل سکے گا کہ بن یمین کو بھی ساتھ لے جائیں لہٰذا اسے بھی ہمارے ساتھ بھیجیں ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب ع نے فرمایا کہ کیا میں تم پر اسی طرح بھروسہ کروں جس طرح اس کے بھائی یوسف ع کے بارہ میں کر چکا ہوں؟ بہترین حفاظت تو اللہ ہی کی ہے۔ فرمایا:

هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ (یوسف ع)

کیا میں تم پر اس کے بارے میں ایسا ہی اعتماد کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کر چکا ہوں۔ سو اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

جب انھوں نے اپنا سامان کھولا تو غلّے میں پونجی کو دیکھ کر حیران ہوئے اور باپ سے کہا دیکھیے حاکم نے تو ہم سے غلے کی قیمت بھی نہیں لی۔ اس نے تو ہم پر بہت مہربانی کی ہے اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو مزید غلہ لینے دوبارہ جائیں، کیونکہ یہ غلّہ زیادہ عرصے تک کام نہ دے سکے گا۔ آپ بن یمین کو بھی ضرور ساتھ بھیجیں حضرت یعقوب ع نے فرمایا کہ تم اس کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ داری لو اور مجھ سے اس بات کا عہد کرو کہ اس کی پوری نگہبانی کرو گے بیٹوں نے متفق ہو کر پختہ عہد کیا اور ہر طرح اطمینان دلایا تو حضرت یعقوب ع نے بن یمین کو ان کے ساتھ کر دیا۔ روانگی کے وقت حضرت یعقوب ع نے انھیں ضروری نصیحتیں کیں۔

بھائیوں کی دوبارہ آمد

غرض برادران یوسف مصر پہنچے تو حضرت یوسف ع نے انھیں شاہی مہمان خانے میں اتارنے کا حکم دیا اور ان کی پر تکلف دعوت کی۔ اس وقت تک بھی بھائی حضرت یوسف ع کو پہچان نہ سکے تھے۔

حضرت نے بن یمین کو اپنا پورا حال بتا دیا کہ میں تمھارا حقیقی بھائی یوسف ہوں نیز تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں:

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوسُفَ اٰوٰی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ (یوسف ع)

اور جب یہ سب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی بن یمین کو اپنے پاس بٹھالیا اور کہا میں تیرا بھائی (یوسفؑ) ہوں پس جو بدسلوکی یہ تیرے ساتھ کرتے آئے ہیں تو اس پر غمگین نہ ہو۔

بن یمین یوسفؑ کے قبضے میں

چند روز کے قیام کے بعد جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو یوسفؑ نے حکم دیا کہ ان کے اونٹوں پر اتنا غلہ لاد دیا جائے جتنا وہ اٹھا سکیں۔ لیکن یہ خواہش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو بن یمین کو اپنے پاس روک لیں۔ اتفاق سے اس کی بھی معقول صورت پیدا ہو گئی یعنی چاندی کا ایک پیالہ بن یمین کی خورجی میں رکھا گیا۔ ابھی یہ قافلہ تھوڑی دور گیا تھا کہ شاہی ملازموں کو پیالے کی گمشدگی کا پتہ چلا تو انھوں نے سوچا کہ شاہی محل میں کنعانیوں کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔ ملازم قافلے کے پیچھے بھاگے اور اُسے جا لیا ان کے دریافت کرنے پر برادران یوسفؑ نے کہا کہ ہمیں پیالے کا کچھ علم نہیں اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے چرایا ہے۔ شاہی کارندوں نے کہا کہ ہم تمھاری تلاشی لیتے ہیں اگر تم میں سے کسی کے پیالہ نکل آیا تو تم خود ہی بتاؤ اس کی کیا سزا ہوگی؟ بولے وہ شخص تمھارے حوالے کردیا جائے گا تاکہ وہ اپنے جرم کی سزا بھگتے کیونکہ ہمارے ملک میں یہی دستور ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ ۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ۔ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ۔ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (یوسف ع ۹)

پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلے والو تم تو البتہ چور ہو، وہ کہنے لگے اُن کی طرف منہ کرکے تمھاری کیا چیز گم ہو گئی وہ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اس کو لائے اس کو ملے ایک اونٹ کا بوجھ (غلّہ) اور میں ہوں اس کا ضامن۔ وہ بولے خدا کی قسم تمھیں معلوم ہے کہ ہم شرارت کرنے نہیں آئے۔ ملکِ مصر میں اور نہ ہم کبھی چور تھے۔ وہ بولے پھر کیا سزا ہے اس کی کہ اگر تم نکلے جھوٹے۔ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے ہاتھ آئے وہی اس کے بدلے میں جائے ہم یہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو۔

تلاشی لینے پر بن یمین کی خورجی میں سے پیالہ نکل آیا حضرت یوسفؑ یہ معاملہ دیکھ کر دل میں بہت خوش ہوئے۔ بن یمین کو تو حضرت یوسف کے متعلق معلوم ہو ہی چکا تھا اس لیے وہ اس واقع کو اپنی مرضی کے مطابق پاکر خاموش رہا لیکن دوسرے بھائیوں کو موقعہ ہاتھ آگیا۔ حاسد تو تھے ہی فوراً بول اٹھے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں پہلے اس کا بڑا بھائی (یوسف) بھی چوری کرچکا ہے۔

بھائیوں کے صریح جھوٹ کے باوجود حضرت یوسفؑ نے ضبط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس لیے کہ راز فاش ہونے کا اندیشہ تھا اور افشا کا ابھی وقت نہ آیا تھا۔

جب بن یمین کو روک لیا گیا تو بھائیوں کو فکر پیدا ہوئی کہ وہ باپ کو کیا جواب دیں گے اس لیے کہ وہ بن یمین کی حفاظت اور بخیروعافیت اپنے ساتھ واپسی کا وعدہ کرکے لائے تھے۔ چنانچہ وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس صورت سے بن یمین کو حاصل کیا

جائے گی سوائے التجا اور خوشامد کے انھیں کوئی اور صورت نظر نہ آئی چنانچہ حضرت یوسف کے سامنے فریاد کرنے لگے کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اس کے دل پر ایک بیٹے کی گم شدگی کا داغ پہلے سے ہے۔ دوسرا داغ تو اس سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ ہم پر رحم کیجئے اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو سزا کے لیے روک لیجئے۔ حضرت یوسفؑ نے جواب دیا بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ چوری کا ملزم کوئی ہو اور سزا کسی اور کو دی جائے۔

سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ بن یمین کی بحفاظت واپسی کے متعلق باپ ہم سے پختہ عہد لے چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس سے پیشتر یوسف کے معاملہ میں ہم سے بڑی تقصیر سرزد ہو چکی ہے۔ اب میں مصر سے اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک باپ کی طرف سے اجازت نہ آجائے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی دوسرا فیصلہ کر دے، البتہ تم جاؤ اور والد ماجد سے عرض کرو کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی۔ جو بات ہمارے علم میں آئی وہ ہم نے ٹھیک ٹھیک کہہ دی۔ غیب کا ہمیں علم نہیں یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ واقعی بن یمین سے چوری ہوئی یا اس معاملے میں کوئی دوسرا ایچ آپڑا۔ اباجان! آپ ہماری راست بیانی کی تصدیق اس بستی کے لوگوں سے فرما سکتے ہیں جہاں تلاشی کا واقعہ پیش آیا۔ اس قافلے کے لوگوں سے پوچھ سکتے ہو جس کے ساتھ ہم آرہے تھے۔ ہم بالکل سچے ہیں۔

حضرت یعقوب نے یہ سب کچھ سن کر پھر وہی کلمہ دہرایا جو حضرت یوسفؑ کی گم شدگی کے سلسلہ میں بیٹوں کا جھوٹا بیان سن کر فرمایا تھا یعنی بن یمین کا چوری کرنا تو ایک ایسی بات ہے جو تمھارے جی نے تمھیں سجھا دی ہے۔ میرے لیے صبر جمیل کے سوا چارہ نہیں۔ اللہ کے فضل سے کچھ بعید نہیں کہ یوسف، بن یمین اور دوسرے بیٹے سب میرے پاس ایک دن جمع ہو جائیں۔

بن یمین کی مفارقت نے حضرت یوسفؑ کی مفارقت کا داغ از سرِ نو تازہ کر دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ آہ! یوسف کا دردِ فراق اور شدتِ غم سے روتے روتے آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ بیٹوں نے عرض کیا کہ اباجان! اس طرح یوسف کی یاد میں گھل گھل کر آپ ہلاک ہو جائیں گے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا: میں اپنا رنج و غم اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتا ہوں اور مجھے بارگاہِ خداوندی سے اس بات کا علم ہے جس کا تمھیں علم نہیں۔

پھر انھوں نے بیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر مصر جاؤ، یوسفؑ اور بن یمین کی تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہو:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (یوسف)

اے میرے بیٹو (مصر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک خدا کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

برادرانِ یوسف کی سہ بارہ آمد

چنانچہ برادرانِ یوسف تیسری بار مصر پہنچے اور دربارِ شاہی میں حاضر ہو کر فریاد کی کہ اے بادشاہ! ہمیں قحط نے سخت پریشانی میں ڈال دیا ہے اور اس مرتبہ ہم پونجی بھی بہت تھوڑی لائے ہیں۔ آپ از راہِ کرم ہم پر احسان فرمائیں اور ہماری ضرورت پوری کریں۔

حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کی زبان سے یہ درد انگیز فریاد سنی تو ضبط نہ ہو سکا اور فرمایا:

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ○ (یوسف ع۱۰)

کیوں جی! تم جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ یہ معاملہ کیا جب کہ تم جہالت میں مبتلا تھے۔

بھائیوں نے یہ الفاظ سُنے تو چونکے اور ان کے لب ولہجہ اور شکل وصورت پر غور کرنے لگے۔ اب انھیں خیال ہوا کہ یہ عزیزِ مصر جس کے پاس وہ متعدد بار آتے رہے ہیں شاید ان کا بھائی یوسف ہے۔ بالآخر پکار اٹھے کیا آپ واقعی یوسفؑ ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (یوسف ع۱۰)

ہاں میں یوسف ہوں اور یہ (بن یمین) میرا ماں جایا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور جو شخص بھی برائیوں سے بچے اور ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

برادرانِ یوسف کے سر شرم وندامت سے جھک گئے۔ ان کے پاس ندامت، خفت اور اعترافِ جرم وخطا کے سوا کیا تھا؟ اپنی تمام کارگزاریوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ آج ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ جس بھائی کو وہ کنعان کے کنوئیں میں پھینک چکے تھے۔ وہ آج ملک مصر کا مختار ہے۔ وہ بولے:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ○ (یوسف ع۱۰)

بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری اور بلندی بخشی اور بلاشبہ ہم سرتاسر قصوروار تھے۔

سوتیلے بھائیوں کی خستہ حالی اور پشیمانی کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ کا دل بھر آیا۔ آپ نے ان سے عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔ "آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھارا قصور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت یوسفؑ نے ان سے کہا کہ اب تم سب کنعان واپس جاؤ، میرا پیراہن بھی لیتے جاؤ اسے والد کی آنکھوں پر ڈال دینا۔ اللہ نے چاہا تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ پھر پورے خاندان کو میرے پاس مصر لے آؤ۔

برادرانِ یوسفؑ کے لیے حضرت یوسفؑ کا یہ حکم ایک بہت بڑی سعادت تھی ایک وقت وہ تھا جب وہ یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینک کر ان کا خون آلود پیراہن حضرت یعقوب کے پاس لے گئے تھے اور جھوٹی اور فریب کارانہ باتیں بیان کر کے انھیں صدمہ پہنچایا تھا آج قدرت نے پھر پیراہن یوسف ہی کو ان کے زخم کا مرہم بنایا تاکہ ان کا غم خوشی اور مسرت سے بدل جائے۔ اِدھر برادرانِ یوسف پیراہن لے کر کنعان کو روانہ ہوئے اُدھر خدا کے برگزیدہ پیغمبر یعقوبؑ کو وحی الٰہی نے شمیم یوسف سے مہکا دیا۔ آپ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ بڑھاپے کی وجہ سے میری عقل میں فرق آگیا ہے بلکہ یقین جانو کہ مجھے یوسفؑ کی مہک آ رہی ہے۔ خاندان کے لوگ کہنے لگے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد جبکہ یوسف کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا تم ابھی تک اس کے غم میں مبتلا ہو اور ہر وقت اسی کو یاد کرتے رہتے ہو۔

غرض برادرانِ یوسف گھر پہنچے اور والد ماجد کو خوشخبری سنائی تو آپ نے فرمایا دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی جانب سے اس بات کا علم ہوا ہے جسے تم نہیں جانتے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف ع)

پھر جب خوش خبری دینے والا پہنچا تو اس نے یوسفؑ کا پیراہن یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دیا پس اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ یعقوبؑ نے کہا کیا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اس وقت برادرانِ یوسف کی نگاہوں کے سامنے گناہوں اور خطاؤں کا نقشہ پھرنے لگا وہ شرم و ندامت میں غرق سر جھکائے کھڑے تھے۔ بولے "اے باپ! آپ اللہ کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا فرمایئے کیونکہ ہماری خطا اور قصور اب ظاہر ہوچکے ہیں اور ہم اپنے کیے پر سخت نادم ہیں۔"

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا "عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

خاندانِ یعقوبؑ مصر میں

برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کا پیغام سناتے ہوئے والد کو تمام خاندان سمیت مصر چلنے کو کہا چنانچہ حضرت یعقوبؑ اپنے سب خاندان کو لے کر مصر روانہ ہوگئے۔

توراۃ میں مذکور ہے:

اور فرعون کے محل میں اس بات کا ذکر ہوا کہ یوسفؑ کے بھائی آئے ہیں اور اس سے فرعون اور اس کے نوکر چاکر بہت خوش ہوئے اور فرعون نے یوسفؑ سے کہا کہ اپنے بھائیوں سے کہہ تم یہ کام کرو کہ اپنے جانوروں کو لاد کر ملک کنعان کو چلے جاؤ اور اپنے باپ کو اور اپنے گھرانے کو لے کر میرے پاس آجاؤ اور جو کچھ ملک مصر میں اچھے سے اچھا ہے وہ میں تم کو دوں گا اور تم اس ملک کی عمدہ عمدہ چیزیں کھانا۔ تجھے حکم مل گیا ہے کہ ان سے کہے تم یہ کرو کہ اپنے بال بچوں اور اپنی بیویوں کے لیے ملک مصر سے اپنے ساتھ گاڑیاں لے جاؤ اور اپنے کنبے کو بھی ساتھ لے کر چلے آؤ اور اپنے اسباب کا کچھ افسوس نہ کرنا کیونکہ ملک مصر کی سب اچھی چیزیں تمہارے لیے ہیں اور اسرائیل کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا اور یوسف نے فرعون کے حکم کے مطابق ان کو گاڑیاں دیں اور زادِ راہ بھی دیا......

اور مصر سے روانہ ہوئے اور ملک کنعان میں اپنے باپ یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا یوسفؑ اب تک جیتا ہے اور وہی سارے ملک مصر کا حاکم ہے اور یعقوبؑ کا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ اس نے ان کا یقین نہ کیا۔ تب انھوں نے وہ سب باتیں جو یوسف نے ان سے کہی تھیں بتائیں اور جب ان کے باپ نے وہ گاڑیاں دیکھ لیں جو یوسفؑ نے ان کے لانے کو بھیجی تھیں تب اس کی جان میں جان آئی اور اسرائیل کہنے لگا۔ یہ بس ہے کہ میرا بیٹا یوسف اب تک جیتا ہے میں اپنے مرنے

سے پیشتر جا کر اسے دیکھ تو لوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ اپنے چوپایوں اور سارے مال و اسباب کو
جو انھوں نے ملکِ کنعان میں جمع کیا تھا لے کر مصر میں آئے اور یعقوبؑ کے ساتھ اس کی ساری اولاد
تھی وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور پوتوں اور پوتیوں غرض اپنی کل نسل کو اپنے ساتھ مصر میں لے آیا
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سو یعقوبؑ کے گھرانے کے جو لوگ مصر میں آئے وہ سب مل کر ستر ہوئے[1]

جب کنعانی قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو اطلاع ملنے پر حضرت یوسفؑ استقبال کے لیے باہر آئے حضرت یعقوبؑ نے مدتِ دراز کے بچھڑے ہوئے لختِ جگر کو دیکھتے ہی سینے سے چمٹا لیا اس وقت رقت آمیز ملاقات کے بعد حضرت یوسفؑ انھیں بہت عزت اور احترام کے ساتھ شہر میں لے کر آئے۔ خاندان کے تمام افراد کو شاہی گاڑیوں میں بٹھایا گیا تھا پھر انھیں شاہی محل میں اتارا گیا۔ ذاتی بات چیت سے فراغت پانے کے بعد حضرت یوسفؑ نے شاہی دربار منعقد کیا۔ تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ حضرت یوسف نے والدین کو اپنے ساتھ شاہی تخت پر بٹھایا اور خاندان کے دوسرے تمام افراد کو حسبِ مراتب دربار میں جگہ دی۔ تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت کے سامنے تعظیم کے لیے جھک گئے۔ ان کے ساتھ خاندانِ یوسفؑ کے تمام افراد نے بھی یہی کیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو اپنا بچپن کا خواب یاد آ گیا اور باپ سے مخاطب ہو کر کہا:

يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (یوسف ع ۱۱)	اے باپ یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا، میرے پروردگار نے اسے سچا ثابت کر دیا، یہ اسی کا احسان ہے کہ مجھے قید سے رہائی دی، تم سب کو صحرا سے نکال کر میرے پاس پہنچا دیا اور یہ سب کچھ اس کے بعد ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اختلاف ڈال دیا تھا۔ بلاشبہ میرا پروردگار اُن باتوں کے لیے جو وہ کرنی چاہے بہتر تدبیر کرنے والا ہے، وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

یہ تمام واقعات کچھ ایسی عجیب و غریب ترتیب سے پیش آئے اور ان میں اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازیوں اور حکمتوں کے ایسے بے نظیر مظاہرے پائے گئے کہ جب حضرت یوسف نے ان واقعات کے آغاز اور انجام پر غور کیا تو بے اختیار ہو گئے اور بارگاہ تعالیٰ میں شکر و دعا کا یوں اظہار فرمایا:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اے پروردگار تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی اور باتوں کا مطلب اور نتیجہ نکالنا سکھایا۔ اے آسمان اور زمین کے بنانے والے تو ہی میرا

---

[1] کتاب پیدائش، ب ۴۵ آیت ۱۹-۲۱، ۲۵-۲۸ باب ۴۶ آیت ۶-۷، ۲۷۔

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ (یوسف ع)

کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ تو مجھے کیجو کہ دنیا سے جاؤں تو تیری فرمانبرداری کی حالت میں جاؤں اور ان لوگوں میں داخل ہو جاؤں جو تیرے نیک بندے ہیں۔

توراۃ میں مذکور ہے فرعون نے حضرت یوسف ؑ سے اصرار کیا تھا کہ اپنے خاندان کو مصر ہی میں آباد کر دیں انھیں بہت عمدہ زمینیں دوں گا ہر طرح اُن کی عزت کروں گا اور انھیں ہر قسم کی آسائش مہیا کی جائے گی اس لیے اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف ؑ کا تمام خاندان مصر ہی میں آباد ہو گیا۔

حضرت یوسف ؑ نے اپنے والد بزرگوار اور خاندان کے دوسرے لوگوں سے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب اُن سے زمین اور مقام کے انتخاب کے متعلق پوچھا جائے تو یہ کہا جائے کہ ہم قبائلی زندگی کے عادی اور مویشی چرانے کا شوق رکھتے ہیں۔ اس بناء پر ہم عام شہری زندگی سے علیحدہ رہنا پسند کرتے ہیں۔ حضرت یوسف ؑ کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح بنی اسرائیل مصریوں سے الگ ایک حصۂ زمین پر آباد ہو جائیں گے تو وہ مصری بت پرستی، بداخلاقی، بے ہودہ رسم و رواج اور شہری عادات و خصائل سے محفوظ رہ کر اپنی مذہبی، بدویانہ اور شجاعانہ زندگی پر قائم رہیں گے۔

غرض فرعون نے خاندانِ یوسف ؑ کو ان کے حسبِ پسند سرزمین مصر کا ایک حصّہ بطور جاگیر بخش دیا اس طرح بنی اسرائیل سرزمین مصر میں آباد ہو گئے۔

وفات

حضرت یوسف ؑ نے زندگی کا ایک بڑا حصّہ مصر ہی میں گزارا اور ایک سَو دس برس کی عمر میں یہیں وفات پائی۔ توراۃ کا بیان ہے، حضرت یوسف ؑ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے مصر کی سرزمین میں دفن نہ کیا جائے بلکہ جب بنی اسرائیل دوبارہ اپنی آبائی سرزمین یعنی فلسطین میں واپس ہوں تو میری ہڈیاں وہاں لے جا کر سپرد خاک کی جائیں۔ چنانچہ وفات کے بعد ان کی نعش کو ایک تابوت میں محفوظ رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ حضرت موسےٰ ؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ تابوت بھی ساتھ لیتے گئے اور عام روایت کے مطابق حضرت کی میت کو الجلیل میں دفن کیا گیا جو فلسطین کا مشہور مقام ہے اور اس کا دوسرا نام جرون ہے۔ عام عقیدے کے مطابق حضرت ابراہیم ؑ، حضرت اسحاق ؑ اور حضرت یعقوب ؑ کی قبریں بھی وہیں ہیں۔

توراۃ میں ہے:

اور یوسف ؑ اور اس کے باپ کے لوگ مصر میں رہے اور یوسف ایک سَو دس برس تک جیتا رہا اور یوسف ؑ نے افرائیم کی اولاد کی تیسری پشت تک دیکھی اور منسی کے بیٹے مکیر کی اولاد کو بھی یوسف ؑ نے اپنے گھٹنوں پر کھلایا اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس ملک سے نکال کر اس ملک میں پہنچائے گا جس کے دینے کی قسم اُس نے ابراہام اور اضحاق ؑ اور یعقوب ؑ سے کھائی تھی اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد

کرے گا۔ سو تم ضرور ہی میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا اور یوسفؑ نے ایک سو دس برس کا ہو کر وفات پائی اور انھوں نے اس کی لاش میں خوشبو بھری اور اسے مصر ہی میں تابوت میں رکھا۔[1]

اور موسےٰؑ یوسفؑ کی ہڈیوں کو ساتھ لیتا گیا کیونکہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر کہ خدا ضرور تمھاری خبر لے گا اس بات کی سخت قسم لے لی تھی کہ تم یہاں سے میری ہڈیوں کو اپنے ساتھ لیتے جانا۔[2]

حضرت یوسفؑ کی دعائیں

قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی جو دعائیں مذکور ہیں وہ درج کی جاتی ہیں:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف ع ۱۱)

اے پروردگار بلاشبہ تو نے مجھے حکومت بخشی اور باتوں کے فیصلے کی سوجھ بوجھ عطا فرمائی۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے۔ تو مجھے اپنی اطاعت پر موت دے اور نیک لوگوں کے گروہ میں شامل کر۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (یوسف ع ۳)

اے میرے رب جس (واہیات کام) کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

---

[1] کتاب پیدائش باب ۵۰۔ آیات ۲۲-۲۶۔

[2] کتاب خروج باب ۱۳ آیت ۱۹۔

حضرت شعیب علیہ السلام

قوم مدین مدین گزریں شمالی عرب کے شمال میں ایک قوم آباد تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدینؑ[1] کی نسل سے تھی۔ مدین کی سرزمین فلسطین کے جنوب مغرب اور جزیرہ نمائے سینا کے مشرق میں اس شاہراہ پر واقع تھی جہاں سے شام، عرب اور مصر وغیرہ کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ علاقہ نہایت سرسبز وشاداب تھا، غلے کی بہتات اور باغات کی کثرت تھی، باشندے بہت خوش حال اور دولت مند تھے۔ بائبل کے مطابق یہ لوگ زیادہ تر ریوڑ چراتے تھے اور جزیرہ نمائے سینا ان کے لیے بہترین چراگاہ تھا۔ علاوہ ازیں تجارت بھی ان کا عام پیشہ تھا اور تجارت میں لوٹ کھسوٹ ان کا شیوہ۔ ہر شخص ہر جائز ناجائز طریقے سے دولت جمع کرنے کی فکر میں رہتا۔ چنانچہ سب سے بڑی بیماری جو تاجر پیشہ طبقے میں عام تھی وہ تھی تجارتی بددیانتی یعنی کم دینا اور زیادہ لینا۔ اس تجارتی بددیانتی نے انھیں زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں بھی بداخلاق بنا دیا تھا۔ چوری اور ڈاکہ زنی بھی عام تھی۔ غرض یہ قوم ہر قسم کے فسق وفجور اور برائیوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔

دولت وثروت نے انھیں متکبر اور خدا سے باغی بنا دیا تھا۔ بُت پرستی اور مشرکانہ عقائد ورسومات ان کا مذہب تھا۔ خدائے واحد کا تصور اور اس کا خوف دلوں سے مٹ چکا تھا۔ ہر شخص بے کھٹکے جو چاہتا کرتا۔

بعثتِ شعیب اور اشاعتِ اسلام اللہ تعالیٰ نے مدین والوں کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًاؕ (اعراف ع ۱۱) اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

حضرت شعیبؑ کو تقریر کرنے میں کمال حاصل تھا۔ فصاحت وبلاغت اور شیریں کلامی آپ کی خاص صفت تھی۔ آپ نے قوم کو دعوتِ حق دیتے ہوئے سب سے پہلے ان کی توجہ ان کی تجارتی بدعملیوں کی طرف بلائی اس لیے کہ آپ تول میں کمی کو اس قوم میں ایک قابلِ فخر ہنر سمجھا جاتا تھا۔ تجارت پیشہ قوموں اور گروہوں میں یہ برائی عموماً رونما ہوتی ہے لیکن اس کے اثراتِ بد کا اندازہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ دنیا کی بہت خوفناک برائیوں میں سے ہے مثلاً

۱۔ اس برائی کے پیدا ہوتے ہی دل حق وانصاف سے خالی ہو جاتے ہیں اور صرف روپیہ انسانوں کا نصب العین بن جاتا ہے۔

---

[1] جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت ابراہیمؑ کا یہ بیٹا ان کی تیسری بیوی قطورہ سے تھا۔

۲۔ یہ برائی ابتدا میں ایک خاصے وسیع گروہ میں پیدا ہوتی ہے لیکن بڑے تاجر آہستہ آہستہ چھوٹے بیوپاریوں کو ختم کرتے جاتے ہیں۔ انجام کار تاجروں کے درمیان اسی طرح کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے جس طرح خود غرض گروہوں کے درمیان اقتدار و اختیارِ حکومت کے لیے عموماً دیکھی جاتی ہے۔

۳۔ اسی بیماری سے احتکار اور اکتناز کی بلا نکلتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چند دولت مند تاجر عوام کی بنیادی ضرورتوں کی اجناس اپنے قبضے میں لے لیں اور من مانی قیمتیں وصول کریں۔

۴۔ یہ برائی صرف ایک قوم ہی کے لیئے نہیں بلکہ اس سے معاملہ کرنے والی ہر قوم کے لیے تباہی کا باعث ہوتی ہے۔

۵۔ دنیا کا سارا کاروبار لین دین پر چلتا ہے۔ جہاں ماپ تول میں کمی شروع ہو جائے۔ کاروبار تباہ ہو جائے گا اور دنیا مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے گی۔

۶۔ جب اس کی عادت پڑ جائے جیسا کہ مدین والوں کی عادت ہو چکی تھی تو انسان زندگی کے دوسرے شعبوں اور حقوق العباد کے ہر معاملے میں بددیانتی اور بداخلاقی کرنے لگ جاتا ہے۔

۷۔ یہ بددیانتی انسان کے اندر حق تلفی اور بدلحاظی کی خصلت پیدا کر کے انسانی شرافت اور باہمی اخوت و مروت کے رشتے کو منقطع کر دیتی ہے اور خود غرضی، لالچ، حرص اور بے حیائی جیسے رذائل کا حامل بنا دیتی ہے۔

۸۔ دنیا میں تمام قسم کے فتنہ و فساد یعنی ظلم، تکبر، قتل و غارت، لوٹ مار، عصمت ریزی، ڈاکہ زنی، چوری وغیرہ جیسے بڑے جرائم کی بنیاد دراصل یہی رذیل اور قبیح عادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس بددیانتی کے خلاف سخت وعید کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (المطففین)

بڑی خرابی ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت شعیبؑ نے دعوت توحید کے ساتھ لوگوں کو ماپ تول کے بارے میں بھی ہدایت فرمائی اور گرم اور نرم تقریروں کے ذریعہ ان کے اخلاق کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمھیں خوش حال اور آسودہ بنایا ہے اور تمھیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ پھر یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ تم روئے زمین پر خرابی پیدا کرو اور بددیانتی اور بداخلاقی کے ذریعہ لوگوں کا حق مارو۔ آپ نے فرمایا:

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان

اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذٰلکم خیر لکم ان کنتم مؤمنین (اعراف ع)

مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کردی گئی فساد پھیلاؤ، یہ تمہارے لیے فائدہ مند ہے اگر تم تصدیق کرو۔

ایک دوسرے موقعے پر آپ نے قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے پھر یہی نصیحت کی اور فرمایا:

یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیط۔ (ہود ع۸)

اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو (کیونکہ) میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر اندیشہ ہے کہ ایسے دن کا عذاب جو انواع مصائب کا جامع ہوگا۔

بددیانت ساہوکاروں اور تاجروں نے جواب دیا۔

یٰشعیب اصلٰوتک تامرک ان نترک ما یعبد اٰباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشٰؤا انک لانت الحلیم الرشید۔ (ہود ع۸)

اے شعیبؑ! کیا تمہارا تقدس تمہیں ایسی باتوں کی تعلیم دے رہا ہے کہ ہم ان چیزوں کی پرستش چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے۔

حضرت شعیبؑ کے وعظ و نصائح ان کی قوم پر بالکل بے اثر ثابت ہوئے معمولی حیثیت کے چند لوگوں کے سوا کوئی بھی ان پر ایمان نہ لایا۔

قوم کی طرف سے ایذا رسانی

شریر لوگ راستے میں بیٹھ جاتے اور حضرت شعیب کے پاس آنے جانے والوں کو روکتے، ڈراتے دھمکاتے یا انھیں لوٹ لیتے۔

حضرت شعیبؑ بڑے پر امن طریقے سے رشد و ہدایت کا فرض ادا کر رہے تھے۔ آپ نے قوم کی ضد اور ان کی تکلیف دہ اور ذلیل حرکتوں کے باوجود یہ کہہ دیا تھا کہ:

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ (ہود ۸)

میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک ہو سکے اور بن آنا ہے اللہ کی مدد سے۔ اس پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

لیکن فسادی لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور حضرت شعیبؑ کے پاس آنے جانے والوں کو بہت پریشان کرنے لگے۔ اس پر آپ نے انھیں بدکاروں کا انجام یاد دلاتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو پریشان نہ کریں۔ آپ نے فرمایا:

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ من اٰمن بہ وتبغونھا عوجا واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم وانظروا کیف کان عاقبۃ المفسدین۔ وان کان طائفۃ

اور مت بیٹھو راستوں پر کہ ڈراؤ اور روکو اللہ کے رستے سے اس کو جو کہ ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اسی میں عیب اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے پھر تمھیں بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک

مِنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ○

فرقہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے درمیان وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

جواب میں قوم کے متکبر سرداروں نے آپ کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی!

لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا (اعراف ع ۱۱)

"اے شعیب ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان سب کو اپنی بستی کے ورنہ باہر نکال دیں گے۔ یا تم پھر ہمارے دین میں آجاؤ گے"۔

قوم کا خیال تھا کہ اس دھمکی پر حضرت شعیبؑ ڈر جائیں گے اور اپنی تمام باتوں سے توبہ کر کے ہمارے ساتھ تعاون کرنے لگیں گے اور ہمارے دین میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت شعیبؑ نے ان کے اس خیال خام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ○ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا ○

(اعراف ع ۱۱)

اگر ہمارے دل تمہارے دین پر مطمئن نہ ہوں تو کیا جبراً مان لیں؟ اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں حالانکہ خدا نے ہمیں اس سے نجات دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بولا اور خدا پر بہتان باندھا۔ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ تمہارے دین کی طرف آئیں۔

جب قوم کی یہ دھمکی کارگر نہ ہوئی تو انھوں نے یہ دیکھ کر کہ حضرت شعیبؑ کے ساتھ کمزور لوگ ہیں اور وہ ان کی خاطر خواہ مدد نہ کر سکیں گے۔ حضرت کو موت کی دھمکی دی۔ اگرچہ مومنین کمزور لوگ تھے لیکن حضرت شعیبؑ کا اپنا خاندان خاصے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ اس لیے مخالفوں نے دھمکی دیتے ہوئے ساتھ یہ بھی کہا کہ ہمیں تمہارے خاندان والوں کا خیال یا ان کا ڈر ہے۔ ورنہ ہم تمہارے خلاف سخت اقدام کرتے:

وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا ۖ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ○

(ہود ع ۱۱)

"اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم لوگوں میں کمزور ہے اور جو تیرے کنبے کے لوگ نہ ہوتے تو ہم دکبے کے تم تجھ پر پتھراؤ کر چکے ہوتے اور تو ہمارے سامنے کچھ چیز نہیں"۔

حضرت شعیبؑ کی طرف سے جواب ملا:

يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۖ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ○

(ہود ع ۵)

اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے اللہ سے اور اُسے ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر۔ تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے جو کچھ کرتے ہو۔

مخالفین نے آپ کو دھمکاتے ہوئے یہ اظہار کیا تھا کہ حضرت شعیبؑ کے خاندان کے لوگوں کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں کچھ نہیں کہتے ورنہ وہ انھیں سنگسار کر دیتے۔ جواب میں حضرت شعیبؑ نے جو کچھ فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ حق بات کے معاملے میں اللہ ہی کا لحاظ اور اسی کا خوف دل میں ہونا چاہیئے نہ کسی بندے کا۔ حضرت نے انھیں یہی جواب دیا کہ تم میرے خاندان والوں سے تو ڈرتے اور ان کا لحاظ جتلاتے ہو۔ حالانکہ تمھیں حق

کے معاملہ میں صرف خدا ہی سے خوف کھانا چاہیئے اور اس بارے میں دنیاوی تعلقات کوئی چیز نہیں۔

عذابِ الٰہی کی وعید

آپ نے انھیں پچھلی ہٹ دھرم قوموں کے واقعات عذاب یاد دلاتے ہوئے کہا:

يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ (ھود ع ۸)

اے قوم! نہ کمائیو میری ضد کرکے یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ کہ پڑ چکا قوم نوحؑ پر یا قوم ہودؑ پر یا قوم صالحؑ پر اور قوم لوطؑ پر تو تم سے کچھ دور ہی نہیں۔

جب کسی قوم کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجا جاتا ہے تو وہ جہاں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو سناتا اور انھیں نیک اور صحیح راستے پر لاتا ہے۔ وہاں اتمام حجت کے لیے گمراہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈراتا ہے اور تباہ شدہ قوموں کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت شعیبؑ کی قوم نے ضد نہ چھوڑی اور ہدایت پر مطلق کان نہ دھرے۔ بلکہ حضرت کو آزار پہنچانے لگے تو حضرت نے انھیں پہلی قوموں کی تباہیاں یاد دلائیں اور بار بار اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ انجام کار آپ نے آخری مرتبہ انھیں اللہ کے عذاب سے خوف دلایا۔ آپ نے فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ (ھود ع ۸)

اور اے میری قوم! کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کرتا ہوں۔ آگے معلوم کر لو گے کس پر آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔

مدین والوں کی تباہی

نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قومِ شعیبؑ[1] کا بھی وہی حشر ہوا جو ایسی قوموں کا ہوا کرتا ہے۔ بحث اور دلائل کی روشنی آچکنے کے بعد جب ضلالت اور گمراہی پر اصرار قائم رہے اور حق و صداقت کا مذاق اڑایا جائے۔ اللہ کے دین کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو قانونِ الٰہی کا یہ ابدی فیصلہ ہے کہ ایسی قوم کو دنیا میں رہنے کا حق نہیں دیا جاتا بلکہ اسے آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا نمونہ بنایا جاتا ہے۔

مدین والوں پر اللہ کا عذاب آگ کی بارش اور زلزلے کی مہیب اور ہولناک شکل میں آیا اور ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (الشعراء ع ۱۰)

پھر پکڑ لیا انھیں آفت نے سائبان والے دن کی، بے شک وہ تھا عذاب بڑے دن کا۔

وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝ (ھود ع ۸)

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے شعیبؑ کو اور جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آپکڑا ان ظالموں کو کڑک نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔ سن لو پھٹکار ہے مدین والوں کو جیسے پھٹکار ہوئی تھی ثمود کو۔

---

[1] مدین کو اس لیے قومِ شعیب کہا گیا کہ اول حضرت شعیب اس قوم میں سے تھے۔ دوم اس کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے تھے۔

وفات

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ حضرت شعیبؑ قوم کی تباہی کے بعد حضرموت میں آکر بس گئے تھے چنانچہ وہاں حضرت کی قبر ہے۔ حضرموت کے مشہور شہر سئیون کے مغرب میں ایک مقام 'شبام' ہے اگر کوئی شخص شبام سے وادی ابن علی کے راستے شمال کی جانب چلے تو وادی کے ختم ہو جانے کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ قبر ہے۔ قبر کے سوا وہاں مطلق کوئی آبادی نہیں۔ کہتے ہیں یہی حضرت شعیبؑ کی قبر ہے اور لوگ یہاں زیارت کے لیے آتے ہیں[1]۔

شیخ عبدالوہاب نجار نے اس کی صحت کے متعلق شک کا اظہار کیا ہے۔ بے شک ان کی رائے درست ہے اس لیے کہ عظیم الشان پیغمبروں کے متعلق جب تک مستند طریق پر کچھ ثابت نہ ہو جائے۔ محض عام لوگوں کے بیانات کے مطابق کسی امر کو تسلیم کر لینا ہرگز مناسب نہیں۔ پہلے یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ حضرت شعیبؑ قوم مدین کا مسکن چھوڑ کر حضرت آ گئے تھے حالانکہ دونوں میں بہت بعد ہے۔ اس کے بغیر قبر کو صحیح مان لینا مناسب نہیں سمجھا جا سکتا۔

حضرت موسیٰؑ کی مدین میں آمد

حضرت موسےٰؑ نے جب ایک مصری کو اسرائیلی پر ظلم سے روکنے کے لیے مکا مارا اور وہ مر گیا تو اہلِ مصر کے مواخذے سے بچنے کے لیے حضرت کو مصر سے نکلنا پڑا تو وہ مدین ہی کے وطن میں پہنچے تھے جو ان کے ہم خاندان تھے اس لیے کہ موسیٰ اور مدین دونوں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ یہیں انھوں نے آٹھ سال گزارے۔ یہیں شادی کی۔ پھر مصر جا کر بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ قرآن میں اگرچہ اس جگہ حضرتِ شعیبؑ کا نام نہیں لیا لیکن واقعات انھیں کے ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل اور اس کے اطراف پر بحث حضرت موسےٰؑ کے حالات میں کی جائے گی۔

---

[1] قصص الانبیاء شیخ نجار بحوالہ قصص القرآن حصہ اول صفحہ ۳۳۲۔

حضرت داؤدؑ علیہ السلام

منصبِ نبوّت وحکومت

حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے بادشاہ اور جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں۔ حضرت سے پیشتر حکومت بنی اسرائیل کے ایک گھرانے میں تھی اور ہدایت و رسالت کا تعلق دوسرے گھرانے سے تھا حضرت داؤدؑ میں خدا نے دونوں نعمتیں جمع کر دیں وہ خدا کے پیغمبر اور رسول بھی تھے اور بنی اسرائیل کے بادشاہ اور فرماں روا بھی۔

اللہ تعالےٰ نے اس شرف وعزت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

اٰتٰـهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (البقرہ ع ۱۲۴)

اللہ نے انھیں حکومت بھی عطا کی اور حکمت (نبوت) بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (ص ع ۲)

اے داؤد! بے شک ہم نے تجھیں زمین میں اپنا نائب بنایا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۝ (انبیاء ع ۶)

اور داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا معاملہ یاد کرو) جب وہ ملک کے کھیت میں کہ لوگوں کی بکریاں اس میں منتشر ہو گئی ہیں حکم چلاتے تھے اور ہم ان کی حکم فرمائی دیکھ رہے تھے۔ پس ہم نے سلیمانؑ کو اس بات کی پوری سمجھ دے دی اور ہم نے حکم دینے کا منصب اور (نبوت کا) علم ان میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا۔

نام ونسب

حضرت داؤدؑ یہودا ابن حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ سلسلہ نسب امام ابن جریر طبری کے بیان مطابق یہ ہے

حضرت داؤدؑ بن ایشی، بن عوبد، بن باعز، بن سلمون، بن نحشون، بن عمی نادب، بن ارم، بن حصرون، بن فارص، بن یہودا، بن حضرت یعقوبؑ، بن حضرت اسحٰقؑ، بن حضرت ابراہیمؑ[1]

نسب نامے جو نام آتے ہیں ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے مثلاً ابن کثیر نے باعز کو عابر لکھا ہے، رام کو ارم اور عمی نادب کو عونیاذب[2]۔

بائبل کا جو اردو ترجمہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا اس میں یہ نام یوں آتے ہیں:-

حضرت داؤدؑ بن لیسی، بن عوبید، بن بوعز، بن سلمون، بن نحسون، بن عمی نداب، بن رام، بن حصرون، بن فارص، بن یہودا[3]

---

[1] طبری تاریخ الامم والملوک جلد اول صفحہ ۲۴۷۔

[2] البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۹۔

[3] تورات اردو ترجمہ کتاب روت صفحہ ۲۵۸۔

یہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ تینوں بیان فی الجملہ نسب نامے کے باب میں متفق علیہ ہیں اگرچہ ناموں کے تلفظ و املا میں اختلاف ہے جو بالکل معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

ابتدائی حالات

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد کا اصل وطن بیت لحم تھا جو یروشلم یعنی قدس شریف سے دس میل جنوب میں واقع ہے۔ وہ آٹھ بھائی تھے اور داؤد سب سے چھوٹے تھے۔ تورات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سموئیل نبی کو اشارہ ہو چکا تھا کہ طالوت کے بعد داؤد بادشاہ ہوں گے، چنانچہ اس اشارے ہی کی بناء پر سموئیل نبی بیت لحم گئے، بستی کے تمام بیٹوں کو دیکھا، داؤد اس وقت بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انھیں بطورِ خاص بلوایا گیا اس لیے کہ خدا کا اشارہ انھیں کی طرف تھا۔ صحیفۂ سموئیل میں ہے کہ حضرت داؤد کا رنگ سرخ تھا اور وہ بڑے ہی خوب صورت اور حسین تھے[۱]۔

اس زمانے میں بنی اسرائیل کا بادشاہ طالوت تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے[۲]۔

تورات کا بیان ہے کہ پھر طالوت کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو بربط بجانے میں استاد ہو۔ ملازموں سے پوچھا تو ان میں سے ایک نے بتایا کہ بیت لحم کے بستی کا ایک بیٹا ہے جو بربط بجانے میں بھی استاد ہے اور بہادر جواں مرد ہے، گفتگو میں بھی صاحب تمیز ہے اور شکل و صورت بھی بہت اچھی ہے۔ چنانچہ طالوت نے داؤد کو اپنے پاس بُلا لیا۔ طالوت کی مصاحبت کے دور ہی میں حضرت داؤد وقتاً فوقتاً بیت لحم چلے جاتے تھے تاکہ بھیڑ بکریاں چرانے میں والد کا ہاتھ بٹائیں[۳]۔

غالباً یہی زمانہ ہے جب حضرت داؤد نے اپنے ریوڑ کو جنگلی درندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فلاخن چلانے میں کمال بہم پہنچایا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شیر اور ایک ریچھ مارا[۴]۔

یہی آلہ تھا جسے انھوں نے آگے چل کر جالوت کے خلاف انتہائی کامیابی سے استعمال کیا اور اسے شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

قرآنِ عزیز میں ذکر

حضرت داؤدؑ کا ذکر قرآن مجید کی نو سورتوں میں آیا ہے اور ان میں سولہ جگہ آپ کا نام مذکور ہے۔ بعض سورتوں میں حالات اختصار سے بیان ہوئے ہیں اور بعض میں تفصیل سے۔ آپ کی شجاعت، جوانمردی اور جنگی ہُنرمندی کا مشہور واقعہ وہ ہے جس میں آپ نے فلسطینی سردار جالوت کو قتل کر کے بنی اسرائیل کو ایک بہت بڑے خطرے سے نجات دلائی اور ہمہ گیر دلعزیزی حاصل کی۔

فلسطینیوں اور بنی اسرائیل کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ طالوت بادشاہ لشکر لے کر فلسطینیوں کے مقابلے پر نکلا۔ راستے میں ایک ندی

---

[۱] سموئیل باب ۱۶۔ آیات ۱۔ ۱۳۔

[۲] قرآن مجید البقرۃ رکوع ۳۲ و ۳۳۔

[۳] سموئیل ۱ باب ۱۶ آیات ۱۴۔ ۲۲ نیز باب ۱۷ آیت ۱۵۔

[۴] ایضاً باب ۱۷ آیات ۳۴۔ ۳۵۔

تھی۔ جالوت نے لشکریوں کو حکم دیا کہ جو شخص اس ندی کا پانی سیراب ہو کر پیئے گا وہ میری جماعت میں نہ رہے گا اور جو محض چلو بھر پانی پر اکتفا کرے گا وہ میری جماعت میں رہے گا۔ جو لوگ اس آزمائش میں پورے اترے وہ طالوت کے ساتھ ندی کے پار اترے۔ فلسطینیوں کا لشکر بہت زیادہ تھا۔ طالوت کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ ان سے تو لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں لیکن خدا پر ایمان رکھنے والوں نے کہا کہ خدا کے حکم سے بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۔ (بقرہ ۳۲ع-۳۳)

اور جب سامنے آئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس منکر قوم پر۔ پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا انھیں جو چاہا۔

توراۃ میں یہ واقعہ بالتفصیل موجود ہے ہم اس کے ضروری مطالب ترتیب سے یہاں پیش کرتے ہیں:

اسرائیلیوں اور فلسطیوں کی جنگ

بنی اسرائیل اور فلسطیوں کی فوجیں دو پہاڑیوں پر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئیں۔ پہاڑیوں کے بیچ میں ایک وادی تھی۔

فلسطیوں کے لشکر میں جالوت بڑا قوی ہیکل اور تنہ زور سردار تھا جس کی پہلوانی کی بڑی شہرت تھی۔ اس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ سر پر وہ پیتل کا خود رکھتا تھا اور پیتل ہی کی زرہ پہنتا تھا۔ یہ زرہ تول میں پانچ ہزار پیتل کی مثقال کے برابر تھی[۱]۔ ٹانگوں پر پیتل کے دو ساق پوش ہوتے تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان پیتل کی ایک برچھی رکھی رہتی جس کے بھالے کی چھڑ جلاہے کے شہتیر جیسی تھی اور نیزے کا پھل چھ سو مثقال[۲] لوہے کا تھا۔

جالوت بہت زیادہ قد آور اور گرانڈیل شخص تھا۔ پھر جب وہ اس قسم کے ہتھیار پہن کر نکلتا تو دیکھنے والوں پر بڑی ہیبت طاری ہو جاتی۔ اس کا دستور تھا کہ ایک شخص سپر لیے ہوئے ہمیشہ اس کے آگے آگے چلتا۔

جنگ شروع ہوئی تو سب سے پہلے جالوت وادی میں آیا اور اسرائیلیوں کو للکارا کہ کسی میں ہمت ہے تو میرے مقابلے پر آئے۔ وہ خاصی دیر تک میدان میں کھڑا مبارز طلب کرتا رہا مگر اسرائیلیوں میں سے کسی کو اس کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جالوت نے یہ بھی کہا کہ اگر

---

[۱] مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت داؤد کے زمانے میں اوزان کی کیا کیفیت تھی۔ بائیبل کی تین مختلف ڈکشنریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی، پیتل اور دوسری اشیاء کے مثقال الگ الگ تھے۔ بائیبل کی زبان میں یہاں پیتل کا مثقال مقصود ہے ساڑھے چار ماشے کے حساب سے جالوت کی زرہ کا وزن تقریباً بائیس سیر ہوا۔

[۲] ساڑھے چار ماشے فی مثقال کے حساب سے نیزے کے پھل کا وزن دو سیر تیرہ چھٹانک ہوا۔

اسرائیلیوں میں سے کسی نے لڑ کر مجھے قتل کر دیا تو سب فلسطینی ان کے غلام بن جائیں گے اور اگر میں غالب آیا تو پھر اسرائیلیوں کو غلام بننا پڑے گا۔

اسرائیلیوں نے جالوت کا چیلنج سنا مگر خاموش رہے۔ کسی کو اس کا جواب تک دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسرائیلی فوجوں پر سراسیمگی کا عالم طاری تھا۔ جالوت برابر چالیس دن تک روزانہ اسی طرح میدان میں آ کر مبارز طلب کرتا رہا۔ اسرائیلیوں کی طرف سے کوئی مدمقابل نہ پا کر واپس چلا جاتا۔[1]

قرآن مجید سے بھی اس صورت حال کی تصدیق ہوتی ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا اللہ ... قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَ جُنُودِهِ۔ (البقرہ)

پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ وہ لوگ جو ایمان رکھتے تھے ندی کے پار اترے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آج جالوت اور اس کی فوج سے مقابلہ کر سکیں۔

حضرت داؤدؑ کی شجاعت

حضرت داؤد کے تین بھائی بھی اسرائیلی فوجوں میں شریک تھے۔ حضرت کے والد نے کھانے پینے کا کچھ سامان دے کر حضرت داؤد کو ان کے پاس بھیجا تاکہ ان کی خیر و عافیت کا پتہ بھی لے آئیں۔ حضرت داؤدؑ لشکر میں پہنچ کر بھائیوں سے ملے۔ وہ ان سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ فلسطی فوج میں سے جالوت نکل کر میدان میں آیا اور حسب معمول پکار کر مبارز طلب کیا۔ حضرت داؤد نے دیکھا کہ اسرائیلیوں میں سے کوئی بھی جالوت کے مقابلے کو نہیں نکلا بلکہ وہ بہت زیادہ خوف زدہ اور سہمے ہوئے تھے۔[2]

اس اثناء میں حضرت داؤدؑ نے اسرائیلیوں کو باہم باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جالوت دراصل ہماری قوم کے لیے رسوائی کے سامان پیدا کر رہا ہے پس جو شخص اسے قتل کرے گا ہمارا بادشاہ طالوت اسے دولت سے نہال کر دے گا اور اپنی بیٹی بھی بیاہ دے گا۔ نیز اس کے باپ کے گھرانے کو اسرائیل کے درمیان آزاد کر دے گا۔[3]

غرض حضرت داؤدؑ نے حق کی عزت کے لیے جالوت سے مقابلے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ بات طالوت تک پہنچی تو اس نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ تو جالوت سے لڑنے کے قابل نہیں۔ تو لڑکا ہے اور جالوت بچپن سے جنگجو چلا آتا ہے۔

حضرت داؤدؑ نے بتایا کہ میں تن تنہا شیر اور ریچھ کو مار چکا ہوں۔ جس خدا نے مجھے شیر اور ریچھ کے پنجے سے بچایا وہی اس فلسطی سے بچائے گا۔

حضرت داؤدؑ اپنے ارادے پر مضبوطی سے جمے رہے تو طالوت نے انھیں بھی جالوت کی طرح خود، زرہ اور تلوار سے لیس کیا۔ داؤد اس سروسامان کے عادی نہ تھے لہٰذا سب کچھ اتار کر رکھ دیا۔ معمول کے مطابق چرواہے کی لاٹھی اور جھولا اٹھایا۔ ندی سے پانچ چکنے چکنے پتھر چن لیے اور جالوت سے لڑنے کے لیے گئے۔

جالوت حسب معمول بڑے تزک و احتشام سے اپنے مخصوص لباس میں آیا۔ اس کے آگے آگے سپر بردار تھا۔ جب اس کی نظر حضرت داؤدؑ

---

[1] سموئیل ۱۔ باب ■ آیات ۱ تا ۱۱، ۱۶۔ [2] سموئیل ۱۔ باب ۱۷۔ ۲۴۔ [3] ایضاً آیات ۲۲۔ ۲۶۔

پر پڑی تو انتہائی متسخر ہنسا اور حضرت داؤدؑ کی لاٹھی کی طرف اشارہ کر کے بولا: کیا میں کتا ہوں جو تو لاٹھی لے کر میرے پاس آیا ہے؟ جالوت نے اپنے دیوتاؤں کا نام لے کر حضرت داؤدؑ پر لعنت کی اور کہا کہ قریب آ میں بھی تیرا گوشت ہوائی پرندوں اور جنگلی درندوں کے حوالے کر دوں گا۔

حضرت داؤدؑ نے جواب دیا کہ تو تلوار، بھالا اور برچھی لیے ہوئے میرے پاس آیا ہے۔ اس خیال سے کہ اس کے بل بوتے پر مجھے مار لے گا تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ محض تلوار، بھالے یا دوسرے جنگی سازوسامان ہی کے ذریعے سے نہیں بلکہ ہمیشہ اپنے فضل اور رحمت سے حق وصداقت کی حمایت اور مدد کرتا ہے اور باطل کو درہم برہم کر ڈالتا ہے۔ آج سب پر آشکارا ہو جائے گا کہ باطل اپنے سازوسامان کی کثرت کے باوجود کچھ نہ کر سکا اور حق اگرچہ بالکل بے سامان تھا مگر کامیاب و فائز المرام رہا۔

جالوت آگے بڑھا ہی تھا کہ:

> داؤد نے اپنے تھیلے میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اس میں سے ایک پتھر لیا اور فلاخن میں رکھ کر اس فلستی کے ماتھے پر مارا اور وہ پتھر اس کے ماتھے کے اندر گھس گیا اور وہ زمین پر منہ کے بل گر پڑا، سو داؤد اس فلاخن اور ایک پتھر سے اس فلستی پر غالب آیا اور اس فلستی کو مارا اور قتل کیا اور داؤد کے ہاتھ میں تلوار نہ تھی اور داؤد دوڑ کر اس فلستی کے اوپر کھڑا ہو گیا اور اس کی تلوار پکڑ کر میان سے کھینچی اور اسے قتل کیا اور اسی سے اس کا سر کاٹ ڈالا اور فلستیوں نے جو دیکھا کہ ان کا پہلوان مارا گیا تو وہ بھاگے[1]

اسرائیلی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا اور جو ہاتھ لگا اسے کیفرِ کردار کو پہنچایا۔ بہت سا مالِ غنیمت بھی ان کے قبضے میں آیا۔

حضرت داؤدؑ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی

اس شجاعت، بہادری اور جوانمردی کے باعث حضرت داؤدؑ کو بنی اسرائیل میں انتہائی ناموری حاصل ہو گئی اور دلوں پر ان کی مقبولیت کا سکّہ بیٹھ گیا۔ طالوت نے حسب اعلان اپنی بیٹی حضرت داؤدؑ سے بیاہ دی نیز انعام واکرام سے مالامال کر دیا۔

طالوت کی مخاصمت

اسرائیلی روایات بتاتی ہیں کہ طالوت نے حضرت داؤدؑ کی بہادری اور شجاعت سے متاثر ہو کر انھیں اپنا بیٹا بنا لیا اور فوج میں اعلیٰ عہدہ بھی دیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ لوگوں میں حضرت داؤد کی قدر ومنزلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور ان کے مقابلے میں خود اس کی زیادہ عزت نہیں کی جاتی تو اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور وہ حضرت داؤدؑ کے خلاف کینہ اور عداوت رکھنے لگا۔ طالوت کا بیٹا یونتن حضرت داؤدؑ پر بہت مہربان تھا اور انھیں دل سے چاہتا تھا چنانچہ اس نے حضرت داؤدؑ کو مطلع کیا کہ بادشاہ کا دل صاف نہیں۔ حضرت یہ سنتے ہی باہر نکل گئے تاکہ ان کے متعلق بادشاہ کے دل میں جو

---

[1] سموئیل باب ۱۷ آیات ۴۹-۵۱۔

غلط گمان پیدا ہوتا ہے دہ زائل ہوجائے۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ حق کو تقویت پہنچے۔ خدا پرستی اور نیک عملی کی گرم بازاری ہو۔ باطل ناکام رہے۔ وہ نہ دولت کے خواہاں تھے نہ دنیوی عزت کے اور نہ سلطنت کے۔

اس اثنا میں طالوت کو کئی بار فلسطینیوں سے لڑائیاں پیش آئیں۔ بالآخر وہ ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے بیٹے یونن نے بھی خودکشی کر لی۔

عطائے نبوّت وحکمت

حضرت داؤدؑ سے بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کی وفات پر قوم نے عنانِ حکومت ان کے حوالے کر دی اور وہ بنی اسرائیل کے بادشاہ منتخب ہو گئے۔ اب وہ بنی اسرائیل کی اخلاقی اور دینی اصلاح کے علاوہ ان کے دنیوی امور کی بھی دیکھ بھال کرنے لگے۔

عظمت وشوکت

حضرت داؤدؑ فکر وتدبیر، شجاعت وبسالت اور علم وحکمت میں بے مثال تھے، خدا کا فضل وکرم ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہا۔ انتظامِ سلطنت کے سلسلے میں انھیں جتنی بھی لڑائیاں پیش آئیں ان سب میں فتح ونصرت نے ان کے قدم چومے۔ مختصر سی فوج کے ساتھ ہمیشہ انھوں نے دشمن کی بھاری افواج پر فتح پائی چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ علاقے ان کے زیرنگیں آگئے جنھیں ہم آج کل شام اور عراق کہتے ہیں اور ان کی سلطنت خلیج عقبہ سے مشرق میں دریائے فرات اور شمال میں دمشق تک پھیل گئی۔ بے خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف بنی اسرائیل کی نہیں بلکہ سامی نسل کی تمام قوموں اور جماعتوں کا ایک مشترکہ نظام امن وخوش حالی تھا اور جو گروہ حضرت داؤدؑ کے زمانے میں اس سے باہر ہو گئے وہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں اس سے آملے۔ مثلاً مملکتِ سبا۔

اس حکومت پر نظر ڈالتے وقت ہمیں شاہی جاہ وجلال کے سامانوں، عالی شان عمارتوں، بڑے بڑے لشکروں اور خادموں کی قطاروں پر متوجہ نہ ہونا چاہیئے کہ یہ تو وہ چیزیں تھیں جو اس دنیا کے ہر فرمانروا کے پاس جمع تھیں خواہ وہ حق پرست تھا یا باطل پرست یہ خدا کے ایک پاک اور جلیل القدر پیغمبر کی قائم کی ہوئی حکومت تھی لہٰذا ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ اس کے نظم ونسق اور بخششِ انصاف کے بنیادی اصول کیا تھے؟ رعایا کی خوش حالی کا کیا حال تھا؟ عوام کے امن وراحت کا کس درجہ خیال رکھا جاتا تھا؟ مقدمات کا فیصلہ کیونکر کیا جاتا تھا؟ خود بادشاہ کے رہنے سہنے، میل جول اور برتاؤ کا کیا رنگ ڈھنگ تھا؟ آیا وہ بھی پورے ملک کے خزانے کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے تھے جس طرح کہ عام بادشاہ سمجھتے تھے۔

تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کے نظامِ حکومت کی غرض وغایت صرف بندگانِ خدا کی راحت وآسایش اور امن وخوشحالی تھی۔ ملک کا پورا مالیہ عوام کی فلاح وبہبود اور حفاظت پر خرچ ہوتا تھا اور خود حضرت داؤدؑ زرہیں بنا کر جو کچھ کماتے تھے، اپنے صرف میں لاتے تھے۔ اس بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

یروشلم پایۂ تخت تھا۔ عدل وانصاف کے لیے جگہ جگہ عدالتیں قائم تھیں جن میں انصاف پرور کارکن مقرر تھے، دیانت دار لوگوں کو حاکم بنایا جاتا تھا۔ نیک اور خدا پرست لوگوں کو خزانے اور اراضی کی دیکھ بھال پر مقرر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو کمال درجے کا فہم و ادراک اور عقل و دانش عطا فرمائی تھی اور وہ ہر قضیے کا فیصلہ عین حق و انصاف کے مطابق فرماتے تھے۔

آپ کی حکومت اور فہم و ادراک کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ (ص ع ۲)
اور ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت (نبوت) عطا کی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی

حضرت داؤدؑ خدا کے سچے پیغمبر تھے۔ آپ کا سب سے پہلا منصب یہ تھا کہ بندگانِ خدا کو نیکی اور ہدایت کی تلقین فرمائیں۔ تمام پیغمبروں کی طرح آپ کو بھی تقریر و خطابت میں کمال حاصل تھا اور گفتگو کا انداز ایسا تھا کہ ہر لفظ اور ہر فقرہ جدا جدا سمجھ میں آجاتا۔ کلام میں فصاحت و بلاغت اور لطافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خاص طور پر قابل ذکر امر یہ ہے کہ جو کچھ ارشاد فرماتے دلوں میں اتر جاتا اور روحوں میں ایمان کے چراغ روشن کر دیتا۔

عطائے زبور

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی اور یہی ان کی ہدایت کی اصل اساس تھی۔ حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالےٰ نے زبور عطا فرمائی جو تورات ہی کے قوانین و اصول پر مبنی تھی اور انہی قوانین و اصول کے مطابق بنی اسرائیل کو رشد و ہدایت کا سبق دیتی تھی۔ حضرت داؤدؑ نے شریعتِ موسوی کو از سرِ نو زندہ کیا۔ بنی اسرائیل کو راہِ حق پر لگایا، نورِ وحی سے ان کی رہنمائی فرمائی۔

زبور ایسے قصائد و کلمات پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا، اُس کی تقدیس اور بزرگی، انسانی عبدیت کا عجز و انکسار اور پند و نصیحت کی باتیں درج ہیں۔ اس میں بعض بشارتیں بھی ہیں۔

حضرت داؤدؑ پر نزولِ زبور کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (اسراء ۶)
اور بے شک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور بخشی۔

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ (نساء ع ۲۳)
اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

تسبیح جبال وطیور

حضرت داؤدؑ روزانہ نہایت خوش الحانی سے زبور کی تلاوت فرمایا کرتے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے۔ جب آپ زبور پڑھتے یا اللہ کی تسبیح میں مصروف ہوتے تو ان کی خوش آوازی اور وجد آفریں نغموں سے انسانوں کے علاوہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور آپ کے گرد جمع ہو کر حمدِ خدا کے ترانے گاتے۔ بلکہ پہاڑ بھی حمدِ خدا میں گونج اٹھتے۔

حضرت داؤدؑ کی فضیلت کا تذکرہ اللہ تعالےٰ نے تین مقامات پر یوں فرمایا ہے:

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو تابع کر دیا ہے کہ وہ داؤدؑ

وَالقَدِیرُ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ ۝ (انبیاء ع ۶) — کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم ہی میں ایسا کرلنے کی قدرت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ ۚ (سباء ع ۲) — اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضیلت بخشی ہے (اور یہ کہ ہم نے حکم دیا) اے پہاڑو اور پرندو تم داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح اور پاکی بیان کرو۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً ۭ کُلٌّ لَّہٗٓ اَوَّابٌ ۝ (ص ع ۲) — بے شک ہم نے داؤد کے لیے پہاڑوں کو مسخر کردیا اور اس کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کے پرے کے پرے جمع ہوجاتے ہیں اور سب مل کر حمدِ خدا کرتے ہیں۔

تسبیح وتحمید

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ (بنی اسرائیل ع ۵) — آسمان اور زمین اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور کائنات کی ہر شئے خدا کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کا فہم وادراک نہیں رکھتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جتنی بھی چیزیں ہم دیکھتے ہیں یعنی زمین، آسمان، چاند، ستارے، سورج، دریا، پہاڑ، درخت پرندے غرض ہر شئے اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ نظام کے ماتحت عمل پیرا ہے۔ سورج وقت پر نکلتا اور وقت پر طلوع ہوتا ہے۔ یہی حال چاند اور تاروں کا ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔ زمین سورج کے گرد بھی گھومتی ہے اور اپنے محور کے گرد بھی چکر لگاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کے لیے جو لائحہ عمل مقرر کردیا ہے وہ اس کے مطابق کام کرتی ہے اور اس سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہوتی۔ یہی اللہ کی فرماں برداری، اس کے احکام کی اطاعت اور اس کی تسبیح وتحمید ہے۔ غرض کائنات کی ہر شئے اپنے خالق کے مقرر کیے ہوئے قانون کے مطابق کاربند ہے۔ گویا اس کی عملی حالت خدا کی حمد وثنا کا مُرقع ہے۔ اکثر انسان اس تسبیح وتحمید کا ادا شناس نہیں۔

حضرت داؤدؑ کا ذریعہ معاش

پیغمبروں، نبیوں اور رسولوں کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا کہ انھوں نے دنیا کی چیزوں سے کبھی جی نہ لگایا۔ کبھی یہاں کی راحتوں اور آسائشوں پر مائل نہ ہوئے۔ کبھی مال وثروت کی فراہمی گوارا نہ کی لیکن چونکہ وہ انسان تھے اور ان کے ساتھ بھی وہ ضرورتیں لگی ہوئی تھیں جو انسانوں کا خاصہ ہیں۔ لہٰذا وہ بھی بقدرِ ضرورت روزی کے لیے کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور اختیار کرلیتے تھے۔ ہمیشہ اپنی محنت سے روزی کماتے اور خلقِ خدا کی خدمت کے فرائض بجا لاتے۔ لوگوں سے انھوں نے کبھی کوئی نذرنیاز یا وظیفہ قبول نہ کیا بلکہ جہاں تک ہوسکا اپنے کمائے ہوئے مال میں سے غریبوں اور بے کسوں کی دستگیری کرتے رہے۔ اسی پاک جذبہ کے تحت ہر پیغمبر نے جہاں اپنی قوم کو دعوتِ حق دی وہاں واضح طور پر یہ اعلان بھی کردیا کہ میں اس دعوت اور خدمت کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔

بخاری کتاب التجارۃ میں حضرت داؤدؑ کے متعلق ایک حدیث درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کماتے تھے۔

خلیفۂ اسلام کو اگرچہ بیت المال سے بقدرِ کفالت وظیفہ لینے کا حق تھا تاہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وہ تمام رقم واپس کر دینے کی وصیت فرمائی جو انھوں نے دورانِ خدمت میں گزارے کے لیے لی تھی۔ وہ بھی دنیاوی اجر سے بے نیاز ہو کر خدا کی بارگاہ میں پہنچنے کے آرزومند تھے اور چاہتے تھے کہ ہر نیکی کا اجر خلقِ خدا سے نہیں بلکہ صرف خدا سے پائیں۔ حضرت عمر فاروق نے بھی یہی کیا تھا۔

حضرت داؤدؑ ایک وسیع سلطنت کے فرماں روا تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ سلطنت اور حکومت کو اللہ کی امانت سمجھتے تھے۔ اور اس کے لیے ہر ذریعہ آمدنی کو رعایا کی بھلائی میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے شاہی خزانے سے اپنے لیے کبھی کچھ نہ لیا۔ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ میرے لیے ہاتھ کی کمائی آسان ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں لوہے کی زرہیں بنانے کا ہنر عطا کیا۔

حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا

حضرت داؤدؑ سے پہلے زرہیں صرف پیتل سے تیار کی جاتی تھیں چنانچہ جالوت کے بیان میں جس زرہ کا ذکر آیا ہے وہ پیتل ہی کی تھی۔ لوہے سے صرف اتنا کام لیا جاتا کہ اس کے سپاٹ ٹکڑے کاٹ کر بدن پر باندھ لیے جاتے۔ حضرت داؤدؑ نے لوہے کو ڈھال کر اس سے ایسی زرہیں ایجاد کیں جو باریک اور نازک تاروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی ہونے کے باعث ہر شخص آسانی سے انھیں زیب بدن کر سکتا تھا۔ پیتل کی زرہوں سے زیادہ مضبوط تھیں۔ انھیں پہن کر سپاہی میدانِ جنگ میں آسانی سے نقل و حرکت کر سکتا تھا۔ بدن کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھنے میں بھی یہ لوہے کے ٹکڑوں کی بھاری بھرکم زرہوں سے زیادہ کارآمد تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو لوہے کی زرہیں بنانے کی جو صلاحیت مرحمت فرمائی اس کا ذکر سورۂ انبیاء اور سورۂ سبا میں اس طرح آیا ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ٥ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ	اور ہم نے اس (داؤدؑ) کے لیے لوہا نرم کر دیا کہ بنا زرہیں کشادہ
فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سبا)	اور انداز سے جوڑ کڑیاں اور تم جو کچھ کرتے ہو میں اسے دیکھتا ہوں۔
وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ	اور ہم نے اس (داؤد) کو سکھایا ایک قسم کا لباس بنانا تاکہ تمھیں
بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ٥ (انبیاء ع ۶)	لڑائی کے موقع پر اس سے بچاؤ حاصل ہو۔ پس کیا تم شکر گزار بنتے ہو؟

منطق الطیر

حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے صاحبزادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شرف یہ عطا ہوا تھا کہ انھیں پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا تھا جس طرح انسان ایک دوسرے کی باتیں سن اور سمجھ سکتے ہیں

اسی طرح حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پرندوں کی گفتگو سمجھ سکتے تھے۔

وفات

حضرت داؤدؑ نے ستر برس کی عمر پائی[1]۔ توراۃ میں مذکور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک بنی اسرائیل پر حکومت کی اور کہن سال ہو کر وفات پائی۔ آپ کو اپنے باپ دادا کے ساتھ صیہون میں دفن کیا گیا:

> اور داؤد بن لیسی نے سارے اسرائیل پر سلطنت کی اور وہ عرصہ جس میں اس نے اسرائیل پر سلطنت کی چالیس برس کا تھا۔ اس نے حبرون میں سات برس اور یروشلم میں تینتیس برس سلطنت کی اور اس نے نہایت بڑھاپے میں خوب عمر رسیدہ اور دولت و عزت سے آسودہ ہو کر وفات پائی[2]۔

کتاب سلاطین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اپنے آباد کیے ہوئے شہر یعنی یروشلم میں دفن ہوئے[3]۔

آپ کی قبر کا نشان اب تک موجود ہے اور آپ کے محل کے آثار بھی بتائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ محل کی عمارت وہی ہے جو حضرت داؤدؑ کے زمانے میں تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اسی مقام پر وہ عمارت جس میں حضرت داؤد اپنی بادشاہی کے زمانے میں رہتے اور خلقِ خدا کی خدمت انجام دیتے تھے۔

حضرت داؤد کا انتقال حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار پانسو چھیاسی سال پیشتر ہوا[4]۔

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد سوم صفحہ ۱۲۷۔

[2] تواریخ ا باب ۲۹ آیات ۲۶-۲۸۔

[3] سلاطین ا۔ باب ۲ آیت ۱۰

[4] رحمۃ للعالمین جلد سوم صا

حضرت سلیمان علیہ السلام

نسب حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤدؑ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے جو بادشاہت کے زمانہ میں بمقام یروشلم پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام بت سبع[1] تھا۔ جن کے متعلق موجودہ توراۃ میں نہایت نازیبا باتیں درج ہیں حالانکہ وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ حضرت کا نسب اسرائیل تک پہنچتا ہے۔ قرآن عزیز نے بھی یہی بتایا ہے کہ وہ حضرت یعقوبؑ کے واسطہ سے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں:

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ ۝ (انعام ع ۱۰)

اور ہم نے اس (ابراہیمؑ) کو بخشے اسحٰقؑ و یعقوبؑ، ہم نے ہر ایک کو ہدایت دی۔ اس (ابراہیمؑ) سے پہلے اور اس ابراہیمؑ کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو ہدایت دی۔

قرآنِ عزیز میں ذکرِ سلیمان قرآنِ عزیز میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر سولہ مقامات پر آیا ہے۔ بعض جگہ ان کے حالات بالتفصیل مذکور ہیں اور اکثر مقامات پر ان لطف و عنایات کا ذکر آیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے والد حضرت داؤدؑ پر فرمائے۔

ابتدائی حالات حضرت داؤد کے اور بھی بہت سے بیٹے تھے لیکن وہ سلیمانؑ کو امور مملکت میں شریکِ کار رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ذکاوت اور اصابتِ رائے کا کمال سلیمانؑ کو فطرتاً ودیعت کیا گیا تھا اور حضرت داؤد نے اس جوہر کو بچپن ہی میں پہچان لیا تھا۔

حضرت سلیمانؑ کے بچپن کا ایک مشہور واقعہ جس سے مقدمات کے فیصلہ میں آپ کی اصابتِ رائے کا پتہ چلتا ہے اس کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ایک دفعہ دو شخص آپس میں جھگڑتے ہوئے آپ کے والد ماجد کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس شخص کی بکریوں نے میرا سارا کھیت چرچگ کر روند ڈالا ہے اور کھیتی تباہ کر دی ہے۔ لہٰذا میرا نقصان پورا کیا جائے۔

بکری والے کے پاس سوائے بکریوں کے اور کچھ نہ تھا جس سے کھیت کا نقصان پورا کرتا اور کھیت کا نقصان بکریوں کی قیمت سے

---

[1] سلاطین ۱ باب ۲ آیت ۱۳

زیادہ تھا حضرت داؤدؑ نے حکم دیا کہ بکری والے کی تمام بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان کی عمر اس وقت زیادہ نہ تھی اور وہ بھی وہیں موجود تھے۔ آپ نے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ صحیح ہے مگر اس سے بھی زیادہ مناسب شکل یہ ہو سکتی ہے کہ مدعیٰ علیہ کا تمام ریوڑ بے شک مدعی کے حوالے کر دیا جائے اور وہ ان کے دودھ اور اُون سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ مدعیٰ علیہ سے کہا جائے کہ وہ اس دوران میں مدعی کے کھیت کی خدمت انجام دے اور جب کھیت کی پیداوار اسی حالت پر آ جائے جس حالت پر پامال ہونے سے پہلے تھی تو کھیت مدعی کے سپرد کر دے اور اپنا ریوڑ واپس لے لے۔

حضرت داؤدؑ نے بیٹے کا یہ فیصلہ بہت پسند کیا اور پہلا حکم منسوخ کر کے اسی کے مطابق فیصلہ صادر فرما دیا:

قرآن عزیز میں اس واقعے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؗ

(انبیاء ع ۶)

اور داؤدؑ و سلیمانؑ (کا واقعہ) جبکہ وہ ایک کھیتی کے معاملے کا فیصلہ کر رہے تھے جس کو ایک فریق کی بکریوں کے ریوڑ نے خراب کر ڈالا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت (اپنے علم محیط کے اعتبار سے) موجود تھے پھر ہم نے اس کے (بہترین) فیصلے کی سمجھ سلیمانؑ کو عطا کی اور داؤدؑ و سلیمانؑ کو ہم نے علم و حکمت عطا کیے۔

منصبِ نبوّت

اللہ تعالےٰ جس ہستی کو منصبِ نبوت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اس میں وہ تمام صفات جو شانِ پیغمبری کی مظہر ہوتی ہیں اس کی فطرت میں ودیعت فرما دیتا ہے اور ابتدائے عمر ہی میں اس کا ہر فعل پیغمبرانہ عظمت و برتری کا مظہر ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ منصب جلیل اسے سن رشد کے بعد عطا ہوتا ہے جب اس کی عقل اور اس کا تجربہ پختگی اختیار کر لیتا ہے اور وہ اپنے مقصدِ حیات کو پورے عزم و استقلال کے ساتھ تکمیل تک پہنچانے کے قابل بن جاتا ہے۔

حضرت داؤدؑ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل کی حکومت حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئی تو اللہ تعالےٰ نے انھیں منصبِ نبوت سے نوازا اور اپنے والد بزرگوار کے بعد انھیں کی طرح نبوت اور حکومت دونوں کے وارث ہوئے:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ (نساء ع ۲۳)

بے شک ہم نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوحؑ کی جانب وحی بھیجی اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی اور ابراہیمؑ کی جانب اسمٰعیلؑ کی، اسحٰقؑ کی یعقوبؑ کی اور اس کی اولاد کی جانب اور عیسےٰؑ کی اور ایوبؑ کی اور یونسؑ کی اور ہارونؑ کی اور سلیمانؑ کی جانب وحی بھیجی۔

وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (انبیاء ع ۶)

اور (داؤدؑ و سلیمانؑ) ہر ایک کو ہم نے حکومت دی اور علم (نبوت) دیا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (ص ع)

اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم (نبوت کا علم) دیا۔

بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی ولادت ۱۰۳۵ ق م میں ہوئی اور حضرت داؤدؑ ۱۰۱۵ ق م میں واصل بحق ہوئے۔ گویا تخت نشینی کے وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر قریباً بیس برس کی تھی۔

خصائص

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بھی ان کے والد بزرگوار کی طرح بعض خصوصی امتیازات سے نوازا اور انھیں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھیں مثلاً "منطق الطیر" یعنی پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی خصوصیت عطا ہوئی۔ "تسخیر ریاح" یعنی ہوا کا مسخر ہونا۔

منطق الطیر

پرندوں کی بولیوں کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (نمل ع)

اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم دیا اور ان دونوں نے کہا "حمد اللہ ہی کے لیے زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت عطا فرمائی اور سلیمانؑ داؤدؑ کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمیں ہر چیز بخشی گئی ہے۔ بے شک یہ (خدا کا) کھلا ہوا افضل ہے۔

ایک نکتہ

پرندوں کی بولیاں سمجھنے کے بارے میں ہمیں قیاسیات سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید نے منطق الطیر کا ذکر جس انداز میں فرمایا ہے اور حضرت سلیمانؑ نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا شکر جس طریق پر ادا کیا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے گویا یہ ایک معجزہ تھا جو حضرت سلیمانؑ کو عطا ہوا اور وہ پرندوں کی بولیاں اسی انداز سے سمجھتے تھے جس طرح انسان ایک دوسرے کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں کیونکہ نطق کے لیے صرف آواز کا ہونا ضروری ہے یہ لازمی نہیں کہ انسانوں کی طرح کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ پرندوں کی بولیوں میں آواز اور آواز کا نشیب و فراز دونوں موجود ہیں اور یہی دونوں چیزیں اصل گفتگو کہلاتی ہیں۔ قرآن میں حضرت سلیمانؑ اور ہُدہُد کا جو مکالمہ مذکور ہے وہ "منطق الطیر" کی مذکورہ توجیہہ کی تائید کرتا ہے۔

کیا ہم رات دن یہ نہیں دیکھتے کہ ایک زبان جاننے والے دو شخص آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو تیسرا شخص جو اس زبان سے ناواقف ہے، کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لیے دو شخصوں کی باہم بات چیت محض بے معنی آوازوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ بالکل یہی کیفیت منطق الطیر کی سمجھ لیجیے۔ حضرت سلیمانؑ واقف تھے اس لیے اصل حقیقت کا صحیح اندازہ فرما لیتے تھے۔

تسخیر ریاح

حضرت سلیمانؑ کا دوسرا خصوصی امتیاز تسخیر ریاح تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں مرحمت فرمائی، یعنی ہوا کو ان کے حق میں مسخر کر دیا گیا تھا۔

قرآن عزیز میں تین مقامات پر تسخیر ریاح کا ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

۱؎ بائبل ڈکشنری صفحہ ۶۳۷۔ ۲؎ ایضاً صفحہ ۱۸۶

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ○ (انبیاء ع ۶)

اور مسخر کر دیا سلیمان کے لیے تیز و تند ہوا کو کہ اس کے حکم سے اس زمین پر چلتی تھی جسے ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔

سورۂ سبا میں پھر فرمایا:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۔ (سبا ع ۲)

اور سلیمانؑ کے آگے ہوا کو (کام میں لگا دیا) صبح کی منزل اس کی ایک مہینے کی اور شام کی منزل ایک مہینے کی۔

سورۂ ص میں بیان فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ○ (ص ع ۳)

اور مسخر کر دیا ہم نے اس (سلیمانؑ) کے لیے ہوا کو کہ چلتی ہے وہ اسی کے حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے۔

ان آیات میں ہوا کی تسخیر یا کارکردگی کو حضرت سلیمانؑ کے لیے ایک خاص انعام قرار دیا گیا ہے۔ اس سے مفسرین کے ایک گروہ نے یہ سمجھا ہے کہ ہوا حضرت سلیمانؑ کا تخت اُڑائے پھرتی تھی۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے سمندری ہوائیں مراد ہیں جن سے حضرت سلیمانؑ نے خوب کام لیا۔ سمندری جہاز چلائے اور تجارتی مال فلسطین سے ایک طرف ہسپانیہ تک اور دوسری طرف ہندوستان تک پہنچنے لگا۔ اس طرح حضرت سلیمانؑ کی قوم بہت خوش حال ہو گئی۔ گویا مراد یہ ہے کہ سمندری ہواؤں کے ذریعے سے تجارتی جہاز بحیرہ روم، خلیج عقبہ، بحیرہ قلزم اور بحیرۂ عرب میں چکر لگاتے رہتے تھے۔ افریقہ کے مشرقی ساحل پر بھی آتے جاتے تھے۔ غرض ایک خاص شرف تھا، خواہ ان سے تخت اُڑانے والی ہوائیں مراد لی جائیں یا سمندری ہوائیں جن سے بحری تجارت کو فروغ دینے کا کام لیا گیا اور عام اہل ملک کے مالی حالات بہت بہتر ہو گئے۔

بیت المقدس کی تعمیر

بیت المقدس جسے یہودیوں کے تعلق میں ہیکل کہا جاتا ہے، حضرت سلیمانؑ ہی کے عہد میں تعمیر ہوا اور یہ حضرت کا بہت ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے رسولِ اکرمؐ سے عرض کیا کہ دنیا میں سب سے پہلی مسجد کہاں بنائی گئی، فرمایا مسجد حرام۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا مسجد اقصٰے۔ عرض کیا دونوں میں کتنی مدت کا فصل ہے۔ فرمایا چالیس برس کا۔

گویا بیت المقدس کی بنیاد کعبہ کرمہ کی بنیاد سے چالیس سال بعد رکھی گئی۔ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا خدا کا گھر مکۂ معظّمہ میں تعمیر ہوا ہے گویا یہ حضرت ابراہیم سے بہت پہلے تعمیر ہو چکا تھا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس کی تجدید کی۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ کعبہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہے تو اس سے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی گئی۔ اگر ہم کعبے کی بنیاد کو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے لیں تو سمجھنا چاہیئے کہ عبادت کے اس مرکز کو پورا کرنے سے چالیس سال بعد حضرت ابراہیمؑ نے فلسطین میں دوسرا مرکز تعمیر کیا۔ لیکن تاریخ سے ظاہر ہے کہ اس مرکز کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا۔

حضرت داؤدؑ چاہتے تھے کہ اس مرکز کے مقام پر ایک عالی شان عبادت گاہ تعمیر کریں۔ انھوں نے تعمیر کا سامان بھی جمع کر لیا تھا۔ لیکن تعمیر کی سعادت خدا نے حضرت سلیمانؑ کے لیے مقدر کر دی تھی۔ انھوں نے تخت نشینی سے کوئی اڑھائی سال بعد یروشلم کی ایک پہاڑی موریا پر اس مقدس عمارت کی بنیاد رکھی۔ توراۃ کے بیان کے مطابق ساڑھے سات سال میں یہ مکمل ہوئی۔ یہی مقام ہے جسے یہودی ہیکل کہتے رہے، جب یہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس کا نام بیت المقدس قرار پایا۔ یعنی پاک گھر۔ وہ پاک گھر جو صرف خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔

دوسرے ملکوں سے اعلیٰ سنگتراش اور کاریگر منگوا کر بیت المقدس کو ایسے نمونہ پر تعمیر کیا گیا کہ وہ عجائباتِ عالم میں شمار ہونے لگی۔ چھت اور دیواروں پر صنوبر کے تختے جڑے گئے جنھیں آب دار کندن سے منڈھا تھا، ان پر کھجور کے درختوں اور کروبی فرشتوں کی تصویریں کندہ تھیں۔ سبز، سفید اور زرد پتھروں سے مسجد کی چار دیواری بنائی گئی اور چھت میں چاندی، سونا، ہیرے اور جواہرات جڑے گئے جن کی چمک دمک سے رات کو مسجد بقعۂ نور دکھائی دیتی تھی۔

توراۃ میں حضرت سلیمانؑ کی تعمیر کردہ مسجد کا نقشہ اس طرح پیش کیا گیا ہے:

اور جو گھر سلیمان بادشاہ نے خداوند کے لیے بنایا اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ[1] اور چوڑائی بیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس گھر کی ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ اس گھر کی چوڑائی کے مطابق بیس ہاتھ لمبا تھا اور اس گھر کے سامنے اس کی چوڑائی دس ہاتھ تھی[2] اور اس نے اس گھر کے لیے جھروکے بنائے جن میں جالی جڑی ہوئی تھی اور اس نے گرداگرد گھر کی دیوار سے لگی ہوئی یعنی ہیکل اور الہام گاہ کی دیواروں سے لگی ہوئی گرداگرد منزلیں بنائیں اور حجرے بھی گرداگرد بنائے۔ سب سے نچلی منزل پانچ ہاتھ چوڑی اور بیچ کی چھ ہاتھ چوڑی اور تیسری سات ہاتھ چوڑی تھی کیونکہ اس نے گھر کی دیوار کے گرداگرد باہر کے رخ پشتے بنائے تھے تاکہ کڑیاں گھر کی دیواروں کو پکڑے ہوئے نہ ہوں اور وہ گھر جب تعمیر ہو رہا تھا تو ایسے پتھروں کا بنایا گیا جو کان پر تیار کیے جاتے تھے۔ سو اس کی تعمیر کے وقت نہ ماتول نہ کلہاڑی نہ لوہے کے کسی اوزار کی آواز کسی گھر میں سنائی دی اور بیچ کے حجروں کا دروازہ اس گھر کی دہنی طرف تھا اور چکردار سیڑھیوں سے بیچ کی منزل کے حجروں میں اور بیچ کی منزل سے تیسری منزل کو جایا کرتے تھے۔ سو اس نے وہ گھر بنا کر اسے تمام کیا اور اس گھر کو دیوار کے شہتیروں اور

---

[1] ہاتھ ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے گویا اصل ہیکل کی عمارت نوے فٹ لمبی، تیس فٹ چوڑی اور پینتالیس فٹ اونچی تھی۔

[2] مطلب یہ کہ برآمدہ تیس فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا تھا۔

تختوں سے پاٹا اور اس نے اس گھر سے لگی ہوئی پانچ پانچ ہاتھ اونچی منزلیں بنائیں اور وہ دیوار کی لکڑیوں کے سہارے اس گھر پر ٹکی ہوئی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس گھر کے فرش سے چھت کی دیواروں تک اس نے ان پر لکڑی لگائی اور اس نے اس گھر کے فرش کو صنوبر کے تختوں سے پاٹ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس گھر کے اندر اندر دیودار تھا جس پر لٹو اور کھلے ہوئے پھول کندہ کیے گئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور الہام گاہ اندر ہی اندر سے بیس ہاتھ لمبی اور بیس ہاتھ چوڑی اور بیس ہاتھ اونچی تھی اور اس نے اس پر خالص سونا منڈھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور الہام گاہ کے سامنے اس نے سونے کی زنجیریں تان دیں اور اس پر بھی سونا منڈھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس نے اس گھر کی سب دیواروں پر گرداگرد اندر اور باہر کروبیوں اور کھجور کے درختوں اور کھلے ہوئے پھولوں کی کھدی ہوئی صورتیں کندہ کرائیں [1]

ہیکل کی سرگزشت

جو تفصیل اوپر بتائی گئی ہے اس سے واضح ہے کہ ہیکل کے چار حصے تھے۔ ایک الہام گاہ، دوسرا وہ مقام جسے تورات میں پاک ترین مکان کہا گیا ہے، تیسرا برآمدہ، چوتھا اردگرد کی منزلیں اور حجرے جو غالباً ہیکل کے خادموں، کاہنوں اور دینی پیشواؤں کے لیے وقف تھے۔

یہاں یہ بتا دینا چاہیئے کہ حضرت سلیمانؑ کی تعمیر کی ہوئی عمارت بنوکدنضر نے تباہ کی۔ سائرس کے عہد میں دوسری مرتبہ یہ عمارت بنی۔ یہ خستہ ہو گئی تو ہیرودیس بادشاہ یہود نے اسے نئے سرے سے تعمیر کیا۔ اس عمارت کو ٹائٹس (قیصر روم) نے تباہ کیا۔ جب مسلمان حضرت عمرؓ کے عہد میں وہاں پہنچے تو یہودیوں کی جگہ عیسائی یروشلم پر قابض تھے۔ انھوں نے اپنی مقدس عمارتیں بنا رکھی تھیں۔ سلیمانی ہیکل کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے واقف کار لوگوں سے اصل جگہ دریافت کی اور وہاں وہ مسجد تعمیر کرائی جسے مسلمان مسجد اقصےٰ کہتے ہیں۔ اب بہت بڑا احاطہ بنا ہوا ہے جس کا طول ڈیڑھ ہزار فٹ اور عرض ایک ہزار فٹ سے کم نہ ہوگا۔ جنوبی حصے میں مسجد اقصےٰ ہے۔ اردگرد بہت سے حجرے ہیں۔ تقریباً وسط میں وہ مشہور گنبد ہے جسے قبۃ الصخریٰ کہتے ہیں اور جسے تعمیر کی خوب صورتی کے دھوکے میں یورپی لوگ عام طور پر مسجد اقصیٰ یا مسجد عمرؓ کہتے ہیں حالانکہ مسجد اقصےٰ الگ عمارت ہے۔

ماہر انجنیئروں کے ایک گروہ نے یہ دریافت کرنا چاہا تھا کہ سلیمانی ہیکل کا بنیادی پتھر کونسا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد انھیں یہ پتھر موجودہ عمارت کے جنوب مشرقی گوشے میں ملا جو چودہ فٹ لمبا اور تین فٹ آٹھ انچ موٹا تھا۔ یہ پتھر موجودہ سطح سے اناسی فٹ تین انچ نیچے لگا ہوا ہے [2]

---

[1] سلاطین ۱ باب ۶ آیات ۲-۲۹۔

[2] بائیبل ڈکشنری صفحہ ۶۵۸۔

اس زمانے میں بڑے بڑے پتھروں اور تعمیر کی دوسری چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہ تھا۔ اس وجہ سے ہیکل سلیمانی کی تعمیر واقعی بہت بڑا کارنامہ تھا اور یقیناً یہ کام خدا کا ایک برگزیدہ نبی ہی پورا کر سکتا تھا حضرت سلیمانؑ خدا کے نبی بھی تھے اور یہودیوں کے بادشاہ بھی۔ انھوں نے اپنی رعایا اور عام مخلوق کے لیے جو سہولتیں اور آسائشیں مہیا کیں ان کی وجہ سے حضرت کی حکومت نے مثالی حیثیت اختیار کر لی۔ قوم امن، آسائش، انصاف اور خوش حالی کی برکتوں سے مالامال ہو گئی۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق اور بھی کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ مثلاً:

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ (انبیاء ع۶)

اور شیطانوں میں سے ایسے شیطان جو اس کے لیے (سلیمان کے لیے) غوطہ لگانے اور اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کے کام انجام دیتے اور ہم انھیں پاسبانی میں لیے ہوئے تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝

(سبا ع ۲)

اور جنوں میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کج روی کرے ہم اُسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے ▪ اس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا تھا قلعوں کی تعمیر، ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔ اے آل داؤد شکر گزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔

پھر فرمایا:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ (النمل ع۲)

اور اکٹھے کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں میں سے انسانوں میں سے، جانوروں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کیے جاتے ہیں۔

سورۂ ص میں مذکور ہے:

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(ص ع ۳)

اور مسخر کر دئے سلیمان کے لیے شیطان (سرکش جن) ہر قسم کے کام کرنے والے، عمارت بنانے والے، دریا میں غوطہ لگانے والے اور وہ (سرکش سے سرکش) جو جکڑے ہوئے ہیں زنجیروں میں۔ یہ ہماری بخشش و عطا ہے، چاہے اس کو بخشش دو یا روکے رکھو تم سے اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ پر بے انتہا احسانات کیے پھر جیسا کہ مذکورہ بالا آخری آیت میں مذکور ہے یہاں تک فرما دیا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کو جہاں اور جیسے چاہو خرچ کرو۔ ظاہر ہے کہ خدا کا برگزیدہ نبی خدا کی دی ہوئی دولت ہمیشہ اچھے کاموں میں خرچ کرے گا اور یقیناً حضرت سلیمانؑ کی دولت خدا ہی کی راہ میں خرچ ہو رہی تھی۔ پھر اس بارے میں پرسش حساب کا سوال کیوں کر پیدا ہو سکتا تھا۔

گھوڑوں کا واقعہ

سورۂ ص میں حضرت سلیمانؑ کے متعلق گھوڑوں کے ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ إِنِّيْ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝

(ص ع ۳)

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ (فرزند) عطا کیا وہ اچھا بندہ تھا۔ بے شک وہ خدا کی جانب بہت رجوع ہونے والا تھا (اس کا واقعہ قابل ذکر ہے) جب اس کے سامنے شام کے وقت اصیل اور سبک رو گھوڑے پیش کیے گئے تو وہ کہنے لگا بے شک میری محبت مالِ (جہاد کے گھوڑوں کی محبت) پروردگار کے ذکر ہی میں سے ہے یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے (حضرت سلیمانؑ نے فرمایا) ان کو واپس لاؤ۔ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے اور تھپتھپانے لگا۔

اس آیت کی تفسیر میں واقعہ کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک جہاد کے موقع پر حضرت سلیمانؑ نے اصطبل سے گھوڑے منگائے۔ آپ کو چونکہ گھوڑوں کی نسلوں اور ان کے اوصاف کا علم حاصل تھا اس لیے آپ نے جب انھیں اصیل، سبک رفتار اور خوش رو پایا تو فرمایا کہ ان سے میری محبت بھی ذکرِ الٰہی ہی کا ایک حصہ ہے۔ جب گھوڑے اصطبل کو واپس چلے گئے تو آپ نے انھیں دوبارہ منگوایا اور محبت اور عزت و توقیر کے طور پر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے اور تھپتھپانے لگے۔[۱]

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں شاید اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک طرف ذکر اللہ سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے محلات و مبادی کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلاتِ جہاد مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مالِ نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے یعنی جہاد کے جوش وانہماک میں حکم دیا کہ گھوڑے پھر واپس لائے جائیں۔ وہ واپس آئے تو آپ ان کی گردنیں اور پنڈلیاں صاف کرنے لگے۔

---

[۱] منقول از عبداللہ بن عباس بطریق علی بن ابی طلحہ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۱۱۲۔

ملکہ سبا کا واقعہ

سورۂ نمل میں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا کا واقعہ پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جو دلچسپ ہونے کے علاوہ اپنے اندر نتائج و بصائر کے بہت سے پہلو رکھتا ہے۔

قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ سبا ہے۔ تورات کا بیان ہے کہ سبا ایک بہت جری اور باہمت شخص تھا۔ اس نے زبردست فتوحات کے بعد ایک حکومت کی بنیاد رکھی جس کا اصل مرکز عرب کے جنوبی حصہ یمن کے مشرقی علاقے میں تھا اور پائے تخت کا نام مارب تھا، جسے صبا بھی کہتے ہیں۔ روایتِ عرب میں اس شخص کا نام عمر یا عبد شمس اور لقب سبا بتایا گیا ہے۔[۱]

رفتہ رفتہ مملکت سبا کی حدود پھیل کر مشرق میں حضرموت اور مغرب میں بحیرۂ قلزم سے گزر کر افریقہ تک جا پہنچے۔ یمن اور اس کے اطراف میں مضبوط قلعے تعمیر کر لیے گئے۔ اس قوم کی جسے قوم سبا کہتے تھے، کئی شاخیں تھیں۔ سبا کا زمانہ عروج ۱۱۰۰ ق م سمجھنا چاہیئے۔ قریباً ۱۰۰۰ ق م میں سلطنتِ سبا کے عروج کا ذکر حضرت داؤدؑ کی زبور میں موجود ہے۔ ملکِ سبا کا آخری دورِ حکومت ۵۵۰ ق م بتایا جاتا ہے۔[۲]

ملکہ سبا اسی ملک کی حکمران تھی۔ قرآن مجید میں اس کا نام کہیں بھی مذکور نہیں مگر اسرائیلی داستانوں میں اسے بلقیس بتایا گیا ہے۔

واقعہ

ملکہ سبا کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کا دربار لگا ہوا تھا آپ نے جائزہ لیا تو انھیں ہُدہُد کہیں نظر نہ آیا۔ فرمایا اگر وہ غیر حاضر ہے تو غیر حاضری کی معقول وجہ بتائے بغیر اس کا چھٹکارا نہ ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد ہُدہُد آگیا تو اس نے بتایا کہ میں ایک نئی خبر لایا ہوں۔ ملکِ سبا میں ایک ملکہ حکمران ہے خدا نے اسے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے مگر افسوس ملکہ اور اس کی قوم خدائے واحد کی پرستش نہیں کرتی بلکہ آفتاب کو پوجتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے اور شیطان نے ان لوگوں کے بُرے اعمال کو ان کی نگاہوں میں اچھائی کا لباس پہنا دیا ہے اس لیے وہ راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں:

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝

اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو (ہُدہُد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت (یا عذر غیر حاضری کا) میرے سامنے پیش کرے۔ سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا اور (سلیمان سے) کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ ـــــــ

جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور (اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ) میں

---

[۱] ارض القرآن جلد اول صفحہ ۲۳۶۔

[۲] معجم البلدان و دائرۃ المعارف ذکر سبا بحوالہ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۱۴۸۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِيْنٍ ۝ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝

آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے (سلطنت کے لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا (اور قیمتی) تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس (عورت) کی قوم کو پایا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے۔ سو وہ راہِ حق پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے (جو ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں بارش اور نباتات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے کہ) تم لوگ جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ (زبان وغیرہ سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (پس) اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (النمل ع ۲)

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اچھا میں ابھی تیری سچائی کا امتحان کر لیتا ہوں چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک خط ملکہ سبا کے نام لکھ کر ہُدہُد کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اسے پہنچا دے، پھر ان سے الگ رہ کر معلوم کرے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

ہُدہُد نے خط لے جا کر ملکہ کو پہنچا دیا۔ ملکہ نے اسے پڑھا پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ میرے پاس سلیمان کی طرف سے خط آیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اپنی قوت اور طاقت پر ناز نہ کرنا چاہیئے بلکہ خدا کے روبرو جھک جانا چاہیئے۔ اسی کی رضا کو اپنا نصب العین اور اس کے احکام کی پابندی کو اپنا شیوہ بنا لینا چاہیئے۔

خط کی عبارت سنانے کے بعد ملکہ بولی کہ اے میرے ارکینِ سلطنت! تم جانتے ہو کہ میں کسی بھی اہم معاملہ میں تمہارے مشوروں کے بغیر قدم نہیں اٹھاتی۔ لہٰذا اب اس خط کے بارے میں تم مجھے مشورہ دو کہ سلیمان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

ارکان دولت نے جواب دیا کہ ہمیں مرعوب ہونے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس بے حساب جنگی سامان موجود ہے اور ہم زبردست طاقت و قوت کے مالک ہیں سو اس خط کے متعلق آپ جو مناسب فیصلہ فرمائیں ہم اس کی تعمیل کے لیے ہر لحظہ تیار ہیں۔

ملکہ بولی بے شک ہم بہادر اور طاقتور ہیں لیکن معاملے کے تصفیے کے لیے فوراً جنگ پر آمادہ ہو جانا مناسب نہیں۔ جنگ میں دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ فتح بھی اور شکست بھی اور ظاہر ہے کہ شکست کی حالت میں سخت ذلت و خواری سے سابقہ پڑے گا۔ بہتر یہ ہے کہ میں چند قاصدوں کو عمدہ اور بیش بہا تحائف دے کر سلیمان کے پاس بھیجوں۔ اس بہانہ سے قاصد سلیمان کی شوکت و عظمت اور اس کی طاقت کا اندازہ بھی کر آئیں گے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر واقعی وہ زبردست طاقت و شوکت کا بادشاہ نکلا

تو ہمارا اس سے لڑنا بے سود ہوگا۔ اس لیے کہ جو بادشاہ زبردست قوت و شوکت کے مالک ہوتے ہیں وہ جب کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں اور باعزت شہریوں کو بہت بڑی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا بلا وجہ بربادی مول لینے سے کیا حاصل ؟

درباریوں نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ ملکہ نے قاصدوں کو بیش قیمت تحائف دے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس بھیج دیا۔ قاصد دربار میں پہنچے اور انھوں نے تحائف پیش کیے تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ جن قیمتی اشیاء سے تم مجھے پھسلانے آئے ہو ان سے زیادہ قیمتی اور گراں قدر چیزیں خدا نے اپنی رحمت سے مجھے عطا کر رکھی ہیں۔ میرے نزدیک تمھارے ان بیش قیمت تحفوں کی کوئی اہمیت نہیں میرا نصب العین نہ مال و دولت ہے اور نہ ملک و حکومت۔ میں تو کلمۂ حق بلند کرنا چاہتا ہوں۔ میری آرزو تو یہ ہے کہ تمام لوگ خدائی احکام کے پابند بن جائیں ۔ اپنے تحفے واپس لے جاؤ اور ملکہ سے کہہ دو کہ اگر میرے نصب العین میں رکاوٹ پیدا کی گئی تو میں ایسے عظیم الشان لشکر لے کر آؤں گا کہ اُن کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔

قاصدوں نے واپس جا کر ساری داستان کہہ سنائی اور حضرت سلیمانؑ کی ہیبت اور شوکت و عظمت کا جو نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے ملکہ سے بیان کیا تو اس پر واضح ہو گیا کہ نہ حضرت سلیمانؑ روپے پیسے کے خواہاں ہیں، نہ وہ خواہ مخواہ جنگ کرنا چاہتے ہیں، ان کا مدعا صرف یہ ہے کہ توحید دنیا میں پھیلائیں، انسانوں کو حق اور سچائی کی راہ دکھائیں اور انھیں احکام خداوندی کے پابند بنائیں لہٰذا ملکہ نے خود حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچنے کا ارادہ کر لیا اور اس کے مطابق پیغام بھی بھیج دیا۔

حضرت سلیمانؑ کو ملکہ کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ نے درباریوں کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت یہاں پہنچا دیا جائے۔ ایک زبردست جن نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں وہ تخت دربار برخاست ہونے سے پہلے پہلے لے آؤں۔ دوسرے شخص نے جسے کتاب الٰہی کا علم حاصل تھا عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت لا سکتا ہوں چنانچہ تخت آناً فاناً آ گیا۔

حضرت سلیمانؑ نے تخت کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے۔ وہ مجھے آزماتا ہے کہ میں اس کا شکر گزار بنتا ہوں یا نافرمان۔ حقیقت یہ ہے کہ جو انسان اللہ کا شکر گزار رہتا ہے اس سے اسی کی ذات کو نفع پہنچتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اس کا نقصان بھی نافرمان کو اٹھانا پڑتا ہے

دیکھیے، خدا کے برگزیدہ پیغمبر کی شانِ تلقین و ہدایت ہے وہ ہر لمحہ انسانوں کے لیے خدائے برحق کی فرماں برداری اور شکر گزاری کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ پر خدا کا یہ بہت بڑا احسان تھا کہ انھیں قوت و طاقت کے غیر معمولی ذریعے عطا ہوئے۔ انھوں نے بلا تامل فرمایا کہ یہ خدا کا احسان ہے اور خدا اپنے بندوں پر فضل و احسان کرتا ہے تو ساتھ ہی دیکھتا ہے کہ وہ اس کے شکر گزار بندے بنے رہتے ہیں یا نافرمانی اختیار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت و طاقت اور دولت و حکومت انسانوں کو راہِ حق سے روگرداں کر دینے کا بہت خطرناک ذریعہ ہے۔ عین اس موقع پر حضرت سلیمانؑ نے شکر گزاری کا حق ادا کیا اور یہ ان کی پیغمبرانہ عظمت کا ایک روشن نشان ہے۔ یہ انسانوں کے لیے عام تلقین ہے کہ انھیں کسی بھی حالت میں خدائے پاک کے شکر اور فرماں برداری کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے۔

کچھ مدت کے بعد ملکہ سبا سفر ختم کر کے دربار سلیمانی میں حاضر ہو گئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ تخت تیرا ہے؟ عقل مند ملکہ بولی "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ میرا ہی تخت ہے۔" مطلب یہ کہ تخت کی ہیئت اور ساخت تو میرے ہی تخت جیسی ہے لیکن قدرے تبدیلی کے باعث بہ یقینی طور پر کہنا مشکل ہے کہ یہ میرا ہی تخت ہے۔

ملکہ نے جواب میں حضرت سلیمانؑ سے یہ بھی کہا کہ

مجھے آپ کی بے مثال قوت وطاقت اور دولت وسطوت کا پہلے ہی سے علم ہو چکا ہے اس لیے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوئی ہوں۔

حضرت سلیمانؑ نے اظہارِ مقصد کے لیے ایک اور طریقہ یہ اختیار کیا کہ شیشے کا ایک عالی شان محل تیار کرایا تھا جو آبگینے کی چمک، خوب صورتی، سلوٹ اور عجیب وغریب صنعت کاری کے لحاظ سے اپنی آپ مثال آپ تھا۔ اس میں داخل ہونے کے لیے سامنے جو صحن بنا تھا اس میں بہت بڑا حوض بنوا کر اسے پانی سے بھر دیا گیا تھا۔ اس کے اوپر صاف اور شفاف آبگینوں اور بلور کے ٹکڑوں سے ایسا نفیس اور عمدہ فرش بنایا گیا تھا۔ کہ ہر دیکھنے والے کی آنکھ دھوکا کھا جاتی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے صحن میں صاف اور شفّاف پانی بہ رہا ہے۔

ملکہ کے قیام کا انتظام اسی محل میں کیا گیا، جب وہ محل میں داخل ہونے کے لیے صحن میں پہنچی تو پانی کو دیکھ کر اس میں اترنے کے لیے پائینچے اوپر چڑھانے لگی۔ اسی وقت سلیمانؑ نے فرمایا کہ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ پانی نہیں۔

اب وہ سمجھی کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے ایک زبردست بادشاہ کی قوت وشوکت ہی نہیں بلکہ سلیمانؑ کو یہ بے نظیر طاقت اور معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو سورج، چاند، ستاروں بلکہ کل کائنات سے برتر ہے اور ہر شے کی تنہا مالک ہے۔ اب اس پر منکشف ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے یہ سب اہتمام ملکہ کو فرماں بردار بنانے یا اس کے ملک کو اپنی سلطنت سے وابستہ کرنے کے لیے نہ کیا تھا، بلکہ حقیقی مقصود یہ تھا کہ اہل سبا کو گمراہی کے بجائے خدا پرستی اور نیک کرداری کی طرف لایا جائے۔

یہ خیال آتے ہی ملکہ نے فوراً شرمسار اور نادم انسان کی طرح ایمان کا اقرار کیا اور کہا کہ

"اے میرے پروردگار! میں اپنی نادانی کی وجہ سے تیرے سوا دوسروں کی پرستش کر کے گناہگار ہوئی۔
میں توحید اور ایمان کا صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستے پر گامزن رہی۔ میں نے اپنے نفس پر بہت ہی بڑا ظلم کیا۔
اب میں اپنی تمام خطاؤں کی تجھ سے معافی چاہتی ہوں اور حضرت سلیمانؑ کے اتباع ہی میں تجھ پر جو ذات وصفات میں یکتا اور قادرِ مطلق ہے ایمان لاتی ہوں، تو ہی سورج، چاند، ستاروں غرض کل کائنات کا خالق اور مالک ہے، تیرے سوا کوئی ذات عبادت اور پرستش کے لائق نہیں۔"

اس طرح حضرت سلیمانؑ کے پیغام کی حقیقی مراد تک پہنچ کر ملکہ نے خدا کی فرماں برداری اختیار کر لی اور دین ودنیا کی کامرانی حاصل کی۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝ — سلیمان نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ
تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ٥

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ
اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ٥ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ
وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ٥

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ
فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى
تَشْهَدُوْنِ ٥
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا
بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ
فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ٥ قَالَتْ
اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً
اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ
اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ٥
وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ
فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ٥
فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ
بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ
بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ٥

تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ (اچھا) میرا یہ خط لے
جا اور اسے اس کے پاس ڈال دینا۔ پھر وہاں سے ہٹ جانا،
پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں۔
بلقیس نے (پڑھ کر اپنے سرداروں سے مشورہ کے لیے)
کہا کہ اے اہلِ دربار میرے پاس ایک خط (جس
کا مضمون نہایت) باوقعت (ہے) ڈالا گیا ہے وہ سلیمانؑ کی طرف
سے ہے اور اس میں یہ (مضمون) ہے (اوّل) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیانِ سلطنت
جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) میرے مقابلے میں تکبر مت کرو
اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہلِ دربار
تم مجھے میرے اس معاملے میں رائے دو (کہ مجھے سلیمان کے ساتھ
کیا معاملہ کرنا چاہیئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب
تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے
طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) اختیار تم کو ہے
سو تم ہی (مصلحت) کو دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے) حکم دینا ہو۔ بلقیس
کہنے لگی کہ والیانِ ملک (کا قاعدہ ہے کہ) جب کسی بستی میں (مخالفانہ
طور پر داخل ہوتے ہیں، تو اسے تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے
رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو (اُن کا زور گھٹانے کے لیے)
ذلیل کیا کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور میں ان لوگوں
کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے
(وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں۔ سو جب وہ فرستادہ
سلیمان کے پاس پہنچا (اور تحفے پیش کیے تو سلیمان نے) فرمایا
کیا تم لوگ (بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو، سو
(سمجھ رکھو) کہ اللہ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے، وہ اس
سے کہیں بہتر ہے جو تمہیں دے رکھا ہے۔ ہاں تم ہی اپنے

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ○

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ■

فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ ○

اسی ہدیہ پر اتراتے ہو گے (سو یہ تحفے ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ۔ ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم انھیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔ اور وہ (ہمیشہ کے لیے) ماتحت ہو جائیں گے۔

سلیمان کو وحی سے یا اور کسی مخبر وغیرہ کے ذریعے سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اے اہلِ دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں حاضر کر دے۔ ایک قوی ہیکل جن نے جواب عرض کیا کہ میں اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا، قبل اس کے کہ آپ اس اجلاس سے اٹھیں اور (اگرچہ وہ) ■ بڑا بھاری ہے مگر) میں اس (کے لانے) پر قدرت رکھتا ہوں۔ (اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر) امانت دار بھی ہوں جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے (اسی جن سے) کہا کہ میں اسے تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں پس جب سلیمان نے اُسے اپنے روبرو رکھے دیکھا تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگا کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا خدانخواستہ ناشکری کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے، کریم ہے (اس کے بعد) سلیمان نے بلقیس کی عقل آزمانے کے لیے) حکم دیا کہ اس کے لیے اس کے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں کہ اس کا پتہ لگتا ہے (اس کا ان ہی میں شمار ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا۔ (سلیمان نے یہ سب سامان کر رکھا پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی تو اس سے کہا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگی ہے تو ویسا ہی اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی) تحقیق ہو چکی ہے اور

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

ہم مطیع ہو چکے ہیں اور اُس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا (اور وہ عادت اس لیے پڑ گئی تھی) کہ وہ کافر قوم سے تھی۔ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (وہ چلیں راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا۔ تو اُسے پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمان نے فرمایا کہ یہ ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے۔ بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا (کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں (اب سلیمان کے ساتھ یعنی ان کے طریقہ پر) ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی ۔

ملکہ سبا کا ذکر تورات میں

ملکہ سبا اور حضرت سلیمانؑ کا یہ واقعہ تورات میں یوں مذکور ہے :-

اور جب سبا کی ملکہ نے خداوند کے نام کی بابت سلیمان کی شہرت سنی تو وہ آئی تاکہ مشکل سوالوں سے اسے آزمائے اور وہ بہت بڑی جلو کے ساتھ یروشلم میں آئی اور اس کے ساتھ اونٹ تھے جن پر مصالح اور بہت سا سونا اور بیش بہا جواہرات لدے تھے اور جب وہ سلیمانؑ کے پاس پہنچی، تو اس نے اُن سب باتوں کے بارہ میں جو اس کے دل میں تھیں، اس سے گفتگو کی۔ سلیمانؑ نے اس کے سب سوالوں کا جواب دیا۔ بادشاہ سے کوئی بات ایسی پوشیدہ نہ تھی جو اسے نہ بتائی اور جب سبا کی ملکہ نے سلیمان کی ساری حکمت اور اس محل کو جو اس نے بنایا تھا اور اس کے دسترخوان کی نعمتوں اور اس کے ملازموں کی نشست اور اس کے خادموں کی حاضر باشی اور ان کی پوشاک اور اس کے ساقیوں اور اس سیڑھی کو جس سے خداوند کے گھر کو جاتا تھا، دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ وہ سچی خبر تھی، جو میں نے تیرے کاموں اور تیری حکمت کی بابت اپنے ملک میں سنی تھی۔ تو بھی میں نے وہ باتیں باور نہ کیں، جب تک خود آکر اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ

نہ لیا اور مجھے تو آدھا بھی نہیں بتایا گیا تھا۔ کیونکہ تیری حکمت
اور اقبال مندی اس شہرت سے جو میں نے سنی بہت زیادہ ہے
خوش نصیب ہیں تیرے لوگ، اور خوش نصیب ہیں تیرے یہ ملازم
جو برابر تیرے حضور کھڑے رہتے اور تیری حکمت سنتے ہیں۔
خداوند تیرا خدا مبارک ہو، جو تجھ سے ایسا خوشنود ہوا کہ
تجھے اسرائیل کے تخت پر بٹھایا ہے۔ چونکہ خداوند نے
اسرائیل سے سدا محبت رکھی ہے۔ [1]

ضروری گزارشات

حضرت سلیمانؑ کے عہد مبارک کی چند اہم خصوصیتیں یہ ہیں:۔

۱۔ مقدس ہیکل کی تعمیر۔
۲۔ تجارت، صنعت و حرفت، زراعت وغیرہ کی غیر معمولی ترقیات اور رعایا کی غیر معمولی خوش حالی۔
۳۔ عدل و انصاف اور امن کا ایسا دور شروع ہوا، جس کی کوئی مثال دوسرے بادشاہ اور حکمران پیش نہ کرسکے۔
۴۔ سلطنت کے حدود بھی بہت پھیل گئے لیکن جیسا کہ ملکہ سبا کے واقعہ سے ظاہر ہے حضرت سلیمانؑ کا نصب العین نہ یہ تھا کہ سلطنت بہت وسیع ہو جائے نہ یہ تھا کہ دولت کے نادر خزانے ان کے قبضے میں آجائیں۔ وہ صرف خدا کے دین کی اشاعت اور خدا کے نام کی سربلندی کے خواہاں تھے۔ خدا نے اپنی رحمت سے انہیں دنیوی دولت بھی ایسی دی جو کسی کو نصیب نہ تھی۔

یہودیوں کی سلطنت کا آغاز طالوت سے ہوا، حضرت داؤد کے عہد میں اس سلطنت نے ظاہر و باطن کے لحاظ سے ممتاز حیثیت حاصل کی۔ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں یہ اوج کمال پر پہنچ گئی۔ پھر نہ حکمران اچھے رہے نہ وہ رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں باقی رہ سکتی تھیں جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ جیسے مثالی حکمرانوں کو خدا نے دے رکھی تھیں۔

حضرت سلیمان کی دعائیں

قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کی دعائیں اس طرح مذکور ہیں:۔

۱۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝
(نمل ع ۲)

اے پروردگار! مجھے یہ توفیق دے کہ میں تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

---

[1] سلاطین ا باب ۱۰ آیات ۱ تا ۹۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (ص ع ۳)

اے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کو میسّر نہ آئے بے شبہ تو ہی بخشنے والا ہے۔

ملکہ سبا کی دعا ملکہ سبا نے اقرارِ معصیت کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے جو دعا کی تھی وہ قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے:۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (نمل ع ۳)

اے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اب سلیمان کے ساتھ ایمان لاتی ہوں، اس اللہ پر جو پروردگار ہے جہانوں کا۔

حضرت موسٰی و ہارُون علیہما السّلام

مصر میں بنی اسرائیل کی کیفیت حضرت یوسفؑ کو مصر میں کارفرمائی کا درجہ حاصل ہوا تھا تو وہاں جس فرعون کی حکومت تھی وہ ہکسوس خاندان سے تھا۔ یہ لوگ اصل میں عرب تھے اور انھوں نے مصر کو فتح کرکے وہاں اپنی سلطنت قائم کرلی تھی۔ عرب انھیں عمالقہ کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ مصر گئے تھے تو اس وقت بھی وہاں عمالقہ ہی حکمران تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسف کو مصر میں جو اعزاز و اکرام حاصل ہوا، اس کی ایک وجہ یہی تھی کہ وہاں کے حکمران اُن کے ہم قوم اور ہم وطن تھے۔

توراۃ کے بیان سے ظاہر ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنے سارے خاندان کو کنعان سے بلا کر مصر میں آباد کرنا چاہا، تو فرعون نے انھیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچانے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور کہدیا تھا کہ مصر میں جو بہترین مقام وہ اپنے لیے پسند کریں وہاں انھیں آباد کردیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت یعقوبؑ اپنے سارے خاندان کے ساتھ مصر پہنچے تو حضرت یوسف نے انھیں آبادی سے الگ ایک خطّہ زمین رہنے کے لیے دے دیا۔ بنی اسرائیل وہاں آباد ہوگئے اور مصر میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔

جب تک عمالقہ مصر پر حکمران رہے بنی اسرائیل کے آرام و آسائش میں کوئی فرق نہ آیا، لیکن جب اہل مصر نے عمالقہ کو نکال کر وہاں ازسرِنو اپنی سلطنت قائم کرلی تو بنی اسرائیل پر سختیاں ہونے لگیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل اپنے عقائد، مذہب، تہذیب اور تمدن میں اہل مصر سے بالکل مختلف تھے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس قوم سے تعلق رکھتے تھے جو باہر سے آکر کئی سو سال تک مصر پر مسلط رہ چکی تھی۔ گویا عمالقہ کی وجہ سے غیر ملکیوں کے خلاف جو عداوت پیدا ہوئی تھی اس کا ہدف بنی اسرائیل بن گئے۔

مصریوں کو یہ خیال بھی ہوگا کہ بنی اسرائیل کو مصر میں جو حقوق حاصل ہوئے، عمالقہ کی وجہ سے حاصل ہوئے لہٰذا ان بچاروں کو زیادہ سے زیادہ ذلیل و خوار کیا جاتا اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے جاتے۔ گویا یہ نہایت ہی سخت انتقامی جذبہ تھا جس کی آگ میں بنی اسرائیل جلنے لگے۔ حالانکہ انھوں نے مصریوں کا کوئی گناہ نہیں کیا تھا اور مروجہ قانون کے خلاف کوئی جرم ان سے سرزد نہ ہوا تھا۔

ظلم و تشدّد کا دور عمالقہ کی حکومت حضرت موسٰی کی ولادت سے بہت پہلے ختم ہوچکی تھی اور مصری اپنی حکومت قائم کرچکے تھے۔ اس زمانہ میں مصر کی فضا فراخی کے باوجود بنی اسرائیل پر تنگ ہوگئی۔ ان کی خوشحالی و فارغ البالی عُسرت و تنگی سے بدل گئی۔ مصیبت یہ تھی کہ وہ بچارے جاتے تو کہاں جاتے ؛ جانا چاہتے بھی تو فرعون اور خود مصری لوگ انھیں جانے نہ دیتے تھے۔ غالباً اس خیال سے کہ غلاموں اور بردوں کی طرح بیگار کا جو کام لیا جاتا تھا اس کا سلسلہ ختم ہوجاتا اور مصریوں کے فوائد پر زد پڑتی۔ یعنی ایک قوم خواہ مخواہ لامتناہی اور ناقابلِ برداشت مصیبتوں میں مبتلا ہوگئی تھی۔

حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے جس فرعون کو حق و انصاف کا پیغام پہنچایا وہ عمالقہ میں سے نہیں بلکہ اہل مصر میں سے تھا لیکن یقین کے ساتھ بتانا ممکن نہیں کہ وہ کون تھا۔ البتہ عام قیاس یہ ہے کہ رعمیسیس یا اس کا بیٹا منفتاح تھا۔ پھر ان کے سنینِ حکومت کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سراسر قیاس پر مبنی ہے۔

تورات کا بیان | تورات کی کتاب خروج میں بتایا گیا ہے:

> تب مصر میں ایک بادشاہ ہوا، جو یوسف کو نہیں جانتا تھا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا دیکھو اسرائیلی ہم سے زیادہ قوی ہو گئے ہیں سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت سے پیش آئیں، تاکہ ایسا نہ ہو جب وہ اور زیادہ ہو جائیں اور اسی وقت جنگ چھڑ جائے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل کر ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں۔ اس لیے انھوں نے ان پر بے گار لینے والے مقرر کیے جو اُن سے سخت کام لے کر انھیں ستائیں [۱]

اس بیان سے واضح ہے کہ:

۱۔ ہکسوس بادشاہوں کی ہم وطنی کے علاوہ مصریوں کا یہ خیال بھی تھا کہ بنی اسرائیل تعداد میں بہت بڑھ گئے ہیں۔

۲۔ مصریوں کو سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر باہر سے کسی قوم نے مصر پر حملہ کر دیا تو بنی اسرائیل اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

۳۔ بنی اسرائیل سے مصریوں کو صرف لڑائی ہی کا خطرہ نہ تھا۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ وہ ملک سے نکل جائیں گے۔

گویا مصری بنی اسرائیل کو اجنبی سمجھتے تھے۔ ان پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔ ڈرتے تھے کہ کسی دشمن کے ساتھ نہ ہو جائیں۔ کامیابی کی صورت میں اجنبی اسی طرح ملک پر مسلّط ہو جاتے جس طرح پہلے ہکسوس مسلّط ہو گئے تھے اور کم و بیش پانچ سو سال مسلّط رہے۔ اجنبی شکست کھا جاتے تو بنی اسرائیل مصر چھوڑ کر چلے جاتے۔ گویا مصری نہ بنی اسرائیل کے ساتھ مساوات کا سلوک کرنے پر آمادہ تھے اور نہ اس امر پر راضی تھے کہ وہ مصر سے نکل جائیں۔ ان پر ظلم و جور کا آغاز اس عزم کے ساتھ کر دیا گیا تھا کہ وہ مصر ہی میں ذلیل و خوار ہو کر ختم ہو جائیں۔

بعض مورخین بنی اسرائیل کے ساتھ فرعون کی عداوت کا ایک اور سبب بتاتے ہیں۔ یعنی اس زمانے کے نجومیوں اور کاہنوں نے فرعون سے کہہ دیا تھا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں ہوگا۔ بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر اُسے وہی بتائی گئی جو اوپر درج ہے یعنی ایک اسرائیلی لڑکا اس کی حکومت کو ختم کر دے گا۔ لیکن یہ تو بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا سبب ہے۔ بنی اسرائیل کے خلاف عام عداوت کا سبب نہیں۔ اس بارے میں تورات کی کتاب خروج

---

[۱] کتاب خروج باب ۱ آیات ۸ — ۱۰

ہیں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہی تاریخ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

فرعون موسیٰ فرعونِ موسیٰ کے نام اور حسب نسب کے متعلق عرب مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض اسے عمالقہ خاندان سے منسوب کرتے ہیں اور اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان بتاتے ہیں کسی نے مصعب بن ریان لکھا ہے اور کوئی ریان یا ریان ابا بتاتا ہے۔ ابن کثیر نے اس کی کنیت ابو مرہ لکھی ہے۔ مگر یہ بیان محل نظر ہے صحیح یہی ہے کہ عمالقہ کی حکومت اس سے پیشتر ختم ہو چکی تھی اور جس فرعون کا ذکر قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کے ساتھ آیا ہے وہ بعض حجری کتبات کے مطابق رعمیسیس ثانی کا بیٹا منفتاح ہے۔ شیخ عبدالوہاب نجار نے مصری دارالآثار کے مصور احمد یوسف احمد آفندی کے ایک مضمون کا خلاصہ قصص الانبیا میں نقل کیا ہے جس کا ماحصل درج ذیل ہے:

رعمیسیس دوم اس زمانے میں بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے منفتاح کو شریک حکومت کر لیا تھا۔ لہذا منفتاح ہی وہ فرعون ہے جسے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے دعوتِ حق دی اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا اور اس کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے اور یہی غرقِ دریا ہوا...... [1]

اس بیان کو درست بھی مان لیا جائے تو ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ منفتاح کی حکمرانی کا زمانہ کیا تھا؛ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۲۹۲ ق م تا ۱۲۲۵ ق م کے درمیان گزرا ہے۔ یہ اس لیے قابلِ قبول نہیں کہ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ حضرت مسیح سے کم و بیش پندرہ سو سال پیشتر مانا جاتا ہے اور جو شجرہ نسب ہمارے سامنے ہے اس سے بھی یہی زمانہ قرین ثواب معلوم ہوتا ہے۔ اب یا تو یہ ماننا چاہیے کہ منفتاح کا زمانہ حکمرانی ۱۲۹۲ ق م سے قریباً دو سو سال پہلے تھا۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ فرعونِ موسیٰ کوئی اور فرعون تھا جو پندرھویں صدی قبل مسیح میں گزرا۔

بہرحال وہ کوئی ہو ہم اتنا جانتے ہیں کہ قرآن یا تورات میں اس کا نام مذکور نہیں، ہم اسے صرف فرعونِ موسیٰؑ کہیں گے اور قرآن مجید میں بھی اسے صرف فرعون کہا گیا ہے۔

فرعون موسیٰ کا خواب مصری حکمران اور عام مصریوں کو بنی اسرائیل سے عداوت تو تھی ہی، اس اثنا میں ایسا ہوا کہ فرعونِ مصر نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر اسے یہ بتائی گئی کہ اس کی سلطنت کا خاتمہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں ہوگا۔

چنانچہ اس نے اپنے قلمرو میں تمام دائیوں کو حکم دیدیا کہ اسرائیلی گھرانے میں جب کوئی لڑکا پیدا ہو، تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ البتہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے کچھ لوگوں کو اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ سلطنت میں گھوم پھر کر تلاش و تفتیش کے بعد اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرتے جائیں۔

تورات کا بیان ہے:

تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے جن میں ایک کا نام صفرہ اور دوسری

---

[1] قصص القرآن جلد اول ص ۳۳۱

کا نوعہ تھا، باتیں کیں اور کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچے جنو تو ان کو پتھر کی بیٹھکوں پر بیٹھی دیکھو تو اگر بیٹا ہو تو اسے مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے لیکن وہ دائیاں خدا سے ڈرتی تھیں۔ سو انھوں نے مصر کے بادشاہ کا حکم نہ مانا۔ بلکہ لڑکوں کو جیتا چھوڑ دیتی تھیں۔ پھر مصر کے بادشاہ نے دائیوں کو بلوا کر کہا تم نے ایسا کیوں کیا کہ لڑکوں کو جیتا رہنے دیا۔ دائیوں نے فرعون سے کہا عبرانی عورتیں مصری عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ ایسی مضبوط ہوتی ہیں کہ دائیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی جن کر فارغ ہو جاتی ہیں پس خدا نے دائیوں کا بھلا کیا اور لوگ بڑھے اور بہت زبردست ہو گئے۔

اور اس سبب سے کہ دائیاں خدا سے ڈریں، اس نے ان کے گھر آباد کر دیے۔ اور فرعون نے اپنی قوم کے سب لوگوں کو تاکیداً کہا کہ ان میں جو بیٹا پیدا ہو تم اسے دریا میں ڈال دینا جو بیٹی ہو اسے جیتی چھوڑنا[1]

حضرت موسیٰ کی ولادت

فرعون کے اس ظالمانہ حکم پر شدت سے عمل ہوا۔ اس اثناء میں عمران[2] کے گھر حضرت موسیٰ[3] علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ اور خاندان کے دوسرے افراد کو سخت فکر دامنگیر ہوئی کہ کسی طرح بچے کو فرعون کے مقرر کیے ہوئے سنگدل قاتلوں سے محفوظ رکھا جائے۔ کچھ مدت تک بچے کی پیدائش صیغۂ راز میں رکھی گئی۔ لیکن یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور دیگر اعزّہ کو ہر وقت یہی خدشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں فرعون کے آدمیوں کو پتہ چل گیا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس حالتِ اضطرار میں اللہ تعالےٰ نے حضرت کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بچے کو دریا میں بہا دیا جائے ہم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حفاظت کریں گے۔ حضرت کی والدہ نے اس پر عمل کیا۔

آپ نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لیا اُس پر چکنی مٹی اور رال لگا کر ایک ایسے صندوق کی طرح بنا دیا جس کے اندر پانی نہ جا سکے، پھر بچے کو اس میں بٹھا کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ ساتھ ہی اپنی لڑکی یعنی حضرت موسیٰ کی ہمشیر کو تاکید کر دی کہ وہ دریا کے کنارے کنارے چلتی رہے، صندوق کو نگاہ میں رکھے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے، پھر آ کر اطلاع دے۔

حضرت موسیٰ کی ہمشیر صندوق کے تعاقب میں دریا کے کنارے کنارے چلتی رہی جو پانی میں بہتا ہوا فرعون کے قریب پہنچ گیا۔ فرعون کے گھرانے کی ایک عورت[4] نے صندوق دیکھا تو اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے اُٹھا کر لے آئیں۔ صندوق لایا گیا تو دیکھا کہ اس

---

[1] خروج باب ۱ آیات ۱۵ - ۲۲ [2] عمران بن قاہت بن لادی بن یعقوب بن اسحٰق [3] تورات میں حضرت موسیٰ کا ذکر جس تفصیل سے آیا ہے اتنی تفصیل سے کسی اور نبی کا نہیں آیا۔ تورات دوسری کتاب خروج، تیسری کتاب احبار، چوتھی کتاب گنتی اور پانچویں کتاب استثناء میں حضرت ہی کے مفصل حالات مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ کے حالات بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ [4] قرآن عزیز نے اس عورت کو فرعون کی بیوی بتایا ہے اور

(باقی حاشیہ ص ۱۳۳ پر)

میں ایک خوبرو بچّہ اطمینان سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے ۔ فرعون کی بیوی بچّے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور بڑی محبت و شفقت سے اسے گود میں اُٹھا لیا ۔ بیٹا بنا کر پالنے کا فیصلہ کر لیا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ محل کے لوگوں میں سے کسی نے کہا یہ تو اسرائیلی بچّہ معلوم ہوتا ہے لہٰذا اسے قتل کر دینا ضروری ہے ، ایسا نہ ہو یہی ہمارے بادشاہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا باعث بن جائے ۔ فرعون نے یہ بات سنی تو اسے بھی یہی ڈر ہوا ۔ بیوی نے شوہر کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ ایسے پیارے بچّے کو قتل کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ۔ ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے ۔ عین ممکن ہے یہی بچّہ ہم دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں ۔ بر فرضِ محال اگر تمہارا گمان یہی ہے کہ یہ بچّہ وہی ہے جو تمہارے خواب کی تعبیر بننے والا ہے تو ہماری محبت اور تربیت شاید اسے ہمارے حق میں نفع بخش اور مفید بنا دے ۔ فرعون نے بیوی کے مشورے سے اتفاق کیا اور بچّے کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا ۔ یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ "موسیٰ" نام بظاہر فرعون کی بیوی نے رکھا ، موسیٰ کے معنی ہیں وہ شخص جو پانی سے نکالا گیا ہو ۔ چونکہ حضرت دریا سے نکالے گئے تھے اس لیے "موسیٰ" نام پایا ۔

حضرت موسیٰ کی پرورش

اس وقت تک حضرت موسیٰ پر جو گزری وہ سب کچھ آپ کی ہمشیرہ دیکھتی چلی آ رہی تھی ۔ جب حضرت کو فرعون کے محل میں لایا گیا تو آپ کی ہمشیرہ کسی طرح وہاں بھی پہنچ گئی ، تاکہ ساری کیفیت دیکھ سکے ۔ چنانچہ جب فرعون نے اپنی بیوی کو بچّے کی پرورش کی اجازت دے دی تو دودھ پلانے کے لیے ایک عورت کی ضرورت پیش آئی ۔ یہ کام شاہی دائیوں کے سپرد کیا گیا ۔ تمام دائیوں نے حضرت کو دودھ پلانے کی کوشش کی مگر آپ نے کسی کے دودھ کو منہ نہ لگایا ۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ نے فرعون کی بیوی سے کہا کہ میں ایک اچھی دائی کا پتہ دے سکتی ہوں ، جو بچّے کو بڑے عمدہ طریقے پر پالے گی ۔ فرعون کی بیوی نے حکم دیا کہ اسے بلاؤ ۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ اجازت پا کر خوشی خوشی گھر روانہ ہوئی ، والدہ کو ساری روداد سنائی اور اسے محل میں لے گئی ، تاکہ بچّے کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دے ۔

حکمتِ الٰہی

یوں حضرت موسیٰ نہ صرف فرعون کی تلوار سے محفوظ رہے بلکہ اس کے محل میں اپنی والدہ کے دودھ سے پرورش پانے لگے ۔ دیکھو اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور تدبیر فرمائیاں کیونکر یکے بعد دیگرے بروئے کار آتی گئیں ۔ بنی اسرائیل کے جس نجات دہندہ کو فرعون پیدائش کے ساتھ ہی موت کے گھاٹ اتار دینے کے درپے تھا (اور خدا جانے اس سلسلے میں فرعونی جلاد کتنے معصوم بچّوں کو عالمِ ہستی میں قدم رکھتے ہی عدم آباد کی جانب روانہ کر چکے تھے ۔) وہ نجات دہندہ بظاہر والدہ کے ہاتھوں دریا کے سپرد ہوا ، لیکن دراصل اس کا یہ خطرناک سفر اس لیے تھا کہ فرعون کے محل میں پہنچے ۔ فرعون کی بیوی نے اسے اپنی آغوشِ محبت میں لیا ۔ فرعون نے اسے اپنے محل میں بیٹے کی طرح پرورش کرنے کی اجازت دی ۔ خود اس نجات دہندہ کی حقیقی والدہ دودھ پلانے کے لیے مقرر ہوئی اور ماں کو بچھڑا ہوا لختِ جگر ہی نہ ملا ، بلکہ اس کے کنبے کے لیے مناسب گزارے

توراۃ میں اسے فرعون کی بیٹی کہا گیا ہے ۔ لیکن مورخین اس اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے ۔ ہو سکتا ہے کہ صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھایا ہو اور بعد میں فرعون کی بیوی نے اسے اپنا بیٹا بنانے کی خواہش ظاہر کی ہو ۔

کا بندوبست بھی فرعون کی طرف سے ہوگیا۔ ان میں سے کون سا واقعہ تھا جسے قدرت کا ایک عجیب و غریب معجزہ ماننے میں کسی کو تامل ہوگا؟

جن حالات کو ہم نے ایک ترتیب کے ساتھ اوپر پیش کر دیا، یہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں پیش ہوئے ہیں، جنھیں یہاں درج کیا جاتا ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۚ
فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ
وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَادُّوهُ
إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ
لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ
وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ○
وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ
لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ ۖ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا
أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○
وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ
إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا
عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○
وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ
بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ
فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ
يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ○
فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا
وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

اور (جب موسیٰ پیدا ہوئے تو) ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو الہام کیا
کہ تم ان کو دودھ پلاؤ، پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع
ہونے کا اندیشہ ہو تو (بے خوف و خطر) ان کو دریا (ئے نیل) میں ڈال
دینا اور نہ تو غرق سے اندیشہ کرنا اور نہ مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور
ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) پیغمبر
بنا دیں گے۔ تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو (مع صندوق کے) اٹھا لیا
تاکہ وہ ان لوگوں کے لیے دشمنی اور غم کا باعث بنیں۔ بلاشبہ فرعون
اور ہامان اور ان کے تابعین بہت چوکے اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ)
نے فرعون سے کہا کہ یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے
اس کو قتل مت کرو۔ عجب نہیں کہ (بڑا ہو کر) ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے
ہم اسے (اپنا) بیٹا ہی بنا لیں اور ان لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی۔
اور ادھر (یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ کی والدہ کا دل (خیالاتِ مختلفہ کے ہجوم
سے) بے قرار ہوگیا۔ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں
اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کیے رہیں کہ یہ (ہمارے وعدہ
پر) یقین کیے (بیٹھی) رہیں۔ انھوں نے موسیٰ کی بہن (یعنی اپنی بیٹی) سے
کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا۔ سو انھوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا
اور ان لوگوں کو (یہ) خبر نہ تھی (کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اسی فکر میں آئی ہیں)
اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی سو
وہ (اسی موقع کو دیکھ کر) کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا
پتہ بتاؤں جو تمھارے لیے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ (دل سے)
اس کی خیر خواہی کریں۔ غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے
وعدے کے موافق) پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

(قصص ع ۱)

(فراق کے) غم میں نہ رہیں اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ۝ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ (طٰہٰ ع ۲)

اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تم پر احسان کر چکے ہیں جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی تھی کہ موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو، پھر ان کو دریا میں ڈال دو، پھر دریا ان کو کنارے تک لے آویگا (آخر کار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ) تیری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تمھیں ایسے شخص کا پتہ دوں جو اسے پالے پوسے۔ اور اس طرح ہم نے پھر تجھے تیری ماں کی گود میں لوٹا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غمگین نہ ہو۔

حضرت موسیٰ کا مصر سے نکلنا

حضرت موسیٰ فرعون کے محل میں پرورش پا کر عنفوانِ شباب کو پہنچے۔ آپ نہایت قوی الجثہ اور بہادر تھے۔ چہرے سے خاص جلال ٹپکتا تھا اور گفتگو سے بھی خاص وقعت اور عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ ہوش سنبھالنے پر انھیں علم ہو چکا تھا کہ نہ وہ مصری ہیں اور نہ فرعون کے خاندان سے ان کا کوئی نسبی یا خونی رشتہ ہے بلکہ وہ خالص اسرائیلی ہیں لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ یہ راز ان کے سینے میں محفوظ رہتا۔ البتہ وہ اپنے ہم قوموں پر مصریوں کو طرح طرح کے مظالم ڈھاتے ہوئے دیکھتے تو طبعاً دل پر چوٹ لگتی۔ اس زمانے میں بھی ضرور غور فرماتے رہتے ہوں گے کہ ہم قوموں کو ذلت و نکبت اور جور و ستم سے کیوں کر نجات دلائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً شہر اور اطرافِ شہر میں گشت بھی کرتے رہتے تھے۔ ان کی حق شناسی کا تقاضا یہی تھا کہ کسی ایک کو دوسرے پر زیادتی سے روکتے خواہ وہ کوئی ہوتا۔ چونکہ بنی اسرائیل عموماً مصریوں کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے رہتے تھے اس لیے حضرت موسیٰ کو جہاں کہیں ایسا کوئی واقعہ نظر آتا تو ظالم کا ہاتھ روکتے اور مظلوم کی نصرت دیاوری فرماتے۔

ایک دن گشت فرما رہے تھے کہ راستے میں ایک مصری کو دیکھا جو ایک اسرائیلی کو زبردستی گھسیٹ کر بیگار کے لیے لے جانا چاہتا تھا اور اسرائیلی کے انکار پر اُسے پیٹتا جا رہا تھا۔ حضرت موسیٰ قریب پہنچے تو اسرائیلی نے انھیں مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ نے مصری کو اس تشدد سے منع کیا لیکن وہ سمجھانے بجھانے پر نہ مانا اور اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ مجبور ہو کر حضرت نے ظالم کے ایک گھونسا مار دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔

یقیناً یہ عام واقعہ تھا اور حضرت موسیٰؑ صرف اس لیے گھونسا رسید کرنے پر مجبور ہوئے تھے کہ مصری زیادتی سے دست کشی کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک گھونسے سے آدمی مرتا بھی نہیں، نیز حضرت موسیٰ کا دل ارادۂ قتل سے بالکل پاک تھا۔ مگر نتیجہ خلافِ توقع دیکھا تو دل میں ندامت محسوس کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی کہ یہ فعل نادانستہ سرزد ہوا۔

ادھر شہر میں مصری کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی، لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ البتہ یہ شبہ ضرور تھا کہ یہ کسی اسرائیلی کا کام ہے۔ مصریوں نے فرعون سے دادرسی کی فریاد کی۔ فرعون نے جواب دیا کہ تم قاتل کا پتہ لگاؤ، اُسے ضرور کیفرِ کردار کو پہنچایا جائے گا۔

حادثۂ قتل کے دوسرے دن حضرت موسیٰ کو پھر پہلے جیسی صورت پیش آئی۔ آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی جسے پہلے روز بچایا تھا، پھر ایک مصری سے جھگڑ رہا ہے۔ اس نے روزِ اول کی طرح دوبارہ حضرت موسیٰ سے امداد طلب کی۔ انھوں نے اسرائیلی سے فرمایا، تُو تو صریح جھگڑالو ہے روز کوئی جھگڑا اکھڑا کر لیتا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ اس خیال سے آگے بڑھے کہ دونوں کو جھگڑے سے روک دیں اسرائیلی نے سمجھا کہ زبان سے چونکہ مجھے ہی سرزنش کر چکے ہیں ممکن ہے مجھے ہی گھونسا رسید کر دیں۔ اس نے پریشانی کی حالت میں کہا۔ اے موسیٰ کیا تو اسی طرح مجھے قتل کر دینا چاہتا ہے جس طرح کل ایک مصری کو قتل کیا تھا؟

غرض اس اسرائیلی کی ناسمجھی اور غیر ذمہ داری کے باعث اس مصری کے قتل کا راز افشا ہوا جسے ایک روز پہلے حضرت موسیٰؑ نے گھونسا رسید کیا تھا۔ مصری نے یہ بات سنی تو اپنے ہم قوموں کو جا کر بتا دی اور انھوں نے حضرت موسیٰ کے خلاف مصری کے قتل کا مقدمہ قائم کر دینے کی تیاری شروع کر دی۔

مصری باہم مشورہ کر ہی رہے تھے کہ حضرت موسیٰ کا کوئی ہم قوم یا ہمدرد دوڑا دوڑا آیا اور یہ اطلاع پہنچا دی۔ آپ نے حالات پر غور کر کے مناسب یہی سمجھا کہ فتنے کی اس آگ سے بچ کر باہر چلے جائیں۔ چنانچہ یہی واقعہ مصر سے حضرت موسیٰؑ کی ہجرت کا باعث بن گیا۔ حقیقتِ حال کے اعتبار سے قدرت اب انھیں اس کام پر لگا دینے کے لیے تربیت کی آخری منزلیں طے کرا دینا چاہتی تھی جس کے لیے وہ پیدا ہوئے تھے۔ یعنی بنی اسرائیل کی آزادی۔

پہلے انھیں معجز نما طریق سے بچایا، محفوظ رکھا اور شاہی گھرانے کی فضا میں پالا۔ اب انھیں وطن سے باہر نکالا کہ خدا کے ایک اور برگزیدہ بندے کی صحبت میں رہ کر پیغمبر کی حیثیت میں دعوتِ حق کے لیے تیار ہو جائیں اور پھر لاؤ لشکر بغیر بڑے ساز و سامان اور بے شمار فوجوں کے مالک فرعون کے مقابلہ میں کامیاب ہوں۔

قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ

اور موسیٰ شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے تو انھوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔ ایک تو ان کی برادری کا تھا اور دوسرا مخالفین میں سے تھا۔ سو وہ

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ○

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ڰ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ○ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

جو اُن کی برادری میں کا تھا، اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا، مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو (ایک) گھونسا مارا۔ سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے، غلطی میں ڈال دیتا ہے۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا، آپ معاف کر دیجئے سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر (بڑے بڑے) انعامات کیے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں کہ (اچانک دیکھتے کیا ہیں) وہی شخص جس نے کل گذشتہ میں ان سے امداد چاہی تھی وہ پھر ان کو (مدد کے لیے) پکار رہا ہے۔ موسیٰ اس سے فرمانے لگے، بے شک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے۔ سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا تو وہ بولا۔ اے موسیٰ! کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی قتل کر چکے ہو، معلوم ہوتا ہے کہ بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھانا چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کرانا نہیں چاہتے۔ اور (اس مجمع میں) ایک شخص شہر کے (اسی) کنارے سے (جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا) دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ! اہلِ دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے۔ میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں پس (یہ سن کر) موسیٰ وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں (اور چونکہ راستہ معلوم نہ تھا دعا کے طور پر) کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو مشرق کی طرف روانہ ہو گئے، کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ذہن مبارک میں کونسی منزل مقصود تھی۔ راستے میں قبیلہ مدین کی قیامگاہ پر پہنچے تو قدرت نے جس طرح ان کے بچاؤ اور جسمانی تربیت کا انتظام معجز نما طریق پر کر دیا تھا، اسی طرح ان کی روحانی تربیت کا انتظام بھی فرما دیا۔ قبیلہ مدین ہی میں ان کے قیام کا بندوبست ہو گیا۔

یہیں خاص لمبا وقت گزار کر انھوں نے روحانی تربیت کی منزلیں طے کیں۔

حضرت موسیٰ مدین میں

مدین ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدین کی نسل سے تھا۔ یہ بیٹا حضرت کی تیسری بیوی قطورا سے تھا۔ حضرت شعیب اسی قبیلہ میں سے تھے جس خطۂ زمین پر یہ قبیلہ آباد تھا اس کا نام بھی مدین پڑ گیا تھا۔ اس قبیلے کی قیامگاہ مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر تھی [1]

حضرت موسیٰ مصر سے نکلے اور چلتے چلتے مدین میں پہنچے تو پانی پینے کے لیے ایک کوئیں پر رُکے اس کوئیں پر پانی پینے کے لیے جانوروں اور آدمیوں کی بھیڑ لگی تھی۔ بھیڑ سے الگ تھوڑی دُور دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو لیے کھڑی تھیں معلوم ہوا یہ لڑکیاں بھرنے لگی تھیں کہ چرواہے آگئے اور انھیں ہٹا کر اپنے جانوروں کو پانی پلانے لگے لڑکیاں بچاری ان سے ڈر کر پیچھے ہٹ گئیں حضرت موسیٰ لڑکیوں کی بیچارگی سے بہت متاثر ہوئے۔ آگے بڑھے اور خود بہت سے ڈول پانی کے نکال کر ان کے جانوروں کو پانی پلادیا پھر تھکاوٹ دور کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ حضرت شعیبؑ کی لڑکیاں تھیں

لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلا کر گھر لوٹیں تو اپنے باپ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اور کہا کہ ایک پردیسی جوان کنوئیں پر آیا جس نے ازراہِ ہمدردی ہماری بکریوں کو پانی پلایا۔ حضرت شعیبؑ نے سنکر فرمایا کہ اُسے ساتھ گھر لے آؤ۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شعیبؑ بڑی خاطرداری سے پیش آئے۔ حالات دریافت کیے۔ ابتدا سے آخر تک پوری داستان سن لی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مصر میں بنی اسرائیل پر کس قدر خوفناک ظلم ہو رہے ہیں تو فرمایا کہ خدا کا شکر ادا کرو تمھیں ظالموں سے پنجے سے نجات مل گئی۔

حضرت شعیبؑ کی جو صاحبزادی حضرت موسیٰ کو بلانے گئی تھی اس نے والد کو مشورہ دیا کہ اسے ملازم رکھ لیا جائے اس لیے کہ یہ قوی بھی ہے اور امانت دار بھی۔ حضرت شعیبؑ کو بیٹی کی یہ تجویز پسند آئی۔ آپ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ اگر آٹھ برس تک میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی اس بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گا، اگر مزید دو سال ملازمت کرو تو یہی زائد عرصہ لڑکی کا مہر سمجھا جائیگا۔ حضرت نے اسے قبول فرمایا۔ جب ملازمت کی شرط پوری ہو گئی، تو حضرت شعیبؑ نے حسب وعدہ صاحبزادی ان سے بیاہ دی۔

قرآن مجید میں لڑکیوں کے والد کا نام مذکور نہیں۔ انھیں صرف "شیخ کبیر" کہا گیا ہے چنانچہ اس بارے میں مؤرخین اور مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ شیخ کبیر حضرت شعیبؑ تھے یا کوئی اور بزرگ۔ عام روایت یہی ہے کہ وہ حضرت شعیبؑ تھے تورات میں حضرت موسیٰؑ کے خُسر کا نام یترو بتایا گیا ہے [2]

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ — اور جب منہ کیا مدین کی سیدھ پر بولا امید ہے کہ میرا رب

---

[1] طبری عن سعید بن جبیر جلد اول ص ۲۰۵ بحوالہ قصص القرآن جلد اول ص ۳۴۲

[2] خروج باب ۳ آیت ۱۔

رَبِّیٓ اَنۡ یَّہۡدِیَنِیۡ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ ۬ ۫ وَ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطۡبُکُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَ اَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ ۝ فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ۝ فَجَآءَتۡہُ اِحۡدٰىہُمَا تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ لِیَجۡزِیَکَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَہٗ وَ قَصَّ عَلَیۡہِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٝ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ قَالَتۡ اِحۡدٰىہُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ۝ قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ۝ (قصص ع ۳)	جائے مجھے سیدھی راہ پر اور جب پہنچا مدین کے پانی پر پایا وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے اور پایا ان سے ورے دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں۔ بولا تمہارا کیا حال ہے ؟ بولیں ہم نہیں پلاتیں پانی چرواہوں کے پھیرے جانے تک اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا۔ پھر اسی سے پانی پلا دیا اس کے جانوروں کو ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف۔ بولا اے رب! تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی میں اس کا محتاج ہوں۔ پھر آئی اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک چلتی تھی شرم سے۔ بولی میرا باپ تجھے بلاتا ہے کہ بدلے میں دے حق اس کا کہ تو نے پانی پلایا ہمارے جانوروں کو۔ پھر جب پہنچا اس کے پاس اور بیان کیا اس سے احوال۔ کہا مت ڈر، بچ آیا تو اس قوم بے انصاف سے۔ بولی ان دونوں میں سے ایک، اے باپ! اس کو نوکر رکھ لے البتہ بہتر نوکر جسے تو نوکر رکھنا چاہے وہ ہے زور آور امانت دار۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس، پھر اگر تو پورے کر دے دس برس تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر تکلیف ڈالوں۔ تو پائے گا مجھے اگر اللہ نے چاہا نیک بختوں سے۔ بولا یہ وعدہ ہو چکا میرے اور تیرے بیچ جونسی مدت ان دونوں میں پوری کر دوں۔ سو زیادتی نہ ہو مجھ پر اور اللہ بھروسہ ہے اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں۔

سورہ طٰہٰ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

فَلَبِثۡتَ سِنِیۡنَ فِیۡۤ اَہۡلِ مَدۡیَنَ ۬ ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی ۝ وَ اصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ (طٰہٰ ع ۱)	پھر تو نے مدین میں چند سال قیام کیا، پھر تو اے موسیٰ مقررہ اندازہ پر پورا اتر آیا اور میں نے تجھے اپنے لیے (اپنے خاص کام کے لیے) بنا یا ہے۔

بعثت حضرت موسیٰ برابر مدین میں جانور چراتے رہے۔ جزیرہ نمائے سینا کا خاصا بڑا حصہ مدین کی چراگاہ تھا اور خیال

یہ ہے کہ مختلف لوگ جانوروں کو چراتے چراتے دور تک لے جاتے ہوں گے۔ ایسے موقع پر اہل و عیال بھی ساتھ لے جاتے تھے جیسا کہ اب بھی ان گروہوں کا دستور ہے جو گلہ بانی پر گزارہ کرتے ہیں۔ مثلاً پہاڑی علاقوں کے لوگ سردی بڑھ جانے پر بلندیاں چھوڑ کر نشیبوں میں آ جاتے ہیں۔ بلندیوں پر برف پڑ جانے کے باعث جانوروں کے لیے خوراک نہیں رہتی۔ گرمیاں آتی ہیں اور برف پگھلنے لگتی ہے تو پھر اوپر چلے جاتے ہیں۔

ایسے ہی کسی سفر میں حضرت موسیٰؑ کوہ سینا کے قریب پہنچے ہوئے تھے۔ رات سخت ٹھنڈی تھی۔ آگ تاپنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نظر اٹھائی تو دور آگ کے شعلے دکھائی دیے۔ آگ لینے گئے تو غیب سے ندا آئی۔ اے موسیٰ میں تیرا اللہ ہوں جہانوں کا پروردگار اپنا جوتا اتار دے، تو طویٰ کی مقدس وادی میں پہنچا ہوا ہے۔ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا۔ جو وحی کی جاتی ہے اُسے غور اور فکر سے سُن ۔

يٰمُوْسٰىٓ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (قصص ع ۱)

اے موسیٰ میں ہوں اللہ پروردگار جہانوں کا۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ يٰمُوْسٰىٓ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (طٰہٰ ع ۱)

پس جب موسیٰ اس (آگ) کے قریب آئے، تو پکارے گئے اے موسیٰ میں ہوں تیرا پروردگار۔ پس اپنی جوتی اتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سن!

کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال، کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

حضرتؑ نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تو حیران و ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

(شرفِ انسانی کی یہ سب سے بڑی دولت تھی جو کسی وجود کو مل سکتی تھی لیکن اس کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہی گراں قدر اور صبر آزما تھیں۔ اس وجہ سے حضرت موسیٰ کو بڑا تامل ہوا، جیسا کہ بعض آیات سے واضح ہوتا ہے۔ مثلاً یہ عذر کہ میری زبان صاف نہیں یا میرے ذمے ایک خون ہے۔ آخری یہ کہ میرے کام میں میرے بھائی ہارون کو بھی شامل کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں بکریاں چرانے کی لاٹھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ لاٹھی ہے جس سے میں بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اسے زمین پر ڈال دے۔ حضرت موسیٰ نے تعمیل ارشاد کی اور لاٹھی اژدہا بن کر دوڑنے لگی۔ حضرت خوف زدہ ہو گئے۔ تب حکم ہوا کہ اسے اٹھا لے۔ حضرت نے حکم الٰہی کی تعمیل میں بے خوف و خطر اژدہا کو پکڑ لیا۔ ساتھ ہی وہ پھر لاٹھی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

دوبارہ حکم ہوا کہ اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکال۔ آپ نے تعمیل ارشاد کے بعد ہاتھ کو دیکھا تو وہ بے داغ چمکتا ہوا نکلا

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ ہماری طرف سے دو نشانیاں تجھے عطا ہوئی ہیں۔ اب جا اور فرعون اور اس کی قوم کو راہِ ہدایت دکھا۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو ظلم کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ تو جا کر انھیں اس ذلت کی زندگی سے نجات دلا۔

حضرت موسیٰ بولے اے میرے پروردگار! میرے ہاتھوں ایک مصری قتل ہوگیا تھا۔ اس لیے میں ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں۔ مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ بہرحال جب یہ منصب تو نے میرے سپرد کیا ہے تو میرے سینے کو فراخ اور نور سے منور کردے تاکہ یہ خدمت میرے لیے آسان ہوجائے۔ میری زبان پر پڑی ہوئی گرہ کو کھول دے تاکہ میں بات آسانی سے سمجھا سکوں۔ چونکہ میری نسبت میرا بھائی ہارون گفتگو کے لحاظ سے زیادہ فصیح بیان ہے اس لیے اسے بھی میرا شریکِ کار بنادے۔

اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ جو نشانیاں ہم نے تمھیں مرحمت کی ہیں ان کے طفیل تم ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگے اور فرعون یا اس کی قوم تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تمھاری خواہش کے مطابق تمھارے بھائی ہارون کو تمھارا شریکِ کار بناتے ہیں۔ تم دونو جاؤ اور نرمی اور شیریں زبانی سے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو راہِ حق پر لاؤ۔

منصبِ نبوت مل گیا تو حضرت موسیٰؑ نے مصر کی تیاری کرلی اور اس نہایت اہم حکم کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے لگایا تھا۔ یعنی فرعون اور اہلِ مصر کو دعوتِ حق اور بنی اسرائیل کی آزادی۔

قرآن کریم نے مختلف سورتوں میں پوری تفصیل کے ساتھ یہ واقعات بیان کیے ہیں۔ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا:

وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝	اور کیا آپ کو موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے، جبکہ انھوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی۔ سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لاؤں۔ یا آگ کے پاس رستے کا پتہ مجھے مل جائے،
فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۘ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝	سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمھارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو، تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔
وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝	اور میں نے تم کو نبی بنانے کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ سو جو کچھ وحی کی جارہی ہے اسے سن لو۔ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، تم میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝	(دوسری بات یہ سنو کہ) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔ میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے۔
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ	سو تم کو قیامت سے ایسا شخص

بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۙ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝

باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے۔ کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔ اور یہ تمھارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے موسیٰ؟ انھوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اسے (زمین پر) ڈال دو، اے موسیٰ۔ سو انھوں نے اسے ڈال دیا۔ یکایک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ ارشاد ہوا کہ اسے پکڑ لو، ڈرو نہیں۔ ہم ابھی اسے اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی۔ تاکہ ہم تمھیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں (اب یہ نشانیاں لے کر) فرعون کے پاس جاؤ، وہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔ عرض کیا کہ اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے اور میرا ہر کام آسان فرما دیجیے اور میری زبان پر سے بستگی ہٹا دیجیے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجیے یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کر دیجیے اور ان کو میرے کام میں شریک کر دیجیے تاکہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی بیان کریں۔ اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔ بے شک آپ ہمیں خوب دیکھ رہے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ تمھاری درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ۔

آگے چل کر فرمایا:—

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

اب تُو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں کوتاہی نہ کریں۔ ہاں تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکشی میں بہت بڑھ چلا ہے۔ پھر جب اس کے پاس پہنچو، تو سختی سے پیش نہ آنا، نرمی سے بات کرنا، ہو سکتا ہے کہ نصیحت پکڑ لے یا

قَالَا رَبَّنَآ إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَآ أَوْ أَن يَطْغَىٰ ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ إِنَّنِى مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝ فَأْتِيَاهُ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ ۵ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ط قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ ط وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۝ (طٰہٰ ع۲)

ڈر جائے۔ دونوں نے عرض کیا پروردگار ہمیں اندیشہ ہے فرعون ہماری مخالفت میں جلدی کرے یا سرکشی سے پیش آئے۔ ارشاد ہوا کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، میں سب کچھ دیکھتا ہوں تم اس کے پاس بے دھڑک جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے اور ان کو ایذا نہ پہنچا۔ ہم تیرے پروردگار کی نشانی لیکر تیرے پاس تیرے سامنے آگئے۔ اس پر سلامتی ہو جو سیدھی راہ اختیار کرے۔

سورۂ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّىٓ آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا نُودِىَ أَن بُورِكَ مَن فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ط وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ يَامُوسَىٰٓ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (النمل ع۱)

جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ اب لاتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے خبر، یا لاتا ہوں انگارہ سلگا کر تاکہ تم تاپو، پھر جب پہنچا اس کے پاس آواز آئی کہ برکت ہے اس پر جو کوئی آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے ذات اللہ کی، جو رب ہے سارے جہان کا۔

اے موسیٰ! وہ میں اللہ ہوں زبردست حکمتوں والا۔

اسی سورہ میں آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَأَلْقِ عَصَاكَ ط فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَآنٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ط يَامُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّى لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوٓءٍ فَإِنِّى غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِى جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ فِى تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ط إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝

(النمل ع۱)

اور ڈال دے لاٹھی اپنی، پھر جب دیکھا اسے پھن ہلاتے جیسے سانپ پتلا سفید، لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ مت ڈر میں جو ہوں، میرے پاس نہیں ڈرتے رسول۔ مگر جس نے زیادتی کی، پھر بدلے میں نیکی کی برائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا ہوں اور ڈال دے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں کہ نکلے سفید ہو کر بغیر کسی عیب کے۔ یہ دونوں مل کر نو نشانیاں لے جاؤ، فرعون اور اس کی قوم کی طرف۔ بے شک وہ تھے نافرمان لوگ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ○ اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ○ (النازعات ع ۱)

کچھ پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی، جب پکارا اس کو اس کے رب نے پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے۔ جا فرعون کے پاس اس نے سر اٹھایا۔ پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور راہ بتاؤں تجھے تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ○ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ○ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ○ (الفرقان ع ۴)

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور کر دیا ہم نے اسی کے ساتھ اس کا بھائی ہارون کام بٹانے والا۔ پھر کہا ہم نے دونوں جاؤ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے جھٹلایا ہماری باتوں کو۔ پھر دے مارا ہم نے ان کو اکھاڑ کر۔

سورہ الشعراء میں فرمایا:

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ○ اَلَا يَتَّقُوْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ○ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ○ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ○ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ○ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعراء ع ۲)

اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا اس قوم گنہگار کے پاس، قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں۔ بولا اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھٹلائیں اور رک جاتا ہے میرا جی اور نہیں چلتی زبان میری، سو پیغام دے ہارون کو اور ان کو مجھ پر ہے ایک گناہ کا دعویٰ۔ سو ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں۔ فرمایا کبھی نہیں تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لیکر ہم ساتھ تمہارے سنتے ہیں۔ سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم پیغام لے کر آئے ہیں، پروردگار عالم کا۔

سورۂ قصص کا بیان ملاحظہ ہو:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ

پھر جب پوری کر چکا موسیٰ وہ مدت اور لے کر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھی کوہ طور کی طرف سے ایک آگ۔ کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے آگ، شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا انگارا آگ کا تاکہ تم تاپو۔ پھر جب پہنچا

تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ؗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ (قصص ع ۴)

اس کے پاس آواز آئی، میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے تخت میں ایک درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں میں اللہ جہان کا رب اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی۔ پھر جب دیکھا اسے پھن ہلاتے جیسے پتلا سانپ۔ اُلٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔ اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر تجھے کوئی خطرہ نہیں۔ ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آئے سفید ہو کر نہ کہ کسی بُرائی سے، اور لائے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے۔ سو یہ دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں پر، بے شک وہ تھے لوگ نافرمان۔ بولا اے رب میں نے خون کیا ہے ان میں سے ایک جان کا، سو ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں گے اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو اسے بھیج میرے ساتھ مدد کو۔ میری تصدیق کرے، میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جھوٹا کریں۔ فرمایا ہم مضبوط کر دیں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تمھیں غلبہ، پھر وہ نہ پہنچ سکیں تم تک ہماری نشانیوں سے تم اور جو تمھارے ساتھ ہو غالب رہو گے۔

اسی سورت میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (قصص ع)

اور تو نہ تھا غرب کی طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو حکم اور نہ تھا تو دیکھنے والا۔ لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں پھر دراز ہوئی ان پر مدت۔ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہ انھیں سناتا ہماری آیتیں۔ پر ہم رسول بھیجتے۔ اور تو نہ تھا طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی۔ لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا کہ تو ڈر سنا دے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا، تجھ سے پہلے تاکہ وہ یاد رکھیں۔

پھر مزید دو جگہ فرمایا:

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۱)

اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ نہ ٹھیراؤ میرے سوا کسی کو کارساز۔ تم جو اولاد ہو ان لوگوں کی جن کو چڑھایا ہم نے نوح کے ساتھ۔ بے شک وہ بندہ تھا حق ماننے والا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ (سجدہ ع ۳)

اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو کتاب، سو تو مت رہ دھوکے میں اس کے ملنے سے اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا اور کیے ہم نے ان میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے اور ہماری باتوں پر یقین کرتے رہے تیرا رب جو ہے وہی فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں

چنانچہ حضرت موسیٰ مصر پہنچے اور بھائی کو ساتھ لے کر ادائے فرض کی تیاری کرلی دونوں فرعون کے دربار میں گئے اور بے خوف و خطر اندر داخل ہو گئے۔

فرعون نے ان کے آنے کی غرض پوچھی تو فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور ہم تجھ سے دو باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ تو ایک خدا پر ایمان لے آ اور کسی کو اس کے کاموں میں شریک نہ ٹھہرا۔ دوم یہ کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انھیں آزاد کردے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ (اعراف ع ۱۳)

اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ میرے لیے کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ پر حق اور سچ کے علاوہ کچھ اور کہوں۔ بلاشبہ میں تمھارے لیے تمھارے پروردگار کے پاس سے دلیل اور نشانیاں لایا ہوں پس تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

فرعون بولا، اے موسیٰ! کیا ہم نے تیری پرورش نہیں کی اور تجھے اپنے ہاں نہیں رکھا، پھر کیا اس احسان کا بدلہ یہی ہے کہ تو ناشکری کرے؟ تو نے ایک مصری کو بھی قتل کیا، پھر یہاں سے بھاگ گیا۔

حضرت موسیٰ بولے، یہ سچ ہے کہ تو نے ہی میری پرورش کی اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے بھولے سے ایک مصری

کو قتل کر دیا جس کا مجھے افسوس ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو میری پرورش کے بدلے میں تمام بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھے اور انہیں اذیتیں پہنچانا اپنا حق سمجھے۔

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۝ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝

(شعراء ع ۲)

پھر وہ دونوں فرعون کے پاس آئے پس انھوں نے کہا ہم بلاشبہ جہانوں کے پروردگار کے پیغمبر ہیں۔ یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا کیا ہم نے تجھے اپنے یہاں لڑکا سا نہیں پالا اور تو ہمارے یہاں ایک مدت نہیں رہا اور تو نے جو کچھ اس زمانے میں کام کیا وہ تجھے خود بھی معلوم ہے اور تو ناشکرا ہے۔ موسیٰ نے کہا میں نے وہ کام (مصری کا قتل) ضرور کیا اور اس میں چوک جانے والوں میں سے ہوں۔ پھر یہاں سے تیرے خوف سے بھاگ گیا۔ پھر میرے رب نے مجھے صحیح فیصلہ کی سمجھ دی اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے بنا لیا۔ اور (میری پرورش کا) یہ احسان جو تو مجھ سے جتا رہا ہے کیا ایسا احسان ہے کہ تو بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی باتوں کا اعتراف کیا کہ یہ رحمت باری تعالیٰ کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ اس نے تیرے ہی گھر میں میری پرورش اور تربیت کا انتظام کیا۔ پھر میری بیکسی اور مجبوریوں کے باوصف مجھے نبوت اور رسالت جیسے جلیل منصب سے نوازا۔

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ کی نبوت و رسالت کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے پیغام کو نظر انداز کر دیا اور ان کی شخصیت سے بحث کرنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے اعتراض کا مناسب جواب دے دیا تو کہنے لگا اچھا اگر میرے سوا کوئی اور رب ہے جسے تو رب العالمین کہتا ہے تو اس کی حقیقت بیان کر۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، میرا رب وہ ہے جو آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کل مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ فرعون نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا تم نے سنا یہ کیسی عجیب بات کہہ رہا ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرعون اور ان کے درباریوں کے اظہار تعجب کی پروا نہ کرتے ہوئے سلسلہ کلام جاری رکھا اور فرمایا۔ میرے رب کی ربوبیت سے تیرا اور تیرے باپ دادوں کا وجود بھی خالی نہیں۔ یعنی تجھے اور تیرے آبا و اجداد کو بھی اسی نے پیدا کیا تھا اور اسی نے پرورش فرمائی تھی۔ فرعون پھر بولا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مجنون اور پاگل ہے۔

پیغمبروں کا خاصہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر فرد کو ہر بات نرمی اور خوش کلامی سے سمجھائیں۔ اس لیے فرعون کی طرف سے

مجنوں اور پاگل جیسے سخت الفاظ سننے کے باوجود حضرت موسیٰ برابر نرمی سے اسے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب فرعون سے آپ کی باتوں کا کوئی جواب بن نہ پڑا تو آپ نے زیادہ واضح اور سہل طریقہ سے اُسے قائل کرنے کی کوشش کی۔ فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جس نے دنیا کی تمام چیزوں کو وجود بخشا۔ پھر ہر طرح کی قوتیں دے کر ان پر زندگی کی راہیں کھولیں اور سب کو راہِ کمال کی طرف چلنے کا فہم عطا کیا۔

فرعون نے پوچھا کہ پھر جو لوگ ہم سے پہلے گزرے ہیں بتاؤ ان کا کیا حال ہوگا؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ان پر جو کچھ گزری یا گزرے گا اس کی ذمہ داری نہ مجھ پر ہے نہ تجھ پر۔ اُن کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جانتا ہے کہ وہ کس سلوک کے روادار ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ میرا رب بھول چوک سے پاک ہے۔ وہ کبھی کسی کے ساتھ ظلم یا زیادتی نہیں کرتا۔

سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ یوں مذکور ہے:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِىْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ۝

(فرعون نے) پوچھا بتلاؤ تمھارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ؟ موسیٰ نے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی پھر اس پر (زندگی و عقل کی) راہ کھول دی۔ فرعون نے کہا پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو پچھلے زمانوں میں گزر چکے ہیں؟ موسیٰ نے کہا اس بات کا علم میرے پروردگار کے پاس نوشتہ میں ہے۔ میرا پروردگار ایسا نہیں کہ کھو یا جاوے یا بھول میں پڑ جائے۔

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (طٰہٰ ۲۰)

وہ پروردگار جس نے تمھارے لیے زمین بچھونے کی طرح بچھادی۔ نقل و حرکت کے لیے اس میں راہیں نکال دیں، آسمان سے پانی برسایا، اس کی آبیاری سے ہر طرح کے جوڑے پیدا کردیے۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشی بھی چراؤ۔ اس بات میں عقل والوں کے لیے کیسی کھلی نشانیاں ہیں۔ اس نے اس زمین سے تمھیں پیدا کیا، اسی میں لوٹنا ہے اور پھر اسی سے دوسری مرتبہ اٹھائے جاؤ گے۔

غرض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے روشن اور پراز صداقت دلائل سننے کے باوجود فرعون نے ان کی باتوں کا یقین نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے وجود سے منکر ہی رہا۔ پھر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمھارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں مانتا یعنی تمھارا سب کا پروردگار میں ہی ہوں نہ کہ وہ جس کی صفات حضرت موسیٰ بیان کررہے ہیں۔ پھر ہامان کو جو غالباً اس کا وزیر یا مشیر تھا حکم دیا کہ ایک اونچی عمارت تعمیر کرو تاکہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کا پتہ لگا سکوں کیونکہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝ (غافر ع ۱)

فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں آسمانوں کی بلندیوں اور ان کے ذرائع تک پہنچ سکوں اور اس طرح موسیٰ کے خدا کا حال معلوم کر سکوں۔ اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی کو خوبصورت کر دیا گیا اور وہ راہِ حق سے روک دیا گیا اور فرعون کے مکر کا آخری انجام ہلاکت ہے۔

سورہ قصص میں فرمایا:

فَأَوْقِدْ لِي يَاهَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ (قصص)

اے ہامان! اینٹیں پکا اور ایک بلند عمارت بنا، شاید اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کا پتہ لگا سکوں اور میں تو بلاشبہ اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

معلوم نہیں فرعون نے ہامان سے جو کچھ کہا تھا اس کی تعمیل ہوئی یا نہیں ہوئی۔ اور ہوئی تو اس عمارت کا آج کوئی نشان مل سکتا ہے یا نہیں مل سکتا۔ فراعنۂ مصر نے جو عالیشان عمارتیں وقتاً فوقتاً بنائیں اُن میں سے اکثر منہدم ہو چکی ہیں۔ صرف چند کے آثار باقی ہیں۔ بڑے بڑے شہر جن کا ذکر عہد نامہ قدیم میں ملتا ہے آج کہیں نہیں پائے جاتے۔ آبادی کی وضع و ہیئت بدل گئی۔ عین الشمس جو حضرت یوسفؑ کے زمانے میں بہت بڑا مرکز تھا اب قاہرہ کا ایک حصہ ہے جہاں حال ہی میں خوبصورت بنگلے تعمیر ہوئے ہیں۔

غرض اگر یہ عمارت بنی تھی زمانے نے اسے باقی نہ چھوڑا یا یہ سمجھنا چاہیئے کہ بنانے کی تجویز تھی پھر توجہ دوسری جانب ہو گئی اور عمارت کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

بہرحال وہ اپنے سوا کسی اور کو رب تسلیم کرنے سے سراسر انکار کرتا رہا۔ بلکہ حضرت موسیٰ کو دھمکی دی کہ میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر میں تجھے کوئی ایسی واضح نشانی دکھا دوں جو میں اپنے رب کی طرف سے لیکر آیا ہوں تو پھر بھی تو یقین کرے گا یا نہیں؟

فرعون نے کہا کہ اگر واقعی تو کوئی ایسی نشانی لے کر آیا ہے تو دکھا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ (شعراء ع ۲)

فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دونگا۔ موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس ظاہر نشان لایا ہوں تب بھی؟ فرعون نے کہا اگر تو سچا ہے تو وہ نشان دکھا!

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (اعراف ع)

فرعون نے کہا اگر تو اپنے خدا کی طرف سے کوئی نشانی لا یا ہے تو اس بارے میں سچا ہے تو وہ نشان دکھا۔

اب حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی جس نے فوراً ایک اژدھے کی شکل اختیار کر لی، پھر اپنا ہاتھ گریبان کے اندر لے جاکر باہر نکالا تو وہ ایک تاب دار ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔

فرعون کے درباری چلّا اٹھے کہ یہ سب جادو کا کرشمہ ہے۔ موسیٰ ایک بڑا جادوگر ہے اور اس کے ذریعے یہ ہم پر غالب آکر ہمیں سرزمین مصر سے نکال دینا چاہتا ہے لہٰذا اس کا کوئی بند و بست کرنا چاہیئے۔

فرعون نے کہا اے موسیٰ حقیقت میں تو جادوگر ہے۔ تو ہمیں جادو کے ذریعے مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے اگر تو کوئی مقابلے کا دن مقرر کر دے تو ہم اس روز تیرے جادو کا جواب دیں گے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا جشن کا دن مقرر کر لو اس دن سورج بلند ہونے پر میں میدان میں پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ دن مقابلے کے لیے مقرر کر لیا گیا۔

قوم کے مشورہ پر فرعون نے قلمرو کے تمام نامور جادوگروں کو اس دن حاضر ہونے کا حکم دیا اور بتا دیا کہ موسیٰ کے جادو کا جواب دینا ہوگا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ○ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ○ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ○ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○

(اعراف ع ۱۳)

پس موسیٰ نے ڈال دی اپنی لاٹھی پھر اچانک وہ اژدہا تھی صاف اور ظاہر اور اس نے ہاتھ کو گریبان سے نکالا تو دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا روشن تھا۔ فرعونیوں کی ایک جماعت نے کہا بلاشبہ یہ ماہر جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تمھیں سرزمین (مصر) سے نکال دے۔ پس تمھارا کیا مشورہ ہے۔ انھوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں ایک جماعت کو بھیجو جو ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لائے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ

پھر ہم نے ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون کو بھیجا فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف۔ وہ ہماری نشانیاں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مگر فرعون اور اس کے درباریوں نے گھمنڈ کیا ان کا گروہ مجرموں کا گروہ تھا۔ پھر جب ہماری طرف سے سچائی

هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ٥ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ٥

(یونس ع ۸)

ان پر ظاہر ہو گئی، تو کہنے لگے یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح جادو۔ موسیٰ نے کہا تم سچائی کے حق میں جب کہ وہ ظاہر ہو گئی ایسی بات کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر تو کبھی کامیابی نہیں پا سکتے۔ انہوں نے جواب دیا کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ اس راہ سے ہمیں ہٹا دو جس راہ پر ہمارے باپ دادا چلتے آئے ہیں اور ملک میں تم دونوں بھائیوں کے لیے سرداری قائم ہو جائے۔ ہم تو تمھیں ماننے والے نہیں اور فرعون نے کہا لاؤ میرے پاس ہر قسم کے ماہر ساحر۔

سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ٥ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ٥ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ٥

(طٰہٰ ع ۲)

اس نے کہا اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے نکال دے۔ اچھا ہم بھی اسی طرح کے جادو کے کرتب لا دکھائیں گے۔ ہمارے اور اپنے درمیان ایک دن (مقابلے کا) مقرر کر دے نہ تو ہم اس سے پھریں نہ تو۔ دونوں کی جگہ برابر ہوگی۔ موسیٰ نے کہا جشن کا دن تمھارے لیے مقرر ہوا۔ دن چڑھے لوگ اکٹھے ہو جائیں۔

اس زمانے میں مصری جادو اور سحر میں استاد مانے جاتے تھے اور دنیا بھر میں ان کی شہرت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ایسے ہی معجزے عطا فرمائے جو ان کے جادوؤں کا توڑ ہو سکتے تھے اور جن کے سامنے ان کے اپنے تمام جادو ہیچ نظر آتے۔

جادوگروں سے مقابلہ

مقابلے کا دن آیا، تو فرعون نے اپنا دربار بہ طرز خاص سجایا۔ درباریوں کے علاوہ دور دراز سے لوگ اس عجیب و غریب معرکے کو دیکھنے آئے۔ فرعون کے بلائے ہوئے تمام بڑے بڑے جادوگر وہاں موجود تھے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی پہنچ گئے۔ فرعون خوش تھا کہ آج موسیٰ کو زبردست شکست ہوگی اور اس کی اپنی الوہیت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے جادوگروں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر ان کی کمر ہمت بندھائی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ جادوگروں سے مخاطب ہو کر بولے کہ ہم پر خواہ مخواہ جادوگری کا بہتان باندھا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ نشانیاں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں تاکہ اپنی رسالت کے دعوے میں ضرورت پڑے تو انھیں پیش کر سکیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہم پر اس بہتان کی پاداش میں اللہ تعالیٰ تمھیں گرفت میں نہ

نہ لے لے۔

حاضرین پر حضرت کی اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ وہ اپنے انھیں الزامات پر اڑے رہے کہ تم ہمیں مصر سے خارج کر کے اس سرزمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ پھر مصری جادوگروں کو شاباش اور آفرین کے نعروں سے حضرت موسیٰ کے مقابلہ پر کرتب دکھانے کے لیے آمادہ کیا گیا اور کہا کہ تم سب موسیٰ کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ جو بازی لے گیا کامیابی اسی کی ہے۔

قرآن عزیز نے اس مقابلے کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے:

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ (شعراء ع ۳)

پھر وعدہ کے دن جادوگر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ تم اس میدان میں جمع ہو گئے، شاید ہم جادوگروں کی پیروی کریں۔ اگر وہ غالب رہیں۔ سو جب جادوگر آگئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا ہمارے لیے اجر ہے اگر ہم غالب ہیں فرعون نے کہا ہاں اور تم اس صورت میں (ہمارے) مقربین میں سے ہوگے۔

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا اگر ہم موسیٰ پر غالب آجائیں تو ہمیں انعام و اکرام ملے گا؟ فرعون بولا ہاں ضرور بلکہ تم (ہمارے) مقربین میں سے ہوگے۔

مقابلہ شروع ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ نے فرعون کے جادوگروں سے مخاطب ہو کر جو نصیحت فرمائی اور جواب میں مصریوں نے جو کچھ کہا سورۂ طٰہٰ میں اس کا یوں تذکرہ فرمایا:

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ۝ فَتَنَازَعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَىٰ ۝ قَالُوا إِنْ هَٰذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ أَن يُخْرِجَاكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ۝ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ۝ (طٰہٰ ع ۳)

حضرت موسیٰ نے فرمایا، افسوس تم پر دیکھو اللہ پر افترا نہ باندھو، ایسا نہ ہو کہ اس کا عذاب تمھیں برباد کر دے۔ جس نے جھوٹ بات بنائی وہ ضرور نامراد ہوا پس لوگ آپس میں رد و کد کرنے لگے اور سرگوشیاں شروع کر دیں۔ پھر بولے یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں اور اپنے جادو کے زور سے تمھیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ تمہاری عزت اور آبرو کے مالک ہو جائیں۔ پس اپنے سارے داؤں جمع کر و اور پرا باندھ کر ڈٹ جاؤ جو آج بازی لے گیا وہی کامیاب ہوگا۔

مصری جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ پہل کس کی طرف سے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ تم ہی پہل کر دیکھو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی رسیاں میدان میں ڈال دیں جو سانپ بن کر دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ منظر دیکھ کر پہلے تو کچھ خوف و ہراس محسوس کیا کہ ایسا نہ ہو لوگ ان کے جادو سے متاثر ہو کر حق و صداقت پر یقین کرنے سے باز رہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی انھیں کامیابی کا یقین دلایا، تو انھوں نے بھی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ حکمتِ خداوندی سے وہ لاٹھی ایک بڑا اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل گئی۔ مصری جادوگر جنھیں اپنے جادو پر ناز تھا، حکمتِ الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھ کر فوراً پکار اُٹھے کہ بے شک حضرت موسیٰ کا یہ عمل جادو نہیں بلکہ اللہ کی طاقت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ پھر وہ سب سجدہ میں گر پڑے اور کہا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لائے۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ (طٰہٰ ع ۳)

(جادوگروں نے کہا اے موسیٰ پہلے تم اپنی لاٹھی پھینکو گے یا ہم ابتدا کریں۔ موسیٰؑ نے کہا نہیں تم ہی پہلے پھینک لو، چنانچہ انھوں نے اپنا کرتب دکھایا اور اچانک موسیٰ کو ان کے جادو کی وجہ سے ایسا دکھائی دیا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ کی طرح دوڑ رہی ہیں۔ موسیٰ نے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا اندیشہ نہ کر تو ہی غالب رہے گا۔ تیرے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے فوراً پھینک دے جادوگروں کی تمام بناوٹیں نگل جائیگی، انھوں نے جو کچھ کیا ہے محض جادوگروں کا فریب ہے اور جادوگر کسی راہ سے آئے کبھی کامیابی نہیں پا سکتا۔ پس سب جادوگر سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

سورۂ اعراف میں مذکور ہے:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاۗءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝
فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(جادوگروں نے) کہا اے موسیٰ یا تم اپنی لاٹھی پھینکو یا پھر ہم پھینکیں موسیٰ نے کہا تم ہی پہلے پھینکو۔ پھر جب جادوگروں نے جادو کی بنائی ہوئی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو لوگوں کی نگاہیں جادو سے مار دیں اور اپنے کرتبوں سے ان میں دہشت پھیلا دی اور بہت بڑا جادو بنا لائے۔ اور اس وقت ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ تم بھی اپنی لاٹھی پھینک دو۔ جونہی اس نے لاٹھی پھینکی تو اچانک کیا ہوا کہ جو کچھ جھوٹی نمائش جادوگروں کی تھی سب اس نے نگل کر نابود کر دی۔ پس حق قائم ہوگیا

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ (اعراف ع ۱۴)

اور وہ جو عمل کر رہے تھے باطل ہو کر رہ گیا۔ پس اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر لوٹے۔ اور سب جادوگر سجدہ میں گر پڑے کہنے لگے ہم تو جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے جو موسٰی اور ہارون کا پروردگار ہے۔

یہی واقعہ سورہ یونس میں بھی بیان فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (یونس ع ۸)

جب جادوگر آ موجود ہوئے تو موسٰی نے کہا تمھیں جو کچھ میدان میں ڈالنا ہے ڈال دو۔ جب انھوں نے جادو کی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو موسٰی نے کہا تم جو کچھ بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے اور یقیناً اسے اللہ ملیامیٹ کر دے گا۔ اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ مفسدوں کا کام نہیں سنوارتا۔ وہ حق کو اپنے احکام کے مطابق ضرور ثابت کر دکھائے گا۔ اگرچہ مجرموں کو ایسا ہونا پسند نہ آئے۔

فرعون کی بوکھلاہٹ

جب فرعون نے دیکھا کہ جادوگر مغلوب ہو کر حضرت موسٰی اور ہارون کے خدا پر ایمان لے آئے ہیں تو اسے تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں مصری عوام بھی راہِ ہدایت کی طرف رجوع نہ کریں۔ چنانچہ اس نے مکر کا دوسرا راستہ اختیار کیا اور انتقام پر اتر آیا۔ اس نے جادوگروں سے کہا معلوم ہوتا ہے تم سب نے موسٰی سے مل کر سازش کی تھی اور میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسٰی کے خدا کو تسلیم کر لیا۔ لہٰذا میں تمھارے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو پھانسی پر لٹکاؤں گا:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ (طٰہٰ ع ۳)

کہنے لگا تم میری اجازت کے بغیر موسٰی پر ایمان لے آئے ضرور یہ تمھارا سردار ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں تمھارے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دونگا پھر تمھیں پتہ چلے گا، ہم دونوں میں کون سخت عذاب دینے والا ہے اور کس کا عذاب دیرپا ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (اعراف ع ۱۴)

فرعون نے کہا مجھ سے اجازت لیے بغیر تم موسٰی پر ایمان لے آئے۔ ضرور یہ ایک پوشیدہ تدبیر ہے۔ جو تم نے مل جل کر شہر میں کی ہے تاکہ اس کے باشندوں کو اس سے نکال باہر کرو، اچھا تھوڑی دیر میں تم کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

اعجازِ الٰہی وہی جادوگر جو پہلے فرعون کے ہر جابرانہ حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے عادی ہو چکے تھے ۔ جب حضرت موسٰی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا اعجاز دیکھ کر ایمان لے آئے تو انھیں فرعون کی یہ دھمکی مطلق نہ ڈرا سکی ۔ ان کے دل میں ایمان کی مشعل روشن ہو چکی تھی ۔ اس لیے وہ کسی قیمت پر بھی دوبارہ تاریکی کی راہ اختیار کرنے کو تیار نہ تھے ۔ چنانچہ فرعون کی طرف سے دردناک عذاب کا حکم سنکر بولے :

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝

ہم یہ کبھی نہیں کر سکتے کہ سچائی کے جو روشن دلائل ہمارے سامنے آگئے ہیں اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں ۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر ۔ تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے ۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے ۔ خصوصاً جادوگری کی خطا کہ جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا ۔ ہمارے لیے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے ۔

غرض حق تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا جوہر دیکھ کر جو اثر جادوگروں نے قبول کیا تھا اس سے جادوگروں کے علاوہ بعض دوسرے حاضرین بھی محروم نہ رہے اور مشعلِ ہدایت نے ان کے دلوں کو بھی ایمان کی روشنی سے منور کر دیا ۔ چنانچہ جادوگروں کے علاوہ مصری عوام کی ایک مختصر جماعت بھی حضرت موسٰی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لے آئی ۔ البتہ اس مرحلے پر وہ فرعون کی وحشت و بربریت کے خوف سے اعلان نہ کر سکی ۔

فرعون نے اپنی خفت مٹانے کے لیے جادوگروں کو تختۂ مشق بنایا اور ان پر برستا رہا ۔ مگر حضرت موسٰی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا ۔ درباریوں اور ارکانِ سلطنت نے فرعون سے کہا کہ موسٰی اور اس کی قوم کو مصر میں رہنے کا موقع دیا گیا تو یہ فساد پھیلائیں گے ۔ فرعون بولا بے فکر رہو میں نے ان کے انتظام کی تدبیر سوچ لی ہے ۔ میں ابھی حکم جاری کرتا ہوں ۔ کہ ان کی نرینہ اولاد کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو خدمت کرنے کے لیے زندہ چھوڑ دیا جائے ۔ اس طرح ان کی طاقت اور نسل کا خاتمہ ہو جائیگا ۔

سورۂ اعراف میں مذکور ہے :

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ (اعراف ع ۱۵)

اور فرعون کی قوم میں سے ایک جماعت نے فرعون سے کہا کیا تو موسٰی اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں اور تجھے اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکرائیں ۔ فرعون نے کہا ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر ہر طرح غالب ہیں اور وہ ہمارے ہاتھوں میں بے بس ہیں ۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ o اِلٰی فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ o فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَھُمْ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ o

(غافر ع)

اور بلاشبہ ہم نے فرعون، ہامان اور قارون کی طرف موسیٰ کو رسول بنا کر اور واضح نشان دے کر بھیجا پس انھوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر جھوٹا۔ پھر جب ہمارے پاس سے ان کے پاس حق لے کر آیا تو کہنے لگے کہ جو لوگ اس (موسیٰ) پر ایمان لے آئے ہیں ان کے لڑکوں کو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو باقی رہنے دو اور کافروں کا مکر و فریب باطل و برباد ہو کر رہا۔

حضرت موسیٰ فرعون کے دربار سے رخصت ہوئے۔ جو لوگ ان پر ایمان لے آئے تھے مگر فرعون کے خوف سے سہمے رہتے تھے۔ ان کی حوصلہ افزائی اور انھیں جرأت دلاتے ہوئے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم صدق دل سے خدائے واحد پر ایمان لے آئے ہو تو تمھیں اس کے سوا کسی اور سے ڈرنا نہیں چاہیئے کیونکہ سب قوتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، تمھیں اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے فرعون تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

سورۂ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِھِمْ اَنْ یَّفْتِنَھُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ o وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ o فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ o وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ o

(یونس ع ۹)

پھر موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر صرف ایک گروہ جو اس قوم کے نوجوانوں کا گروہ تھا۔ وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتا ہوا کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دے اور اس میں شک نہیں کہ فرعون مصر پر متمردانہ قابض اور ظلم و استبداد میں بالکل چھوٹ تھا اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا لوگو! اگر تم فی الحقیقت اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس کی فرماں برداری کی چاہتے ہو تو صرف اسی پر بھروسہ کرو اور فرعون کی طاقت سے نہ ڈرو۔ پس انھوں نے کہا کہ ہم صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظالم قوم کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں اپنی رحمت سے منکروں سے نجات دے۔

پیروانِ موسیٰ کی گھبراہٹ

فرعون اور اس کی قوم نے بنی اسرائیل کو اب پہلے سے زیادہ ستانا شروع کر دیا خصوصاً وہ لوگ جو حضرت موسیٰ کے ہم نوا بن چکے ہیں ان پر تو عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ حضرت موسیٰ انھیں تمام مصائب کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے تم ضرور کامیاب ہو گے اور تمھارے دشمن یعنی فرعون اور اس کی قوم کو ضرور اپنی بدعملیوں اور ظلم و تشدد کی سزا اسی دنیا میں ملے گی۔ اگرچہ حضرت موسیٰ

بر بران کی ڈھارس بندھاتے رہے مگر وہ بد دل ہونے لگے اور کہتے کہ اے موسیٰؑ تم سے پہلے ہم مصیبت میں گرفتار تھے۔ تم آئے تو حوصلہ ہوا کہ اب کچھ سکھ چین سے بسر ہو سکے گی۔ مگر تمھاری وجہ سے ہمیں اور بھی اذیت اٹھانی پڑی۔ فرعون اور اس کی قوم نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ ہم کیا کریں۔

اس صورتِ حال کا ذکر سورۂ اعراف میں یوں آیا ہے :

قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

(اعراف ع ۱۵)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ملک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور انجام (کی کامیابی) متقیوں کے لیے ہی ہے۔ انھوں نے جواب دیا تیرے آنے سے پہلے بھی ہم مصیبت میں تھے اور تیرے پیغام لانے کے بعد بھی مصیبت ہی میں گرفتار ہیں۔ موسیٰ نے کہا وہ وقت قریب ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو برباد کر دے گا اور تمھیں اس زمین پر خلیفہ بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تمھیں مصریوں سے بچائے گا اور تم سکھ کی زندگی بسر کر سکو گے۔ مگر جب تک تمھیں مصر سے بحفاظت تمام بچا کر نکال نہیں لے جاتا تم مصر ہی میں دینِ حق کے فرائض ادا کرو۔ یعنی یہیں اپنی عبادت گاہیں بنا لو یا اپنے گھروں ہی میں اللہ کی عبادت کرو اور اس بات کا مطلق اندلیشہ نہ کرو کہ فرعون یا اس کے آدمی تمھیں تکلیفیں پہنچائیں گے اور پریشان کریں گے۔

حضرت موسیٰ کی دعا

اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے بارگاہ تعالیٰ میں دعا فرمائی کہ تیرے یہ نافرمان بندے یعنی فرعون اور اس کے ہم نوا تیرے نام لیواؤں کو ظلم کا تختۂ مشق بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ نہ خود راہِ حق اختیار کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو نیکی کے راستے پر چلنے دیتے ہیں۔ یہ محض اس لیے کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے دنیا میں جو دولت، حکومت اور عزت انھیں دے رکھی ہے یہ اس کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اپنے افعال سے انھوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ تیرے ان احسانات کے اہل نہیں۔ جس طرح یہ ایمان کی سچائی کو ٹھکرا رہے ہیں اور اپنی ہٹ پر قائم ہیں اسی طرح تو انھیں دردناک عذاب کے ذریعہ دنیا کے لیے عبرت کا نمونہ بنا۔

سورۂ یونس میں رب العزت فرماتا ہے کہ میں نے دونوں بھائیوں کی دعا قبول فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون پر وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں مکان بناؤ اور ان کو قبلہ رخ تعمیر کرو اور ان میں نماز قائم

قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یونس ع ۹)

کرو اور جو ایمان لائے ہیں انھیں کامیابی کی بشارت دو اور موسیٰ نے دعا مانگی، خدایا تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیا کی شوکتیں بخشی ہیں۔ تو خدایا اس لیے کہ یہ تیری راہ سے لوگوں کو بھٹکائیں خدایا ان کی دولت زائل کر دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ اس وقت تک یقین نہ کریں۔ جب تک دردناک عذاب اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا میں نے تم دونوں کی دعا قبول کی تو اب تم اپنی راہ میں جم کر کھڑے ہو جاؤ اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو میرا طریق کار نہیں جانتے۔

مردِ مومن ادھر حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل پر فرعون کے بڑھتے ہوئے جبر و تشدد سے مجبور ہو کر بارگاہ تعالیٰ میں دست بدعا ہوئے ادھر فرعون کے سرکش اور متمرد امیروں اور وزیروں نے اسے مشورہ دیا کہ موسیٰ کو قتل کیے بغیر چارہ نہیں۔ فرعون کے ذہن میں پہلے ہی سے یہی تدبیر تھی۔ اب امراء کے کہنے پر وہ حضرت کو قتل کرنے پر کمربستہ ہو گیا۔ درباریوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو حضرت موسیٰ پر صدق دل سے ایمان لا چکا تھا۔ مگر اس نے یہ بات لوگوں پر ظاہر ہونے نہ دی تھی۔ اس نے فرعون کی یہ نیت دیکھی تو حضرت موسیٰ کو آگاہ کر دیا ساتھ ہی حضرت کی حمایت میں فرعون کو نصیحت کی کہ حضرت موسیٰ کو قتل کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ جھوٹے ہیں تو ان کا کیا ان پر پڑے گا۔ ہمارا وہ کیا بگاڑتے ہیں جو ہم انھیں آزار پہنچائیں اور اگر وہ سچے ہیں تو ان کی وعیدوں سے ڈرو جو وہ تمھیں سنا چکے ہیں اور اُن کے کہے پر یقین اور عمل کرو۔ اس مردِ مومن نے گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرعون سے کہا کہ یہ قومیں اپنے اعمال ہی کی بدولت تباہ و برباد ہوئیں۔ لہٰذا آج تم حضرت موسیٰؑ کے متعلق جو کچھ سوچ رہے ہو اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو، میں ڈرتا ہوں کہ اس کا انجام خود تمھارے حق میں بُرا نہ نکلے۔ اس مردِ مومن نے حضرت یوسفؑ کا حوالہ دیتے ہوئے فرعون اور اس کے درباریوں سے یہ بھی کہا کہ اس ملک میں جب انھوں نے حق کا پیغام سنایا تھا تو تم اور تمھارے آبا و اجداد ان کے متعلق بھی شُبہے میں پڑے رہے اور ایمان نہ لائے بالآخر جب وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے کہا کہ اب خدا اپنا کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اب حضرت موسیٰ کے ساتھ بھی تمھارا یہی رویہ ہے اس لیے ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ان تمام باتوں کو ذہن نشین کر لو اور ان کے متعلق سوچ لو۔

اس مردِ مومن نے فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰؑ کی مدافعت میں جو کردار ادا کیا، سورۂ مومن میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِىْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ

اور فرعون نے کہا مجھے موسیٰ کو قتل ہی کر لینے دو اور اس کو چاہیے کہ اپنے رب کو پکارے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارے دین کو بدل

يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي
عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا
يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ
مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا
أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ
رَّبِّكُمْ ۖ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِنْ
يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ
اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝
يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ
فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ قَالَ
فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ
إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝
مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ
مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝
وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝
يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ
وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ
يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ
مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ
يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ
يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ الَّذِينَ
يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۖ كَبُرَ
مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَٰلِكَ
يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

ڈالے یا زمین میں فساد برپا کرے۔ اور موسیٰ نے کہا میں اپنے
اور تمھارے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب
کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔ اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے
لوگوں میں سے جو چھپاتا تھا اپنا ایمان۔ کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد
کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا ہمارے پاس کھلی
نشانیاں تمھارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا
اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی نہ کوئی وعدہ
جو تم سے کرتا ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا جو ہو بے لحاظ جھوٹا۔
اے میری قوم! آج تمھارا راج ہے، غالب ہو رہے ہو، ملک میں
پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے اگر آگئی ہم پر۔ بولا
فرعون میں تو وہی بات سمجھاتا ہوں تم کو جو سوجھی مجھ کو اور وہی راہ بتاتا
ہوں جس میں بھلائی ہے۔ اور کہا اس ایمان والے نے اے میری قوم
میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر دن اگلے فرقوں کا سا جیسے حال ہوا قوم
نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ
بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر، اور اے میری قوم میں ڈرتا ہوں
کہ تم پر آئے دن چیخ و پکار کا جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر کوئی نہیں
تمھیں اللہ سے بچانے والا۔ اور جسے غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں
اس کو سمجھانے والا اور تمھارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے
پہلے کھلی باتیں لیکر، پھر تم ان چیزوں سے جو وہ تمھارے پاس لے کر آیا
دھوکے ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ مر گیا کہنے لگے ہرگز نہ بھیجے
گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔ اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ اسے جو ہو
بے باک شک کرنے والا، وہ جو کہ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر
کسی سند کے جو پہنچی ہو اُن کو۔ بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں اور
ایمان داروں کے یہاں اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ ہر دل پر غرور
کرنے والے سرکش کے ....

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور کہا اس ایمان والے اے قوم راہ چلو میری پہنچا دوں تمہیں نیکی کی راہ پر اے میری قوم۔ یہ جو زندگی ہے دنیا کی سو کچھ فائدہ اٹھالینا ہے۔ اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر۔ جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلا پائے گا اس کے برابر اور جس نے کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں، روزی پائیں گے وہاں بے شمار۔ اور اے قوم مجھے کیا ہوا ہے۔ بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف۔ تم چاہتے ہو مجھے کہ منکر ہو جاؤں اللہ سے اور شریک ٹھہراؤں اس کا اس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں، اور میں بلاتا ہوں تمہیں اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف۔ آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمیں پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو اور میں سونپتا ہوں اپنا معاملہ اللہ کو۔ بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

سو اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی تدبیروں کے شر سے بچا لیا اور فرعون کے لوگوں کو برے عذاب نے آلیا۔ نار جہنم ہے جس پر وہ صبح شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آجائے گی (تو کہا جائے گا) فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

فرعون اور اس کے حواریوں کے لیے حق و صداقت کی یہ آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی، بلکہ وہ اس مرد مومن کو قتل کرنے کے درپے ہوگئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا۔

فرعون کا دعوائے ربوبیت

جب حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کا کوئی حیلہ کارگر ثابت نہ ہوا اور حضرت کو قتل کرنے میں بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی تو اس کی تشویش اور بڑھی۔ اسے ہر وقت یہی فکر دامنگیر تھا کہ لوگ حضرت موسیٰؑ کا دین اختیار کرتے گئے تو اس کی عزت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ وہ اپنی سربراہی قائم رکھنے کے لیے نئی تدبیریں سوچتا رہا اور کچھ نہ ہو سکا تو اپنی قوم سے کہنے لگا کہ میں مصر کے تخت و تاج کا مالک ہوں، دنیوی دولت و ثروت کے لحاظ سے کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہر قسم کا اختیار مجھے حاصل ہے اور میں تمھارے سامنے موجود ہوں۔ اس کے خلاف موسیٰؑ ان دیکھے خدا کو رب بنا رہا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

فرعون خود سونے کے کنگن پہنا کرتا تھا اور جس شخص پر مہربان ہوتا اسے سونے کے کنگن عطا کرتا۔ فوج اس کے سامنے پرا باندھ کر کھڑی رہتی اور کسی کو اس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنی اس برتری سے کسی طرح دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا اور وہ برتری اسی میں سمجھتا تھا کہ لوگ اُسے بادشاہ کے علاوہ الوہیت کا درجہ بھی دیں۔ چنانچہ رعایا نے عزت افزائی میں اسے رب کا درجہ دے رکھا تھا۔ اس نے موسیٰ کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر موسیٰ کا واقعی کوئی رب ہے تو اس کے لیے آسمان سے سونے کے کنگن کیوں نہیں گرتے اور جس طرح میرے سامنے فوج پرا باندھ کر کھڑی ہوتی ہے اس طرح اس کے لیے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں آتے؟

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ○ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ○ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

(زخرف ع ۴)

اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کیا اے قوم! کیا میں مصر کے تاج و تخت کا مالک نہیں ہوں اور میری حکومت کے قدموں کے نیچے یہ نہریں بہ رہی ہیں کیا تم میرے جاہ و جلال کو نہیں دیکھتے؟ کیا میں بلند و بالا ہوں یا یہ جس کو نہ عزت نصیب اور نہ بات بھی صاف نہ کر سکتا ہو (اگر یہ اپنے خدا کے ہاں عزت والا ہے) تو کیوں اس پر سونے کے کنگن نہیں گرتے یا فرشتے ہی اس کے سامنے پرے باندھ کر کھڑے نہیں ہوتے۔ پس عقل کھو دی فرعون نے اپنی قوم کی سو انھوں نے اس کی اطاعت کی اور تھے وہ نافرمان بندے۔

مصریوں کے نزدیک برتری کا معیار چونکہ صرف دنیوی ساز و سامان اور جاہ و حشمت تھی جو فرعون کو حاصل تھی۔ اس لیے فرعون کی یہ چال کامیاب ہوئی اور اس کا یہ اعلان لوگوں کو حضرت موسیٰ سے منحرف کرنے کا باعث بنا۔ چنانچہ انھوں نے دوبارہ فرعون کی اطاعت کا اعلان کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بہت تھوڑی جماعت رہ گئی جو ایمان کے راستے پر قائم رہی۔

عام اطاعت نے فرعون کی اور حوصلہ افزائی کی اور وہ نہایت شدومد کے ساتھ حضرت موسیٰ کے درپے آزار ہوگیا۔ بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کو قتل کیا جانے لگا۔ ایک طرف فرعون کی ربوبیت کا شدومد سے پرچار ہونے لگا اور دوسری طرف حضرت موسیٰ کی تحقیر و تذلیل میں سرگرمی دکھائی جانے لگی۔

عذاب الٰہی جب معاملہ حد سے گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ کو اطلاع دی کہ فرعون اور اس کی قوم کو ہمارے عذاب کی وعید سنا دو کہ ان کی پیہم سرکشی، ظلم، حق کے ساتھ استہزاء اور نافرمانی کے باعث خدا کا عذاب ان پر نازل ہوگا۔ چنانچہ قحط اور وباؤں نے مصریوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا:

سورۂ اعراف میں مذکور ہے کہ مصریوں پر طوفان، ٹڈی، چیچڑی، مینڈک اور خون وغیرہ کی وبائیں نازل کی گئیں:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (الاعراف)	اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحط میں اور میووں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت پائیں۔ پھر جب پہنچی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچتی برائی تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی، سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہیں جانتے اور کہنے لگے جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے، سو ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے تجھ پر، پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں جدا جدا دیں۔

جب مصریوں پر کوئی عذاب آتا، تو واویلا کرنے لگتے اور حضرت موسیٰ سے رجوع کرتے کہ ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ٹل جائے، پھر ہم ایمان لے آئیں گے۔ جب حضرت کی دعا سے مصیبت دور ہو جاتی تو پھر تو وہ پھر سرکشی پر اتر آتے دوبارہ عذاب ہوتا تو پھر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور جب دور ہو جاتا تو پھر شرارتوں پر اتر آتے۔ غرض انھوں نے اسے ٹھٹھا بنا لیا

فرعون اور اس کی قوم کی بدعہدی کا ذکر سورۂ زخرف میں آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ	اور بے شک ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ پس موسیٰ نے کہا میں جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ہماری نشانیاں لایا، اچانک وہ اس کا مذاق اڑانے لگے اور ہم نے جو نشان انھیں دکھایا ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہی تھا اور ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا تاکہ وہ

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ وَقَالُوا يَآ اَيُّهَا السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○ (زخرف ع)

باز آئیں اور کہنے لگے اے جادوگر تو اپنے پروردگار سے دعا کرکہ یہ مصیبت جاتی رہے) تو ہم بلاشبہ ہدایت قبول کریں گے، پھر جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو پھر وہ بد عہد ہو گئے۔

فرعون کی غرقابی

جب اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر اپنے باپ دادا کی سرزمین میں لے جاؤ۔

مصر سے فلسطین جانے کے لیے خشکی کا راستہ زیادہ قریب تھا لیکن حضرت موسیٰؑ نے سمندر کے راستے کو ترجیح دی یعنی بحر احمر یا قلزم کو عبور کر کے بیابانِ سور اور سینا کی راہ سے۔ شاید اس لیے کہ خشکی کے راستے فرعون کی فوج سے مڈھ بھیڑ ہو جانے کا خدشہ تھا اور بنی اسرائیل فرعون کے خوف اور رعب اور اس کی قوت کے باعث جنگ کرنے کے خواہاں نہ تھے۔

تورات میں مذکور ہے:

> اور جب فرعون نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی تو خدا ان کو فلستیوں کے ملک کے راستے سے نہیں لے گیا اگرچہ ادھر سے نزدیک پڑتا کیونکہ خدا نے کہا ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی دیکھ کر پچھتانے لگیں اور مصر کو لوٹ جائیں، بلکہ خدا ان کو چکر کھلا کر بحرِ قلزم کے بیابان کے راستے لے گیا[1]

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر رات کے وقت خفیہ طور پر مصر سے نکلے اور بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے فرعون کو فوراً پتہ چل گیا، چنانچہ وہ بھی اپنا لشکر لے کر تعاقب میں روانہ ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ان کے سروں پر جا پہنچا۔

پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور سامنے قلزم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ حضرت موسیٰؑ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ "اپنی لاٹھی سمندر پر مارو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے راہ بنا دے گا" حضرت نے اپنا عصا دریا پر مارا، پانی کٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور خشک راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت اس راستہ سے پار جا اُترے۔

فرعون نے یہ دیکھا تو اپنی قوم سے کہنے لگا کہ میری ہی کرشمہ سازی ہے اب تم اسی راستے سے پار اُترو اور انھیں پکڑ لو۔ جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں داخل ہوئے تو حکم الٰہی سے سمندر کا پانی آپس میں مل گیا اور سب کے سب اس میں غرق ہو گئے۔

غرقابی کے وقت فرعون پکار پکار کر کہنے لگا کہ میں موسیٰ اور اس کے خدا پر ایمان لایا۔ لیکن یہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ

---

[1] خروج باب ۱۳ آیات ۱۷-۱۸

مشاہدے کا ایمان تھا اور اس کی یہ پکار اضطراری اور بے اختیاری حیثیت رکھتی تھی نہ کہ صدق اور خلوص کی۔ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان کا اقرار اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرعون کی اس پکار کے جواب میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اب یہ کہہ رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے جو اقرار کا وقت تھا اس میں انکار اور خلاف ہی کرتا رہا اور درحقیقت تو مفسدوں میں سے تھا

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ

آج کے دن ہم تیرے جسم کو ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں نجات دیں گے کہ وہ (عبرت کا) نشان بنے۔

یعنی تیرے جسم کو ہم آئندہ نسلوں کی عبرت کے لیے محفوظ کر دیں گے تاکہ انھیں پتہ چل سکے کہ متکبروں، مفسدوں، سرکشوں اور خدا سے انکار کرنے والوں کا یہ حشر ہوتا ہے۔

اس باب کی ابتدا میں بتایا گیا تھا کہ بعض حجری کتبات سے انکشاف ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کے ضمن میں جس فرعون کا ذکر آتا ہے وہ رعمیس ثانی کا بیٹا منفتاح ہے جو ۱۲۹۲ اور ۱۲۲۵ قبل مسیح کے درمیان گزرا ہے۔ مصری دار الآثار کے مصوّر احمد یوسف احمد آفندی کے ایک مضمون سے بھی جو نجار نے قصص الانبیاء میں نقل کیا ہے یہی ظاہر ہوتا ہے فرعونِ موسیٰ کا نام منفتاح تھا۔ اگر یہ یقین کر لیا جائے تو پھر قرآن کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ اس بہت بڑے سرکش اور متمرد انسان کی لاش آج بھی دنیا کو درسِ عبرت دے رہی ہے۔ سمندر میں کچھ مدت تک رہنے کے باعث اس کی ناک مچھلی نے کھالی تھی، پھر سمندر سے نکالی گئی اور آج مصری عجائب خانہ میں تماشا گاہِ خاص و عام ہے۔

سورۂ طٰہٰ، شعراء، یونس، قصص، دخان اور الذاریات میں فرعونیوں کی غرقابی کا اجمالاً ذکر آیا ہے۔ البتہ تورات میں اسے کچھ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

قرآنِ کریم کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝

(طٰہٰ ع ۴)

اور ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی تھی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جا پھر سمندر میں ان کے گزرنے کے لیے خشکی کی راہ نکال لے تجھے نہ تو تعاقب کرنے والوں سے اندیشہ ہوگا نہ اور کسی طرح کا خطرہ، پھر تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا۔ پس پانی کا ریلا جیسا کچھ ان پر چھانے والا تھا چھا گیا (یعنی جو کچھ ان پر گزرنی تھی گزر گئی) اور فرعون نے اپنی قوم پر راہِ (نجات) گم کر دی۔ انھیں سیدھی راہ نہیں دکھائی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (شعراء ع ۴)

اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ رات کو لے نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے۔ پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں نقیب۔ یہ لوگ جو ہیں سو ایک جماعت ہے تھوڑی سی۔ اور وہ مقرر ہم سے دل جلے ہوئے ہیں اور ہم سارے ان سے خطرہ رکھتے ہیں۔ پھر نکال باہر کیا ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں اور مکانوں سے اسی طرح اور ہاتھ لگا دیں ہم نے یہ چیزیں بنی اسرائیل کے۔ پھر پیچھے پڑے ان کے سورج نکلتے کے وقت۔ پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے۔ کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب۔ وہ مجھ کو راہ بتائے گا۔ پھر حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو مار اپنے عصا سے دریا کو۔ پھر دریا پھٹ گیا تو ہو گئی ہر ایک پھانک جیسے بڑا پہاڑ اور پہنچا دیا ہم نے اسی جگہ دوسروں کو اور بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو پھر ڈبو دیا ہم نے دوسروں کو۔ اس چیز میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے بہت لوگ ان میں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

(اعراف ع ۱۵)

بالآخر ہم نے انہیں سزا دی یعنی اس جرم کی پاداش میں کہ ہماری نشانیاں جھٹلائیں اور ان کی طرف سے غافل رہے۔ انہیں سمندر میں غرق کر دیا اور جس قوم کو کمزور و حقیر خیال کرتے تھے اس کو ملک کے تمام پورب کا اور اس کے مغربی حصوں کا کہ ہماری بخشی ہوئی برکت سے مالا مال ہے وارث کر دیا اور اس طرح تیرے پروردگار کا فرمان پسندیدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا کہ ہمت و ثبات کے ساتھ جمے رہے تھے اور فرعون اور اس کا گروہ جو کچھ بناتا رہا تھا اور جو کچھ بلندیاں اٹھائی تھیں وہ سب درہم برہم کر دیں۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا تاکہ ظلم و شرارت کریں۔ لیکن

إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهٗ لَآ
إِلٰهَ إِلَّا الَّذِيٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوٓا إِسْرَآءِيْلَ وَ
أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ
قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۚ
وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝
(یونس ع ۹)

جب حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا تو اس
وقت پکار اُٹھا میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں
جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی اس کے فرمانبرداربندوں
میں ہوں، (ہم نے کہا) ہاں اب تو ایمان لایا حالانکہ پہلے برابر نافرمانی کرتا
رہا اور تو دنیا کے مفسد انسانوں میں سے ایک مفسد تھا۔ پس آج ہم
ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو بچالیں گے تاکہ ان لوگوں کو جو تیرے بعد آنے
والے ہیں ایک نشانی ہو اور اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں کی
طرف سے بالکل غافل رہتے ہیں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْأَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝
فَأَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (قصص ع ۴)

اور بُرائی کرنے لگے وہ اور اس کا لشکر ملک میں ناحق اور سمجھے
کہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے۔ پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے
لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں۔ سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام
گنہگاروں کا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ
وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝ أَنْ أَدُّوْٓا إِلَيَّ
عِبَادَ اللّٰهِ ۖ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ۝ وَّأَنْ لَّا
تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۖ إِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
وَإِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝
وَإِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ
أَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝ فَأَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا
إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ
جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ
عُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ
كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنٰهَا
قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ
الْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا

اور جانچ چکے ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان کے
پاس رسول عزت والا کہ حوالہ کردو میرے بندے خدا کے تمہارے پاس
آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر، اور یہ کہ سرکشی نہ کرو اللہ کے مقابل، میں لایا
ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی۔ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے
رب اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر
تم یقین نہیں کرتے مجھ پر تو مجھ سے پرے ہو جاؤ۔ پھر دعا کی اپنے
رب سے کہ یہ لوگ گنہگار ہیں۔ پھر لے نکل رات میں میرے بندوں
کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔ البتہ وہ لشکر
ڈوبنے والے ہیں۔ بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور
گھر عمدہ اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے۔ یونہی ہوا
اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے۔ پھر نہ رویا
ان پر آسمان اور نہ زمین اور نہ ملی ان کو ڈھیل اور ہم نے بچا نکالا
بنی اسرائیل کو ذلت کی مصیبت سے جو فرعون کی طرف سے تھی

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ○ مِنْ فِرْعَوْنَ ط اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ○ (دخان ع)

بے شک وہ تھا چڑھ رہا حد سے بڑھنے والا۔

فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ○ وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ○ (بنی اسرائیل ع)

پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں۔ پھر ڈبا دیا ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو سب کو اور کہا ہم نے اس کے پیچھے آباد رہو تم زمین میں۔ پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا۔ لے آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر۔

پیروانِ موسیٰ کا کفرانِ نعمت

جب حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھی بحرِ قلزم پار کر کے جس سرزمین میں داخل ہوئے وہ لق و دق صحرا اور بے آب و گیاہ علاقہ تھا۔ جسے بیابانِ شور، وادی سینا یا سین کہا گیا ہے بحرِ قلزم کے اس مشرقی حصے میں شدید گرمی پڑتی تھی اور دور دور تک کہیں پانی یا سبزے کا نام و نشان نہ تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم تو یہاں بھوک پیاس اور گرمی سے مر جائیں گے۔ چونکہ صدیوں تک وہ مصریوں کی غلامی میں رہے تھے اور ذلت کے تمام کام ان سے لیے جاتے تھے اس لیے ان کی ذہنیت بہت پست ہو چکی تھی اور ایمان ابھی مستحکم نہیں تھا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے حال پر رحم فرمائے اور ان کے لیے آسائش کا کوئی سامان مہیا ہو جائے ورنہ ان کے قدم راہِ حق سے لڑکھڑانے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ رات بسر کرنے کے بعد جب دن ہوا تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جا بجا سفید اولوں کی طرح کوئی چیز بکھری پڑی ہے۔ انھوں نے اسے کھایا تو وہ لذیذ حلوے کے مانند تھی۔ یہ 'من' تھا۔ پھر تیز ہوا چلی جس کے ساتھ بیٹروں کے غول کے غول وہاں آکر اترنے لگے۔ بنی اسرائیل انھیں آسانی سے پکڑ لیتے اور بھون کر کھاتے یہ 'سلویٰ' تھا۔ اس طرح غیب سے ان کے لیے اس بے آب و گیاہ علاقے میں روزی کا سامان مہیا ہو گیا۔ اسی شدید خطے میں انھیں گرمی سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابر گھر آئے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر مارا جس سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ غرض حضرت موسیٰ کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ہمراہیوں کو اپنی تکلیف دہ مقام پر اپنے فضل و کرم سے نوازا جس کا ذکر سورہ بقرہ، اعراف اور طٰہٰ میں آیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ○ (بقرہ ع)

اور پھر جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تھا اور ہم نے حکم دیا تھا اپنی لاٹھی سے پہاڑ کی چٹان پر ضرب لگاؤ چنانچہ بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنے اپنے پانی لینے کی جگہ معلوم کر لی پس کھاؤ پیو، خدا کی بخشائش سے فائدہ اٹھاؤ اور ایسا نہ کرو کہ ملک میں فتنہ و فساد پھیلاؤ۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ع)

اور ہم نے تمھارے سروں پر ابر کا سایہ پھیلا دیا اور من اور سلوٰی کی غذا فراہم کردی، خدا نے تمھاری فراغت کے لیے جو اچھی چیزیں مہیا کردی ہیں انھیں بفراغت کھاؤ اور کسی طرح کی قلت و تنگی محسوس نہ کرو۔ تم نے اپنی ناشکریوں سے ہمارا کیا بگاڑا؟ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

سورۂ اعراف میں فرمایا:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (اعراف ع)

اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ایسا ہے جو لوگوں کو سچائی کی راہ چلاتا اور سچائی ہی کے ساتھ انصاف بھی کرتا ہے اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ خاندانوں کے بارہ گروہوں میں تقسیم کردیا اور جب لوگوں نے موسیٰ سے پینے کے لیے پانی مانگا تو ہم نے وحی کی کہ اپنی لاٹھی چٹان پر مارو۔ چنانچہ بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنی اپنی جگہ پانی کی معلوم کرلی اور ہم نے بنی اسرائیل پر ابر کا سایہ کردیا تھا اور من و سلوٰی اتارا تھا۔ ہم نے کہا تھا یہ پسندیدہ غذا کھاؤ جو ہم نے عطا کی ہے۔ انھوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا، خود اپنے ہاتھوں اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ (طٰہٰ ع)

اے بنی اسرائیل ہم نے تمھارے دشمن سے تمھیں نجات بخشی تم سے (برکتوں اور کامرانیوں کا) وعدہ کیا جو کوہ طور کے دہنی جانب ظہور میں آیا تھا۔ تمھارے لیے من اور سلوٰی مہیا کردیا۔ تمھیں کہا گیا یہ پاک غذا مہیا کردی گئی ہے۔ شوق سے کھاؤ۔ سرکشی کروگے تو میرا غضب نازل ہوجائیگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو بس وہ ہلاکت میں گرا۔ اور جو کوئی توبہ کرے ایمان لائے، نیک عمل ہو تو میں یقیناً اس کے لیے بڑا ہی بخشش والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ان احسانات عظیم کے باوجود بنی اسرائیل نے ناشکری اور ناقدری کا ثبوت دیا کہنے لگے کہ روزانہ ایک ہی قسم کی غذا کھانے کو ہمارا جی نہیں چاہتا۔ ہم باقلا، کھیرا، ککڑی، مسور، لہسن اور پیاز جیسی چیزیں کھانا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ لغو تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ جب تمھیں اچھی چیزیں کھانے کو مل رہی ہیں پھر تم معمولی درجے کی اشیا پر کیوں

اصرار کر رہے ہو، مگر وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ حضرت نے ان باتوں پر ناراض ہو کر فرمایا کہ اگر تمھارے خیالات اور تمھاری ذہنیت کا یہی عالم ہے تو تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ ہر جگہ یہ چیزیں تمھیں مل جائیں گی۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ (البقرۃ ع)

اور جب تم نے کہا موسیٰ! ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا کرو کہ وہ زمین سے ہمارے لیے باقلا، ککڑی، لہسن، مسور اور پیاز جیسی چیزیں اگائے۔ موسیٰ نے کہا کیا تم بہتر اور عمدہ چیز کے بدلے میں گھٹیا چیز کی خواہش کرتے ہو۔ کسی شہر میں جا کر قیام کرو۔ بلاشبہ وہاں یہ سب کچھ مل جائے گا جس کے ... گار ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ غلامی کے زمانے میں قوموں کے اخلاق پست ہو جاتے ہیں اور وہ چھوٹی باتوں کے لیے بڑے مقاصد سے بے پروا ہو جاتی ہیں مثلاً یہی واقعہ دیکھیے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو غلامی کی مصیبتوں سے نجات دلائی اور وہ انھیں وطن میں حکمرانی کے منصب پر بٹھانا چاہتے تھے۔ لیکن دیکھیے۔ اس اہم مقصد کی راہ میں بنی اسرائیل کو تھوڑی دیر کے لیے زبان کا چٹخارا چھوڑنا پڑا تو وہ کس طرح بیتاب ہو گئے اور صبر و استقامت کا معمولی سا نمونہ بھی نہ دکھا سکے۔ حالانکہ صبر و استقامت ہی پر قوموں کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ حالات کتنے ہی ناسازگار پیش آئیں۔ انھیں برداشت کرتے ہوئے کامیابی کی راہ نکالی جائے۔ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ ہر ناخوشگواری اور ہر ناسازگاری کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح قدم جما لیے جائیں۔ یہ دونوں خصلتیں پختگی ایمان کی روشن دلیل ہیں۔ جہاں صبر و استقامت نہ ہو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان بھی پختہ نہیں۔

حضرت موسیٰ کوہِ طور پر

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلانے کے بعد تمھیں "شریعت" دی جائے گی۔ چنانچہ اب اس حکم کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا حضرت موسیٰ وحی الٰہی کے مطابق طور پر پہنچے جہاں عبادت الٰہی کے لیے ایک مہینہ تک اعتکاف کیا پھر دس دن کی میعاد بڑھا دی گئی چنانچہ چالیس دن اسی کیفیت میں گزرے۔ اس مدت میں حضرت ہارونؑ ان کی جگہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

(چلہ ختم ہونے پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں شرف کلام بخشا، پھر حضرت موسیٰ نے تجلی باری تعالیٰ کی خواہش کی۔ ارشاد ہوا، موسیٰ تم نہ دیکھ سکو گے، مشاہدے کی تاب نہ لا سکو گے، اچھا ہم اپنی ذات کی تجلی کا ظہور اس پہاڑ (کوہ طور) پر کریں گے اگر یہ اس تجلی کو برداشت کر لے تو پھر تم یہ سوال کرنا، تجلی کا ظہور ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔

ہوش آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، اپنی ہستی کے عجز و بے چارگی کا اظہار کیا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ

اور جب موسیٰ آیا تاکہ ہمارے مقررہ وقت میں حاضری دے

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

(اعراف ع ۱۶)

اور اس کے پروردگار نے اس سے کلام کیا تو پکار اٹھا پروردگار مجھے اپنا جمال دکھا کہ تیری طرف نظر کرسکوں۔ حکم ہوا تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ (تجلیِ حق کی تاب لے آیا اور) اپنی جگہ ٹکا رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے پروردگار نے تجلی کی تو اس تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو کہا خدایا تیرے لیے ہر طرح کی تقدیس ہو میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے یقین کرنے والوں میں ہوں۔

نزولِ تورات اس کے بعد حضرت موسیٰ کو تورات عطا فرمائی گئی، حکم ہوا کہ اس پر مضبوطی سے جمے رہو اور اپنی قوم کو بھی قائم رہنے کی تاکید کرو، میں نے اس کتاب میں حرام و حلال، اوامر و نواہی غرض تمام دینی اور دنیوی مسائل تفصیل کے ساتھ بیان کردیے ہیں تاکہ تم سب صحیح راستہ پر چلتے رہو۔

قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ زصلے فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ○ وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَکَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ط سَاُورِیْکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ○ (اعراف ع ۱۶)

فرمایا اللہ نے اے موسیٰ! بے شک میں نے لوگوں پر تجھ کو اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے برتری دی ہے اور چن لیا ہے پس جو میں نے تجھ کو (تورات کو) دیا ہے اسکو لے اور شکر گزار بن۔ اور ہم نے اس کے لیے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی ہے پس اسے قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم کر کہ وہ ان میں سے اچھی کو اختیار کریں۔ عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھلادوں گا۔

گوسالہ پرستی ادھر حضرت موسیٰ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز میں مصروف تھے اور ان پر نوازشاتِ الٰہی کی بارش ہو رہی تھی۔ ادھر بنی اسرائیل نے ایک شخص سامری کی قیادت میں جو بظاہر حضرت موسیٰؑ ہی کے دین کا پیرو تھا "گوسالہ" (بچھڑا) بنا کر اس کی پرستش شروع کردی۔

سامری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم اپنے سونے کے تمام زیورات لے آؤ تو میں تمھیں تمھارے فائدے کا ایک کام کر دکھاؤں گا۔ لوگ اس کے فریب میں آگئے اور سارے زیورات لاکر رکھ دیے۔ سامری نے انھیں پگھلا کر اس سے ایک گوسالہ بنایا اور کسی ترکیب سے اس میں مشتِ خاک ڈال کر آثارِ حیات پیدا کردیے وہ بھائیں بھائیں کرنے لگا تب سامری نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضرت موسیٰؑ تو غلطی سے خدا کی تلاش میں طور پر گئے ہیں تمھارا معبود تو دراصل یہی ہے۔

بنی اسرائیل چونکہ صدیوں تک مصریوں کی غلامی میں رہے تھے اور گوسالہ پرستی یا اس قسم کی دوسری مشرکانہ رسوم مصریوں کا مذہب تھیں لہٰذا بنی اسرائیل بھی اس کے رنگ میں رنگے جا چکے تھے۔ انھوں نے جھٹ سامری کی بات کا یقین کرلیا اور گوسالہ

پوجنے لگے۔

حضرت ہارونؑ نے قوم کو اس گمراہی سے بچا کر سیدھی راہ پر لگانے کی بہتیری کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ کہتے تھے جب تک موسیٰؑ واپس نہ آئیں ہم یہی کچھ کرتے رہیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کو قوم کی گمراہی کا پتہ چلا تو غصہ سے بے تاب ہو گئے۔ قوم کے پاس پہنچ کر انھیں اس گمراہی پر سخت سرزنش کی۔ وہ کہنے لگے ہمارا کوئی قصور نہیں ہمیں تو سامری نے گمراہ کر دیا۔ تب آپ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے ساتھ بھی سختی سے پیش آئے۔ حضرت ہارون نے کہا کہ میرا کوئی قصور نہیں، میں نے اپنی طرف سے جتنی کوشش ہو سکی کی مگر یہ کسی طرح نہ مانے اور مجھے یہ خوف دامنگیر رہا کہ کہیں میرا کوئی فعل بنی اسرائیل میں تفرقے کا موجب نہ بن جائے۔ کم از کم آپ کے آنے تک میرے لیے انتظار ضروری تھا۔

تب سامری کی باری آئی۔ حضرت موسیٰ نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا اے سامری! یہ تو نے کیا کیا؟ سورۂ طٰہٰ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سامری نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ میرے جی نے مجھے ایسی ہی بات سجھائی۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا، اچھا جا تیرے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب ہے۔ دنیا میں عذاب یہ کہ تو دیوانوں کی طرح مارا مارا پھرے گا اور آخرت میں وہی عذاب ملے گا جو تجھ جیسے گمراہوں کے لیے مقرر ہے پھر گوسالہ کو آگ میں جلا دیا۔

قرآنِ عزیز میں مختلف مقامات پر اس واقعہ کی تفصیل مذکور ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ

اور پھر دیکھو یہ واقعہ ہے کہ موسیٰ سچائی کی روشن دلیلوں کے ساتھ تمھارے پاس آیا، لیکن جب چالیس دن کے بعد تم سے الگ ہو گیا تو تم بچھڑے کے پیچھے لگ گئے اور ایسا کرتے ہوئے یقیناً تم ایمان سے منحرف ہو گئے تھے اور پھر جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور کوہ طور کی چوٹیاں تم پر بلند کر دی تھیں (تو تم نے اس کے

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(البقرہ ع۱۱)

بعد کیا کیا) تمھیں حکم دیا گیا کہ جو کتاب تمھیں دی گئی ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ۔ اور اس کے حکموں پر کاربند رہو۔ تم نے کہا سنا اور دل سے کہا نہیں مانتے اور پھر ایسا ہوا کہ تمھارے کفر کی وجہ سے تمھارے دلوں میں گوسالہ پرستی رچ گئی۔ اے پیغمبر ان سے کہو تم اپنے جس ایمان کا دعوے کرتے ہو اگر وہ یہی ایمان ہے تو افسوس اس ایمان پر۔ کیا ہی بُری راہ ہے جس پر تمھارا ایمان تمھیں لے جا رہا ہے۔

سورۂ اعراف میں بیان فرمایا:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝

پھر ایسا ہوا کہ موسیٰ کی قوم نے اس کے چلے جانے کے بعد اپنے زیور کی چیزوں سے ایک بچھڑے کا دھڑ بنایا جس سے گانے کی سی آواز نکلتی تھی اور اسے (پوجا کے لیے) اختیار کر لیا۔ کیا انھوں نے اتنی بات بھی نہ سمجھی کہ نہ تو وہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ کسی طرح رہنمائی کر سکتا ہے وہ اسے لے بیٹھے اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

پھر جب ایسا ہوا کہ ہاتھ ملنے لگے اور انھوں نے دیکھ لیا کہ وہ راہ سے قطعاً بھٹک گئے ہیں تو کہنے لگے اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہیں کیا اور نہ بخشا تو ہمارے لیے تباہی کے سوا کچھ نہیں اور جب موسیٰ خشمناک اور افسوس کرتا ہوا اپنی قوم میں لوٹا تو اس نے کہا افسوس تم پر۔ کس بُرے طریقے پر تم نے میرے پیچھے میری جانشینی کی۔ تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں ذرا صبر نہ کر سکے۔ اس نے جوش میں آ کر تختیاں پھینک دیں اور ہارون کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالیں پس میرے ساتھ ایسا نہ کر کہ دشمن ہنسیں اور نہ مجھے ظالموں کے ساتھ شمار کر۔ موسیٰ نے کہا پروردگار! میرا قصور بخش دے اور میرے بھائی کا بھی اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں داخل کر۔ تجھ سے بڑھ کر اور کون ہے جو رحم کرنے والا ہے۔ خدا نے فرمایا جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی ان کے حصے میں ان کے اللہ کا غضب آئے گا اور دنیا کی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی پائیں گے۔ ہم افترا پردازوں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے برائیوں کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بلاشبہ تمھارا پروردگار توبہ کے بعد بخش دینے والا رحمت والا ہے۔ اور جب موسیٰ کی خشمناکی دور ہوئی تو اس نے تختیاں اٹھا لیں۔ ان کی کتابت میں لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے پروردگار کا ڈر رکھتے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۸)

سورۂ طٰہٰ میں بھی یہی واقع دہرایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ○ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ○	اے موسیٰ کس بات نے تجھے جلدی پر ابھارا اور تو قوم کو پیچھے چھوڑ کر چلا آیا۔ موسیٰ نے عرض کیا وہ مجھ سے دور نہیں۔ میرے نقش قدم پر ہے اور اے پروردگار میں نے تیرے حضور آنے کی جلدی کی کہ تو خوش ہو،
قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ○ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ	فرمایا مگر ہم نے تیرے پیچھے تیری قوم کی آزمائش کی اور سامری نے اسے گمراہ کر دیا پس موسیٰ خشمناک اور افسوس کرتا ہوا قوم کی طرف آیا۔ اس نے کہا میری قوم کے لوگو! یہ تم نے کیا کیا۔ کیا تم سے تمھارے پروردگار نے ایک بڑی بھلائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا
اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ○ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِیُّ ○ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِیَ ○ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ○	پھر کیا ایسا ہوا کہ تم پر بڑی مدت گزر گئی۔ یا یہ بات ہے کہ تم نے چاہا تمھارے پروردگار کا غضب تم پر نازل ہو اس لیے تم نے مجھ سے ٹھہرائی ہوئی بات توڑ ڈالی۔ انھوں نے کہا ہم نے خود اپنی خواہش سے عہد شکنی نہیں کی بلکہ قوم کی زیب و زینت کی چیزوں کا ہم پر بوجھ پڑا وہ ہم نے پھینک دیا۔ چنانچہ اس طرح سامری نے اسے آگ میں ڈالا اور ان کے لیے (ایک سنہری بچھڑا بنا کر) نکال لایا محض ایک دھڑ جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ یہ دیکھ کر بول اٹھے یہ ہے ہمارا معبود اور موسیٰ کا بھی۔ مگر وہ بھول میں پڑ گیا۔ کیا انھیں یہ بات بھی دکھائی نہ دی کہ بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ انھیں فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِیْ ○	اور ہارون نے اس سے پہلے انھیں جتا دیا تھا بھائیو یہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمھاری آزمائش ہو رہی ہے تمھارا پروردگار تو خدائے رحمٰن ہے دیکھو میری پیروی کرو اور میرے کہے سے باہر نہ ہو،
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ○	مگر انھوں نے جواب دیا تھا جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہ آجائے ہم اس کی پرستش پر جمے ہی رہیں گے۔
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۚ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِیْ ○ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِیْ	بہر حال موسیٰ نے ہارون سے کہا اے ہارون جب تو نے دیکھا یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں تو کیا بات ہوئی کہ انہیں روکا نہیں کیا تو نے پسند کیا کہ میرے حکم سے باہر ہو جائے۔ ہارون بولا اے

وَلَا بِرَاسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ○ قَالَ فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ○ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَکَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِکَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاکِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ○ اِنَّمَآ اِلٰهُکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ (سورہ طٰہٰ ع)

میرے عزیز بھائی! میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ نوچ۔ میں ڈرا کہیں تم یہ نہ کہو تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کی راہ نہ دیکھی۔ تب موسیٰ نے (سامری سے) کہا سامری یہ تیرا کیا حال ہوا؟ کہا میں نے وہ بات دیکھ لی تھی، جو اوروں نے نہیں دیکھی۔ تو میں نے اللہ کے رسول کی پیروی میں کچھ حصہ لیا تھا، پھر اسے چھوڑ دیا۔ میرے جی نے ایسی ہی بات مجھے سجھائی۔ موسیٰ نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر جا، زندگی میں تیرے لیے یہ ہونا ہے کہ تو کہے میں اچھوت ہوں اور آخرت میں عذاب کا ایک وعدہ ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں اور دیکھ تیرے معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے جس کی پوجا کو جم کر بیٹھا رہا تھا۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے اور راکھ سمندر میں اڑا کر بہا دیں گے۔ معبود تو تمہارا بس اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں وہی ہے جو ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔

پھر حضرت موسیٰ نے قوم کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اس گناہ کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ بعض اسلامی روایات میں مذکور ہے کہ شرک کے اس جرم میں ہزاروں افراد قتل کیے گئے۔ پھر حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی اور قوم کی توبہ قبول فرمائی گئی۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْکُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرہ ع ۶)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم بلاشبہ تم نے گوسالہ بنانے میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا ہے پس اپنے خالق کی طرف رجوع کرو اور اپنی جانوں کو قربان کرو۔ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر وہ تم پر رجوع بہ رحمت ہوگا۔ بلاشبہ وہ بڑا رجوع برحمت ہونے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

بچھڑے کا دھڑ اندر سے کھوکھلا تھا۔ بت پرست قوموں کے مندروں میں جو پروہت اور پیشوا رہتے تھے انھوں نے عوام کو مرعوب رکھنے کے لیے ایسے انتظامات کر لیتے تھے کہ خاص خاص مقامات میں سے ہوائیں گزرتیں تو ان میں سے خاص آوازیں پیدا ہوتیں۔ عام لوگ سمجھتے کہ یہ کسی بالادست ہستی کی صدائیں ہیں۔ سامری ان ہتھکنڈوں سے واقف تھا اس نے بچھڑے کا دھڑ بھی ایسے ہی اصول پر بنایا کہ اس سے آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل نے اسے عجیب چیز سمجھا اور پوجا میں لگ گئے اس۔

کہ مصریوں کی اصنام پرستی کا ان پر خاصا اثر پڑ چکا تھا۔ قرآن مجید نے اس واقعے کے بیان میں دھڑ سے آواز نکلنے کی خاص طور پر توضیح کی۔ عجلاً جسداً لہ خوار۔ اس سے مقصود یہی تھا کہ بچھڑے کے دھڑ کی جس خصوصیت نے بنی اسرائیل کو گمراہی کی طرف کھینچا، وہ آواز تھی جو اس کے حلق سے نکلتی تھی۔ بے جان دھڑ سے آواز اس لیے نکلتی تھی کہ اسے خاص اصول پر بنایا گیا تھا۔ جب ہوا چلتی اور اس کے اندر سے گزرتی تو وہ گائے کی طرح بولنے لگتا۔ یہ بنانے کی کاریگری تھی، کوئی جادو نہ تھا۔

تورات کی کتاب خروج کے بتیسویں باب میں اس واقعے کا ذکر موجود ہے جو قرآنی بیان سے ملتا جلتا ہے البتہ بچھڑے کے دھڑ سے آواز نکلنے کا کوئی ذکر نہیں۔ بائیبل کی ڈکشنری میں بتایا گیا ہے کہ یہ بچھڑا مصری دیوتا کی نقل نہ تھا بلکہ بابل کے دیوتا طوخ کی نقل تھا اور یہودی اصنام پرستی میں مصریوں کے بجائے یونانیوں اور بابلیوں کے طور طریقوں کی طرف زیادہ مائل تھے۔ البتہ یہ درست ہے کہ مصر میں بھی گائے اور بچھڑے کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہی پوجا عراق، وادیٔ سندھ اور ہندوستان میں رواج پذیر ہوئی۔ اس کی ابتدا غالباً یوں ہوئی کہ انسانوں کا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی تھی اور مصر، عراق اور ہندوستان میں کھیتی باڑی کا سب سے بڑا ذریعہ بیل تھے۔ ممکن ہے ابتدا میں لوگ بیلوں کی طرف سے بے پرواہوں۔ پھر کسی مصلح نے ان کی حفاظت پر زور دیا تاکہ ان کی نسل بڑھے۔ گائے کا احترام اس لیے کیا جانے لگا کہ نسل کی افزائش گائے کی حفاظت ہی پر موقوف تھی۔ آہستہ آہستہ احترام مبالغے کی حد پر پہنچ گیا اور پوجا شروع ہوگئی۔

ایک صاحبِ ایمان بہ یک نظر اندازہ کرسکتا ہے کہ جو گوسالہ قوم سے سونے چاندی کے زیور لے کر بنایا گیا وہ پوجا کے لائق کیونکر ہوسکتا ہے، لیکن بنی اسرائیل عجائب پرستی کے جنون میں اس معمولی سی بات کو بھی نظر انداز کر گئے۔

قبول توبہ کے بعد حضرت موسیٰؑ نے ان کے سامنے تورات کی تختیاں پیش کیں اور فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ نے تمہاری ہدایت اور فلاح و بہبود کے لیے اتاری ہے اس کے احکام پر سختی سے کاربند رہو۔

بنی اسرائیل کہنے لگے اے موسیٰ جب تک خدا ہمیں نظر نہ آجائے اور وہ خود ہم سے یہ نہ کہے کہ یہ میری کتاب ہے ہم محض تمہارے کہنے سے کیسے یقین کرلیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ احمقانہ ہے۔ تم اس ذاتِ باری کی تجلی کی تاب نہیں لاسکو گے مگر وہ اس پر مُصر رہے۔ بالآخر کچھ سوچنے کے بعد آپ نے فرمایا اچھا میں تم سے کچھ سردار چن کر اپنے ساتھ طور پر لے جاتا ہوں تاکہ معاملہ دیکھ آئیں۔ اگر انھوں نے آکر تصدیق کردی تو پھر تم یقین کرلینا۔ قوم اس پر رضامند ہوگئی۔

حضرت موسیٰؑ نے ستّر سردار چنے اور انھیں لے کر طور پر پہنچے۔ اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کیا اور عرض کی اے اللہ اگر تو مجھے ہمکلامی کا شرف بخشے اور یہ سردار ہماری گفتگو سن لیں تو قوم کے سامنے جاکر تصدیق کرسکیں گے۔ چنانچہ ایک نورِ رحمت نمودار ہوا۔ اللہ تعالےٰ حضرت موسیٰ سے ہمکلام ہوئے جسے سردار سنتے رہے۔ جب نورِ رحمت غائب ہوگیا تو سردار اصرار کرنے لگے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے انھیں بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔

اس پر غضب الٰہی جوش میں آیا اور اس غلط اصرار کی پاداش میں ایک ہیبتناک چمک کڑک اور زلزلے نے انھیں آن لیا اور وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حضرت موسیٰ نے یہ دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے اللہ ان سرداروں کی بے وقوفی کے باعث کیا تو ہم سب کو ہلاک کر دیگا تو اپنی رحمت سے انھیں معاف کر دے۔ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے ان مردہ سرداروں کو حیات نو بخشی۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْشِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ (اعراف ع)

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی چن لیے پھر جب سزا دینے والی ہولناکی نے انھیں آلیا تو موسیٰ نے عرض کیا، پروردگار اگر تو چاہتا تو ان سب کو اب سے پہلے ہی ہلاک کر ڈالتا اور خود میری زندگی بھی ختم کر دیتا۔ پھر کیا ایک ایسی بات کے لیے جو ہم میں سے چند بے وقوف آدمی کر بیٹھے ہیں تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا۔ یہ اس کے سوا کیا ہے کہ تیری طرف سے ایک آزمائش ہے تو جسے چاہے اس میں بھٹکا دے جسے چاہے راہ دکھا دے۔ خدایا تو ہمارا والی ہے ہمیں بخش دے ہم پر رحم کر۔ تجھ سے بہتر بخشنے والا کوئی نہیں۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرہ ع)

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم تجھ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک خدا کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں (آنکھوں دیکھتے تم کو بجلی کی کڑک نے آپکڑا پھر ہم نے تمھیں موت کے بعد زندہ کیا تاکہ تم شکر گزار رہو۔

جب یہ ستر آدمی قوم میں لوٹ کر آئے تو اس امر کی تصدیق کی کہ حضرت موسیٰ بالکل صحیح فرماتے ہیں بے شبہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں۔

ارض مقدس کا وعدہ

بنی اسرائیل نے تورات کے احکام کی بجا آوری کا وعدہ کیا تو ایفائے عہد کی نگرانی کے لیے بارہ افراد مقرر کیے گئے۔ ایک ایک خاندان پر ایک ایک شخص۔

اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بنی اسرائیل کا آبائی وطن جہاں سب سے پہلے حضرت ابراہیم ہجرت کرکے آ رہے تھے انھیں دیں۔ اس وقت بنی اسرائیل کے آبائی وطن یعنی ارض مقدس پر عمالقہ حکمران تھے۔ یہ بہت تنومند اور قوی ہیکل قوم تھی۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ عمالقہ کے خلاف جہاد کے لیے تیار ہو جائیں تاکہ انھیں ارض مقدس سے نکال کر حکومت بنی اسرائیل کے سپرد کر دی جائے۔

بنی اسرائیل طویل عرصے سے غلامی کی زندگی بسر کرتے چلے آئے تھے۔ چنانچہ جیسا کہ غلامی کا خاصا ہے ان میں مردانگی، شجاعت، عزم و ہمت، غیرت اور جرات کے تمام جوہر ختم ہو چکے تھے بے ہمتی، پستی اور بزدلی ان کے رگ و پے میں سرایت

رچکی تھی۔ غلامی نے ان کی ذہنیت کو حد درجہ پست اور مردانہ صفات کو مٹا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ نے انھیں جہاد کی تیاری کا حکم دیا تو وہ گھبرا اٹھے۔ لڑنے مرنے کا تو انھوں نے زندگی میں کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ پھر عمالقہ کے مقابلہ میں جو جسمانی لحاظ سے بھی ان سے زیادہ مضبوط اور توانا تھے وہ لڑنے کی کیسے سوچ سکتے تھے، حضرت موسیٰ کے جواب میں کہنے لگے کہ عمالقہ تو ہم سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط جن ہمارا ان سے کیا مقابلہ! ہم ان سے لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

عمالقہ کے مقابلہ میں بنی اسرائیل میں عام خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ تاہم بزدلوں کے ایسے ماحول میں بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے، ان میں بہادری، عزم و ہمت اور غیرت کے جوہر موجود ہوتے ہیں۔ وہ کسی نیک مقصد کے لیے جان جوکھوں میں ڈالنے سے نہیں گھبراتے۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں بھی ایسے افراد موجود تھے، جو اپنی دنیوی بے سروسامانی کے باوجود عمالقہ کے مقابلہ میں صف آرا ہونے سے مطلق نہ گھبراتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے حکم کی تعمیل میں سرِ تسلیم خم کردیا۔ نہ صرف خود لڑنے کو تیار ہوئے بلکہ بنی اسرائیل کے دوسرے افراد کو بھی ہمت اور غیرت دلائی۔ اور کہا کہ ہمیں عمالقہ کی طاقت سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیئے وہ ہمارا حامی اور ناصر ہے اگر ہم عمالقہ سے جنگ کریں تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم ان پر فتح حاصل کریں گے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ يَٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ قَالُوا يَٰمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۝ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

(مائدہ ۴)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم! تم پر جو اللہ کا احسان رہا ہے اسے یاد کرو کہ اس نے تم میں نبی اور پیغمبر بنائے اور تمھیں بادشاہ اور حکمران بنایا اور وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔ اے قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے تم پر فرض کردیا ہے۔ اور پشت پھیر کر نہ لوٹو (کہ نتیجہ یہ نکلے) کہ تم خسارہ اور نقصان اٹھانے والے بن کر لوٹو۔ کہا انھوں نے اے موسیٰ تحقیق بیچ اس کے ہے قوم سرکش اور تحقیق ہم ہرگز نہ جائیں گے اس میں یہاں تک کہ نکل جائیں وہ اس میں سے پس اگر نکل جائیں اس میں سے پس تحقیق ہم داخل ہونے والے ہیں۔ ان ڈرنے والوں میں سے دو ایسے آدمیوں نے جن پر خدا نے فضل و انعام کیا تھا یہ کہا کہ تم ان جابروں پر دروازوں کی جانب سے داخل ہوجاؤ۔ پس جس وقت تم داخل ہوجاؤ گے تم بلاشبہ غالب رہو گے۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔

مگر بنی اسرائیل کی غلامانہ ذہنیت نے کوئی اثر قبول نہ کیا اور انھوں نے عمالقہ پر چڑھائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ ان کے اس رویے سے بہت مایوس ہوئے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں اپنے اور اپنے بھائی ہارونؑ کے سوا کسی پر قابو نہیں رکھتا تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی کر دے۔ یہ بڑے نااہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! غمگین نہ ہو۔ ہم نے ان نافرمانوں کے لیے یہ سزا مقرر کر دی ہے یہ چالیس سال تک اس میدان میں بھٹکتے رہیں گے اور انھیں ارض مقدس میں جانا نصیب نہ ہوگا۔

ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیۡهِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً ۚ یَتِیۡهُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ۝

(مائدہ ۴)

(موسیٰ نے) کہا اے پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے ماسوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔ لہٰذا تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان تفریق کر دے (اللہ تعالیٰ نے) کہا بلاشبہ ان پر ارض مقدس کا داخلہ چالیس سال تک حرام کر دیا گیا۔ اس صورت میں یہ اسی میدان میں بھٹکتے رہیں گے پس تو نافرمان قوم پر غم نہ کھا اور افسوس نہ کر۔

غرض آیات الٰہی کے مشاہدے اور اللہ تعالیٰ کے بے غایت فضل و کرم کے باوجود بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنی کجروی پر قائم رہے۔ قبول حق کے لیے ان کے دل پتھر بن چکے تھے۔

اس نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو چالیس برس تک صحراؤں میں رکھا گیا۔ وہ اس وادی میں جسے وادی تیہ[1] کہا جاتا ہے بھٹکتے پھرے۔ منشا یہ تھا کہ وہ جنگلوں میں رہ کر مصیبت اور تکلیف کی زندگی گزارنے کے عادی بن جائیں اور صحرائی زندگی دورِ غلامی کی تمام پست ہمتیوں اور بے حوصلگیوں کا خاتمہ کر کے ان میں عزم و ہمت اور جرأت و مردانگی کے اوصاف پیدا کر دے۔

حضرت ہارونؑ پہلے فوت ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ اس زمانے میں عالم بقا کو سدھارے جب بنی اسرائیل ارض مقدس کی سرحد پر پہنچ چکے تھے۔

حضرت موسیٰ اور قارون کا واقعہ

سورۂ قصص، مومن اور عنکبوت میں حضرت موسیٰ اور قارون کا قصہ مذکور ہے جس کی تفصیلات یوں ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں قارون نامی ایک دولت مند شخص تھا جس کے خزانے زر و جواہر سے پُر تھے۔ امارت نے اسے بے حد مغرور اور متکبر بنا دیا تھا۔ وہ اپنے عزیز و اقربا اور قوم کے دوسرے افراد کو کمتر اور حقیر جانتا اور ان کے ساتھ حقارت سے پیش آتا تھا حضرت موسیٰ سے بھی اسے مخاصمت تھی۔

---

[1] اس سے مراد وہ علاقہ ہے جسے آج کل جزیرہ نمائے سینا کہتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ اسے اکثر ہدایت کرتے رہتے کہ خدا نے تمہیں بے حد و حساب دولت عطا کر رکھی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو جمع کرتا رہے اور اپنے عزیز و اقربا یا قوم کے دوسرے لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا ادا کرو، غریب اور مستحق افراد کو بھی اپنی دولت سے مستفید ہونے کا موقع دو۔ راہِ اللہ میں خیرات دو۔ مساکین کی مدد کرو۔ کمزوروں ضعیفوں کو سہارا دو اور لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کا مظاہرہ کرو۔

قارون حضرت موسیٰ کی آئے دن کی نصیحتوں سے تنگ آگیا۔ اس نے نخوت و تکبر کے انداز میں کہا کہ یہ دولت میں نے اپنے عقلی اور عملی کاوشوں کے ذریعہ پیدا کی ہے۔ لہٰذا میری ذات کے سوا اور کوئی اس کا حق دار نہیں۔ حضرت موسیٰ کو مرعوب کرنے اور نصیحت سے روکنے کے لیے اس نے یہ طریقہ کیا کہ ایک دن جب حضرت ایک مجمع میں وعظ فرما رہے تھے، قارون اپنے خزانوں کی نمائش کے ساتھ ایک بڑی جماعت لے کر شان و شوکت سے نکلا اور مجمع کے پاس سے گزرا۔ بنی اسرائیل نے قارون کو اس شان و شوکت سے جاتے دیکھا تو بعض کمزور اور دنیا دار لوگوں کے دلوں میں امنگ اٹھی اور وہ کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی یہ دولت و ثروت نصیب ہوتی۔ بنی اسرائیل کے اربابِ بصیرت نے ان کی اس خواہش کو بے سود بتاتے ہوئے کہا کہ خبردار کہیں لالچ میں گرفتار نہ ہو جانا عنقریب تم دیکھو گے اس دولت کا انجام بُرا ہوگا۔

قارون نے بنی اسرائیل کو اپنی دولت کے ذریعے ورغلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جب وہ ہر حربہ آزما چکا تو غیرتِ حق حرکت میں آئی۔ عمل کے فطری قانون نے اسے آلیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قارون اور اس کا سارا خزانہ زمین میں دھنس گیا اور ایسا غائب ہوا کہ ان کا نام و نشان تک نظر نہ آیا۔

قرآنِ عزیز نے متعدد مقامات پر اس واقعہ کو مفصل اور مجمل بیان فرمایا ہے۔ سورۂ قصص میں ارشاد ہوتا ہے:۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ○ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ	بے شک قارون موسیٰ کی قوم ہی میں سے تھا پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اس قدر خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیوں کے بوجھ سے طاقتور آدمی تھک جاتے تھے۔ جب اس کی قوم نے کہا تو شیخی نہ مار، اللہ شیخی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس میں آخرت کو تلاش کر۔ اس کو نہ بھول کہ دنیا میں اس نے تجھے کیا کچھ دے رکھا ہے اور جس طرح خدا نے تجھ سے دنیا میں بھلائی کی ہے تو بھی اسی طرح بھلائی کر اور فساد کے درپے نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ قارون کہنے لگا۔ یہ مال تو مجھے میرے ایک ہنر سے ملا ہے جو مجھے آتا ہے۔ کیا وہ اس سے بے خبر ہے۔ کہ اللہ نے اس سے پہلے اس سے کہیں زیادہ مالدار اور طاقت ور قوموں

أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ
عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝ فَخَرَجَ عَلَىٰ
قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ
إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا
الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝ فَخَسَفْنَا
بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن
فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ۝ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا
مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ
يَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَن مَّنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ
بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝ تِلْكَ
الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ
عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ
لِلْمُتَّقِينَ ۝ (قصص ۸)

کو ہلاک کیا اور نہ سوال کیا جائے مجرموں سے ان کے گناہوں کے
میں۔ پھر نکلا ایک دن قوم کے سامنے بن سنور کر خدم وحشم کے
تو جو لوگ دنیا کے طالب تھے انھوں نے اسے دیکھ کر کہا اے کاش
ہمیں بھی یہ سب کچھ میسر ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ
بڑے نصیب والا ہے۔ اور جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت و علم عطا کیا
تھا انھوں نے کہا تمھیں ہلاکی ہو۔ جو اللہ پر ایمان لایا اور نیک عمل
کیے اس کے لیے اللہ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے اور اُسے
نہیں پاتے مگر صبر کرنے والے۔ پھر ہم نے قارون اور اس کے محل
زمین میں دھنسا دیا پس اس کے لیے کوئی جماعت مددگار نہ
ہوئی جو خدا کے عذاب سے اُسے بچائے اور وہ بے یار و مددگار
ہی رہ گیا۔ اور جنھوں نے کل اس کی شان و شوکت دیکھ کر اس جیسا
ہو جانے کی تمنا کی تھی وہ یہ دیکھ کر آج یہ کہنے لگے ارے خرابی! یہ
اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے روزی جسکو چاہے اپنے بندوں میں سے
تنگ کر دیتا ہے۔ اگر احسان نہ کرتا اللہ ہم پر تو ہمیں بھی دھنسا دیتا
خرابی! یہ تو چھٹکارا نہیں پاتے منکر۔ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان
کے لیے بنایا ہے (جو خدا کی زمین میں شیخی نہیں مارتے اور نہ فساد کے
خواہشمند ہوتے ہیں) اور انجام کی بھلائی متقیوں کے لیے ہے۔

حضرت ہارون کی وفات

جب بنی اسرائیل نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
انھیں چالیس سال تک "تیہ"[1] کے میدان میں بھٹکتے رہنے کا پیغام سنایا گیا تو اس دوران میں حضرت
موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بھی ان کے ساتھ رہے۔ گھومتے اور بھٹکتے پھراتے جب حضرت ہارونؑ پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے
"ہور" کے نام سے مشہور تھی، تو حضرت موسیٰؑ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہاں دونوں کچھ دنوں تک مصروفِ عبادت رہے پھر اس
حضرت ہارونؑ کو پیغامِ اجل آپہنچا۔

توراۃ میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

---

[1] وادی سینا کو "تیہ" بھی کہتے ہیں اس لیے کہ قرآن عزیز نے بنی اسرائیل سے کہا تھا یتیہون فی الارض (یہ اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے) جب کوئی شخص
بھٹک جائے تو اسے عربی میں کہتے ہیں تاہ فلان۔

اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت قادس سے روانہ ہو کر کوہ ہور پہنچی اور
خداوند نے کوہ ہور پر جو ادوم کی سرحد سے ملا ہوا تھا موسیٰ اور ہارون سے
کہا، ہارون اپنے لوگوں میں جا ملے گا کیونکہ وہ اس ملک میں جو میں نے
بنی اسرائیل کو دیا ہے جانے نہیں پائے گا۔ اس لیے کہ مریبہ کے چشمہ پر تم
نے میرے کلام کے خلاف عمل کیا لہذا تو ہارون اور اس کے بیٹے الیعزر کو
پہنا دینا کیونکہ ہارون وہیں وفات پا کر اپنے لوگوں میں جا ملے گا اور موسیٰ
نے خداوند کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ اور وہ ساری جماعت کی آنکھوں
کے سامنے کوہ ہور پر چڑھ گئے اور موسیٰ نے ہارون کے لباس کو اتار اس
کے بیٹے الیعزر کو پہنا دیا اور ہارون نے وہیں پہاڑ کی چوٹی پر رحلت کی
تب موسیٰ اور الیعزر پہاڑ پر سے اترے۔ جب جماعت نے دیکھا کہ ہارونؑ
نے وفات پائی تو اسرائیل کے سارے گھرانے کے لوگ ہارون پر تیس دن
تک ماتم کرتے رہے۔[1]

حضرت موسیٰ کی وفات حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس برس کی عمر میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ تورات میں حضرت کی وفات کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ مذکور ہے :

اور موسیٰؑ موآب کے میدانوں میں سے نبو کے پہاڑوں پر پسگہ کی چوٹی پر
جو اریحو کے مقابل ہے چڑھ گیا اور خداوند نے ساری زمین جلعاد سے ایگر
دان تک اس کو دکھلائی اور نفتالی کا سارا ملک پچھلے سمندر تک اور جنوب
کا ملک اور وادی اریحو (اریحا) جو خزانوں کا شہر ہے اس کی وادی کا میدان
ضغر تک اس کو دکھایا اور خداوند نے اس سے کہا یہی وہ ملک ہے جس کی
بابت میں نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے
میں تمہاری نسل کو دوں گا۔ سو میں نے ایسا کیا کہ تو اسے اپنی آنکھوں سے
دیکھ لے پر تو اس پار وہاں جانے نہ پائے گا۔ خداوند کے بندے موسیٰ
نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی
اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا۔

---

[1] گنتی باب ۲۰۔ آیات ۲۲ - ۲۹ ۔

پھر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے
ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلی ہونے پائی اور
نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی [۱]

حضرت کی قبر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ تیہ کی سب سے قریب وادی کے علاقہ اریحا میں سُرخ ٹیلہ کے قریب حضرت موسیٰ مدفون ہیں۔

بصیرتیں اور عبرتیں

دوسرے تمام پیغمبروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ کی داستان جتنی طویل ہے اتنی ہی زیادہ اس میں بصیرتیں اور عبرتیں ملتی ہیں حق و باطل کے درمیان ایک طویل معرکہ تھا جو حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ دنیا کے لیے ایک نمونہ بنا کر پیش کیا گیا۔ اس معرکے میں آزادی اور غلامی کی کش مکش کے وہ تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں جن سے کسی قوم کو واسطہ پڑ سکتا ہے۔

بنی اسرائیل ایک طویل مدت تک قعرِ غلامی میں پڑے رہے۔ حکمران قوم نے ان سے شجاعت، مردانگی اور اولوالعزمی کے وہ تمام جوہر چھین لیے جو ایک زندہ قوم کا خاصا ہوتے ہیں اور انھیں اخلاق اور انسانیت کی عمیق ترین پستیوں میں گرا دیا۔

حضرت موسیٰ نے پہلے جابر اور سرکش حکمران فرعون سے ٹکر لی۔ اُسے غلط راہ سے ہٹا کر خدائے واحد کے سامنے جھکنے اور انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک روا رکھنے کا مشورہ دیا۔ جب وہ اپنی ہٹ پر اڑا رہا تو حضرت نے اس کے مقابلے میں قوت سے کام لینے میں بھی دریغ نہ کیا۔ بنی اسرائیل جیسی گئی گزری قوم میں اخلاق و کردار کی روح پیدا کرنے میں ساری عمر صرف کر دی۔ اس راستے میں مایوسی اور مصیبت کے کئی مقام آئے مگر حضرت موسیٰؑ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ وہ اپنے مقصد پر جمے رہے اور اسی مقصد کے لیے اپنی جان دے دی۔

حضرت موسیٰؑ کے واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مصیبت اور ابتلا کے وقت صبر و استقلال سے کام لینا ہی سچی مردانگی ہے۔ یہی وصف بالآخر مقاصد میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ جو شخص سچے دل سے خدا پر بھروسا رکھے، خلوص کے ساتھ اسے اپنا حامی و ناصر سمجھے، مخالف کی عظیم قوت اور کثرت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ سے مدد چاہے وہ ضرور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا ہے حق و انصاف کی طاقت اپنے اندر مدافعت اور مقابلے کی وہ قوت رکھتی ہے جس کے سامنے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

فرعون کے ساحروں کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دل ایک مرتبہ ایمان کی حقیقی روح سے لطف اندوز ہو جائے تو جابر سے جابر طاغوتی طاقتیں بھی اُسے گمراہ نہیں کر سکتیں اور نہ ہی ایمان کی دولت اس سے چھین سکتی ہیں۔

حضرت کے حالات میں ایک بڑا سبق یہ بھی ہے کہ غلامی اور محکومانہ زندگی انسان کو شرافت اور اخلاق کے تمام جوہروں سے محروم کر دیتی ہے وہ ذہنی طور پر پست اور اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حقیر سے حقیر فائدے اور آسائشوں کو وہ بہت بڑی

---

[۱] استثناء باب ۳۴ آیات ۱-۷

اہمیت دینے لگتا ہے اور ان کے حصول کے لیے کوئی بھی ذلیل راہ اختیار کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو عزم و ہمت کی تلقین کرتے ہوئے کئی سال گزار دیے۔ انھیں آیات دکھانے کے علاوہ اللہ کے وعدے یاد دلائے اور فتح و کامرانی کا یقین دلایا مگر وہ کسی صورت بھی ارضِ مقدس میں داخل ہونے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ دورِ غلامی نے ان کے ذہنوں اور دلوں پر جو ذلیل اثرات مرتب کیے تھے۔ وہ آسانی سے محو نہ ہو سکتے تھے۔

پھر حضرت کی طویل مجاہدانہ زندگی سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کوئی حق بات قبول کرے یا نہ کرے، داعی کو اپنا فرض بجالانے سے غرض ہے۔ پیغمبر کا مقصد لوگوں کو غلط راہ سے ہٹا کر نیک راستوں پر لگانا ہوتا ہے اور اسی مقصد کے لیے اس کی زندگی وقف ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ بار بار سمجھانے کے باوجود کوئی شخص اس کا کہا نہ مانے تو وہ اپنا مسلک ہی چھوڑ دے۔ نہیں بلکہ وہ اسی مقصد کے لیے پیدا ہوتا اور اسی مقصد کے تحت دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر ساری عمر میں اس کی ہدایت پر چلنے والا ایک شخص بھی پیدا نہ ہو تو اس سے پیغمبر کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔

حضرت موسیٰ کی دعائیں

قرآن عزیز میں حضرت موسیٰؑ کی جو دعائیں مذکور ہیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ! — اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہو گیا ہے، آپ معاف کر دیجیے۔

رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ۝ — اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات کیے ہیں۔ سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔

رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ — اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لیجیے!

عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ — امید ہے کہ میرا رب لے جائے مجھے سیدھی راہ پر۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ — اے رب تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی، میں اس کا محتاج ہوں۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ — اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے اور میرا کام آسان فرما دیجیے اور میری زبان پر سے بستگی ہٹا دیجیے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ — خدایا تیرے ہی لیے ہر طرح کی تقدیس ہو میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے یقین کرنے والوں میں ہوں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ — اے پروردگار میرا قصور بخش دے اور میرے بھائی کا بھی اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں داخل کر تجھ سے بڑھ کر کون ہے جو رحم کرنے والا ہو۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام حضرت حزقیل[1] کے جانشین اور حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارون کی اولاد میں سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے: الیاس بن یاسین (یا) بن عازر، بن فنحاص بن یعیزار بن ہارونؑ۔ انجیل یوحنا میں آپ کو ایلیاہ نبی کہا گیا ہے اور بنی اسرائیل میں اسی نام سے مشہور ہیں۔ قرآنِ عزیز نے آپ کا نام الیاس بتایا ہے اور دو مقامات پر یعنی سورۂ انعام اور سورۂ الصافات میں آپ کا مختصر سا ذکر آیا ہے۔ آپ، شام کے باشندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور شام کا شہر بعلبک آپ کی ہدایت کا مرکز تھا۔

قوم الیاس

آپ کی قوم یعنی یہود کی ذہنیت اس درجہ بگڑ چکی تھی کہ نبیوں کے ایک طویل سلسلہ کے باوجود راہِ راست اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ بت پرستی، عناصر اور کوکب پرستی ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ غیر اللہ کی پرستش اتنا مقبول اور عام رجحان تھا کہ توحید کا تصور تک کرنا گوارا نہ تھا۔

بعل کا بت

اس سے پہلے انبیاء کے ضمن میں بعل بت کا ذکر آچکا ہے۔ بعل کی پرستش قدیم زمانے سے چلی آتی تھی۔ سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی حاکم، سردار یا رب کے ہیں۔ گویا یہ بت اپنے پرستاروں کا سب سے بڑا رب تھا۔ بعل کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سامیوں، عنفرونیوں اور کلدانیوں وغیرہ کے علاوہ کئی اور قوموں میں اسے بڑی عظمت اور عزت حاصل تھی۔ بعلبک کا شہر جو حضرت الیاس کی ہدایت کا مرکز تھا بعل ہی کے نام سے موسوم تھا۔ یہود یا مشرقی اسرائیلیوں کے ہاں بعل کی پرستش کے لیے بڑی عظیم الشان مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور بڑے بڑے ہیکل اور قربان گاہیں تعمیر کی جاتی تھیں۔ ان قربان گاہوں میں کاہن دھونی رما کر بیٹھتے، طرح طرح کی خوشبوئیں چڑھائی جاتیں اور کبھی کبھی انسانوں کی بھینٹ بھی دی جاتی تھی۔[2]

یہ بت سونے کا بنا تھا۔ قد بیس گز اونچا تھا اور چار منہ تھے، چار سو آدمی اس کی خدمت پر مامور رہتے تھے۔[3]

حضرت شعیبؑ کو مدین میں اسی بت کے پرستاروں سے واسطہ پڑا تھا۔ فینقی اور کنعانی خاص طور پر اس کو پوجا کرتے تھے۔ موآبی اور مدیانی حضرت موسیٰ کے زمانہ سے اس بت کی پرستش کرتے آرہے تھے۔ حضرت الیاس کے زمانہ میں یمن اور شام والوں کا مشہور اور مقبول خدا یہی بت تھا اور حضرت الیاس کی قوم دوسرے بتوں کے علاوہ اس بت کی خاص طور پر پرستش کیا کرتی تھی۔ اس باب میں سورہ الصافات کا جو ٹکڑا درج کیا گیا ہے اس میں بھی بعل کا ذکر آیا ہے۔

---

[1] حضرت حزقیل کا ذکر آگے آئے گا۔ [2] قصص القرآن جلد دوم ص۲۷ ۔ [3] ایضاً ۔ [4] دائرۃ المعارف البستانی جلد ۵ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۲۹ ۔ [5] روح المعانی جلد ۲۳ صفحہ ۱۲۷ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم ص۲۹

غیر اللہ کی پرستش کے علاوہ اخلاق وخصائل کا یہ عالم تھا کہ دنیا جہان کی ہر برائی ان میں پائی جاتی تھی۔ ان کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی تھی کہ ہر شخص برائیوں کا دلدادہ بن چکا تھا کسی میں کوئی خوبی باقی نہ رہی تھی۔ اس زمانہ کے اسرائیلی حکمران نے نالائقیوں اور بدکرداریوں میں اپنے عہد کے دوسرے سب بادشاہوں کو مات کر دیا تھا۔ اس نے بیت المقدس کے مقابلے میں ایک عظیم الشان بت خانہ تعمیر کیا جہاں سیکڑوں پجاری تمام رات بعل دیوتا کی خدمت اور اس کی پوجا کرتے۔ اس بادشاہ نے خدا پرستوں کو چن چن کر قتل کرا دیا۔ جب بادشاہ کا یہ حال ہو تو رعیت کا کیا ٹھکانہ ہوگا ، ملک بھر میں گناہ اور بدکاری کا بازار گرم تھا۔

تبلیغ وہدایت

ان تاریک حالات میں حضرت الیاسؑ نے جا بجا خدائے واحد کی عبادت کے لیے وعظ وتلقین کرنا شروع کیا۔ آپ نے صنم پرستی اور کواکب پرستی کے خلاف وعظ وپند کرتے ہوئے انھیں ایک خدا کے سامنے سربسجود ہونے کی دعوت دی۔ برائیوں اور فسق وفجور سے منع کیا ، نیکی اور پاکیزگی کی تلقین کی۔ مگر لوگوں پر ان کے وعظ ونصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔

قرآن عزیز میں مذکور ہے:

وَ اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ۝ اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ فَکَذَّبُوْہُ فَاِنَّہُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ وَ تَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ ۝ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الصافات ع ۴)

اور بے شبہ الیاس رسولوں میں سے تھے۔ جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اسے چھوڑے بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود برحق تمھارا بھی رب ہے اور تمھارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ سو ان لوگوں نے انھیں جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جائیں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے لیے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاس پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے (کامل) ایمان دار بندوں میں سے تھے۔

قحط سالی

حضرت الیاس کے وعظ ونصیحت سے متاثر ہو کر بادشاہ نے دین حق قبول کر لیا لیکن اس کی بیوی نے اسے ورغلا کر پھر گمراہ کر دیا اور وہ حضرت الیاسؑ کو قتل کرنے کی سازش میں اپنی قوم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ حضرت الیاس کو پتہ چلا تو انھیں بہت افسوس ہوا اور وہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ تین برس تک پانی نہ برسا اور ملک میں قحط پڑ گیا۔ چارہ نہ ملنے کے باعث بھیڑ بکری ، اونٹ ، گھوڑے اور بیل وغیرہ بھی مرنے لگے۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ یہ آفت ان پر خدا اور اس کے نبی برحق کی نافرمانی کے باعث نازل ہوئی ہے لہذا انھیں اپنی بدعملیوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس وہ حضرت الیاس کے اور زیادہ دشمن بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ ساری مصیبت حضرت ہی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے لہذا جس طرح ممکن ہو ، انھیں ختم کر دیا جائے۔

کچھ مدت گزر جانے کے بعد حضرت الیاس دوبارہ بادشاہ کے پاس آئے اور ہر ممکن طریقہ سے اُسے خدا کی وحدانیت کا قائل کرنے کی کوشش کی۔ نیز اس کی قوم کو بداخلاقیوں اور بدعملیوں سے روکا۔ بادشاہ سے کہا کہ تین سال سے تم قحط کی تکلیف میں مبتلا ہو۔ اگر واقعی خدا ہے تو اس سے دعا کرو کہ وہ تمھاری یہ مصیبت دور کردے اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو پھر تم خالق ارض وسما سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہو اور اسی سے دعا کرو وہ ضرور تمھاری مدد کرے گا۔ یہ بات قوم کی سمجھ میں آگئی۔ اور انھوں نے جواب دیا بعل ہماری یہ مصیبت دور نہیں کرسکا۔ آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ ہمیں اس عذاب سے مخلصی حاصل ہو۔ تب ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت الیاس نے خدا کی درگاہ میں دعا کی۔ اسی شب کو پانی برسنے لگا اور غلہ، ترکاری، گھاس زمین سے اُگنے لگا۔ چند ہی دنوں میں قحط کی وبا دور ہوگئی اور ملک پھر سے ہرابھرا اور سرسبز ہوگیا۔

قوم کی بدعہدی

قوم کے سیاہ دل افراد اپنے عہد پر قائم نہ رہے بلکہ جب ان کا مقصد حل ہوگیا اور قحط جاتا رہا، انھیں کھانے پینے کو ملنے لگا تو عہد سے پھر گئے۔ اپنے پرانے معبودوں کو چھوڑنا ان کے لیے ناممکن ہوگیا۔ وہ بدعادتوں اور قبیح حرکات کو ترک کرنے پر کسی طرح آمادہ نہ تھے۔ چنانچہ قحط کا عذاب جھیلنے کے بعد بھی ان کے عادات و خصائل اور اعمال و اخلاق میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب حضرت الیاسؑ کو ان کے سدھرنے کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو آپ ان میں سے نکل کر چلے گئے۔

ایک نکتہ

سورۂ انعام میں بعض پیغمبروں کے نام ایک خاص ترتیب سے آئے ہیں اور ان میں حضرت الیاسؑ کا نام بھی مذکور ہے:

كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(انعام ع ۱۰)

ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو (طریق حق کی) ہدایت کی اور (ابراہیمؑ سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور ان (ابراہیمؑ) کی اولاد سے داؤدؑ کو اور سلیمانؑ اور ایوبؑ کو یوسفؑ کو اور موسیٰؑ کو اور ہارونؑ کو (طریق حق کی ہدایت کی) اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور نیز زکریاؑ کو اور یحییٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور الیاسؑ کو اور یہ سب پورے شائستہ لوگوں میں سے تھے اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسمٰعیلؑ کو اور الیسعؑ کو اور یونسؑ کو اور لوطؑ کو اور ان میں سے ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔

بعض مفسرین نے انبیاء کے ناموں کی اس ترتیب کے متعلق جو انکشافات کیے ہیں ان میں ایک توجیہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے نبیوں اور پیغمبروں کو تین مختلف گروہوں میں اس لیے تقسیم فرمایا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل بعض خصوصی امتیازات کے باعث تین قسم کے گروہ تھے۔ انبیا کا ایک گروہ وہ تھا جو صاحب تاج و تخت اور مالک حکومت تھے یا وزارت و سرداری کے مالک۔ بعض انبیاء کی زندگی راہبانہ تھی۔ وہ دولت اور جاہ و حشم سے یکسر الگ تھلگ کر دیے۔ ان کی زندگی فقیرانہ تھی۔ بعض ایسے تھے جو نہ تو کسی تخت و سلطنت کے

لک تھے اور نہ اپنی قوم کے حاکم بنے۔ ان کی زندگی خالص راہبانہ بھی نہ تھی بلکہ ایک طرف وہ اپنی قوم کے ہادی و پیغمبر تھے تو دوسری طرف یشت کے لحاظ سے متوسط طبقہ کے افراد میں سے تھے۔ چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے وقت زمانہ ہائے بعثت اور دوسری مشترک خصوصیات سے الگ ہوکر اسی نقطۂ نظر سے انھیں الگ الگ تین گروہوں میں تقسیم کیا پھر ترتیب درجات کے لحاظ سے ترتیب ذکر و بھی ضروری خیال کیا یعنی حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ مالک تاج و تخت تھے اس لیے پہلی فہرست میں اوّل ان کا ذکر کیا اس کے بعد ضرت ایوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا تذکرہ کیا کیونکہ حضرت ایوبؑ ایک چھوٹی سی ریاست کے مالک تھے اور حضرت یوسفؑ مصر کے وزیر رمختار کل تھے۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا نام لیا کیونکہ اپنی قوم میں ان کا درجہ بھی ایک حاکم اور سردار ہی کا سا تھا۔

دوسری فہرست میں ان پیغمبروں کے نام آئے ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنے لیے نہ کوئی رہائش کی جگہ بنائی اور نہ کھانے پینے کا وئی سامان فراہم کیا، بلکہ دن بھر تبلیغ حق میں مصروف رہے۔ رات یاد الٰہی میں بسر کی جہاں جگہ ملی ہاتھ کا تکیہ سر کے نیچے رکھ کر پڑ رہے۔ ضرت یحیٰی، زکریاؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کی زندگی اسی طرح گزری۔

تیسری فہرست میں ان پیغمبروں کے نام لیے گئے جنھوں نے نہ حکومت اور سرداری کی اور نہ خالص زہادت اختیار کی بلکہ متوسط ندگی بسر کرتے رہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ نے دین حق کی تبلیغ کے ساتھ اسی طریق پر زندگی بسر کی۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حسب و نسب حضرت ایوب علیہ السلام بنی ادوم[1] میں سے تھے۔ آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: ایوبؑ بن زراح (زارح) بن موص (عوض) بن عیصو (عیسو)[2] لیکن اس بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے بلکہ ان کا صحیح زمانہ مقرر کرنا بھی سہل نہیں۔

قرآن میں ذکر قرآن عزیز میں چار مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے۔ دو جگہ انبیاء کی فہرست میں فقط نام مذکور ہے:

وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ..... (نساء ع ۲۳)

اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ۔

وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ .... (انعام ع ۱۰)

اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون......

سورہ انبیاء اور سورہ صٓ میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ پر ابتلا و آزمائش کا ایک سخت دور آیا۔ انھیں شدید مصیبتوں اور تکلیفوں نے آکر گھیرا مگر شکایت کا ایک لفظ ان کی زبان پر نہ آیا اور صبر و شکر کے ساتھ وہ ہر افتاد کو برداشت کرتے رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی تمام تکلیفیں دور کر دیں اور فضل و عطا سے مالا مال کر دیا۔

تورات میں ذکر حضرت ایوبؑ کے حالات کے ماخذ زیادہ تر قدیم تاریخ کے وہ اقتباسات ہیں، جو مورخین عرب یا اسلامی تاریخ نگاروں نے نقل کیے ہیں۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں مجموعہ تورات سے بھی مدد ملتی ہے جس میں حضرت ایوبؑ کی سرگزشت سے متعلق ایک صحیفہ شامل ہے[3]۔ اس صحیفے میں حضرت ایوبؑ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں تفصیلی حالات درج ہیں۔

ابتدائی حالات حضرت ایوبؑ حضرت عیسیٰؑ سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل گزرے ہیں۔ آپ کو ہر قسم کا دنیاوی عیش و آرام حاصل تھا۔ بے شمار مال اسباب اور مویشیوں کے علاوہ نوکر چاکر بھی بہت تھے۔ بہت سے گاؤں ان کی ملکیت تھے۔ اولاد کی بھی کمی نہ تھی یعنی سات بیٹے تھے اور تین بیٹیاں۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ آسودگی اور خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے تھے اس قدر دنیوی مال و جاہ کے باوجود آپ دنیا میں مبتلا نہ ہوئے۔ کسی بھی وقت خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے۔ شب و روز اس کی بندگی میں مصروف رہتے۔ غربا اور مساکین کا بہت خیال رکھتے۔ دولت کا کثیر حصہ نیک کاموں میں صرف کرتے۔ نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت میں مزید ترقی دی اور

---

[1] جس طرح حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اسی طرح حضرت یعقوب کے بڑے بھائی عیسو یا عیص کا لقب ادوم تھا اور ان کی اولاد بنی ادوم مشہور ہوئی۔ [2] فتح الباری جلد ۶ ص ۳۲۶ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم ص ۱ + [3] تورات کے عالموں کا دعوے ہے کہ یہ صحیفہ جسے سفر ایوب کہا جاتا ہے قدیم عربی زبان کی غیر لسانی شاعری کا بے مثل شاہکار اور دنیا کی قدیم ترین نظم ہے۔

جیسے جیسے دولت و ثروت میں ترقی ہوتی آپ اللہ کی عبادت میں پہلے سے زیادہ مصروف ہو جاتے اور کار خیر کی انجام دہی میں اور زیادہ سرگرمی سے مشغول ہو جاتے۔

تورات میں مذکور ہے:۔

اس کے ہاں سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے پاس سات ہزار بھیڑیں، تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھیاں اور بہت سے نوکر چاکر تھے۔ ایسا کہ اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا آدمی تھا اس کے بیٹے ایک دوسرے کے گھر جایا کرتے تھے اور ہر ایک اپنے دن پر ضیافت کرتا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کو اپنی تینوں بہنوں کو بلا بھیجتے تھے۔ اور جب ان کی ضیافت کے دن پورے ہو جاتے تو ایوب انھیں بلا کر پاک کرتا اور صبح کو سویرے اٹھ کر ان سبھوں کے شمار کے موافق سوختنی قربانیاں چڑھاتا تھا۔ کیونکہ ایوبؑ کہتا تھا کہ شاید میرے بیٹوں نے کچھ خطا کی ہو اور اپنے دل میں خدا کی تکفیر کی ہو۔ ایوبؑ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتا تھا۔[1]

تورات کی روایت تورات میں مذکور ہے کہ ایک دن شیطان نے اللہ تعالےٰ سے کہا کہ حضرت ایوبؑ کی یہ نیکوکاری اور عبادت محض تیری خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ تو نے اسے دنیا کی ہر نعمت عطا کر رکھی ہے۔ اگر یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں تو یقیناً اس کی پرہیزگاری اور نیکوکاری باقی نہ رہے گی، بلکہ تیرا ناشکرا بن جائیگا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ایوبؑ میرا خاص بندہ ہے اور نیک بندوں کے یہی اوصاف ہوتے ہیں کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر رکھتے ہیں۔ ایوبؑ محض اس لیے میری عبادت نہیں کرتا کہ میں نے اسے مال و متاع دے رکھا ہے۔ اگر یہ سب کچھ اس سے چھین بھی لیا جائے تب بھی وہ ناشکرا ثابت نہ ہوگا بلکہ بدستور میری عبادت کرتا رہیگا۔ دنیاوی مال و منال اور جاہ و حشم میرے نیک بندوں کی خصلت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے شیطان سے فرمایا کہ اگر تو ایوبؑ کی آزمایش ہی کرنا چاہتا ہے تو تجھے اس کی ہر چیز پر اختیار دیا جاتا ہے صرف اس کی ذات پر تیرا اختیار نہ ہوگا۔ جا، اور جس طرح چاہتا ہے اس کا امتحان کر لے۔

اور ان کے درمیان شیطان بھی آیا اور خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے؟ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کہ زمین پر ادھر ادھر گھومتا پھرتا اور اس میں سیر کرتا ہوا آیا ہوں۔ خداوند نے شیطان سے

---

[1] صحیفہ ایوب باب ۱ آیات ۲ تا ۵۔

کہا تو نے میرے بندے ایوبؑ کے حال پر بھی کچھ غور کیا ؟ کیونکہ زمین پر اس
کی طرح کامل اور راستباز آدمی جو خدا سے ڈرتا اور بدی سے دُور رہتا ہو،
کوئی نہیں۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کہ ایوب یوں ہی خدا سے
ڈرتا ہے ؟ کیا تو نے اس کے اور اس کے گھر کے گرد اور جو کچھ اس کا ہے اس
سب کے گرد چاروں طرف باڑ نہیں بنائی ہے ؟ تو نے اس کے ہاتھ کے
کام میں برکت بخشی ہے اور اس کے گلّے ملک میں بڑھ گئے ہیں۔ پر تُو ذرا
اپنا ہاتھ بڑھا کر جو کچھ اس کا ہے اُسے چھُو ہی دے تو کیا وہ تیرے منہ
پر تیری تکفیر نہ کرے گا ؟ خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ اس کا سب
کچھ تیرے اختیار میں ہے۔ صرف اسکو ہاتھ نہ لگانا۔ تب شیطان خداوند
کے سامنے سے چلا گیا [1]

غرض حضرت ایوبؑ کی آزمائش شروع ہوئی۔ ایک روز آپ مصروفِ عبادت تھے کہ اچانک خبر ملی لیٹروں کا ایک گروہ آپ کے مال مویشی بھیڑ، بکری وغیرہ سب جانوروں کو لوٹ کرلے گیا ہے اور نوکر قتل ہو گئے ہیں۔ آپ نے یہ وحشت ناک خبر سنی مگر ذرا بھی پریشانی ظاہر نہ کی فقط اتنا کہا کہ اللہ کی مرضی، اسی نے یہ سارا مال اسباب مجھے دیا تھا، اسی نے واپس لے لیا۔ یہ کہہ کر آپ پھر عبادت میں مصروف ہو گئے۔

اگلے روز خبر ملی کہ آپ کے سارے مکانات کو آگ لگ گئی ہے اور جل کر تباہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ اچھا جو خدا کی مرضی، اور پوری دلجمعی سے باری تعالیٰ کی درگاہ میں مصروف عبادت رہے۔

ان حادثوں کو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک نہایت ہی دردناک خبر سنی کہ مکان گر پڑا ہے اور آپ کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں دب کر مر گئے ہیں۔ یہ جانکاہ خبر سنکر بھی حضرت ایوب نے دامنِ صبر و شکر ہاتھ سے نہ دیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے سوا اور کچھ زبان پر نہ لائے۔

اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ ایسے ہوتے ہیں نیک اور مخلص بندے۔ تو نے دیکھا کہ ایوبؑ پر کتنی بڑی آفتیں آئیں۔ شاید روئے زمین پر اور کوئی شخص اتنے شدید حادثوں سے دوچار نہ ہوا ہو گا جتنا میرا یہ کامل اور صادق بندہ۔ لیکن وہ میری رضا پہ راضی رہا حرفِ شکایت یا افسوس تک زبان پر نہ لایا بلکہ حسب معمول اطاعت گزاری اور عبادت میں مصروف رہا۔

تورات نے حضرت ایوبؑ کے مصائب کی کہانی ان لفظوں میں بیان کی ہے:

ایک دن جب اس کے بیٹے اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا

---

[1] صحیفہ ایوب باب ۱ آیات ۶ تا ۱۲

کھا رہے تھے تو ایک قاصد نے ایوبؑ کے پاس آکر کہا کہ بیل ہل میں
جتنے تھے اور گدھے ان کے پاس چر رہے تھے کہ سبا کے لوگ ان پر ٹوٹ
پڑے اور انھیں لے گئے اور نوکروں کو تہِ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا
بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے
لگا کہ خدا کی آگ آسمان سے نازل ہوئی اور بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر
بھسم کر دیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ کر نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی
رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کسدی تین غول ہو کر اونٹوں پر آگرے
اور انھیں لے گئے اور نوکروں کو تہِ تیغ کیا اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ
تجھے خبر دوں۔ وہ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک اور بھی آکر کہنے لگا کہ تیرے
بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر میں کھانا کھا رہے ..... تھے
اور دیکھ بیابان سے ایک بڑی آندھی چلی اور اس گھر کے چاروں کونوں
پر ایسے زور سے ٹکرائی کہ وہ ان جوانوں پر گر پڑا اور وہ مر گئے اور فقط
میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ تب ایوبؑ نے اٹھ کر اپنا پیرہن
چاک کیا اور سر منڈایا اور زمین پر گر کر سجدہ کیا اور کہا ننگا میں اپنی
ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا۔ خداوند نے دیا
اور خداوند نے لے لیا۔ خداوند کا نام مبارک ہو۔ ان سب باتوں
میں ایوب نے نہ تو گناہ کیا اور نہ خدا پر بے جا کام کا عیب لگایا۔[1]

شیطان نے اپنی ناکامی اور نامرادی کی خجالت سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نئی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ دنیاوی مال و منال اور دولت و حشمت کی قربانی تو ایوبؑ نے برداشت کر لی لیکن اگر تو اس کے جسم کو تکلیف دے گا تو ناممکن ہے کہ وہ تجھے ملامت کرنے سے باز رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جا تجھے اس کے جسم پر بھی اختیار دیا گیا ہے، جس طرح چاہے اس کی آزمائش کر دیکھ۔ لیکن یاد رہے کہ اس کی جان ضائع نہ ہو۔

غرض شیطان اجازت پا کر بہت خوش ہوا کہ اب کامیابی یقینی ہے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ حضرت ایوبؑ کے پاؤں میں چھالا پڑ گیا، جو رگڑ سے چھل کر زخم بن گیا۔ بعد ازاں اس میں کیڑے پڑ گئے اور گھاؤ بڑھتے بڑھتے جسم کے تمام اعضا تک پہنچ گیا ہر زخم کا یہی حال تھا کہ اس میں کیڑے پڑے تھے۔

---

[1] صحیفہ ایوب باب ۱۔ آیات ۱۳ تا ۲۲۔

حضرت ایوبؑ کے جسم کا یہ منظر دیکھ کر ہر شخص نے ان سے کنارا کر لیا کوئی ان کے نزدیک تک جانا پسند نہ کرتا تھا لے دے کے دو عزیز ایسے رہ گئے تھے جو اُن کی دیکھ بھال کرتے، ان کے علاوہ آپ کی نیک اور وفا شعار بیوی تھی جو ہر وقت آپ کی تیمارداری اور خدمت ہی لگی رہتی۔ جب عام لوگ شدید نفرت اور کراہت کا اظہار کرنے لگے تو آپ کے یہ دونوں عزیز آپ کو ایک بوریا میں لپیٹ کر ایک دوسرے گاؤں میں لے گئے۔ جب عرصہ تک بیماری کی یہی کیفیت رہی تو وہ عزیز بھی ساتھ چھوڑ گئے۔

حضرت ایوبؑ کے بعض دوستوں کا خیال تھا کہ یہ مصیبت ان پر کسی بہت بڑے گناہ کے باعث نازل ہوئی ہے اور انھوں نے حضرت سے بھی اس بات کا اظہار کیا تھا۔ صحیفہ ایوب میں حضرت ایوب کے ایک دوست تیمانی الیفز کے یہ الفاظ درج ہیں:

" کیا تجھے یاد ہے کہ کبھی کوئی معصوم بھی ہلاک ہوا ہے؟ یا کہیں راست باز بھی کاٹ ڈالے گئے ہیں؟

میرے دیکھنے میں تو جو گناہ کو جوتتے اور دکھ بوتے ہیں وہی اس کو کاٹتے ہیں وہ خدا کے دم سے ہلاک ہوتے۔

اور اس کے عذاب کے جھونکے سے بھسم ہوتے ہیں [1]

لوگوں کا عام طور پر یہی خیال تھا کہ حضرت ایوبؑ کوئی ایسا بڑا گناہ کر بیٹھے ہیں جس کی پاداش میں انھیں خدا کی طرف سے ایسی کڑی سزا دی گئی ہے۔ کچھ اس خیال کی بنا پر بھی حضرت ایوبؑ کے ساتھ لوگوں کا رویہ غیر ہمدردانہ ہو گیا تھا اور آخر میں ان کے رہے سہے دو غمگساروں کی علیحدگی کا باعث بھی یہی تھا۔ اب فقط ان کی بیوی دیکھ بھال کے لیے باقی رہ گئی تھی۔ جس نے آخر دم تک ان کا ساتھ دیا اور ان کی خدمت گزاری میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

صبر ایوبی اٹھارہ برس تک حضرت ایوبؑ اس دردناک اذیت میں مبتلا رہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو تھوڑی سی بھی تکلیف پہنچے تو وہ خدا سے اس کی شکایت کرتا یا کم از کم اس کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ لیکن یہ پیغمبروں ہی کی شان ہے کہ وہ اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت کو اللہ تعالےٰ کی آزمائش اور امتحان سمجھ کر کبھی شکوہ گزار نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر حال میں وہ اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ دیکھیے، اٹھارہ برس کی کوئی تھوڑی مدت نہیں۔ اتنی مدت تک مسلسل تکلیف میں مبتلا رہنا بھی کوئی معمولی بات نہیں لیکن یہ صرف حضرت ایوبؑ ہی کی شان تھی کہ انھوں نے ایسے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا جو آج تک بطور مثال چلا آتا ہے اور جو رہتی دنیا تک بے مثل یادگار رہے گا۔ اسی صبر کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔ (ص ع ۳)	بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا اور وہ اچھا بندہ ہے۔ بے شبہ وہ (خدا کی جانب) بہت رجوع ہونے والا ہے۔

---

[1] باب ۴ آیات ۷ تا ۹ ۔ [2] تذکرۃ الانبیاء سید ممتاز علی صفحہ ۔

بیماری کے دوران جب کبھی آپ نے اللہ کو پکارا تو کبھی یہ نہ کہا کہ اے خدا تو نے مجھے اس تکلیف میں ڈالا ہے اس لیے کہ یہ شکایت کے الفاظ ہیں۔ آپ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ "اے میرے پروردگار میں دکھ میں پڑ گیا ہوں، مجھے شیطان نے ایذا اور تکلیف کے ساتھ ہاتھ لگایا ہے تو مجھ پر رحم کر اس لیے کہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

قرآن عزیز میں مذکور ہے:

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ (انبیاء ع ۶)

اور ایوبؑ (کا معاملہ بھی یاد کرو) جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا "میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔"

وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ○ (ص ع۴)

اور یاد کر ہمارے بندہ ایوبؑ کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا تھا کہ مجھے شیطان نے ایذا اور تکلیف کے ساتھ ہاتھ لگایا ہے۔

بیماری کے دنوں میں تنہا آپ کی بیوی آپ کی خدمت بجا لاتی رہی۔ ظاہر ہے کہ اتنے لمبے عرصہ تک ایک بے دست و پا مجبور اور بیمار شخص کی ہر طرح سے دیکھ بھال کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ شوہر کی اس کیفیت نے بیوی کا سکھ چین چھین لیا تھا۔ لیکن اس نے آخری دم تک حضرت ایوبؑ کا ساتھ نہ چھوڑا اور دل و جان سے اس کی خدمت کرتی رہی۔

شفایابی بالآخر اللہ تعالےٰ نے حضرت ایوبؑ پر رحمت فرمائی۔ اللہ کے حکم سے آپ نے چشمے میں غسل کیا، پانی سے باہر آئے تو جسم بالکل پاک و صاف تھا۔ مرض کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ○ (انبیاء ع۶)

پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور اس کا دکھ دور کر دیا اور اس کو اس کا کنبہ اور اس کی مثل اور اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اپنے عبادت گزار بندوں کی نصیحت کے لیے عطا کر دیا۔

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ○ وَوَھَبْنَا لَہٗٓ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنَّا وَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ○ (ص ع ۴)

(تب ہم نے اس سے کہا) اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار (اس نے ایسا ہی کیا) اور چشمہ زمین سے ابل پڑا (تو ہم نے کہا) یہ ہے نہانے کی جگہ ٹھنڈی اور پینے کی اور ہم نے اسے اس کے اہل و عیال عطا کیے اور ان کی مانند اور زیادہ اپنی مہربانی سے اور یادگار رہنے کے لیے عقلمندوں کے لیے۔

مسرت و شادمانی کا نیا دور غسل کے بعد آپ ایک چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ یہ سارا واقعہ آپ کی بیوی کی عدم موجودگی میں ہوا۔ وہ آپ کے لیے چیزیں لینے شہر گئی ہوئی تھی۔ واپس آئی تو حضرت

ایوبؑ کو اس حالت میں پہچان نہ سکی، بلکہ حیران ہوئی کہ اس کا شوہر کہاں چلا گیا؟ حضرت ایوبؑ نے اس کی پریشانی دیکھی تو فرمایا کہ مجھے پہچانو میں ہی تمہارا شوہر ایوبؑ ہوں اور پھر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت کی بیوی یہ سن کر فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائی اور خدا کا شکر بجا لائی۔ پھر دونوں ہنسی خوشی گھر لوٹے۔

صحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو پہلے سے زیادہ مال و دولت عطا فرمایا۔ ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی اور وہ دوبارہ خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

تورات میں مذکور ہے :-

"اور خداوند نے ایوبؑ کو جتنا اس کے پاس پہلے تھا اس کا دوچند دیا۔ تب اس کے سب بھائی اور سب بہنیں اور اس کے سب اگلے جان پہچان اس کے پاس آئے اور اس کے گھر میں اس کے ساتھ کھانا کھایا اور اس پر نوحہ کیا اور ان سب بلاؤں کے بارے میں جو خداوند نے اس پر نازل کی تھیں اسے تسلی دی۔ ہر شخص نے اُسے ایک سکّہ بھی دیا اور ہر ایک نے سونے کی ایک بالی۔ یوں خداوند نے ایوبؑ کے آخری ایام میں ابتدا کی نسبت زیادہ برکت بخشی اور اس کے پاس چودہ ہزار بھیڑ بکریاں اور چھ ہزار اونٹ اور ہزار جوڑی بیل اور ہزار گدھیاں ہوگئیں۔ اس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں بھی ہوئیں اور اس نے پہلی کا نام یمیمہ اور دوسری کا نام قصیاہ اور تیسری کا نام قرن ہیوک رکھا اور اس ساری سرزمین میں ایسی عورتیں کہیں نہ تھیں، جو ایوبؑ کی بیٹیوں کی طرح خوبصورت ہوں اور ان کے باپ نے ان کے بھائیوں کے درمیان میراث دی۔"[1]

وفات مرض سے نجات پانے کے بعد حضرت ایوبؑ ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اور اپنے بیٹے اور پوتے چار پشت تک دیکھے[1]۔ ان کا زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اکیس صدی پیشتر ہے۔

نتائج و بصائر حضرت ایوب کی سرگزشت سے ذیل کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ انسان کو ہر حالت میں اپنے خالق و مالک کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔ راحت و آرام میسر ہو تو اسے محض اللہ کا فضل و کرم سمجھنا چاہیئے اگر اتفاقات کی بنا پر ناسازگار حالات سے سابقہ پڑ جائے تو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی جناب میں شکوہ و شکایت بندگی کے منافی ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ تم بعض چیزوں کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے اچھی نہیں ہوتیں اور بعض چیزوں کو برا سمجھتے

---

[1] صحیفہ ایوب باب ۴۲ آیت ۱۶۔

ہو۔ حالانکہ وہ تمھارے لیے اچھی ہوتی ہے۔ عاجز بندے کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے کونسی حالت اچھی ہے، خدائے رحیم وکریم اپنی رحمت سے جو حالت پیدا کردے اسی کو خوش دلی سے قبول کرلینا چاہیئے یہی اسلام ہے۔ یعنی اپنے آپ کو خدا کی رضا کے حوالے کردینا اور اسی ذاتِ پاک کے روبرو جھکے رہنا۔

۳۔ دنیوی مال ودولت پر انسان کو فخر نہ کرنا چاہیئے اور اپنی جائز ضرورتوں سے جو کچھ بچے اُسے خلقِ خدا کی بھلائی اور نکو کاری میں لگانا چاہیئے حقیقی شکر یہی ہے۔

۴۔ اگر انسان مصائب وآلام میں گھر جائے تو چاہیئے کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اور اللہ ہی کی جانب رجوع کرے۔ اسی سے دست بدعا ہو۔ وہی ہر تکلیف دُور کرسکتا ہے اور اسی کے فضل وکرم سے آسودگی اور کشایش کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

۵۔ دیکھیئے حضرت ایوبؑ پر تکلیف کا دُور آیا تو انھوں نے تکلیف کو اپنی ذات سے نسبت دی اور کہا مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ تو سراسر رحمت، شفقت اور مہربانی ہے۔ اس سے اچھائیاں ہی صادر ہوتی ہیں۔ تکلیفیں انسان کے اپنے نفس سے نکلتی ہیں۔ یہ سچی بندگی ہے اور اسی کی پیروی سب کو کرنی چاہیئے۔

حضرتِ ایوبؑ کی دعا جسمانی دکھ اور تکلیف میں پڑنے پر حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی وہ سورۂ انبیاء میں یوں مذکور ہے:-

اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (انبیاء ع ۶)

(اے میرے پروردگار) مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑا مہربان ہے (تو میرے حال پر رحم فرما اور مجھے شفا دے)

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت الیسع کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت یونسؑ مبعوث فرمائے گئے۔ قرآن عزیز میں حضرت کا ذکر چھ مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ انعام اور سورۂ نساء میں بہ سلسلہ تذکرہ انبیاء صرف نام آیا ہے۔ باقی چار سورتوں میں مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ دو سورتوں میں "ذوالنون" اور "صاحب الحوت" یعنی مچھلی والا کہا گیا ہے۔

تورات کے صحیفہ یوناہ میں آپ کا نام یوناہ بن امتی لکھا ہے یعنی تورات کے رو سے آپ کے والد کا نام امتی تھا۔ لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ حضرت یونسؑ کے والد کا نام متی تھا[۱]۔

صحیفہ یوناہ میں حضرت کے حالات قدرے تفصیل سے درج ہیں۔ یہاں قرآن عزیز اور صحیفہ یوناہ دونوں سے استفادہ کرتے ہوئے تمام حالات بیان کیے جائیں گے جس بستی اور جس قوم کی طرف آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، پہلے دونوں کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

نینوا حضرت یونسؑ کے عہد یعنی قریباً ۸۶۲ ق م میں عراق میں اشوری انتہائی عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔ ان کا طرز حکومت قبائلی تھا۔ ہر قبیلے کا اپنا اپنا حاکم ہوتا تھا۔ لیکن سب قبیلوں کا ایک بادشاہ بھی تھا جس کا پایۂ تخت عراق کا مشہور اور قدیم شہر نینوا تھا۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ تورات کے بیان کے مطابق اس کی مسافت تین دن کی راہ تھی[۲]۔ قرآن کے بیان کے بموجب آبادی لاکھ سے اوپر تھی[۳] اور صحیفہ یوناہ میں آبادی چار لاکھ بیس ہزار سے زائد بتائی گئی ہے[۴]۔ چنانچہ اس زمانے میں نینوا کی زمین بے حد زرخیز اور سرسبز و شاداب تھی جس کے باعث غلے اور میووں کی بہتات تھی۔ دولت و ثروت اور سامانِ عیش کی فراوانی کا بھی کوئی اندازہ نہ تھا۔

اہل نینوا اگرچہ اہل نینوا کو دنیا کی تمام نعمتیں حاصل تھیں مگر انھیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کا مطلق خیال نہ تھا۔ اس کے برعکس دنیوی عیش و راحت اور فارغ البالی نے انھیں بدمست بنا دیا تھا۔ وہ خدا سے یکسر غافل ہو چکے تھے۔ سیکڑوں کی تعداد میں فرضی خداؤں کے بت انھوں نے بنا رکھے تھے جنھیں پوجا جاتا۔ خدائے واحد کی پرستش اور اس کا خوف دلوں سے مٹ چکا تھا۔ ظاہر ہے جب خدا کا خوف باقی نہ رہے تو دلوں سے احساسِ گناہ بھی کافور ہو جاتا ہے اور انسان کوئی برائی کرنے سے نہیں چوکتا۔ نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ بلکہ برائی قابل فخر ہنر سمجھی جاتی ہے۔ اہل نینوا کی بھی یہی کیفیت تھی۔ خوش حالی، دولت اور ثروت نے ان میں بداخلاقی، بے حیائی، نخوت، غرور اور خودسری کے جراثیم پیدا کر دئے تھے۔ بادشاہ اور رعایا دونوں کا یہی حال تھا۔

بعثت ان متمرد اور سرکش انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کو منتخب فرمایا اور منصب نبوت سے نوازنے

---

[۱] صحیفہ یوناہ باب ۳ آیت ۳۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی خاص فرق نہیں۔ گویا بخاری اور تورات حضرت یونس کے والد ماجد کے نام پر متفق ہیں۔

[۲] عام اندازے کے مطابق اگر ایک دن کی مسافت دس میل سمجھی جائے تو گویا تیس میل کے رقبہ میں یہ شہر پھیلا ہوا تھا۔ [۳] وارسلنٰہ الیٰ مائۃ الفٍ او یزیدون (الصافات ع ۵) (اور ہم نے اسکو ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ [۴] صحیفہ یوناہ باب ۴، آیت ۱۱۔

کے بعد نینوا جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں رہ کر وعظ و نصیحت کے ذریعے سے لوگوں کو صحیح راستے پر لگائیں۔

پیغمبر اپنے افعال و کردار، عادات و خصائل اور ذہنی، عقلی اور روحانی اقدار کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کی سطح سے کہیں بلند اور برتر ہوتا ہے تاہم اس کے ساتھ بھی بعض بشری تقاضے ہوتے ہیں۔ عطائے نبوت کے بعد اس پر جو فریضے عاید ہوتے ہیں ان کی گرانباری کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اگر وہ ان ذمہ داریوں سے جو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اس کے سپرد ہوتی ہیں عہدہ برآ ہونے کے سلسلہ میں ہچکچاہٹ محسوس کرے تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ اس کی اساس خالص فطری اور بشری تقاضے پر ہوتی ہے اور ایک پیغمبر بھی اس کا حامل ہو سکتا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے دربار میں جا کر پیغام حق سنانے کا حکم دیا گیا تو وہ بھی متامل ہو گئے تھے۔ مثلاً پہلے بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ قوم فرعون مجھے جھٹلائے گی۔ پھر کہا کہ میری زبان نہیں چلتی۔ یہ بھی کہا کہ میرے خلاف ایک قبطی کے خون کا دعویٰ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ منصب میرے بھائی ہارون کے سپرد فرما دیا جائے۔ پھر ہارون کو نبوت میں شریک کر دینے کی درخواست کی۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ حضرت موسیٰ معاذ اللہ حکم خداوندی کی تعمیل میں متذبذب تھے۔ نہیں یہ منصب نبوت کی گراں قدر ذمہ داریاں تھیں جو ان کے دل میں تامل پیدا کر رہی تھیں۔ ان کے گریز میں بھی یہی عناصر کام کر رہے تھے نہ یہ کہ حضرت موسیٰ اپنے فرائض کی انجام دہی سے پہلوتہی کرنا چاہتے تھے۔

جب حضرت یونسؑ کو منصب نبوت عطا ہوا اور نینوا جانے کا حکم ملا تو یہی کیفیت ان کی بھی ہوئی۔ ان کا احساس یہ تھا کہ شاید یہ منصب نبوت کے بارگراں کو نہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ وہ نینوا جانے کی بجائے ترسیس کی طرف چل دیے۔ پہلے وہ یافا پہنچے۔ وہاں سے ترسیس کو جانے والے جہاز میں سوار ہو گئے۔

راستے میں زبردست آندھی اور سخت طوفان برپا ہوا۔ جہاز طوفانی لہروں میں شدید ہچکولے کھانے لگا۔ ملاح اور تمام اہل جہاز بہت ہراساں ہوئے کہ کہیں جہاز ڈوب نہ جائے۔ طوفان کا زور ہر لحظہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس وقت حضرت یونسؑ سو رہے تھے۔ ملاحوں نے انھیں جگا کر صورتِ حال سے خبردار کیا۔

اہلِ جہاز کو یہ خیال گزرا کہ ضرور ہم میں سے کسی نے کوئی گناہ کیا ہے جس کے بدلے میں ہم پر یہ آفت نازل ہوئی ہے چنانچہ طے ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے اور جس شخص کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ اس طرح یقیناً طوفان ختم ہو جائے گا۔ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار حضرت یونسؑ ہی کا نام نکلا۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں اور آپ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے؟

حضرت نے اپنی جلد بازی کو خطا گردانتے ہوئے جواب دیا کہ میں اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہوں۔ اہلِ جہاز نے ان سے پوچھا کہ اب طوفان کو ٹھہرانے کی صورت کیا ہو؟ آپ نے ان کے فیصلے کے پیش نظر جواب دیا کہ مجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو طوفان دور ہو جائے گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں یہ طوفان تم پر میری وجہ سے آیا ہے۔ چونکہ طوفان کی تندی میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور ہر ایک کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے نہ چاہنے کے باوجود انھوں نے مجبوراً حضرت یونسؑ کو سمندر میں پھینک دیا ساتھ ہی طوفان رک گیا۔

جب حضرت یونسؑ کو سمندر میں پھینکا گیا، تو اسی وقت انھیں ایک بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ اب حضرت نے اپنی خطا کے لیے دعائیں کیں۔ قرآن مجید کے مطابق عرض کیا :

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (انبیاء ع ۶)

اے میرے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی یکتا ہے میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، بے شک میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔

صحیفہ یوناہ میں حضرت کی یہ دعا ان الفاظ میں آئی ہے :

"میں نے اپنی مصیبت میں خداوند سے دعا کی اور اس نے میری سنی۔ میں نے پاتال کی تہ سے رہائی دی۔"

"تو نے میری فریاد سنی۔ تو نے مجھے گہرے سمندر کی تہ میں پھینک دیا اور سیلاب نے مجھے گھیر لیا۔ تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گزر گئیں اور میں سمجھا کہ تیرے حضور سے دور ہو گیا ہوں۔ لیکن میں پھر تیری مقدس ہیکل کو دیکھوں گا۔

سیلاب نے میری جان کا محاصرہ کیا۔ سمندر میری چاروں طرف تھا۔ بحری نبات میرے سر پر لپٹ گئی۔ میں پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا۔ زمین کے اڑبنگے ہمیشہ کے لیے مجھ پر بند ہو گئے۔

تو بھی اے خداوند میرے خدا تو نے میری جان پاتال سے بچائی۔ جب میرا دل بے تاب ہوا تو میں نے خدا کو یاد کیا اور میری دعا تیری مقدس ہیکل میں تیرے حضور پہنچی۔

جو لوگ جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ میں حمد کرتا ہوا تیرے حضور قربانی گزاروں گا۔ میں اپنی نذریں ادا کروں گا۔ نجات خداوند کی طرف سے ہے[1]

خدائے غفور الرحیم نے اپنے پیغمبر کی دردبھری دعاؤں کو سنا اور قبول فرمایا۔ مچھلی کو حکم ملا کہ یونسؑ کو جو تیرے پاس ہماری امانت ہے، اُگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کو خشکی پر اُگل دیا۔

قرآن کا بیان | قرآن مجید میں مذکور ہے :-

[1] باب ۲ آیات ۲ تا ۹۔

وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(انبیاء ع ۶)

اور ذوالنون (یونس کا معاملہ یاد کرو) جب ایسا ہوا تھا کہ وہ خشمناک ہو کر چلا گیا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اس کو تنگی (آزمائش) میں نہیں ڈالیں گے پھر (جب اسے آزمائش نے آکر گھیرا تو) اس نے (مچھلی کے پیٹ میں اور سمندر کی گہرائی کی) تاریکیوں میں پکارا خدایا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں! تیرے لیے ہر طرح کی پاکی ہو! حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔ تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غمگینی سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۔

(الصافات ع ۵)

اور بے شک یونسؑ پیغمبروں میں سے تھا اور وہ واقعہ یاد کرو) جبکہ وہ بھری ہوئی کشتی کی جانب بھاگا (اور جب کشتی والوں نے غرق ہونے کے خوف سے) قرعہ ڈالا تو (سمندر میں) ڈالے جانے کے لیے اس کا نام نکلا، پھر نگل گئی اس کو مچھلی اور وہ اللہ کے نزدیک قوم کے پاس سے بھاگ آنے پر، قابل ملامت تھا۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ خدا کی پاکی بیان کرنے والوں میں سے تھا تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتا، پھر ڈال دیا ہم نے اس کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر چٹیل زمین میں اور وہ ناتواں اور بے حال تھا۔

پھر فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(القلم ع ۲)

پس اپنے پروردگار کے حکم کی وجہ سے صبر کو کام میں لاؤ اور مچھلی والے (یونس) کی طرح (بے صبر) نہ ہو جاؤ۔ جبکہ اس نے (خدا کو) پکارا اور وہ بہت مغموم تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے پروردگار کے فضل نے اس کو (آغوش میں) لے لیا تھا تو وہ ضرور چٹیل میدان میں ملامت شدہ ہو کر پھینک دیا جاتا۔ پس اس کے پروردگار نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کو نکوکاروں میں رکھا۔

صحیفہ یوناہ کا بیان ان ارشادات قرآن کو صحیفہ یوناہ میں بیان کردہ حالات سے ملا کر پڑھا جائے تو حضرت یونس کے واقعات کا ایک حد تک اندازہ ہو جاتا ہے صحیفہ یوناہ مظہر ہے:۔

"خداوند کا کلام یُوناہ بن امتی پر نازل ہوا کہ اُٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور اس کے خلاف منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے لیکن یوناہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو بھاگا اور یافا میں پہنچا اور وہاں اُسے ترسیس کو جانے والا جہاز ملا اور وہ کرایہ دے کر اس میں سوار ہوا تاکہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو اہل جہاز کے ساتھ جائے۔ لیکن خدا نے سمندر پر بڑی آندھی بھیجی اور سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور اندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔ تب ملاح ہراسان ہوئے اور ہر ایک نے اپنے دیوتا کو پکارا اور وہ اجناس جو جہاز میں تھیں سمندر میں ڈال دیں تاکہ اسے ہلکا کریں۔ لیکن یوناہ جہاز کے اندر پڑا سو رہا تھا۔ تب ناخدا اس کے پاس جا کر کہنے لگا تو کیوں پڑا سو رہا ہے؟ اُٹھ اپنے معبود کو پکار؛ شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔ اور انھوں نے آپس میں کہا آؤ ہم قرعہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی چنانچہ انھوں نے قرعہ ڈالا اور یوناہ کا نام نکلا۔ تب انھوں نے اس سے کہا تو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی ہے؟ تیرا وطن کہاں ہے اور تو کس قوم کا ہے؟ اس نے ان سے کہا میں عبرانی ہوں اور خداوند آسمان کے خدا بحر و بر کے خالق سے ڈرتا ہوں۔ تب وہ خوفزدہ ہو کر اس سے کہنے لگا تو نے یہ کیا کیا؟ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ خدا کے حضور سے بھاگا ہے اس لیے کہ اس نے خود ان سے کہا تھا۔

تب انھوں نے اس سے پوچھا ہم تجھ سے کیا کریں کہ سمندر ہمارے لیے ساکن ہو جائے؟ کیونکہ سمندر زیادہ طوفانی ہوتا جاتا ہے۔ تب اس نے ان سے کہا مجھ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو تمہارے لیے سمندر ساکن ہو جائے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا طوفان تم پر میرے ہی سبب سے آیا ہے۔ تو بھی ملاحوں نے ڈانڈ چلانے میں بڑی محنت کی کہ کنارہ پر پہنچیں لیکن نہ پہنچ سکے کیونکہ سمندر ان کے خلاف اور بھی زیادہ موجزن ہوتا جاتا تھا۔ تب انھوں نے خداوند کے حضور میں گڑگڑا کر کہا،

اے خداوند ہم تیری منت کرتے ہیں کہ ہم اس آدمی کی جان کے سبب سے
ہلاک نہ ہوں اور تو خونِ ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے کیونکہ اے خداوند تو
نے جو چاہا سو کیا اور انھوں نے یوناہ کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور سمندر
کا تلاطم موقوف ہوگیا، تب وہ خداوند سے بہت ڈر گئے اور انھوں نے اس
کے حضور قربانی گزارنی اور نذریں مانیں۔ لیکن خداوند نے ایک بڑی مچھلی
مقرر کر رکھی تھی کہ یوناہ کو نگل جائے اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ
میں رہا۔ تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ خداوند اپنے خدا سے یہ
دعا کی...... اور خدا نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے یوناہ کو خشکی پر
اُگل دیا[1]

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث ہوا اور خوراک نہ ملنے کے باعث حضرت یونسؑ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب مچھلی نے انھیں خشکی پر اُگل دیا تو نقاہت اور لاغری کے باعث ایک جگہ پڑ رہے۔ قدرت کی طرف سے ان کے لیے آرام اور تکلیف سے نجات کے اسباب مہیا ہوگئے۔ جہاں آپ پڑے رہتے تھے وہاں سایے کے ایک بیل والا درخت اُگ آیا۔ تورات کا بیان ہے کہ یہ بیل کدو کی تھی۔ بہرحال جب آپ تندرست ہوگئے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو دوبارہ اللہ کا حکم آیا کہ اب نینوا کو جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ راہِ راست پر لاؤ۔

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ — اور ہم نے اس پر (سایہ کے لیے) ایک بیل دار درخت اُگایا۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (الصّٰفّٰت ۶) — اور ہم نے اسے ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجا۔

حضرت یونسؑ نے تعمیل ارشاد کی، نینوا کی طرف تشریف لے گئے اور وعظ و نصیحت فرمائی مگر ان پر بہت کم اثر ہوا۔ جب زیادہ کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو فرمایا کہ چالیس دن کے اندر نینوا برباد ہو جائے گا۔ پھر نینوا سے نکل کر دُور کہیں جا بیٹھے اور ایک چھپر بنا کر بیٹھ رہے تاکہ نینوا کے سرکش اور نافرمان لوگوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

حضرت یونسؑ تو نینوا کی بربادی کا اعلان سنا کر خود شہر سے نکل گئے۔ مگر اہلِ نینوا کے لیے یہ اعلان بڑی پریشانی اور گھبراہٹ کا موجب بن گیا۔ وہ عذاب کے خوف سے سراسیمہ ہو گئے اور اپنے اعمال پر پچھتانے لگے۔ بادشاہ اور رعایا دونوں کے دل خوف سے کانپ اُٹھے۔ بادشاہ خود ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اچھے اچھے لباس اتار کر ٹاٹ پہن لیا اور لگے اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرنے۔

---

[1] یوناہ باب ۲،۱ آیات ۱۰،۱

صحیفہ یوناہ میں مذکور ہے :۔

تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر ایمان لاکر روزہ کی منادی کی اور ادنیٰ واعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا۔ اور یہ خبر نینوا کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اٹھا اور بادشاہی لباس اُتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا اور بادشاہ اور اس کے ارکان دولت کے فرمان سے نینوہ میں یہ اعلان کیا گیا اور اس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان یا حیوان غلّہ یا چارہ کچھ نہ چکھے اور نہ کھائے پیئے۔ لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ سے ملبّس ہوں اور خدا کے حضور گریہ وزاری کریں۔ بلکہ ہر شخص اپنی بُری روش اور اپنا ارادہ بدلے اور اپنے قہر شدید سے باز آئے اور ہم ہلاک نہ ہوں[1]

خداوند کریم نے اہل نینوا کی توبہ قبول فرمائی انھیں اپنی رحمت سے نوازا اور اس عذاب سے محفوظ کر دیا جس کی حضرت یونسؑ نے وعید فرمائی تھی۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ۔

(یونس ع ۱۰)

پھر کیوں ایسا ہوا کہ قوم یونسؑ کی لبستی کے سوا اور کوئی بستی نہ نکلی۔ کہ (نزولِ عذاب سے پہلے) یقین کر لیتی اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتی۔ یونس کی قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب ان پر سے ٹال دیا۔ جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک خاص مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دے۔

ایک نکتہ مندرجہ بالا آیت میں" فلولا کانت...... قومَ یونس" کے الفاظ غور طلب ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یونسؑ کی قوم ایمان لے آئی اس طرح اور قوموں نے بھی کیوں ایمان قبول نہ کیا تاکہ جس طرح حضرت یونسؑ کی قوم عذاب سے محفوظ رہی اس طرح وہ لوگ بھی عذاب سے محفوظ رہتے۔ گویا عذاب آنے سے پہلے ہی جو قوم حق وصداقت قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو جائے۔ خدا اپنی رحمت سے عذاب ٹال دیتا ہے، لیکن عذاب کے دروازے کھل جائیں تو اس وقت پچھتانا کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان پچھلے لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو نبیوں اور رسولوں کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود نہ سمجھے اور جب انھیں عذاب کی وعید سنائی گئی تو انھوں نے اس کا تمسخر اڑایا مثلاً حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ وغیرہ کی قومیں کہ جب ان پیغمبروں نے ان کی بڑھتی ہوئی نافرمانیوں اور بدعملیوں کے باعث انھیں عذاب سے ڈرایا تو وہ مطلق خوف زدہ نہ ہوئے اور جب عذاب سر پہ آن پہنچا تب یقین ہوا اور لگے

---

[1] باب ۳ آیت ۵ تا ۹ -

توبہ کرنے لیکن ایسی صورت میں عذاب کا ملنا سنت اللہ کے خلاف ہے۔ سنت اللہ ہمیشہ یہی رہی ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آجاتا ہے تو پھر ٹلتا نہیں۔ اس وقت کا ایمان اللہ کی درگاہ میں قبول نہیں ہوسکتا۔

حضرت یونسؑ کی قوم عذاب سے قبل ہی ایمان لے آئی تھی۔ یعنی عذاب کے خوف ہی نے انھیں راہِ راست پر لگا دیا تھا۔ اس لیے جس عذاب سے حضرت یونسؑ نے ڈرایا تھا وہ ٹل گیا۔

ابن کثیر کا بیان مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ابن کثیر لکھتے ہیں کہ گزشتہ بستیوں میں سے کوئی بستی ایسی نہ نکلی جس کے باشندے اپنے نبیوں پر اس طرح ایمان لے آتے جس طرح حضرت یونسؑ کی قوم ان پر ایمان لائی اور یہ نینوہ ہی کے باشندے تھے اور ان کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ انھیں اس عذاب کا ڈر پیدا ہوگیا تھا جس سے ان کے پیغمبر نے انھیں ڈرایا تھا۔ جب انھوں نے عذاب کے آثار محسوس کیے اور دیکھا کہ ان کا پیغمبر ان میں سے نکل کر چلا گیا ہے تو اس وقت وہ اللہ کی طرف رجوع ہوگئے اور اس کی پناہ ڈھونڈنی شروع کردی ..... یعنی اپنی زندگی میں عذاب سے محفوظ ہوگئے۔[1]

بیل کا واقعہ صحیفہ یوناہ میں بتایا گیا ہے کہ بیل اس وقت اُگی جب حضرت یونسؑ عذاب کی خبر پہنچا کر خود شہر سے باہر نکل گئے اور ایک جھونپڑا بنا لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ بیل کا سایہ حضرت یونسؑ کے لیے آرام کا باعث تھا۔ مگر بیل جلد ہی سوکھ گئی جس پر حضرت یونسؑ کو رنج ہوا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو اس بیل کے سوکھنے پر رنجیدہ ہوگیا اور اس کا اتنا خیال کیا۔ حالانکہ اس کے لیے تو نے کوئی محنت نہیں کی بلکہ ہم نے اسے اگایا تھا۔ پھر کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر کا جس میں میرے ایک لاکھ بیس ہزار بندے رہتے ہیں خیال نہ رکھوں۔

صحیفے کے الفاظ یہ ہیں:۔

> "اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان لے لے کیونکہ میرے اس جینے سے مرجانا بہتر ہے۔ تب خداوند نے فرمایا کیا تو ایسا ناراض ہے؟ اور یوناہ شہر سے باہر مشرق کی طرف جا بیٹھا اور وہاں اپنے لیے ایک چھپّر بنا کر اس کے سایے میں بیٹھ رہا کہ دیکھیے شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔ تب خداوند خدا نے کدّو کی بیل اگائی اور اسے یوناہ کے اوپر پھیلا دیا کہ اس کے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے اور یوناہ اس بیل کے سبب سے نہایت خوش ہُوا۔ لیکن دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سوکھ گئی اور جب آفتاب بلند ہوا تو خدا نے مشرق سے لُو چلائی اور آفتاب کی گرمی نے یوناہ کے سر پر اثر کیا اور

---

[1] ابن کثیر تفسیر سورۂ یونس۔

وہ بیتاب ہوگیا اور موت کا آرزو مند ہو کر کہنے لگا کہ میرے اس جینے سے
مر جانا بہتر ہے اور خدا نے یوناہ سے فرمایا کیا تو اس بیل کے سبب سے
ایسا ناراض ہے؟ اس نے کہا میں یہاں تک ناراض ہوں کہ مر جانا
چاہتا ہوں۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس بیل کا اتنا خیال ہے
جس کے لیے تو نے نہ کچھ محنت کی اور نہ اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات میں
اُگی اور ایک ہی رات میں سوکھ گئی۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے
بڑے شہر نینوا کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ
ایسے ہیں جو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور بیشمار
مویشی ہیں؟[1]

لیکن قرآن کا بیان بالکل واضح ہے کہ بیل اس وقت اُگی جب حضرت مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد صحرا میں بیمار پڑے رہے وہیں بیل اُگی جس کے سایے میں آپ آرام سے رہنے لگے۔ صحت یاب ہونے پر نینوا جانے کا حکم ملا۔ وہاں جا کر رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ جب لوگ راہِ راست پر نہ آئے تو عذاب کی وعید سنا کر وہاں سے نکل آئے اور شہر سے باہر جھونپڑا بنا کر رہنے لگے۔ پھر جب اہل نینوا نے اپنے معاصی سے توبہ کر کے اللہ اور اس کے نبی کے احکام قبول کر لیے تو اللہ کی رحمت سے عذاب ٹل گیا۔

قوم یونس کی ترقی اور انحطاط حضرت یونسؑ اکتیس برس تک اپنی قوم میں رہے اور قوم نے آپ کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی اور برکت حاصل کی۔ گناہ اور بدعملیوں سے تائب ہو کر سیدھے راستے پر لگ گئی جس سے نہ صرف ان سے عذاب ٹل گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مزید ترقی کے امکانات پیدا کر دیے۔ لیکن پاکبازانہ زندگی کا یہ دَور زیادہ مدت تک قائم نہ رہا۔ کچھ مدت بعد ان میں پرانی عادات لوٹ آئیں۔ کفر و بت پرستی اور فسق و فجور کا وہ تمام مواد پھر سے فراہم ہو گیا جسے مٹانے کے لیے حضرت یونسؑ مبعوث ہوئے تھے۔ ان حالات میں اسرائیلی نبی ناحوم نے انھیں بہتیرا سمجھایا اور رشد و ہدایت کی راہ دکھانے کی بہت کوشش کی لیکن انھوں نے پھر پہلے کی طرح بغاوت اور سرکشی کا شیوہ اختیار کر لیا اور ناحوم کی آواز پر مطلق کان نہ دھرے۔ تب ناحوم نے وحی الٰہی کے مطابق انھیں تباہی و بربادی کی پیش گوئی سنائی۔ اس پیش گوئی کے ستر سال بعد یعنی قریباً ۶۱۲ ق م بابلیوں نے حملہ کر کے نینوا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اشوری حکومت کا پانسا پلٹ گیا اور اشوری تہذیب و تمدن ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

حضرت یونس کی دعا حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں مبتلائے مصائب ہوتے تو دعا کی۔ قرآن مجید نے چند لفظوں میں وہ دعا دے دی ہے جو ہر انسان کے لیے مشعل ہدایت ہے۔

---

[1] باب ۴ آیت ۳ تا ۱۱۔ [2] قصص الانبیاء۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (انبیاء ع ۴) اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے تو اپنے بندوں کو مصیبت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا، خود میں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

تورات میں یہ دعا بڑی تفصیل سے پیش کی گئی ہے:

میں نے اپنی مصیبت میں خداوند سے دعا کی، اور اس نے میری سنی۔
میں نے پاتال کی تہ سے دہائی دی، تو نے میری فریاد سنی۔
تو نے مجھے گہرے سمندر کی تہ میں پھینک دیا اور سیلاب نے مجھے گھیر لیا۔
تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گزر گئیں اور میں سمجھا کہ تیرے حضور سے دور ہو گیا ہوں، لیکن پھر تیری مقدس ہیکل کو دیکھوں گا۔
سیلاب نے میری جان کا محاصرہ کیا۔ سمندر میری چاروں طرف تھا۔ بحری نبات میرے سر پر لپٹ گئی۔ میں پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا۔ زمین کے اڑبنگے ہمیشہ کے لیے مجھ پر بند ہو گئے تو بھی اے خداوند میرے خدا تو نے میری جان پاتال سے بچائی۔
جب میرا دل بے تاب ہوا تو میں نے خداوند کو یاد کیا اور میری دعا تیری مقدس ہیکل میں تیرے حضور پہنچی۔
جو لوگ جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ میں حمد کرتا ہوا تیرے حضور قربانی گزرانونگا۔
میں اپنی نذریں ادا کروں گا۔
نجات خداوند کی طرف سے ہے [1]

وفات:

عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ آپ کی قبر حلحول نامی ایک مقام میں ہے جو فلسطین کے مشہور شہر خلیل کے قریب واقع ہے۔ اس قبر کے قریب ایک دوسری قبر ہے جو حضرت یونسؑ کے والد متّی کی قبر بتائی جاتی ہے مگر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت یونسؑ نینوا ہی میں رہے اور وہیں اپنی زندگی کی مدت پوری کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک بھی نینوا ہی میں ہے۔

---

[1] صحیفہ یوناہ باب ۲ آیت ۱ تا ۹۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حسب و نسب حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر گزرے ہیں۔ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے[1]۔ آپ کی زوجۂ محترمہ کا نام الیشبع تھا جو حضرت ہارونؑ کے خاندان سے تھیں[2]۔

قرآن اور انجیل کا بیان سورۂ انعام میں انبیاء کی فہرست میں صرف آپ کا نام آیا ہے اور سورۂ آل عمران سورہ مریم اور سورہ انبیاء میں مختصر تذکرہ ہے۔ لوقا کی انجیل کے پہلے باب میں آپ کے فرزند کی پیدائش کا واقعہ مذکور ہے۔

ابتدائی حالات حضرت زکریاؑ حضرت عیسٰیؑ کی والدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کفیل و مربی اور ہیکل کے امام متولی تھے۔ مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ آپ بڑھئی کا کام کر کے اپنی روزی کماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: "زکریا نجاری (بڑھئی کا کام) کرتے تھے"[3]۔

عمران اور حنہ آپ کے خاندان میں عمران بن ناشی اور اس کی بیوی حنہ بنت فاقو بہت نیک نفس، پارسا اور خدا شناس انسان تھے۔ یہ دونوں بنی اسرائیل میں بہت زیادہ مقبول تھے[4] زہد و عبادت کی وجہ سے نماز کی امامت بھی عمران کے سپرد تھی۔

ان کے ہاں اولاد نہ تھی اور حنہ کو اولاد کی بہت خواہش تھی چنانچہ وہ اس کے لیے بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ دعا مانگا کرتیں اور اولاد کی منتظر رہتیں۔ اللہ تعالٰے نے حنہ کی دعا قبول فرمائی اور وہ حاملہ ہو گئیں۔ حنہ نے اسی وقت نذر مانی کہ جو بچہ پیدا ہو گا میں اُسے ہیکل (مسجد اقصٰے) کے لیے وقف کر دوں گی کیونکہ بنی اسرائیل کی مذہبی رسوم میں یہ رسم بہت مقدس سمجھی جاتی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔

ولادت مریمؑ[5] جب مدت حمل پوری ہوئی تو حنہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی جس پر اس لیے افسوس ہوا کہ وہ اپنی نذر کو پورا نہ کر سکے گی اور لڑکی کس طرح ہیکل کی خدمت کر سکے گی۔ لیکن اللہ تعالٰے نے حنہ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ

---

[1] تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۷ ؛ [2] لوقا کی انجیل باب ۱ آیت ۵ ؛ [3] کتاب الانبیاء

[4] تفسیر ابن کثیر جلد ۱ بحوالہ قصص القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۵ ؛ [5] حضرت مریمؑ کا تفصیلی ذکر حضرت عیسٰےؑ کے بیان میں آگے آئیگا۔ یہاں صرف وہ ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا تعلق حضرت زکریا سے ہے۔

ہم نے تیری لڑکی ہی کو قبول فرمایا اور اس کی وجہ سے خاندان کی عزت اور برکت بڑھے گی۔ حنّہ نے لڑکی کا نام مریم رکھا۔

قرآن کریم میں مذکور ہے :۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

(آل عمران ع ۴)

بے شک اللہ تعالےٰ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو (اپنے اپنے عہد میں) جہان والوں پر بزرگی دی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے (وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے اللہ! میں نے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے۔ پس تو اسے میری طرف سے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی "پروردگار! میرے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکا اور لڑکی یکساں نہیں ہیں (یعنی ہیکل کی خدمت لڑکا کر سکتا ہے لڑکی نہیں) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے فتنہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

حنہ ابھی حاملہ ہی تھیں کہ ان کے شوہر عمران کا انتقال ہو گیا[1]۔ چنانچہ جب حضرت مریمؑ سن شعور کو پہنچیں تو سوال پیدا ہوا کہ ہیکل کی یہ امانت کس کے سپرد کی جائے، چونکہ وہ لڑکی تھیں اس لیے ان کی کفالت کے لیے کسی مرد نیک کا انتخاب ازبس ضروری تھا۔ بنی اسرائیل کے کاہنوں یعنی مقدس افراد میں سے جو ہیکل میں مذہبی رسومات ادا کرتے اور اس کی خدمت پر مامور تھے، ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ حضرت مریمؑ کا کفیل اُسے بنایا جائے، لیکن اس کا اہل حضرت زکریا کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا اس لیے کہ رشتے کے لحاظ سے وہ مریم کے زیادہ قریب تھے یعنی حضرت کی بیوی الیشبع حضرت مریم کی خالہ تھیں اور حضرت زکریا ہیکل کے معزز کاہن اور اللہ کے نبی تھے۔ تاہم فیصلہ ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا اور ہر مرتبہ حضرت زکریاؑ کا نام نکلا چنانچہ یہ امانت حضرت کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت زکریا نے ہیکل کے قریب ایک حجرہ حضرت مریمؑ کے لیے مخصوص کر دیا جہاں وہ دن بھر اللہ کی عبادت کرتیں اور رات کے وقت حضرت زکریاؑ کے مکان پر اپنی خالہ کے پاس چلی جاتیں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ○ (آل عمران ع ۴)

پس ان (مریم) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرما لیا اور عمدہ طور پر ان کو نشو و نما دی۔

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ

اور تم (اے محمدؐ) ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے

---

[1] فتح الباری جلد ۶ ص ۳۶۲ - بحوالہ قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۱

اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَاکُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ۝

(آل عمران ع ۵)

اپنے قلم (قرعہ کے لیے) ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون شخص مریم کی کفالت کرے اور نہ تم ان کے پاس تھے جب وہ مریم کی کفالت کے معاملہ میں جھگڑ رہے تھے۔

حضرت مریم کا قربِ خداوندی حضرت زکریاؑ کبھی کبھی ان کے حجرے میں بھی تشریف لے جاتے۔ وہاں انھوں نے ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ حضرت مریمؑ کے پاس اکثر بے موسم کے تازہ پھل رکھے ہوتے۔ حضرت ذکریاؑ سے نہ رہا گیا انھوں نے پوچھ ہی لیا کہ مریم! تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت مریم نے فرمایا: "یہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل وکرم ہے وہ جسے چاہتا ہے بے گمان رزق پہنچاتا ہے۔" حضرت زکریا سمجھ گئے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں حضرت مریم کا خاص درجہ اور مقام ہے۔

قرآن کریم میں مذکور ہے:-

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(آل عمران ع ۴)

(سو جب کبھی زکریاؑ ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور یوں) فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمھارے پاس کہاں سے آئیں، وہ کہتیں کہ اللہ تعالےٰ کے پاس سے آئیں۔ بے شک اللہ تعالےٰ جسے چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔

حضرت ذکریا کی دعا حضرت ذکریا بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے۔ ان کی بیوی بانجھ تھیں اور کوئی اولاد بھی نہ تھی۔ حضرت ذکریا اولاد کے آرزومند تھے۔ ظاہری اسباب کی بنا پر اس کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے۔

بشارت اپنے نیک بندوں اور پھر نبی کی دعا تو اللہ تعالےٰ ضرور سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت ذکریا کی دعا بھی قبول فرمائی اور ایک روز جب وہ ہیکل میں مصروفِ عبادت تھے فرشتے نے انھیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے بشارت سنائی کہ تمھارے بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام یحیٰی رکھنا۔ حضرت ذکریا یہ بشارت پاکر بہت محظوظ ہوئے اور قبولیت دعا پر اللہ تعالےٰ کے فضل واحسان کا شکر ادا کرتے ہوئے تعجب کا اظہار فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ پھر یہ بشارت کیسے پوری ہوگی۔ کیا مجھے ازسرِنو جوانی عطا ہوگی یا میری بیوی کا بانجھ پن دور ہو جائے گا؟

فرشتے نے جواب دیا کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں۔ تمھارے بیٹا ضرور پیدا ہوگا۔ کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے اور ایسا ہوکر رہے گا۔ جس خدا نے انسان کو نیست سے ہست کیا اس کے لیئے یہ کام بھی کوئی مشکل نہیں اور وہ جس طریقہ سے چاہے گا اس بشارت کو پورا کردے گا۔

یہ جواب پاکر حضرت ذکریا نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے لیے کوئی ایسا نشان مقرر کر دیا جائے جس سے میں یہ جان سکوں کہ بشارت نے وجود کی شکل اختیار کر لی ہے ۔ تین روز تک روزہ رکھنے اور مشغول عبادت رہنے کا حکم ہوا ۔ اور یہودیوں کی خاموشی کو بھی روزے رکے اعمال ہی سے ایک عمل سمجھا جاتا تھا ۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب دیکھو کہ زبان بات کرنے سے رک گئی تو سمجھ لینا کہ بشارت نے وجود اختیار کر لیا ۔ ان دنوں میں ہماری حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل سے زیادہ مشغول رہنا ۔ چنانچہ جب وہ وقت آن پہنچا تو حضرت ذکریا ؑ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ منہمک ہو گئے اور لوگوں سے ہر بات اشارے میں کرتے ۔ حضرت کی ہدایت کے بموجب بنی اسرائیل بھی خدا کی یاد میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے لگے کیونکہ جس طرح حضرت یحییٰ ؑ کی ولادت حضرت ذکریا ؑ کے لیے باعثِ مسرت و انبساط تھی اسی طرح ان کی قوم کو بھی اس سے بے پایاں خوشی حاصل ہوئی تھی کہ حضرت ذکریا ؑ کا ایک صحیح جانشین اور علم و حکمت کا سچا وارث عالمِ وجود میں آنے والا ہے ۔

قرآن کا بیان سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے :

کٓهٰیٰعٓصٓ ۝ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا ۝ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝

کاف ، ہا ، یا ، عین ، صاد (اے پیغمبر) یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے ذکریا پر جب کہ انھوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا ۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہو گئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس سے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝

اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھے خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجیے کہ وہ (میرے علوم خاص میں) میرا وارث بنے اور یعقوبؑ کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے گا ۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰی ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۝

اے ذکریا ہم تمھیں ایک فرزند کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا ۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ۝ قَالَ کَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ

ذکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طور پر ہو گی حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں ۔ ارشاد ہوا کہ حالت

آیَۃً ط قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ٥ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ٥

(مریم ع۱)

(موجودہ) یونہی رہے گی (اور پھر اولاد ہو گی اے زکریا) تمھارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور میں نے تمھیں پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش سے قبل) کچھ بھی نہ تھے۔ تب زکریا نے عرض کیا کہ میرے لیے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تمھاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک) آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے۔ پھر حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور انھیں اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔

ایک اور جگہ مذکور ہے:

وَ زَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ٥

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ط وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ٥ (انبیاء ع۶)

اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جبکہ انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھے فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے انھیں یحییٰ (فرزند) عطا کیا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا۔ یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دبے رہتے تھے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ٥ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ٥

اس موقعہ پر دعا کی زکریا نے اپنے رب سے، عرض کیا اے میرے رب عنایت کیجیے مجھے خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو (لذات سے) بہت روکنے

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَ امْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْکَارِ ۝ (آل عمران ع ۴)

والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے۔ زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا آپہنچا اور میری بیوی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں، کر دیتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کرسکو گے بجز اشارے کے اور اپنے رب کو (دل سے) بہ کثرت یاد کیجیو اور (زبان سے بھی) تسبیح اور تقدیس کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی)

تورات کا بیان | مجموعہ تورات کے صحیفہ زکریا میں جن زکریاہ کے حالات درج ہیں وہ یہ زکریا نہیں جن کے حالات ہم نے قرآن سے بیان کئے ہیں بلکہ وہ دوسرے زکریا ہیں جو دارا ابن گشتاسپ کے زمانہ میں گزرے ہیں۔ زکریاہ نبی کی کتاب میں مذکور ہے:

> دارا کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے میں خداوند کا کلام زکریاہ نبی بن برکیاہ بن عدّو پر نازل ہوا۔[1]

قرآن عزیز میں جن زکریا کا ——— ذکر آیا ہے وہ دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔ لوقا کی انجیل میں ان کے کچھ حالات ملتے ہیں:

> یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں اَبیاہ کے فریق میں سے زکریا نام ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام الیشبع تھا اور دونوں خدا کے حضور راست باز اور خداوند کے سب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے اور ان کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔

---

[1] باب آیت ۱

جب وہ خدا کے حضور اپنے فریق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو ایسا ہوا کہ کہانت کے دستور کے موافق اس کے نام کا قرعہ نکلا کہ خداوند کے مقدس میں جا کر خوشبو جلائے اور لوگوں کی ساری جماعت خوشبو جلاتے وقت باہر دعا کر رہی تھی کہ خداوند کا فرشتہ خوشبو کے مذبح کی دہنی طرف کھڑا ہوا اسے دکھائی دیا اور زکریا دیکھ کر گھبرایا اور اس پر دہشت چھا گئی، مگر فرشتے نے اس سے کہا اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لیے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی......
زکریا نے فرشتہ سے کہا میں اس بات کو کس طرح جانوں کیونکہ میں بڈھا ہوں اور میری بیوی عمر رسیدہ ہے۔ فرشتے نے جواب میں اس سے کہا میں جبرائیل ہوں جو خدا کے حضور کھڑا رہتا ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھ سے کلام کروں اور تجھے ان باتوں کی خوش خبری دوں اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں تو چپکا رہیگا اور بول نہ سکے گا اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہونگی یقین نہ کیا اور لوگ زکریا کی راہ دیکھتے اور تعجب کرتے تھے کہ اُسے مقدس میں کیوں دیر لگی جب وہ باہر آیا تو ان سے بول نہ سکا پس انھوں نے معلوم کیا کہ اس نے مقدس میں رویا دیکھی ہے اور وہ ان سے اشارے کرتا تھا اور گونگا ہی رہا۔ پھر ایسا ہوا کہ جب اس کی خدمت کے دن پورے ہوگئے تو وہ اپنے گھر گیا۔

ان دنوں کے بعد اس کی بیوی الیشبع حاملہ ہوئی
اور الیشبع کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا اور اس کے بیٹا ہوا اور اس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے یہ سن کر کہ خداوند نے اس پر بڑی رحمت کی اس کے ساتھ خوشی منائی [1]

---

[1] باب ۱ آیت ۵ تا ۲۴، ۵۷، ۵۸

دعوت و تبلیغ قرآنِ کریم نے متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کی فتنہ پردازیوں، شر انگیزیوں اور باطل پرستیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس قوم کی ہدایت کے لیے متعدد رسول مبعوث فرمائے گئے جنھوں نے انھیں رشد و ہدایت کی راہ بتائی۔ لیکن انھوں نے مستقل طور پر اپنی حالت کو نہ سنوارا۔ بلکہ اپنے پیغمبروں اور نبیوں کو قتل بھی کرتے رہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی شرارتوں اور ان کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (آل عمران ع)

جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور (نبیوں کے سوا) جو لوگ ان کو انصاف کرنے کا حکم کرتے ہیں ان کو بھی قتل کرتے ہیں تو ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔

حضرت زکریا بھی اسی قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔ آپ زندگی بھر انھیں بے دینی اور گمراہی سے بچانے میں مصروف رہے اور ہمیشہ انھیں وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے۔ کچھ مدت تک بنی اسرائیل آپ کی ہدایت کے بموجب عمل کرتے رہے۔ بالآخر انھوں نے پھر سرکشی اختیار کی اور ناشائستہ حرکتیں کرنے لگے۔ جب حضرت نے انھیں روکا تو وہ ان کے خلاف ہو گئے اور انھیں قتل کرنے کا تہیہ کر لیا۔

شہادت کا واقعہ آپ کی وفات کے متعلق کئی روایتیں مشہور ہیں۔ جن میں مشہور قول یہ ہے کہ جب یہودی آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے تو آپ ایک درخت کی کھوہ میں چھپ رہے۔ یہودیوں نے درخت کے اس شئے کو آرے سے کاٹنا شروع کر دیا۔ جب آرہ آپ کے بدن تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق آپ نے اُف تک نہ کی اور درخت کے ساتھ حضرت زکریا کے جسم کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے [1]

حضرت زکریا کی دعائیں حضرت زکریا نے اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگیں وہ قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہیں:۔

رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ (مریم ع ۱)

اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہو گئیں اور سر کے بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس سے قبل کبھی میں آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھے خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (بیٹا) دے دیجیے کہ وہ میرا وارث بنے اور

---

[1] تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۵۲ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۲۷۴۔

یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اسے اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے گا۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران ع۴)

اے میرے رب عنایت کیجیے مجھے خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ (انبیاء ع۶)

اے میرے رب مجھے لاوارث مت رکھیو اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

نام ونسب حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریاؑ کے وہی فرزند ہیں جن کی ولادت کے لیے حضرت نے باری تعالیٰ کی جناب میں دعا مانگی تھی۔ دعا قبول ہوئی اور فرزند کی نہ صرف بشارت دی بلکہ اس کا نام بھی تجویز فرما دیا گیا:

يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ‎ؕ اے زکریاؑ ہم بے شک تمھیں بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی، اس کا نام یحییٰ ہوگا کہ قبل اس کے ہم نے کسی کے لیے یہ نام نہیں ٹھیرایا۔ (مریم ع ۱)

یہی حضرت زکریا ہیں جنھیں انجیل کے اردو ترجموں میں یوحنا اور انگریزی ترجموں میں جانؔ[1] کہا گیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت کے آخری ٹکڑے کا ایک مطلب تو بالکل واضح ہے یعنی کہ یحییٰ نام پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ حضرت شیخ الہند مرحوم کے حواشی میں مرقوم ہے۔

بعض سلف نے سمی کے معنی شبہ کے لیے ہیں۔ یعنی اس شان وصفت کا کوئی شخص ان سے پہلے نہ ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اس وقت تک پیدا نہ ہوا تھا۔ یا بعض خاص احوال وصفات (مثلاً رقتِ قلب، غلبۂ بکا وغیرہ) میں ان کی مثال پہلے نہ گزری ہوگی[2]۔

لوقا کی انجیل میں مذکور ہے:

> اور آٹھویں دن ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اس کا نام اس کے باپ کے نام پر زکریا رکھنے لگے مگر اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھا جائے۔ انھوں نے اس سے کہا کہ تیرے کنبے میں کسی کا یہ نام نہیں اور انھوں نے اس کے باپ کو اشارہ کیا کہ تو اس کا نام کیا رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے تختی منگا کر یہ لکھا کہ اس کا نام یوحنا ہے۔ اور سب نے تعجب کیا۔ اسی دم اس کا منہ اور زبان کھل گئی اور وہ بولنے اور خدا کی حمد کرنے لگا[3]۔

ابتدائی حالات قرآن کریم میں حضرت یحییٰ کا ذکر ان ہی چار سورتوں میں آیا ہے جن میں ان کے والد محترم کا ذکر ہے۔ یعنی سورہ آل عمران، انعام، مریم اور انبیاء۔

---

[1] JOHN ۔ [2] حضرت شیخ الہند کے ترجمے والا قرآن مجید ص ۳۹۵ ۔ [3] باب ا آیت ۵۹ تا ۶۵

آپ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے۔ اوائل عمر ہی سے پرہیز گاری، نیکی اور زہد و ریاضت کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔ تنہائی اور عبادت الٰہی کے بہت دلدادہ تھے۔ ان کے صرف دو ہی شغل تھے یا اللہ کی عبادت میں لگے رہتے یا لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور حق کا راستہ بتاتے۔

وضع نہایت سادہ تھی۔ متی کی انجیل[1] میں مذکور ہے کہ آپ اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے، چمڑے کا پٹکا ہر وقت کمر سے بندھا رہتا، خوراک ٹڈیوں اور جنگلی شہد کے سوا کچھ نہ تھی۔

منصب نبوت حضرت زکریاؑ نے فرزند کے لیے جو دعا کرتے وقت اپنی خواہش کا اظہار اس طرح کیا تھا کہ:

فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (مریم ع۱)

(پس (اے میرے پروردگار) تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے۔ ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوبؑ (کی برکتوں) کا بھی اور پروردگار اسے ایسا کر دیجیو کہ تیرے اور تیرے بندوں کی نظر میں پسندیدہ ہو۔

حضرت زکریاؑ بوڑھے ہو چکے تھے، کوئی اولاد نہ تھی، آپ چاہتے تھے کہ لڑکا ہو اور وہ بڑا ہو کر بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے فرائض انجام دے۔ دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی بشارت کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ تیرا فرزند صاحب مرتبہ نبی ہوگا۔

فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ■

اللہ تجھے یحییٰ کی (ولادت کی) خوشخبری دیتا ہے، جو شہادت دے گا اللہ کے کلمہ (عیسیٰؑ) کی اور صاحب مرتبہ ہوگا اور عورت کے پاس تک نہ جائے گا اور نکوکاروں سے ہوتے ہوئے نبی ہوگا۔

"حصور" کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات سے دور رہے گا خدا کی عبادت میں اس قدر مشغول ہو جائے گا کہ عورت کی طرف التفات کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

عطائے نبوت سے پہلے بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو علم و حکمت سے معمور کر دیا تھا اور آپ کے اوائل عمر کے اوصافِ جمیلہ کی خود قرآن میں تعریف کی گئی ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی آمد کی بشارت سنائی اور ان کی تشریف آوری سے پہلے رشد و ہدایت کے لیے راہ ہموار کر دی۔ عطائے نبوت کے —— بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ تورات پر مضبوطی سے عمل کریں اور اسی کے مطابق لوگوں کو راہِ ہدایت بتائیں، چنانچہ اس حکم کو حرف بہ حرف پورا کیا۔

---

[1] باب ۳ آیت ۴، ۵۔

دریائے اردن کے کنارے لوگ آکر جمع ہو جاتے تھے۔ آپ اس جگہ وعظ کے لیے تشریف لے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں بے حد تاثیر رکھ دی تھی۔ چنانچہ جو لوگ دور دور سے آپ کے ارشادات سننے آتے، وہ بہت متاثر ہوتے

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۚ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ؕ (مریم ع ۱)

اے یحییٰ! کتاب الٰہی (توراۃ) کے پیچھے مضبوطی سے لگ جا، چنانچہ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی۔ نیز اپنے خاص فضل سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی وہ پرہیزگار اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا۔ سخت گیر اور نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرا اور جس دن پھر زندہ کیا جائے گا۔

اسرائیلی روایات بتاتی ہیں کہ حضرت یحییٰ کی زندگی کا بیشتر حصہ جنگلوں اور بیابانوں میں بسر ہوا۔ وہ اکثر وہیں خلوت نشین رہتے۔ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ وہیں ان پر کلام الٰہی نازل ہوا۔ تب انھوں نے دریائے اردن کے نواحی علاقوں میں تبلیغ حق کا سلسلہ جاری کیا اور لوگ جوق در جوق ان کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہونے لگے۔

لوقا کی انجیل میں مذکور ہے۔

اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا (یحییٰ) پر اُترا
اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لیے
توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا[1]

خشیتِ الٰہی | ابن عساکر نے وہب بن منبہ سے بعض روایات نقل کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت یحییٰ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور ان پر خشیتِ الٰہی اس قدر طاری تھی کہ ہر وقت روتے رہتے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت زکریاؑ انھیں جنگل میں تلاش کرنے لگے۔ وہاں حضرت یحییٰ کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا "اے میرے فرزند! ہم تیری یاد میں مضطرب اور بے چین رہتے ہیں اور تو اس حالت میں یہاں گریہ و زاری میں مصروف ہے۔ حضرت یحییٰ نے جواب دیا کہ والدِ بزرگوار! آپ ہی نے بتایا ہے کہ بہشت اور دوزخ کے مابین ایک الیا لق و دق صحرا ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ جواب پا کر حضرت زکریا بھی آبدیدہ ہو گئے[2]

حدیثِ رسولؐ | مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں رسولِ اکرمؐ کا ایک ارشاد منقول ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

---

[1] باب ۱، آیت ۱ ۔ [2] البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۵۳ بحوالہ قصص القرآن: جلد ۲ ص ۲۷۰۔

حضرت یحییٰ کو پانچ باتوں کی خاص طور پر ہدایت فرمائی تھی۔ کہ وہ خود بھی ان پر عامل ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان کی تاکید کریں۔ وہ پانچ باتیں یہ تھیں:

۱۔ خدا کو ایک مانا جائے اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ شرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جسے کوئی آقا خرید لے، لیکن غلام کسی دوسرے شخص کی خدمت کا دم بھرے، جو کچھ کمائے وہ دوسرے شخص کو لا کر دے۔ بتاؤ تم میں سے کوئی ایسے غلام کو پسند کریگا؟ جان لو کہ جس خدا نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری روزی کا سامان مہیا کیا صرف اسی کی پرستش کی جانی چاہیئے۔

۲۔ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے۔ اگر تم نماز میں صرف نماز ہی کا دھیان رکھو گے اور کسی دوسری جانب توجہ نہ کرو گے تو اللہ بھی صرف تمہاری ہی جانب دھیان رکھے گا اور اپنے رحم و کرم سے تمہیں نوازے گا۔

۳۔ روزہ رکھو، روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی مجلس میں مُشک کی تھیلی لیے بیٹھا ہو کہ اس کی خوشبو سے اس کا اپنا اور تمام اہل مجلس کا دماغ معطر رہے گا۔

۴۔ اپنے مال میں سے صدقہ نکالا جائے، کیونکہ صدقہ نکالنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص کو ہاتھ پاؤں باندھ کر مقتل کی طرف لے چلے ہوں اور وہ کہے کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں؟ چنانچہ وہ اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے دھن دولت قربان کر دے۔

۵۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو۔ دشمن تیزی سے اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ لیکن بھاگنے والا اپنے آپ کو ایک مضبوط قلعے میں محفوظ کر لے۔ بے شک شیطان انسان کا دشمن ہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا ایسا ہے جیسے محکم قلعے میں محفوظ ہو کر شیطان کے حملے سے محفوظ ہو جانا۔

اس کے بعد نبی اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں بھی تمہیں پانچ باتوں کی تاکید کرتا ہوں، جن کا حکم مجھے خدا نے دیا ہے یعنی جماعت، سمع طاعت، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔ پس جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکل گیا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسّی نکال دی۔ ضروری ہے کہ جماعت کا لزوم اختیار کیا جائے۔ جس نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی اس نے جہنم کو ٹھکانا بنایا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اگرچہ وہ شخص نماز روزہ کا پابند ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ وہ نماز اور روزہ کا پابند ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو[1]

یہودیوں کی ناراضی انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت یحییٰ سے بپتسمہ لیا۔ نیز یہ کہ یہودی آپ سے ناراض ہو گئے تھے۔ جب آپ نے خدا کے دین کی منادی شروع کی تو لوگوں سے یہ بھی کہا خدا کا ایک

---

[1] ... ص ۵۲ بحوالہ قصص القرآن جلد ۲ ص ۲۶۹۔

اور پیغمبر آئے گا، جو مجھ سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ یہود کو ان کا یہ اعلان ناگوار گزرا اور ان سے عداوت پیدا ہو گئی۔ ایک دن وہ سب جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ "کیا تو مسیح ہے"؟ حضرت یحییٰ نے فرمایا "نہیں"۔ انھوں نے کہا "کیا تو وہ نبی ہے"؟ آپ نے فرمایا "نہیں"۔ پوچھا "کیا تو ایلیاہ نبی ہے"؟ فرمایا "نہیں"۔ تب وہ کہنے لگے کہ پھر تو کون ہے جو اس طرح منادی کرتا پھرتا ہے اور ہمیں دعوت دیتا ہے؟ حضرت یحییٰ نے جواب دیا کہ میں جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں جو حق کے لیے بلند کی گئی ہے۔ اس کے لیے لوقا کی انجیل کا بیان ملاحظہ فرمایئے:

> اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انھوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انھوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ تمھارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ یہ باتیں یردن کے پار بیت عنیاہ میں واقع ہوئیں جہاں یوحنا بپتسمہ دیتا تھا۔[1]

لوقا کی انجیل میں مذکور ہے:

> جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا کہ میں تو تمھیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ

---

[1] لوقا کی انجیل باب ۱۔ آیات ۱۹ - ۲۸

آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمھیں
روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا[1]

انجیل کے مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق حضرت یحییٰ کا اعلان یہودیوں کو ناگوار گزرتا تھا چنانچہ انھوں نے حضرت یحییٰ سے مختلف سوالات کیے تو ان کا جواب انھیں مطمئن نہ کرسکا اور وہ زیادہ مشتعل ہو گئے۔

واقعہ شہادت | انجیل میں بتایا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ کو گلیل کے یہودی بادشاہ ہیرودیس اینٹی پاس نے شہید کرا دیا۔

یہودیوں کے حاکم ہیرودیس اعظم کی سلطنت اس کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ان میں سے ایک نے جس کا نام ہیرودیس اینٹی پاس تھا اپنے بھائی ہیرودیس فلپ کی بیوی ہیرودیاس کو اغوا کر کے اپنی بیوی بنا لیا تھا۔ ہیرودیس اینٹی پاس جب حضرت یحییٰ سے ملنے کے لیے آیا تو حضرت نے اس کے عمل بد کی سخت مذمت کی اور شادی کو ناجائز بتایا۔ اس وجہ سے ہیرودیس نے انھیں قید کر دیا۔ ہیرودیاس کی ایک بیٹی سلوم تھی۔ ایک موقع پر اس نے ہیرودیس اینٹی پاس کے روبرو رقص کیا جس سے ہیرودیس اتنا خوش ہوا کہا۔ مانگو دونگا۔ سلوم نے حضرت یحییٰ کا سر مانگا۔ اس لیے کہ حضرت نے سلوم کی ماں کی شادی ناجائز قرار دی تھی۔ چنانچہ ہیرودیس اینٹی پاس نے خواہش پوری کر دی[2]

ہیرودیس کے ہاتھوں حضرت یحییٰ کی شہادت کے متعلق انجیل میں مجمل بیانات ملتے ہیں، مثلاً:

۱۔ چوتھائی ملک کے حاکم ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپ کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اور ان سب برائیوں کے باعث جو ہیرودیس نے کی تھیں یوحنا سے ملامت اٹھا کر ان سب سے بڑھ کر یہ بھی کیا کہ اسے قید میں ڈالا[3]

۲۔ حضرت عیسیٰ کی دعوت کا آغاز ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ حضرت یحییٰ مردوں سے جی اٹھے ہیں۔ بعض نے کہا کہ نہیں حضرت الیاسؑ دوبارہ دنیا میں آ گئے ہیں یا پرانے نبیوں میں سے کوئی ظاہر ہوا ہے۔

ہیرودیس نے کہا کہ یوحنا (یحییٰ) کا تو میں نے سر کٹوا دیا اب یہ کون ہے جس کی بابت ایسی باتیں سنتا ہوں[4]

---

[1] انجیل لوقا باب ۳ آیات ۱۵-۱۶۔ [2] بائیبل ڈکشنری اینڈ ایسٹن (EASTON) صفحات ۴۶، ۳۲۶، ۳۸۴، ۵۹۴۔ [3] لوقا کی انجیل باب ۳ آیات ۱۹-۲۰۔ [4] ایضاً باب ۹ آیت ۹۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام

بنی اسرائیل کی اخلاقی اور مذہبی حالت | بنی اسرائیل کی اخلاقی اور مذہبی اصلاح کے لیے وقتاً فوقتاً نبی اور رسول مبعوث ہوتے رہے۔ ان میں سے بعض کی کوششیں کارگر ثابت ہوئیں اور ان کے لائے ہوئے احکام کی تعمیل میں بنی اسرائیل نے دنیا اور دین کو سنوار لیا۔ بعض نبیوں کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ ان کے درپے آزار ہو گئے پھر فسق و فجور کا راستہ اختیار کیا۔ غرض وہ کبھی ایک حالت پر قائم نہ رہے مختلف ادوار میں ان کے مذہبی عقائد اور ان کی اخلاقی کیفیات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔

حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع بن نون کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے تمام کنعان فتح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے کیا تھا کہ میں کنعان کا ملک تجھے اور تیرے بعد تیری اولاد کو دوں گا[1] پورا ہو گیا۔ اور یہی کنعان بنی اسرائیل کی بارہ قوموں (اسباط) میں جو حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھی تقسیم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو نعمتیں نازل کیں اور جیسا سرسبز و شاداب ملک انھیں عطا کیا اس کی جتنی بھی شکر گزاری کی جاتی کم تھی۔ مگر وہ اپنے نبیوں کے احکام پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہے اور جلد گمراہ ہو گئے چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کے ماتحت صرف دو گھرانے رہ گئے۔ ایک یہودا کا گھرانا، دوسرا بنیامین کا گھرانا۔ باقی دس گھرانوں نے اسرائیل کے نام سے الگ سلطنت قائم کی جس کا صدر مقام سامرہ تھا۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل سخت گمراہی اور بت پرستی میں ڈوب گئے۔ چنانچہ ان کی رشد و ہدایت کے لیے حضرت الیاسؑ اور دوسرے پیغمبر بھیجے گئے مگر بنی اسرائیل اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر پھر ذلت و خواری کا دور آ گیا۔ پہلے بابل کے بادشاہ نے ان پر حملہ کر کے تباہ و برباد کیا۔ کچھ مارے گئے کچھ قیدی بنا لیے گئے پھر رومیوں نے چڑھائی کی اور بنی اسرائیل کو محکوم بنا لیا۔

ان حالات میں خدا کے بندوں کی نگاہیں ایک نئے ہادی رہنما کو ڈھونڈ رہی تھیں جو انھیں اس ذلت اور مصیبت کی زندگی سے نجات دے، دین موسوی کی تجدید کرے اور انھیں صحیح راستے پر لگائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مبعوث فرمایا۔

والدہ کو بشارت | حضرت عیسیٰ کی والدہ کا نام مریم تھا جن کے ابتدائی حالات حضرت زکریا کے باب میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ یہاں حضرت مریم کی سیرت کا صرف وہ حصہ جو حضرت عیسیٰ کی ولادت سے تعلق رکھتا ہے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مریمؑ فلسطین کے ایک نواحی گاؤں ناصرہ کی رہنے والی تھیں۔ والدہ نے انھیں ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہ ہیکل کے اندر ایک خلوت کدہ میں مصروف عبادت تھیں۔

---

[1] کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۷۔

ایک مرتبہ حضرت مریم ہیکل کے مشرقی جانب لوگوں کی نگاہوں سے دور بیٹھی تھیں کہ اچانک ایک فرشتہ انسانی ہیئت میں وا ہوا۔ حضرت مریم اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھ کر گھبرائیں اور فرمایا کہ اگر تجھے خدا کا خوف ہے تو میں رحمان کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتے نے جواب دیا کہ میں انسان نہیں بلکہ خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تجھے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے متعجب ہو کر پوچھا کہ نہ مجھے کسی انسان نے چھوا ہے نہ میں کسی برائی کی مرتکب ہوئی ہوں، پھر میرے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرشتہ بولا میں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں اور اس کی طرف سے یہی پیغام ہے کہ تیرے لڑکے کو اپنی قدرت کاملہ کے اعجاز کا نشان بنائے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کے لیے حکم کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ ایسی بات ہے جو ہو کر رہے گی۔ یہ بچہ اللہ کی جانب سے رحمت ثابت ہوگا، اس کا "کلمہ" ہوگا۔ اس کا نام عیسیٰ (یسوع) اور لقب مسیح ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں صاحب وجاہت اور عظمت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی کتاب عطا فرمائے گا، حکمت و دانائی سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے پیغمبر اور رسول کا درجہ حاصل کرے گا۔

قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر دو مقامات یعنی سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں آیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۝ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (آل عمران ع ۵)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے اس کا نام مسیح ہوگا، عیسیٰ بن مریم، دنیا و آخرت میں بڑے مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے اور ماں کی گود میں اور بڑا ہو کر لوگوں سے بات کرے گا اور نیک بندوں میں سے ہوگا۔ مریم نے عرض کیا، مالک میرے بچہ کیسے ہوگا۔ مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کا حکم دیتا ہے تو کہہ دیتا ہے ہو جا وہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے لکھنا (یا آسمانی کتابیں) اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھا دے گا وہ بنی اسرائیل کی طرف (اللہ کا) رسول ہوگا۔

سورہ مریم میں فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۣ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ

(اے پیغمبر ﷺ) قرآن میں مریم کا قصہ بیان کر جب وہ الگ ہو کر پورب کی طرف ایک جگہ جا بیٹھی تو اس نے ان کی طرف سے آڑ کر لی پھر ہم نے اپنی روح (جبرائیل) کو اس کی طرف بھیجا۔ وہ اچھے خاصے پورے آدمی کی شکل بنکر اس کے سامنے آ گیا۔ کہنے لگی میں تجھ سے

الرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا ۝

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحۡمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا ۝

(مریم ع ۲)

خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ اگر تو (خدا سے) ڈرتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس لیے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دیدوں۔ مریم بولی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو، حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں۔ اُس نے کہا ہوگا ایسا ہی۔ تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے لیئے کچھ مشکل نہیں، وہ کہتا ہے یہ اس لیئے ہوگا کہ اُسی (مسیح) کو لوگوں کے لیے ایک نشان بنا دوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہوگا اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہو چکا ہے۔

حضرت عیسٰی کی ولادت کچھ عرصہ بعد حضرت مریم نے اپنے آپ کو حاملہ محسوس کیا تو بہ تقاضائے بشری مضطرب ہوگئیں جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو سوچا کہ اگر اہل قوم میں رہ کر یہ حادثہ پیش آیا تو نہ جانے وہ کیا کیا بہتان باندھیں۔ چنانچہ وہ ایک بیان کے مطابق اپنے وطن ناصرہ چلی گئیں۔ دوسرے بیان کے مطابق کوہِ سراۃ کے ایک غیر آباد ٹیلہ پر جا کر رہنے لگیں جو یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً ۹ میل کے فاصلے پر تھا۔ دردِ زہ کے ساتھ ساتھ ان کا ذہنی اضطراب بھی بڑھتا گیا اور کہنے لگیں کہ کاش! میں بچے کی ولادت سے پہلے مر چکی ہوتی اور لوگ مجھے بھول چکے ہوتے۔ اللہ تعالٰے نے اس اضطراب اور بے چارگی کی حالت میں حضرت مریم کی ڈھارس بندھائی۔ اس موقعہ پر فرشتے نے پکارا کہ اے مریم! غم نہ کر، کھجور کا تنہ جس کے سہارے وہ لیٹی ہوئی تھیں، پکڑ کر ہلا۔ تجھ پر پکے اور تازہ خوشے گریں گے انھیں کھا پی اور بچے کی دید سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر اور رنج و غم بھول جا۔

غیب کی اس آواز سے حضرت مریم کے دل کو راحت پہنچی اور ہمت بندھی۔ وہ نومولود کو دیکھ دیکھ کر شاد کام ہونے لگیں۔ تاہم یہ خیال ہر وقت کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا کہ اگرچہ خاندان اور قوم میری عصمت اور پاکدامنی سے واقف ہے پھر بھی کسی بچے کا بن باپ پیدا ہونا ان کے لیے ایک نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ یہ تعجب ان کے دل سے کیسے مٹایا جائیگا؟

اللہ تعالٰے نے فرشتہ کے ذریعے سے پھر پیغام بھیجا کہ اے مریم جب تو اپنی قوم میں جائے اور وہ تجھ سے اس بچے کی ولادت کے متعلق دریافت کریں تو انھیں اشارے سے[۱] بتانا کہ میں روزہ دار ہوں اس بچے سے پوچھ لو یہ خود ہی اپنی کیفیت بتا دے گا تب تیرا رب اپنی قدرت کاملہ کا نشان ظاہر کر کے ان کی حیرت دور کر دے گا۔

اللہ کا حکم پا کر حضرت مریم بچے کو لیکر قوم میں چلی آئیں تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا اور بولے: اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدچلن تھی۔ پھر یہ تو کیا کر بیٹھی۔ تو نے تو ہماری تہمت کا کام کیا۔

حضرت مریم نے حکم الٰہی کے مطابق لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ اسی سے پوچھ لو۔ وہ کہنے لگے ہم ایک شیر خوار بچے

---

[۱] بنی اسرائیل میں روزہ کے ساتھ خاموشی بھی عبادت میں شامل تھی۔

ت کیسے باتیں کرسکتے ہیں؟ مگر بچہ فوراً بول پڑا: "میں اللہ کا بندہ ہوں - اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی ہے۔ نبی بنایا ہے اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کسی جگہ ہوں، اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا ہے۔ ایسا نہیں کیا کہ خود سر اور نافرمان ہوتا۔ مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے۔ جس دن پیدا ہوا جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

سورۃ انبیاء، تحریم، مریم اور المومنون چار مقامات پر ان تفصیلات کا ذکر ہے:۔

سورہ انبیاء میں مذکور ہے:۔

وَالَّتِىٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا
مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
(انبیاء ع ۶)

اور اس عورت کا معاملہ جس نے اپنی پاک دامنی کو قائم رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے لڑکے کو دنیا والوں کے لیے نشان ٹھہرایا۔

سورۃ تحریم میں فرمایا:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِىٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا
فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (تحریم ع ۲)

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو قائم رکھا۔ پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝
فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ
قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا ۝ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ
جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ
بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝
فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ
فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ
نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ
اِنْسِيًّا ۝ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا
يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝
يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا۔ وہ لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی۔ اُسے دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا۔ اس نے کہا، کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی، میری ہستی لوگ بھول گئے ہوتے۔ اس وقت (فرشتے نے) اسے نیچے سے پکارا، غمگین نہ ہو، تیرے پروردگار نے تیرے لیے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گریں گے۔ کھا، پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے تو کہہ دے (اشارے سے) میں نے خدائے رحمان کے حضور روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کر سکتی۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کے ساتھ اپنی قوم کے پاس آئی۔ لڑکا اس کی گود میں تھا۔ لوگ بول اٹھے۔ مریم! تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون

امْرَأَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝

(مریم ع ۲)

کی بہن! نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا، نہ تیری ماں بدچلن تھی۔ اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ اس سے حقیقت پوچھ لو) لوگوں نے کہا بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے۔ مگر لڑکا بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا، اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ ہوں۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں۔ یہی میرا شعار ہو اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا، ایسا نہیں کیا کہ خود سر اور نافرمان ہوتا۔ مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے جس دن پیدا ہوا جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ کیا جاؤں گا۔

سورہ المومنون میں فرمایا:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ (المومنون ع ۳)

اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں (مریم) کو نشانی بنایا اور انھیں ایک ٹیلے پر جگہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور وہاں کا پانی صاف تھا۔

لوگوں نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے جب ایسی باتیں سنیں تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے انھیں یقین ہوگیا کہ حضرت مریم بُرائی اور گناہ سے پاک ہیں اور اس بچہ کی پیدائش اللہ کی طرف سے ایک نشان اور معجزے کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ عجیب وغریب خبر ملک کے دُور دراز حصوں میں بھی جا پہنچی۔ اس زمانے میں رومیوں کی طرف سے بنی اسرائیل کا جو حاکم مقرر تھا اس کا نام ہیرودیس تھا۔ ہیرودیس اگرچہ خود بنی اسرائیل میں سے تھا تاہم رومیوں کی خوشنودی کی خاطر وہ ان پر ظلم کیا کرتا تھا حضرت مریم کو بتایا گیا کہ حضرت عیسٰے کے متعلق ہیرودیس کے ارادے اچھے نہیں اور وہ اس مقدس بچے کا دشمن ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت مریم کو مشورہ دیا کہ بہتر یہی ہے کہ حضرت عیسٰی کو یہاں نہ رکھا جائے، کہیں ہیرودیس اسے نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ حضرت مریم بچے کو لیکر مصر چلی گئیں اور ہیرودیس کے مرنے کے بعد واپس آئیں۔ اس وقت حضرت عیسٰے نوجوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔

نبوت حضرت عیسٰی شروع ہی سے نہایت پاکباز، ہوشیار اور ذہین تھے۔ والدہ کی طرح عبادت کا بہت شوق تھا۔ بیشتر وقت یادِ الٰہی میں گزارتے۔ حکمت اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ تیرہ چودہ برس کی عمر میں یروشلم کے بڑے بڑے عالموں کو اپنی حکیمانہ باتوں سے حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ تیس برس کی عمر میں اللہ تعالےٰ نے انھیں منصب نبوت سے نوازا۔ اسی وقت سے یہ طریقہ اختیار کیا کہ گاؤں گاؤں اور بستی بستی پھرتے لوگوں کو جمع کر کے انھیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ زبان میں تاثیر ایسی تھی کہ لوگ وعظ سننے کے لیئے کھچے

چلے آتے تھے۔

معجزات اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب وہ کسی قوم یا تمام کائناتِ انسانی کے لیے کسی کو مصلح، پیغمبر یا رسول بنا کر بھیجتا ہے تو اسے محکم دلائل و براہین اور آیات اللہ (معجزات) دونوں سے نوازا جاتا ہے۔ ایک طرف وہ وحی الٰہی کے مطابق اوامر و نواہی اور بہترین دستورِ حیات پیش کرتا ہے اور اس کے لیے مضبوط دلائل بیان کرتا ہے تو دوسری طرف اپنی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں ضرورت کے وقت خدائی نشانات یا معجزات کا مظاہرہ بھی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر پیغمبر کو اسی قسم کے معجزات اور نشانات عطا ہوتے ہیں جو اس زمانے کی ضرورت کے عین مطابق ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں علم نجوم اور علم کیمیا کا بہت زور تھا۔ وہ لوگ کواکب پرست تھے اور سورج کو سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے کیونکہ وہ حرارت اور روشنی دونوں کا حامل تھا۔ اسی بنا پر آگ کو اس کا مظہر جان کر اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس عقیدہ کو باطل ٹھیرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا اور کواکب پرست بادشاہ اور اس کی قوم اس خدائی مظاہرہ کے سامنے عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئی۔

اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں مصریوں کو سحر اور جادو میں کمال حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون نے جادوگر بلائے تو حضرت موسیٰ نے عصا کے معجزہ سے انھیں بے بس کر کے رکھ دیا اور وہ سب پکار اُٹھے کہ بلاشبہ یہ جادو نہیں بلکہ انسانی طاقت سے بالاتر مظاہرہ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طب اور علم طبیعات عروج پر تھے۔ یونان کے اطباء، حکما اور فلاسفروں کے نظریات اور ان کے کمالات سے گرد و پیش کی ساری دنیا متاثر ہو چکی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو جہاں حجت و برہان (انجیل) اور حکمت سے نوازا وہاں انھیں اس زمانے کے مطابق چند ایسے معجزات بھی عطا فرمائے جو اس عہد کے اربابِ کمال اور پیروؤں پر اثر انداز ہو سکیں۔

قرآن عزیز نے حضرت عیسیٰؑ کے چار معجزوں کا ذکر کیا ہے اوّل مُردے کو زندہ کرنا۔ دوم پیدائشی اندھے کو بینائی اور جذامی کو شفا دینا۔ سوم مٹی سے پرندے بنانا اور ان میں پھونک کر روح ڈال دینا۔ چہارم یہ بتا دینا کہ کسی نے کیا کھایا، کیا خرچ کیا اور کیا گھر میں کوئی ذخیرہ رکھا ہے۔

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کے ان چار معجزات کا ذکر سورۂ آل عمران اور مائدہ میں کیا ہے۔

سورہ آل عمران میں مذکور ہے :-

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ	اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب، حکمت، تورات اور انجیل اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے کہ) بیشک میں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی جانب سے نشان لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی شکل بنا تا پھر اس میں

فِيهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

(آل عمران ع ۵)

پھونک مارتا ہوں اور خدا کے حکم سے زندہ پرندہ بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو سوانکھا کر دیتا اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آتے ہو، اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان امور میں نشان ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ بعض چیزوں کو جو تم پر حرام ہوگئیں تمھارے لیے حلال کر دوں۔ تمھارے پروردگار کے پاس سے نشان لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمھارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

سورۂ مائدہ میں فرمایا:۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۔

(المائدہ ع ۱۵)

(اور اے عیسیٰ بن مریم تو میری اس نعمت کو یاد کر) جبکہ تو میرے حکم سے گارے سے پرند کی شکل بنا دیتا اور پھر اس میں پھونک دیتا تھا اور وہ میرے حکم سے زندہ پرند بن جاتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے پیدائشی اندھے کو سوانکھا اور سپید داغ کے کوڑھ کو اچھا کر دیتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے مردے کو زندہ کر کے (قبر سے) نکالتا تھا۔

حضرت کی تعلیمات حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی اعتقادی اور عملی گمراہیاں حد سے بڑھ چکی تھیں۔ اعتقادات کے لحاظ سے ان میں کئی نظریات کے لوگ تھے۔ بعض کہتے تھے کہ انسان کے اچھے برے اعمال کی جزا اسی دنیا میں اُسے مل جاتی ہے، قیامت، جزا و سزا اور حشر نشر سب غلط باتیں ہیں۔ بعض ان باتوں کو تو مانتے تھے لیکن زہادت کی زندگی پر زور دیتے تھے۔ بستیوں سے الگ خانقاہوں، جھونپڑیوں اور جنگلوں میں رہنا (ترک دنیا) ان کے نزدیک نجات کے لیے ضروری تھا۔ بظاہر ان کا یہ طریق زاہدانہ نظر آتا لیکن درپردہ وہ ترک دنیا کی آڑ میں فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے۔

بعض گروہوں نے ہیکل کی خدمت اور دوسری مذہبی رسومات کو تجارت بنا رکھا تھا۔ نذر اور بھینٹ کے طریقوں سے وہ دنیا کماتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے تورات کے احکامات میں تحریف کر کے اپنی معیشت کے راستے نکال رکھے تھے۔ یہ لوگ کاہن کہلاتے تھے۔

بعض لوگ مذہب کے اجارہ دار بن بیٹھے تھے۔ وہ اپنے معتقدین کو اتنا متاثر کر چکے تھے کہ مذہب کے معاملے میں ہر قسم

کے اختیارات سنبھال لیے تھے۔ حلال وحرام، احکام دین میں اضافے اور کمی غرض ہر بات کے مجاز تھے۔ جسے چاہتے جنت کا پروانہ دیتے جسے چاہتے جہنمی قرار دے دیتے۔ یہ لوگ احبار یا فقیہ کہلاتے تھے۔ انھوں نے تورات کے احکام کو یکسر مسخ کر کے رکھ دیا۔

ان حالات میں حضرت عیسٰےؑ بنی اسرائیل کی رہبری کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ اللہ تعالٰے نے ان پر انجیل نازل فرمائی جو دراصل دین موسوی ہی کی تجدید پر مبنی تھی۔ انھوں نے ہر گروہ کے فاسد عقاید واعمال کا جائزہ لیا۔ ان کے عیوب پر نکتہ چینی کی۔ انھیں اصلاح حال کی ترغیب دی۔ ان کا رشتہ خالق حقیقی سے جوڑا۔ تورات، انجیل اور عکیمانہ پند ونصائح کے ذریعہ انھیں توحید الہٰی، آخرت پر ایمان، قضا وقدر پر ایمان، خدا کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان، خلق خدا سے محبت، یاد الہٰی سے رغبت ترک دنیا سے اجتناب اور دنیا میں انہماک سے نفرت کی تعلیم وتلقین کرتے رہے مگر ایک مختصر جماعت کے سوا سب نے ان کی مخالفت کی اور ان کے خلاف حسد وبغض کو اپنا شعار بنا لیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○

(المائدہ ع ۱۵)

اور (اے عیسٰی وہ وقت یاد کر) جب کہ میں نے حواریوں کی جانب (تیری معرفت) یہ وحی کی کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ تو انھوں نے جواب دیا ہم ایمان لائے اور اے خدا گواہ رہنا کہ ہم بلاشبہ مسلمان ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ○ (الصافات ع ۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ کے راستے میں کون میرا مددگار ہے تو حواریوں نے جواب دیا ہم ہیں (اللہ کی راہ میں) مددگار پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لائی اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا سو ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی پس وہ غالب رہے۔

حضرت عیسٰےؑ کے حواری بیشتر غریب اور مزدور طبقہ کے لوگ تھے اس کے برعکس مخالفین میں بڑے بڑے رؤسا، امراء، اثر ورسوخ کے مالک اور طاقتور افراد شامل تھے۔ جو ان غریب انسانوں کا تمسخر اڑاتے اور دین حق کی اشاعت کے راستے میں رخنے ڈالتے۔ اس نازک وقت میں حواریوں نے اولوالعزمی اور فداکارانہ جذبہ کے ساتھ استقامت دین اور مخلصانہ ایمان کی شہادت دے کر مدد کا پورا پورا یقین دلایا۔

نزولِ مائدہ حضرت کے حواری سب کے سب غریب اور سادہ لوگ تھے۔ ضروریاتِ زندگی کے لحاظ سے بے سروسامان۔ اس لیے انھوں نے سادگی میں حضرت عیسٰے سے درخواست کی کہ جس خدا نے آپ کو ایسے عظیم الشان معجزے عطا فرمائے ہیں اسی کے ہاتھ میں یہ قدرت بھی ہوگی کہ وہ ہمارے لیے رزق کا سامان مہیا کر دے۔ اگر غیب سے ہمارے لیے ایک دسترخوان آجایا کرے تو ہم فکرِ نان سے آزاد ہو کر اطمینان سے دین حق کی دعوت و تبلیغ میں سرگرم عمل ہو سکیں گے۔ حضرت عیسٰی نے انھیں سمجھایا کہ اگرچہ اللہ کے لیئے یہ ایک نہایت ادنیٰ کام ہے لیکن بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اسے اس طرح آزمائے۔ حواری بولے ہمیں اللہ تعالےٰ کی آزمائش مقصود نہیں بلکہ حقیقت میں ہم حصولِ رزق کی جد و جہد سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری دینی سرگرمیوں کے راستے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

حواریوں کے اصرار پر حضرت عیسٰے نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اے عیسٰی میں آسمان سے خوان نازل کر دوں گا لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی حواری نے راہِ حق سے انکار کیا یا خدا کے فرمان کی خلاف ورزی کی تو پھر انھیں ایسا ہولناک عذاب دیا جائے گا جو کائنات میں کسی انسان کو نہ ملا ہوگا۔

قرآن مجید میں نزولِ مائدہ کا واقعہ اس طرح مذکور ہے:۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اور جب حواریوں نے کہا تھا اے عیسٰی بن مریم کیا تمھارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار دے؟ (یعنی ہمارے لیے خوراک کا آسمان پر سے انتظام کر دے) عیسٰے نے کہا ڈرو اللہ سے (اور ایسی فرمائش نہ کرو) اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ انھوں

قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

نے کہا (مقصود اس سے قدرتِ الٰہی کا امتحان نہیں) ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل آرام پائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہمیں سچ بتایا تھا اور اس پر ہم گواہ ہو جائیں۔ اس پر عیسٰی بن مریم نے دعا کی اے اللہ! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج دے کہ اس کا آنا ہمارے لیئے اور ہمارے اگلے اور پچھلوں سب کے لیے عید قرار پائے اور تیری طرف سے (فضل و کرم کی) ایک نشانی ہو۔ ہمیں روزی دے تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے

قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ (مائدہ ع ۱۵)

فرمایا میں تمھارے لیے خوان بھیجوں گا، لیکن جو شخص اس کے بعد بھی (راہِ حق سے) انکار کرے گا تو میں اسے (پاداش میں) عذاب دوں گا۔ ایسا عذاب کہ تمام دنیا میں کسی آدمی کو بھی ویسا عذاب نہیں

دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں کہ خوان اترا یا نہ، لیکن تفسیر کی تقریباً سب کتابوں میں خوان کے متعلق جو تفاصیل آئی ہیں، ان کا ماحصل یہ ہے کہ خدا کے فرشتے آسمان سے خوان لے کر اترے۔ اُدھر فرشتے خوان لیئے آرہے تھے اِدھر حضرت عیلےٰ خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا تھے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اور خوان کھولا جس میں تلی ہوئی مچھلیاں، تر و تازہ پھل اور روٹیاں تھیں۔ خوان کھولتے ہی ایسی نفیس خوشبو نکلی کہ اس کی مہک نے دل و دماغ کو معطر کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو کھانا شروع کرنے کو کہا۔ مگر انھوں نے اصرار کیا کہ آپ پہل کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تم لوگوں کی فرمائش پر اترا ہے لہذا اسے تم ہی کھاؤ مگر انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا، تب حضرت عیلےٰ کے حکم سے وہ کھانا غربا اور مساکین میں تقسیم کیا گیا۔

پہاڑی کا وعظ حضرت عیلیٰ نے نہ شادی کی، نہ اپنے لیئے مستقل طور پر کوئی مسکن بنایا۔ جگہ جگہ گھومتے، قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے۔ جہاں کہیں رات ہو جاتی، ٹھہر جاتے اور صبح پھر اپنے کام پر لگ جاتے۔ جس طرف سے ان کا گزر ہوتا لوگوں کا انبوہ لگ جاتا اور عقیدت مند والہانہ محبت سے ان پر نثار ہونے کو تیار ہو جاتے۔

ایک موقعہ پر جب بہت سے لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور وعظ فرمایا۔ حضرت عیلیٰ کا یہ وعظ بہت مشہور اور طویل ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں، کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو رحم دل ہے کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہے وہ جو پاک دل ہے کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔

...... یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا وہ سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا ...... جب تک تو اپنے مدعی کے ساتھ راہ میں ہے اس سے جلد صلح کر لے۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا زنا نہ کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ ڈالی وہ اپنے دل میں اس

کے ساتھ زنا کر چکا۔

پھر تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا، بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لیے پوری کرنا، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے ......

جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔

تم سن چکے ہو، کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو۔

خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کو دکھانے کے لیے نہ کرو۔ پس جب تو خیرات کرے تو اپنے سامنے نرسنگا نہ بجوا۔ جیسا کہ ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں ......

اور جب تم دعا کرو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو ...... اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ (خدا) سے جو پوشیدگی میں ہے دعا کر۔ اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور اپنا منہ دھو۔

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کر، جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو، جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے۔ کل کے لیے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لیے آپ فکر کرے گا۔

رہبانیت کی تعلیم

عیب جوئی نہ کرو کہ تمھاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے ۔ پاک چیز کتوں کو
نہ دو ، اور اپنے موتی سوٗروں کے آگے نہ ڈالو ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان
کو پاؤں تلے روندیں اور پلٹ کر تم کو پھاڑیں ۔
مانگو تو تم کو دیا جائے گا ، ڈھونڈو تو پاؤ گے ، دروازہ کھٹکھٹاؤ
تو تمھارے واسطے کھولا جائے گا ۔ اچھا درخت بُرا پھل نہیں لاتا اور
بُرا درخت اچھا پھل نہیں لاتا ۔ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا
اور آگ میں ڈالا جاتا ہے [1]

حضرت عیسٰی اس طویل تقریر کے بعد جس کا ملخص اوپر پیش کیا گیا ہے ۔ پہاڑ پر سے اترے ۔ بھیڑ اُن کے ساتھ ہو گئی ۔ آپ حسب معمول مختلف علاقوں میں گھوم پھر کر تبلیغ کا حق ادا کرتے رہے ۔

حضرت عیسٰی صلیب پر | چونکہ آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اور لوگوں میں آپ بہت زیادہ ہر دلعزیز ہو گئے تھے ۔ اس لیے یہود کے دلوں میں کینہ اور بغض نے زیادہ شدت اختیار کر لی ۔ سرداروں ، نقیبوں اور دوسرے مخالفوں نے سوچا کہ حضرت عیسٰی کو ختم کیے بغیر چارہ نہیں ۔ چنانچہ طے پایا کہ بادشاہِ وقت کو حضرت کے خلاف اکسا کر انھیں دار پر چڑھا دیا جائے ۔

پیلاطیس یہودیہ کے اکثر علاقہ کا گورنر تھا ۔ یہود اگرچہ اس سے متنفر تھے لیکن حضرت عیسٰی کی عداوت میں اندھے اور انجام و نتیجہ سے بے پروا ہو کر پیلاطیس کے دربار میں پہنچے اور کہا کہ یہ شخص نہ صرف ہمارے لیے بلکہ تمھاری حکومت کے لیے بھی مستقل خطرے کا باعث بنا ہوا ہے ۔ اگر اس کا استیصال نہ کیا گیا تو نہ صرف ہمارا دین تباہ ہو جائیگا ، بلکہ تمھاری حکومت کی بھی خیر نہیں ۔ اس نے عجیب وغریب شعبدے دکھا کر عام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور ہر وقت اس تاک میں لگا رہتا ہے کہ قوت حاصل کر کے خود بنی اسرائیل کا بادشاہ بن جائے ۔ بہتر یہی ہے کہ اس فتنے کو ابھی ابتدا ہی میں کچل دیا جائے ورنہ بعد میں کچھ نہ ہو سکے گا ۔

پیلاطیس ان کی باتوں میں آگیا اور حضرت عیسٰی کو گرفتار کر کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا ۔ چونکہ عوام میں حضرت عیسٰی بہت ہر دلعزیز تھے اور ان کے پیرو اُن پر جان تک دینے کو تیار رہتے تھے ۔ اس لیے دشمنوں نے سوچا کہ انھیں اعلانیہ گرفتار کرنے کی بجائے تنہائی اور علیحدگی میں گرفتار کیا جائے تاکہ بلوہ نہ ہو سکے ۔ چنانچہ وہ موقع کی تاک میں لگ گئے ۔

یوحنا کی انجیل کا بیان ہے :

پس سرداروں ، کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے
لوگوں کو جمع کر کے کہا ہم کرتے کیا ہیں ؟ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا
ہے اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے آئینگے

---

[1] متی کی انجیل باب ۵ تا ۷ ۔

اور رومی آکر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کرلیں گے اور ان میں سے
کائفا نام ایک شخص نے جو اسی سال سردار کاہن تھا، ان سے کہا تم کچھ
نہیں جانتے اور نہ سوچتے ہو کہ تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی
امت کے واسطے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔[1]

مرقس کی انجیل کا بیان ہے:

دو دن کے بعد فسح اور عید فطیر ہونے والی تھی اور سردار کاہن اور فقیہ
موقع ڈھونڈ رہے تھے کہ اسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔
کیونکہ کہتے تھے کہ عید میں نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے۔[2]

حضرت عیسٰی نے جب یہود کی ان معاندانہ سرگرمیوں کو محسوس کیا تو حواریوں کو جمع کر کے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں اور کاہنوں کے خطرناک منصوبوں سے تم بے خبر نہ ہو گے، اب آزمایش اور امتحان کی گھڑی آپہنچی ہے۔ تم میں سے کون اس آڑے وقت میں سینہ سپر ہو کر خدا کے دین کا حامی و ناصر بننے کو تیار ہے۔ سب نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ یک زبان ہو کر کہا ہم خدائے واحد کے پرستار آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لا چکے ہیں اور ہم ہی اس کی حمایت و نصرت کریں گے۔

یہود تو ہر وقت عیسٰیؑ کو تنہائی میں پکڑنے کا موقعہ دیکھ رہے تھے۔ جب انھیں اطلاع ملی کہ حضرت عیسٰی لوگوں سے الگ ایک جگہ اپنے حواریوں کے ساتھ موجود ہیں، یہی انھیں گرفتار کرنے کا مناسب موقع ہے۔ چنانچہ انھوں نے محاصرہ کر کے انھیں گرفتار کر لیا اور پلاطیس کے پاس لے آئے۔ پلاطیس نے انھیں بے قصور سمجھ کر چھوڑ دینا چاہا۔ مگر شر پسندوں کے اصرار کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ چنانچہ مجبوراً انھیں سپاہیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ حاسد اور بد طینت سپاہیوں نے انھیں کانٹوں کا تاج پہنایا، منہ پر تھوکا، کوڑے لگائے اور مجرموں کی طرح سولی پر لٹکا دیا۔ اس زمانے میں پھانسی صلیب کے ذریعہ دی جاتی تھی۔ صلیب لکڑی کا ایک لمبا تختہ ہوتا تھا جس کے اوپر کے حصے میں ایک دوسرا آڑا تختہ لگا ہوتا تھا۔ اس کی صورت یوں ✝ ہوتی تھی جسے پھانسی دینی ہوتی اُسے صلیب پر اس طرح لٹکایا جاتا کہ اس کی پشت اس مقام پر آجاتی جہاں دونوں تختے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور دونوں ہاتھ آڑے تختے پر دونوں طرف پھیلا دئے جاتے، ہتھیلیوں میں میخیں ٹھونک کر انھیں تختوں کے ساتھ جڑ دیا جاتا۔ بعض اوقات ٹخنوں میں بھی میخیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ اس حالت میں مجرم کو کئی دن تک صلیب پر ہی ٹنگا رہنے دیا جاتا یہاں تک کہ تکلیف، بھوک اور پیاس سے اس کی جان نکل جاتی۔

حضرت عیسٰیؑ کو بھی اسی طریقہ سے صلیب پر لٹکایا گیا۔ دونوں ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور پسلی کو برچھی کی انی سے چھید دیا گیا

---

[1] باب ۱۱ آیات ۴۸ تا ۵۰۔ [2] باب ۱۴ آیات ۱-۲۔

اسی کس مپرسی کی حالت میں انھوں نے جان دی۔

متی، یوحنا، مرقس اور لوقا کی انجیلوں میں حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دیئے جانے کی داستان پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ چاروں انجیلوں کا بیان قریباً ایک سا ہے۔ انجیل متی کا بیان ہے:

اور یسوع کے پکڑنے والے اُسے کائفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے جہاں فقیہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے .... اور سردار کاہن اور سب صدر عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے لئے اس کے خلاف جھوٹی گواہی ڈھونڈھنے لگے، مگر نہ پائی، گو بہت سے جھوٹے گواہ آئے۔ ...... سردار کاہن نے اس سے کہا میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے ....

اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر بکا ہے اب ہمکو گواہوں کی کیا حاجت رہی، دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے اب تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا کہ وہ قتل کے لائق ہے اس پر انھوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا ہے؟ ....

جب صبح ہوئی تو سب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں اور اسے باندھ کر لے گئے اور پیلاطس حاکم کے حوالہ کیا ....

اور حاکم کا دستور تھا کہ عید پر لوگوں کی خاطر ایک قیدی جسے وہ چاہتے تھے چھوڑ دیتا تھا۔ اس وقت برابا نام ان کا ایک مشہور قیدی تھا پس جب وہ اکٹھے ہوئے تو پیلاطس نے ان سے کہا تم کسے چاہتے ہو کہ میں تمھاری خاطر چھوڑ دوں۔ انھوں نے کہا برابا کو۔ پیلاطوس نے ان سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں؟ سب نے کہا وہ مصلوب ہو۔ اس نے کہا کیوں اس نے کیا برائی کی ہے۔ مگر وہ اور بھی چلا چلا کر کہنے لگے وہ مصلوب ہو۔ جب پیلاطس نے دیکھا کہ

کچھ بن نہیں پڑتا، بلکہ الٹا بلوا ہوتا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں۔ تم جانو۔ لوگوں نے جواب میں کہا اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر۔ اس پر اس نے برابا کو ان کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالے کیا کہ مصلوب ہو۔

اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا۔ اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگا کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! آداب، اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ کو اس پر سے اتار کر پھر اسی کے کپڑے اسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو لے گئے .... اس وقت اس کے ساتھ دو ڈاکو مصلوب ہوئے ایک دہنے اور ایک بائیں اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے اس نے اوروں کو بچایا، اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اتر آئے، تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر بھروسہ کیا ہے اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اسے چھڑا لے کیوں کہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔

اور دوپہر سے لے کر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھا رہا تھا اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا:

"ایلی، ایلی، لما سبقتنی"؟ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا
تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض
نے سنکر کہا یہ ایلیاہ کو پکارتا ہے ....

یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلّا کر جان دے دی [1]

رفع الی السّماء سورۂ نساء میں بنی اسرائیل کے جرائم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

(نساء ع ۲)

اور ان (بنی اسرائیل) کا یہ کہنا کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو (جو خدا کے رسول ہونے کا دعوے کرتے تھے، سولی پر چڑھا کر) قتل کیا حالانکہ واقع یہ ہے کہ نہ انھوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہوگئی (صورت حال ایسی ہو گئی کہ انھوں نے سمجھا ہم نے مسیح کو مصلوب کر دیا، حالانکہ نہیں کر سکتے تھے) اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا (عیسائیوں نے جو کہتے ہیں مسیح مصلوب ہوئے اور اس کے بعد زندہ ہو گئے) تو بلاشبہ وہ بھی شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ گمان کے سوا کوئی علم ان کے پاس نہیں اور یقیناً یہودیوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ سب پر غالب ہونے والے اور (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ کیا تھے؟ نصاریٰ میں بعض یہ کہتے تھے کہ اللہ ہی ہے جو حضرت مسیح کی صورت لے کر دنیا میں آیا ہے بعض نے انھیں روح القدس اور خدا کا بیٹا کہا۔ بعض انھیں خدا کا جزو کہتے تھے جیسا کہ آجکل عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں مل کر خدا ہیں (تثلیث کا عقیدہ) نجران کے عیسائی اسی عقیدہ پر رسول اکرمؐ سے بحث کرتے رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا وہ خدا ہیں۔ کوئی کہتا تھا وہ خدا کے فرزند ہیں، کوئی کہتا تھا تین میں کے ایک ہیں۔

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق نصاریٰ کے ان باطل عقائد کی واضح انداز میں تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ وہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے اور نہ کچھ اور، بلکہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔

اس سلسلے میں قرآن کے بیانات حسب ذیل ہیں:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ

اور انھوں نے کہا اللہ نے "بیٹا" بنالیا ہے۔ وہ ذات تو

[1] باب ۲۶، آیات ۵۷ - ۶۸، باب ۲۷ آیات ۱ - ۵۰۔

بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

(البقرہ)

تو ان باتوں سے پاک ہے بلکہ (اس کے خلاف) اللہ کے لیئے ہی ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے ہر شے اللہ کے لیے تابعدار ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

(آل عمران ع ۶)

بلاشبہ عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْــٴًـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(المائدہ ع ۳)

بلاشبہ ان لوگوں نے کفر اختیار کیا جنھوں نے یہ کہا بے شک اللہ وہی مسیح بن مریم ہے۔ کہد یجیے کہ اگر اللہ یہ ارادہ کرلے کہ مسیح بن مریم، مریم اور کائنات زمین پر جو کچھ بھی ہے سب کو ہلاک کر ڈالے تو کون شخص ہے جو اللہ سے کسی شے کے مالک ہونے کا دعوے کر سکے اور اللہ کے لیے ہی بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے اسے پیدا کر سکتا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔ (المائدہ ع ۱۰)

بلاشبہ ان لوگوں نے کفر اختیار کیا جنھوں نے کہا بلاشبہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے یہ کہا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے بیشک جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھیراتا ہے پس یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (النساء ع ۲۳)

اے اہل کتاب اپنے دینی معاملے میں حد سے نہ گزرو۔ اور اللہ کے بارے میں حق کے ماسوا کچھ نہ کہو۔ بلاشبہ مسیح بن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم پر ڈالا اور اسی کی روح ہیں پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (اقانیم) نہ کہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ تمھارے لیے بہتر ہوگا بلاشبہ اللہ خدائے واحد ہے۔ پاک ہے اس سے کہ اس کا بیٹا ہو اسی کے لیے ہے جو کچھ بھی ہے آسمانوں اور زمین میں اور کافی ہے

اللہ وکیل ہو کر۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ

(المائدہ ع ۱۰)

مسیح بن مریم (خدا) نہیں ہیں مگر خدا کے رسول۔ بلاشبہ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ ہیں یہ دونوں کھانے کھاتے تھے (یعنی دوسرے انسانوں کی طرح کھانے پینے کے سلسلہ میں وہ بھی محتاج تھے)

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ○

(النساء ع ۲۴)

ہرگز مسیح اس سے ناگواری اختیار نہیں کرے گا کہ وہ اللہ کا بندہ کہلائے اور نہ مقرب فرشتے، حتیٰ کہ روح القدس جبریل پاک" بھویں چڑھائیں گے اور غرور اختیار کرے تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو اپنی جانب اکٹھا کرے گا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ○ (توبہ ع ۵)

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ ریس کرنے لگے ہیں اگلے کافروں کی بات کی۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ؐ کے متعلق حضرت عیسیٰ کی بشارت سورۃ الصف میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے دعوتِ حق کے دوران اپنی قوم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیش گوئی بھی فرمادی تھی۔ کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام "احمدؐ" ہوگا۔

فرمایا:۔

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ

(الصف ع ۱)

اے بنی اسرائیل بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبرؑ ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سامنے ہے اور بشارت سنانے والا ہوں ایک پیغمبرؐ کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمدؐ ہے۔

اہم خصوصیات حضرت عیسیٰ جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے۔ قرآنِ کریم میں جن پاک ہستیوں کے واقعات سے زیادہ بحث کی گئی ہے ان میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی مقدس ہستیاں زیادہ نمایاں ہیں۔ دعوت وتبلیغ کے واقعات، قوم کی نافرمانی، دشمنانِ دین سے مقابلہ، پیہم مصائب و آلام اور صبر و استقلال وغیرہ تمام کوائف و حالات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت نبی کریمؐ کے درمیان بہت زیادہ مشابہت و مناسبت پائی جاتی ہے اور یہ تمام تر باتیں

اوران سے پیدا شدہ نتائج بصرت وعبرت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

جس طرح حضور نبی کریمؐ خاتم الانبیاء ورسل ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ علما اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اکرمؐ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اور یہ درمیانی مدت قریبًا پانچ سو ستر سال ہے۔

حضرت عیسیٰؑ مجدد انبیاء بنی اسرائیل بھی ہیں۔ اس لیے کہ انھیں نبوت ورسالت کا مقام امامت حاصل ہے۔ تورات کے بعد بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لیے انجیل سے زیادہ عظیم المرتبہ دوسری کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نزول انجیل کا یہ شرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا۔

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں سورہ الصف کی آیت سے ظاہر ہے حضرت عیسیٰؑ حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مبشر ہیں۔ انھوں نے حضور نبی کریمؐ کی آمد کا مژدہ اپنی قوم کو سنایا۔

چنانچہ یوحنا کی انجیل باب ۱۶۔ آیات ۷ تا ۱۴ میں مذکور ہے :۔

(۱ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمھارے پاس نہ آئیگا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا، گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راستبازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھیرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر تم اب ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کریگا۔

یا اللہ جل جلالہ
عم نوالہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے
یا نانا ئم آل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ؔ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجالا کر دے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
اور بے شک ہم نے تجھے سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تمہید | قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی ہادی، رہنما، مصلح، نبی یا رسول نہ بھیجا ہو۔ یعنی جب کسی قوم نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو اسے راہِ ہدایت پر لگانے کے لیے انبیاء اور رسول آئے۔ انھوں نے فرائض کی انجام دہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور حکم الٰہی کے مطابق خلقِ خدا کو برائیوں سے ہٹا کر نیکی کے راستے پر لگانے کی کوششیں کیں۔ ان کی کوششوں میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوتے رہے مگر انسان جو فطرتاً متلون مزاج واقع ہوا ہے۔ کبھی ایک حالت پر قائم نہ رہا۔ ایک قوم جب اپنے مصلح کی کوششوں سے سدھر جاتی تو جلد یا بہ دیر پھر راہِ حق چھوڑ کر ذلت کی وادیوں میں بھٹکنے لگتی۔ اس ضمن میں بنی اسرائیل کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس قوم کی جانب مبعوث ہونے والے پیغمبروں کا ایک طویل سلسلہ ہمیں نظر آتا ہے اور حالات کا مطالعہ یہ بھی بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے اولوالعزم پیغمبروںؑ کی بے انتہا کوششوں کے باوجود اس قوم کی دینی اور اخلاقی حالت مستقل طور پر اصلاح پذیر نہ ہو سکی۔ وہ لوگ خدا کی نافرمانی اور سرکشی میں برابر بڑھتے چلے گئے۔

دنیا کی عام حالت | اب ہم حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے قریباً چھ سو سال بعد کے حالاتِ عالم پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ساری دنیا خدا کے پیغمبروںؑ کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی معرفت کو یکسر فراموش کر چکی تھی۔ روئے زمین پر ہر طرف شرک بے دینی اور بد اخلاقی کا دور دورہ تھا۔ خدا پرستی کے بجائے مظاہر پرستی کا تصور ذہنوں میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ ستاروں، چاند سورج، درخت، پہاڑ غرض نوعِ انسانی سے لے کر نوعِ جمادات تک کی پرستش کی جاتی تھی۔ کوئی انسان کو اوتار کا درجہ دے رہا تھا تو کوئی آتما (روح) کو خدا کہہ رہا تھا کسی نے اللہ کے بندے کو اللہ کا بیٹا سمجھ رکھا تھا۔ خدائے واحد کا تصور ذہنوں سے مٹ چکا تھا۔ کائنات کی ہر شے لائقِ پرستش تھی مگر حقیقی خدا کو جاننے اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والا اس دنیا میں کوئی بھی موجود نہ رہا تھا۔

عرب کی حالت | دنیا کے اس تاریک دور میں ملک عرب پر بھی بے دینی، شرک، فسق و فجور، جہالت، غفلت اور بے راہروی کی تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ایک خدا کے بجائے وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ ایک خدا کو تو مانتے تھے مگر اس اعتقاد کی عملی صورت یہ تھی کہ مختلف بتوں اور دیوتاؤں کو خدا کے کارندے سمجھ کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا نے دنیا کا تمام کاروبار مختلف بتوں اور دیوتاؤں کے سپرد کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ ہر بات میں بتوں اور دیوتاؤں کی طرف رجوع کرتے۔ علاوہ ازیں ہوا، سورج، چاند، ستاروں، پتھروں، درختوں اور ڈھیروں تک کی پوجا کی جاتی۔ بڑے

بڑے نامور لوگوں کے نام پر بت تراش کر ان کی پوجا کی جاتی۔ خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ ہر قبیلے کا الگ الگ بت رکھا رہتا اور ان کے سامنے دودھ، مٹھائی وغیرہ کے نذرانے پیش کیے جاتے ان کا پختہ اعتقاد تھا کہ بیمار کی شفا، جنگ میں فتح یا شکست، قحط و وبا، اولاد و دنیا وغیرہ سب باتیں انہی بتوں کے اختیار میں ہیں۔

اہلِ عرب میں بعض خدا کی ہستی، روح کی بقا اور جزا و سزا کے بھی منکر تھے وہ مذہب کو بے معنی شے جانتے تھے بلکہ بتوں سے بھی استہزا کیا کرتے تھے۔

تہذیب و تمدن، اخلاق، معاشرت غرض ہر لحاظ سے اہلِ عرب پستی کی آخری حدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ اکثر لوگ بدوی تھے، جو خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ جہاں کچھ سبزہ اور پانی نظر آیا وہیں ڈیرے ڈال دیے، اونٹ کے چمڑے کے خیمے لگا لیے، چارہ ختم ہو گیا تو ڈیرے اٹھا لیے، دوسری جگہ کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے۔ شہر اور دیہات بہت کم تھے۔ لوگوں میں باہمی اتفاق کا نام و نشان تک نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے، جب کہ مستقل طور پر ایک جگہ رہنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ حکومت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ دادرسی اور انصاف مفقود تھا۔ ہر شخص کی اپنی قوتِ بازو کام آتی تھی۔ ہر قوم یا قبیلے کا الگ سردار تھا، جو کسی قوم یا قبیلے سے کوئی حق لینے کے لیے اپنے آدمیوں کو لڑنے کے لیے ساتھ لے جاتا۔ جنگ شروع ہو جاتی تو کئی کئی سال تک جاری رہتی۔ ایک نسل کے بعد دوسری نسل انتقام کے لیے اٹھتی۔ بات بات پر جھگڑے ہوتے، گھوڑ دوڑ میں ذرا سی شرارت یا استہزا ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا باعث بن جاتا۔ جو غالب آتا وہ مغلوب کے بیوی بچوں کو غلام بنا لیتا اور ہر قسم کے ذلیل کام ان سے لیتا۔

عورتوں کی حالت بے حد قابلِ رحم تھی۔ ان کے ساتھ حیوانوں کا سا برتاؤ کیا جاتا، ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج عام تھا۔ مرد جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا۔ لونڈیوں اور غلاموں سے جہاں اور ذلیل کام لیے جاتے وہاں لونڈیوں سے حرامکاری کرا کے ان کی کمائی کو اپنا جائز مال سمجھا جاتا۔ باپ کے مرنے پر اس کی بیویاں دیگر مال و املاک کی طرح اولاد کے حصے میں آتیں۔ بیٹے ان سے شادی کر لیتے یعنی انھیں حقِ وراثت دینے کے بجائے خود وہ ورثے کا مال ہی بن جاتیں۔ عشق و معاشقہ عام تھا۔ ناجائز تعلقات کے نہایت گندے اور بیہودہ اشعار فخریہ پڑھے جاتے۔ اس عہد کے مشہور قصائد جو فصاحت و بلاغت میں مثال نہیں رکھتے اب بھی ملتے ہیں۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا۔ نکاح کے وقت میاں بیوی میں یہ معاہدہ ہو جاتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اسے زندہ دفن کر دیا جائے گا۔

قمار بازی اور شراب اس قدر عام اور وسیع تھی کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ تھا۔ ہر گھر میں شراب کے مٹکے رکھے رہتے۔

جہالت کی حد یہ ہے کہ عرب طرح طرح کی توہم پرستیوں میں مبتلا تھے۔ دیوتاؤں اور خبیث ارواح پر ان کا بہت اعتقاد تھا۔ بعض بیماریوں کو وہ خبیث ارواح سے منسوب کرتے تھے۔ اور ان سے بچنے کے لیے تعویذ ٹوٹکے اور منتر استعمال کرتے اور جو وہ کہتے اسے برحق مان لیتے۔ بعض اوہام کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ مثلاً سفر کے لیے نکلتے اور

راستے سے پلٹنا پڑتا تو گھر کے دروازے سے داخل ہونے کے بجائے پچھواڑے سے آتے۔

غرض اس زمانہ میں جہاں ساری دنیا خدا کے نام لیواؤں اور صحیح انسانوں سے خالی ہو چکی تھی۔ وہاں عرب میں بھی ڈھونڈھے سے انسانیت کا پتہ نہ ملتا تھا۔ بلکہ اہل عرب اخلاقی، تمدنی، دینی اور معاشرتی غرض ہر اعتبار سے پستی کی اتنی عمیق گہرائیوں میں جا چکے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس جزر کے بعد اب مد کی کوئی صورت ناممکن ہے۔ عرب کے اس دور کو تاریخوں میں "جاہلیت کا زمانہ" کہا گیا ہے۔

طلوعِ آفتاب ایسے ہی تاریک دور میں "سنۃ اللہ" یعنی خدا کا قانون ہدایت وضلالت ماضی کی تاریخ کو پھر دہراتا ہے اور غیرت حق فطرت کے قانونِ ردعمل کو حرکت دیتی ہے۔ ایسی ہی گھٹاؤں میں آفتابِ ہدایت طلوع ہوتا ہے جس کی روشنی سے شرک وجہالت اور رسم ورواج کی تاریکیاں فنا ہو کر عالم ہست و بود علم ویقین کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب وہ وقت آپہنچا کہ اب دنیائے ہست وبود کی شقاوت دور اور سعادتِ مجسم سے عالم معمور ہو۔ شرک وکفر اور ظلمتِ عصیاں کا پردہ چاک ہو۔ آفتاب ہدایت روشن وتابناک ہو۔ مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور خدائے واحد کی توحید مقصدِ حیات قرار پائے، انسانیت کا پرچم پھر سے دنیا میں سربلند ہو اور اخوت، محبت، عدل وانصاف، اتفاق، خلوص، خوش اخلاقی، نیکی، پاکیزگی اور ایمان والقان کو دنیا میں پھلنے پھولنے کا موقع ملے۔

۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کی صبح نے کائناتِ ارضی کو رشد وہدایت کے طلوع کا مژدہ سنایا۔ مکہ کی مدنیت سے محروم بن کھیتی کی سرزمین میں آفتابِ رسالت نے ظہور کیا۔ معزز قبیلہ قریش (بنی ہاشم) میں عبداللہؓ بن عبدالمطلب کے ہاں آمنہؓ بنت وہب کے مشکوئے معلیٰ سے حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے۔ یہی وہ آفتابِ رسالتؐ تھا جس کے طلوع کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی۔ اور جس کی آمد کی بشارت حضرت مسیحؑ نے سنائی تھی۔

قرآنِ عزیز نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر اس طرح کیا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ ع)

اے ہمارے رب! ان (اہل عرب) ہی میں سے ایک رسول بھیج جو اُن پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے بے شبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔

بشارتِ مسیحؑ کا سورہ صف میں یوں ذکر ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي

اور جب عیسےٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری جانب اللہ کا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سامنے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں۔ ایک رسول کی جو میرے

مِنۢ بَعۡدِی اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝ (الصف)

بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا۔ پس جب ان کے پاس وہ (خدا کا پیغمبر) دلائل لے کر آیا تو یہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔

نام ونسب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عربی النسل اور عرب کے معزز قبیلے قریش کی سب سے زیادہ معزز شاخ بنی ہاشم سے ہیں۔ نسب نامے کی تفصیل یہ ہے:

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور عدنان حضرت اسماعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔

والدہ ماجدہ کا نسب نامہ یہ ہے:۔

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب (کلاب کو کلیم بھی کہتے ہیں اور کلاب پر جاکر نبی اکرمؐ کا نسب نامہ پدری سلسلۂ نسب کے ساتھ مل جاتا ہے)

ولادت نبی اکرمؐ کے والد عبداللہ نے شادی کے چند ہی روز بعد تجارت کے لیے شام کا سفر اختیار کیا، واپس ہوئے تو راستے میں بیمار پڑ گئے۔ یثرب (مدینہ منورہ) میں ٹھہر گئے جہاں ان کی رشتہ داری تھی اور وہیں وفات پائی۔ آنحضرتؐ والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ دادا زندہ تھے انھوں نے آپؐ کا نام محمد صلعم اور والدہ نے احمد رکھا۔ زیادہ مشہور نام محمدؐ تھا۔

حالات قبل از بعثت ولادت کے بعد دو تین دن تک والدہ نے دودھ پلایا پھر عرب کے دستور کے مطابق رضاعت کے لیے قبیلہ بنی سعد کی خاتون حلیمہ کے سپرد ہوئے۔ دو سال تک اپنے پاس رکھنے کے بعد جب حلیمہ انھیں مکہ واپس لے کر آئیں تو وہاں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ پھر اپنے ساتھ واپس لے گئیں۔ چھ برس تک آپؐ حضرت حلیمہؓ ہی کے پاس رہے۔ بعد ازاں والدہ اپنے ساتھ لے کر مدینہ چلی گئیں۔ غالباً اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کرآئیں۔ زیارت کے بعد مکہ لوٹیں تو راستہ میں ابوا کے مقام پر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس طرح چھ سال کی عمر میں آنحضرتؐ والدہ اور والد دونوں کی طرف سے یتیم ہو چکے تھے۔ دادا عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش اپنے ذمے لی۔ دو سال کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے تو آپؐ اپنے والد کے ماں جائے بھائی ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔

ذاتی خوبیوں اور عادات وخصائل کے باعث چچا آپؐ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اپنے ساتھ سلاتے، باہر جاتے تو ساتھ لے جاتے۔ آپؐ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ چچا نے تجارت کے لیے شام کا سفر اختیار کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد تجارت میں چچا کا ہاتھ بٹانے لگے۔ پچیس سال کی عمر میں آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مال بصریٰ کی منڈی میں لے گئے۔

حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ اس تجارت میں حضرت خدیجہؓ کو پہلے سے زیادہ نفع حاصل ہوا۔ وہ آپ کی صداقت، دیانت، حسنِ کردار اور حق شناسی سے بے حد متاثر ہوئیں۔ میسرہ کو دوران سفر میں جو تجربے ہوئے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ کے تاثرات کی مزید تصدیق ہو گئی۔ آپؓ بیوہ ہو چکی تھیں۔ قریش کے اعلےٰ گھرانے کی خاتون، زندگی اتنی پاکیزہ اور بلند کہ عام لوگ انھیں "طاہرہ" کہہ کر پکارتے۔ پھر دولت مندی کے اعتبار سے مکہ کی چند ہستیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ ہر صاحب حیثیت خدیجہؓ سے نکاح کا آرزومند تھا لیکن آپؓ نے کسی کی درخواست قبول نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا تاثرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی ایک سہیلی کے ذریعہ سے خود نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آنحضرتؐ نے چچا کے مشورے کے بعد پیغام منظور کر لیا۔

چنانچہ آپؐ کی عمر پچیس برس کی تھی جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس کے قریب تھی۔

شادی کے بعد آپؐ تجارت بھی کرتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ آپؐ کی زندگی میں تبدیلی ہونے لگی۔ عبادت الٰہی اور خلوت گزینی کا ذوق بہت بڑھ گیا۔ بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ خلوت میں خدائے واحد کی عبادت کرتے اور یہ سوچ ہر وقت بے چین کیے رہتی تھی کہ قوم جو پتھروں اور بتوں کو سجدہ کرتی ہے۔ جہالت کے اندھے گڑھے میں گر چکی ہے اسے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے کی کوئی سبیل نکل آئے۔

مکہ سے مشرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر پہاڑوں کے درمیان الگ تھلگ ایک ٹیلہ ہے۔ جسے حرا کہتے ہیں۔ اس ٹیلے کی چوٹی پر پتھر کی دو بڑی بڑی سلیں اوپر سے اس طرح مل گئی ہیں کہ ایک چھوٹے خیمے کی چھولداری یا راوٹی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے۔ اس راوٹی میں سے مکہ شہر اور کعبہ بخوبی نظر آتے ہیں۔ اس کو لوگ غارِ حرا کہنے لگے۔ آج کل اس ٹیلے کا نام جبل نور ہے۔ اور خاصہ چکر لگا کر آدمی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے۔ طاقت ور جوان کو بھی اس کے اوپر پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ لگ جاتے ہیں۔

آپؐ اسی خلوت کدے میں جا بیٹھتے، یاد الٰہی میں مصروف رہتے، گمراہ قوم کے متعلق دردمندانہ اور مخلصانہ جذبات و تاثرات ہر لحظہ دل میں جمع رہتے۔ عام طریقہ یہ تھا کہ دو دو تین تین دن کا توشہ ساتھ لے جاتے اور متواتر وہیں رہتے۔

بعثت عمر مبارک چالیس برس کی ہو چکی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا اور آپؐ غارِ حرا میں محوِ یادِ الٰہی تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے اور یہ بشارت سنائی کہ آپ رسالت و پیغمبری کے لیے چنے گئے ہیں۔ اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کا فرض آپؐ کے ذمے لگایا گیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی سند سے غارِ حرا کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ خدا کا فرشتہ نمودار ہوا اور پڑھنے کے لیے کہا۔ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس پر فرشتہ نے آنحضرتؐ کو گرفت میں لے لیا جس کی شدت سے تکلیف ہونے لگی۔ پھر چھوڑ کر دوبارہ کہا "پڑھیے" آنحضرتؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ فرشتے نے پھر وہی عمل کیا اور گرفت چھوڑ کر تیسری مرتبہ کہا کہ پڑھیے۔ تیسری مرتبہ بھی آپؐ نے یہی جواب دیا اور فرشتے نے

وہی عمل کیا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے سورۂ علق کی یہ چند آیتیں تلاوت کیں:-

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (علق ع۱)

اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے جس نے قلم (تحریر) کے ذریعہ انسان کو علم سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جس سے وہ ناواقف تھا۔

آنحضرت ؐ نے یہ آیات دہرائیں اور آپؐ کے ذہن نشین ہوگئیں۔ فارغ ہونے پر یہ کیفیت تھی کہ شدت سے کانپ رہے تھے۔ گھر آئے اور اندر داخل ہوتے ہی فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے تعمیل ارشاد کی جب سکون ہوا، تو حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر فرمایا مجھے جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ بولیں۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان داری، بے چاروں کی چارہ گری اور مفلسوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔

غرض غارِ حرا میں سورۂ علق کی یہ چند آیات نازل ہونے کے بعد کچھ دیر تک وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع رہا۔ پھر شروع ہوا اور سورۂ مدثر کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (مدثر ع۱)

اے کملی پوش اٹھ (اور لوگوں کو گمراہی کے انجام سے) ڈرا اور اپنے رب کی عظمت بیان کر اور لباس کو پاک اور بتوں سے جدا رہ اور زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے حسن سلوک نہ کر اور رب کے معاملہ میں (مصیبت پڑنے پر) صبر اختیار کر۔

سورہ علق اور سورہ مدثر ہر دو کی مذکورہ بالا آیات میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ نظامِ عمل، دعوت و ہدایت کے لیے اولین درجہ رکھتا ہے اور مستقبل قریب میں بعثتِ عامہ کا باعث ثابت ہوگا۔

پھر آنحضرتؐ سے فرمایا گیا کہ سب سے پہلے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دعوتِ حق دیجیے تاکہ دوسرے لوگ ان سے متاثر ہوسکیں۔ قریش اور بنی ہاشم سب قبائل میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اور ساکنانِ حرم ہونے کے باعث تمام عرب ان کے زیر اثر تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہ حق کو قبول کر لیتے تو تمام قبائل عرب پر اس کا اثر پڑتا۔

دعوتِ حق ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق آنحضرت ؐ نے طبعی طریقہ پر دعوتِ حق کا آغاز کیا۔ حضرت خدیجہؓ تریسٹھ برس ساتھی اور رفیق دغمخوار بیوی تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے انہیں پیغام دیا اور وہ سنتے ہی اسلام لے آئیں، تو عمر دس برس حضورؐ کے چچیرے بھائی حضرت علیؓ نے جن کی عمر اس وقت آٹھ برس کی تھی، آنحضرتؐ کی دعوت پر لبیک کہی۔ حضرت ...

لہ فرشتے کے ظہور کا واقعہ ۹۔ ربیع الاول (۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو پیر کے دن پیش آیا۔

۔ والد ابوطالب کا کنبہ بڑا تھا اور مالی حالت اچھی نہ تھی اس لیے آنحضرتؐ حضرت علیؓ کو اپنے پاس لے آئے تھے اور آپؐ ہی کے دامن تربیت میں پل کر حضرت علیؓ جوان ہوئے۔

زیدؓ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے اور غلاموں میں سب سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔ زیدؓ کے والد کی درخواست پر حضرتؐ نے نہ صرف انھیں آزاد کر دیا، بلکہ انھیں اپنا بیٹا بنا لیا اور وہ بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ مکے کے دولت مند تاجر اور بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ آنحضرتؐ کے جگری دوست تھے اور شروع ہی سے آنحضرتؐ سے بہت محبت تھی۔ ہر وقت آپؐ ہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا۔ انھیں کی ترغیب سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کو دعوتِ اسلام دینے کے بعد آنحضرتؐ نے ضرورت محسوس کی کہ اپنی قوم اور پھر شہر کے لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلایا جائے۔ چنانچہ تین برس کی خاموش تبلیغ کے بعد اب آپؐ نے ساری قوم کو پیغام حق سنانے کا ارادہ فرمایا۔

مسجد حرام کے پاس ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے جو اب آبادی میں آ چکا ہے جسے کوہ صفا کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ ایک روز اس پر چڑھ گئے اور اس زمانے کے دستور کے مطابق لوگوں کو پکارا۔ سب جمع ہو گئے تو فرمایا: "اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار جمع ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھ پر یقین کرو گے؟" انھوں نے جواب دیا ہم نے تمھیں ہمیشہ سچا اور امین پایا، تم نے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ تب فرمایا "اے لوگو! میں خدا کا پیغمبر اور رسول ہوں۔ صراطِ مستقیم کے لیے ہادی برحق ہوں۔ تمھیں خدائے واحد کی جانب بلاتا ہوں۔ بت پرستی کی نجاست سے بچانا چاہتا ہوں۔ اس دن سے ڈرو جب تمھیں خداوند عالم کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال و کردار کا حساب دینا ہو گا۔"

یہ فرمانا تھا کہ قریش برافروختہ ہو گئے۔ اپنے باپ دادا کے دین (بت پرستی) کے خلاف آنحضرتؐ کی زبان سے یہ کلمات سن کر ان میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ سب سے زیادہ طیش آپؐ کے حقیقی چچا ابولہب کو آیا اور اس کی زبان پر کلمے بھی بہت برے جاری ہوئے۔

اس اعلان سے پہلے جہاں ساری قوم آنحضرتؐ کے افعال و کردار کے باعث ان کی بے حد عزت و تکریم کرتی تھی اور لوگوں کو آپؐ سے والہانہ محبت تھی، اعلان کے بعد اب ہر کوئی آپؐ سے بے گانہ اور خون کا پیاسا بن گیا۔

اہل خاندان کی دعوت کچھ دنوں بعد آپؐ نے خاندان والوں کو دعوت پر بلایا۔ قریباً چالیس افراد تھے۔ جب سارے لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے انھیں پیغام حق سناتے ہوئے فرمایا کہ میں تمھارے لیے ایک ایسی نعمت لے کر آیا ہوں جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ بتاؤ کون کون اس نعمت سے فائدہ اٹھانے اور میرے ساتھ تعاون کرنے کو آمادہ ہے۔ سب متحیر ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ کے سوا کسی نے تعاون کا اقرار نہ کیا اور سب رخصت ہو گئے۔

بہرحال آنحضرت ؐ نے اپنی نبوتؐ اور رسالتؐ کا اعلان فرمانے کے بعد ناسازگار ماحول میں اصلاحِ قوم کی خاطر جو کچھ کیا اور خاندان اور برادری کے لوگوں کو راہِ حق دکھانے اور ان کی دینی اور اخلاقی حالت بہتر بنانے کے لیے جو سرگرمیاں دکھائیں جس بے مثال استقامت، عظیم جرأت و شجاعت، بے نظیر صبر و شکر اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعہ ذلت کے تاریک گڑھوں میں دبی ہوئی انسانیت کو جلا بخشی اور نسلِ انسانی کو پستی سے اٹھا کر اوجِ ثریا سے ہمکنار کر دیا۔ وہ ایک طویل اور سبق آموز داستان ہے یہاں تفصیلات پیش نہیں کی جاسکتیں۔ صرف اہم واقعات اختصار سے بیان کیے جائیں گے۔

قریش کے چند افراد کے سوا کسی نے بھی آپؐ کی دعوت پر لبیک نہ کہا، بلکہ آپؐ کے خلاف عداوت کا ایک ہمہ گیر طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ قریش کی اس مخالفت کے دراصل دو بڑے سبب تھے۔ ایک یہ کہ وہ لوگ اپنی رسموں اور اپنے عقیدوں میں اس قدر ڈوب چکے تھے کہ ان کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آخر ان کے باپ دادا جنھوں نے یہ سب طریقے وضع کیے اور عمر بھر ان پر کاربند رہے کوئی ناسمجھ یا بے وقوف تو نہ تھے اگر یہ باتیں اچھی نہ تھیں تو وہ خود کیوں ان پر عمل پیرا ہوئے۔ چنانچہ جب آنحضرت ؐ نے ان کے اعتقادات کو باطل ٹھہرا کر خدائے واحد کا تصور اور اسی کی پرستش کا عقیدہ پیش کیا تو وہ غضبناک ہو گئے۔

مخالفت کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش اتنے خود پسند اور ہٹ دھرم تھے کہ دوسروں کی کوئی نئی پیشکش قبول کرنا پسند ہی نہ کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ٹھیک ہے۔ کسی کو انھیں مشورہ دینے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنی بدعملیوں کی مذمت گوارا ہی نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ وہ انھیں ترک نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ وہ اسلام کے دشمن ہو گئے۔

مخالفت کے ان دو بڑے اسباب کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے انھیں یہ خدشہ لگ گیا ہو کہ اگر آنحضرت ؐ کی باتوں پر عمل کیا تو شاید انھیں سرداری حاصل ہو جائے اور ہمارا دبدبہ ختم ہو جائے۔

راہِ حق میں پہلا خون بہرحال قریش کے مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہونے لگا۔ جب تعداد چالیس سے کچھ بڑھی تو کعبے میں جا کر خدا کے ایک ہونے کا اعلان کیا۔ گویا کھلم کھلا تبلیغ کی راہ پیدا کر دی۔ قریش یہ دیکھ کر زیادہ بگڑے اور چاہا کہ رسول پاکؐ کو ختم کر دیں مگر ڈرتے تھے کہ کہیں بنو ہاشم بدلہ لینے پر نہ تل جائیں۔ اس لیے آنحضرتؐ پر قاتلانہ حملہ تو نہ کر سکے مگر مسلمانوں کی جماعت سے اُلجھ گئے۔ آنحضرتؐ بھی جماعت میں شامل تھے۔ حارث بن ابی ہالہ آنحضرتؐ کے عزیزوں میں سے تھے۔ انھیں جھگڑے کا علم ہوا تو وہاں پہنچے اور آنحضرتؐ کی جان بچانے کی تگ و دو میں خود شہید ہو گئے اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے مکہ کی سرزمین رنگی گئی۔

عام تبلیغ غرض برادری اور خاندان آپؐ کا شدید دشمن بن گیا۔ مگر کوئی مخالفت آپؐ کو فرضِ منصبی کی ادائیگی میں مانع نہ ہو سکی۔ چنانچہ شدید مخالفت بلکہ انتہائی ظلم و ستم کے باوجود تبلیغ جاری رہی اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اگرچہ رفتار زیادہ تیز نہ تھی۔ جن بندگانِ حق کے سینے خدا نے قبول اسلام کے لیے کھول دیے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگ مسکین اور غلام تھے یا ان کی حفاظت کے لیے کوئی جتھا موجود نہ تھا۔ ان پر قریش نے حد درجہ ظلم توڑے مثلاً حضرت بلالؓ، خبابؓ

الارتؓ، صہیبؓ رومی اور عمارؓ بن یاسر وغیرہ۔

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس

قریش اگرچہ طرح طرح سے آپؐ کے لیے تکلیفوں کے اسباب مہیا کرتے رہتے تھے، مگر آپؐ کو قتل کرنے کی جرأت اس لیے نہ تھی کہ بنو ہاشم کی ممتاز حیثیت اور طاقت سے ڈرتے تھے کہ کہیں یہ خاندان بدلہ لینے پر نہ اتر آئے۔ انھوں نے سوچا ابو طالب سے کہا جائے کہ وہ آنحضرتؐ کو منع کریں۔ چنانچہ چند معززین ایک وفد کی صورت میں ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اپنے بھتیجے کو منع کردیں کہ ہمارے دیوتاؤں کی برائیاں نہ کیا کرے ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے۔ آپؐ اسے سمجھادیں یا خود بیچ میں سے ہٹ جائیں تو ہم آپؐ ہی اس سے نبٹ لیں گے۔

ابو طالب نے آنحضرتؐ کو بلا کر سمجھایا اور کہا پیارے بھتیجے مجھ پر اور اپنے آپؐ پر رحم کر۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔

آنحضرتؐ نے جب دیکھا کہ خاندان کا بزرگ اور حقیقی ہمدرد بھی گریز کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور کہیں کہ میں اپنے مسلک سے دست بردار ہوجاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ خدا قسم میں دین کی تبلیغ کا کام نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ خدا اس کام کو پورا کردے یا میری جان اس راہ میں قربان ہو جائے۔

ابو طالب نے بھتیجے کا یہ عزم، استقلال اور ایثار دیکھا تو کہا جاؤ شوق سے اپنا کام کرتے جاؤ۔ کوئی بھی تمھارا بال بیکا نہ کرسکے گا۔

قریش کا ظلم وستم

قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب بھی بھتیجے کو روکنے میں ناکام رہے ہیں۔ تو انھوں نے اسلام کا راستہ مسدود کرنے کے لیے مسلمانوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔ جس کے متعلق انھیں پتہ چلتا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے اسے بڑے بے رحمانہ طریقے سے اذیت پہنچاتے، مارتے پیٹتے اور طرح طرح کا عذاب دیتے کہ شاید اس طرح لوگ آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ جائیں اور وہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں روک دیں۔

خبابؓ بن الارت کو اسلام لانے کی پاداش میں دہکتے کوئلوں پر چیت لٹا کر ایک شخص کو ان کی چھاتی پر کھڑا کردیا۔ آپ کی پیٹھ کی کھال ادھڑ گئی مگر صبر سے برداشت کیا۔ قریش نے کہا کہ محمدؐ کا انکار کرو تو چھوڑیں گے۔ فرمایا تم مر کر دوبارہ بھی زندہ ہو جاؤ تو رسول اللہؐ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

عاشقِ رسولؐ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ روزانہ دوپہر کے وقت امیہ انھیں گرم ریت پر ننگا لٹا دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ ایک مرتبہ ان کے گلے میں رسی باندھ کر آوارہ لڑکوں سے کہا کہ تمھیں اجازت ہے اسے جہاں چاہو گھسیٹتے پھرو۔ مگر حضرت بلالؓ کے دل میں اسلام کی محبت اور عشقِ رسولؐ گھر کرچکا تھا اور زبان پر یہی کلمہ تھا کہ اللہ ایک ہے۔

حضرت بلالؓ کی تکلیفیں دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے انھیں امیہ سے خرید کر آزاد کردیا۔

حضرت عمارؓ ان کے والد حضرت یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیہؓ تینوں قریش کے تختہ مشق رہے یاسرؓ تو ان تکالیف سے وفات پا گئے۔ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ آنحضرتؐ سے اس خاندان کی تکالیف دیکھی نہ جاتی تھی مگر آپؐ بھی بے بس تھے۔ فرماتے یاسرؓ کے خاندان والو! صبر کرو اور اپنے لیے جنت میں جگہ بناؤ۔

صہیب رومیؓ کو اتنی اذیتیں دی گئیں کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ مگر پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ فرمایا جان بھی نکال دو تو محمدؐ کی محبت دل سے نہ جا سکے گی۔

ظلم و تشدد میں قریش کے دو افراد پیش پیش تھے۔ آنحضرتؐ کے چچا ابولہب اور قریش کا سردار ابوجہل۔ حضرت عمرؓ بھی اسلام لانے سے پیشتر مسلمانوں کے اشد دشمن تھے۔ ان کی دشمنی کا یہ عالم تھا کہ اپنی لونڈی لبینہؓ کو اسلام لانے کے باعث اتنا پیٹتے کہ لہو لہان ہو جاتی۔ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو رک جاتے اور کہتے کہ میں نے رحم کر کے تجھے نہیں چھوڑا، بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔ (نعوذ باللہ)

ایک روز تلوار لے کر آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں پتہ چلا کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہؓ اور ان کے شوہر سعیدؓ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ پہلے گھر والوں کی خبر لیں۔ گھر پہنچتے ہی ہمشیرہ اور بہنوئیؓ کو اتنا مارا کہ وہ لہو لہان ہو گئے۔

مسلمانوں پر قریش کے ظلم کا عام طریقہ یہ تھا کہ "مجرم" کو دوپہر کے وقت تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر پیٹا جاتا۔ عموماً غلاموں کے ساتھ ایسی سختیاں کی جاتیں۔ مگر ذی اثر اور دولت مند لوگ بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اس ظلم سے محفوظ نہ رہے۔ حضرت عثمانؓ کو جو معزز خاندان کا فرد ہونے کے علاوہ صاحب ثروت بھی تھے ان کے چچا رسی سے باندھ کر مارا کرتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا جاتا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی عذاب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خود آنحضرتؐ کو تکلیفیں پہنچانے کے لیے نہایت نارواطریقے اختیار کیے گئے۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیے جاتے۔ آپؐ کہیں جا رہے ہوتے تو اوپر مٹی پھینک دی جاتی۔ ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر اس زور سے مروڑا کہ آپؐ کا دم گھٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ پہنچ گئے اور یہ کہہ کر چھڑایا کہ تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

ایک روز ابوجہل نے آنحضرتؐ کو سخت برا بھلا کہا پھر ایک پتھر آپؐ کے سر میں دے مارا، مگر آپؐ نے بردباری سے کام لیا۔ ایک لونڈی یہ واقعہ دیکھ رہی تھی اس نے حضرت حمزہؓ کو جو شکار سے واپس آ رہے تھے اور ان دنوں ابھی اسلام نہ لائے تھے۔ کہہ سنایا۔ حضرت حمزہؓ یہ واقعہ سنتے ہی طیش میں آ گئے۔ گھر جانے کی بجائے سیدھے خانہ کعبہ کا رخ کیا، جہاں ابوجہل بیٹھا تھا۔ کمان اس زور سے اس کے سر پر ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ پھر فرمایا میں نے بھی محمدؐ کا دین قبول کر لیا ہے جاؤ جو تم سے ہو سکتا ہے کر لو۔

ابوجہل سہم گیا اور اپنی زیادتی کے لیے معذرت پیش کی۔ حضرت حمزہؓ گھر لوٹے اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے ابوجہل سے زیادتی کا بدلہ لے لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس بدلے کی خوشی کیا ہو سکتی ہے۔ آپؓ اسلام لے آئیں تو مجھے یقیناً خوشی ہو گی۔ حضرت حمزہؓ نے اسی وقت دائرۂ اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

غرض مسلمانوں کو ہر ممکن دکھ دیا جاتا۔ ہر بڑی سے بڑی تکلیف انھیں اٹھانی پڑتی۔ مگر جب کسی نے ایک دفعہ اسلام قبول کیا کوئی بڑے سے بڑا عذاب، اور خوفناک سے خوفناک اذیت اُسے راہِ حق سے نہ موڑ سکی۔ مگر قریش مسلمانوں کو جتنا زیادہ ثابت قدم دیکھتے اتنا ہی ان کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو جاتا اور وہ بڑھ چڑھ کر ظلم ڈھاتے۔

ہجرت کا فیصلہ آنحضرت ﷺ اکیلے ہر مصیبت اٹھانے کو تیار تھے مگر دوستوں اور دین کے درمندوں کو ان خوفناک عذاب میں مبتلا ہوتا نہ دیکھ سکتے تھے۔ بعثت کا پانچواں سال اور ۶۱۴ء تھا۔ اس وقت تک پچاس سے زیادہ کی جمعیت فراہم ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے انھیں مشورہ دیا کہ ان روز افزوں مصائب اور پریشانیوں میں اسیر رہنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ کوئی امن کی جگہ تلاش کی جائے۔ مگر اب سوال یہ تھا کہ آخر جائیں کہاں؟ صرف ایک جگہ ایسی تھی، جہاں مذہبی حیثیت سے لوگوں کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ اور وہ تھی سرزمین حبشہ۔ حبشہ سے عربوں کے تجارتی تعلقات بھی تھے اور وہاں جانا بھی قدرے سہل تھا۔ چنانچہ طے ہوا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کی جائے۔

ہجرت حبشہ سب سے پہلے جن صحابہؓ نے ہجرت اختیار کی ان میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں:

حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت ابو سلمہؓ (یہ چاروں اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے گئے) ان کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ ان دنوں حبشہ پر جس عادل بادشاہ کی حکومت تھی اس کا نام اصحمہ نجاشی بتایا گیا ہے۔ مسلمان حبشہ پہنچے تو انھیں اطمینان سے رہنا نصیب ہوا۔

قریش کا جوشِ انتقام قریش مسلمانوں کے شدید دشمن تھے اور مسلمانوں کی تعداد اتنی قلیل تھی کہ ان کا قریش کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ آئے دن کی بدنظمی اور کھینچا تانی سے تنگ آ کر جب مکہ ہی چھوڑ گئے تو قریش کو بھی خاموش ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور جوشِ انتقام میں اندھے ہو رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان حبشہ میں بھی سکھ چین سے رہیں۔ کچھ یہ خیال بھی تھا کہ مبادا مسلمان وہاں رہ کر طاقت پکڑ لیں اور پھر کسی وقت قریش سے بدلہ لیں۔ چنانچہ باہم مشورے کے بعد انھوں نے اپنے دو نمائندے تحفے تحائف دیکر نجاشی کے پاس بھیجے۔ ان نمائندوں نے پہلے شاہی درباریوں کی ہمدردی حاصل کی پھر ان کے ذریعہ نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور کہا کہ ہمارے ہاں ایک نیا دین نکلا ہے جو عیسائیت کے بھی خلاف ہے[1]۔ یہ لوگ جو آپ کے ہاں پناہ لینے آئے ہیں اس دین کے پیرو ہیں۔ ہم نے انھیں

---

[1] نجاشی عیسائی مذہب رکھتا تھا۔

وہاں سے نکال دیا ہے اور اب یہ آپ کے ہاں چلے آئے ہیں۔ چونکہ یہ ہمارے مجرم ہیں اس لیے انھیں ہمارے حوالے کیا جائے۔[1]

نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان کے دین (اسلام) کے متعلق احوال دریافت کیا۔ حضرت جعفرؓ نے جو ان پناہ گزینوں میں تھے اس موقع پر اسلام کی مقدس تعلیم اور دین برحق کے متعلق جو حقیقت بیان فرمائی وہ اہلِ عرب کی اس انقلابی کیفیت کا مجمل اور بہترین خاکہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

اے بادشاہ! ہم پر ایک طویل تاریک زمانہ گزرا ہے۔ اس وقت ہماری جہالت کا یہ عالم تھا کہ ایک خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور خود ساختہ پتھروں کی پوجا ہمارا شعار تھا، مردار خواری، زنا، لوٹ مار، ظلم صبح و شام کا مشغلہ، ہمسایوں کے حقوق سے ہم بیگانہ، رحم و انصاف سے ناآشنا اور حق و باطل کے امتیاز سے ناواقف تھے، غرض ہماری زندگی سراسر درندوں کی سی تھی کہ قوی ضعیف کو کچلنے اور توانا ناتوان کو ہضم کر لینے کو اپنے لیے فخر اور طغرائے امتیاز سمجھتا تھا۔

رحمتِ خداوندی (جل جلالہ) کا کرشمہ دیکھیے کہ اس نے ہم میں ایک بزرگ پیغمبرؐ کو مبعوث فرمایا، جس کے نسب سے ہم واقف، جس کی صداقت، امانت و عصمت پر دوست اور دشمن گواہ، جس کی قوم نے اُسے "محمدؐ الامین" کا لقب دیا۔ وہ آیا اور ہمیں خداؔ کی توحید کا سبق دیا، خدائے واحد کی جانب بلایا، اس نے بتایا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں، وہ شرک سے پاک ہے، بُت پرستی جہالت کا شیوہ ہے۔ اس لیے قابلِ ترک ہے اور صرف خدائے واحد ہی کی عبادت حق عبدیت ہے اس نے ہمیں حق گوئی اور صداقت کی تلقین کی اور صلہ رحمی کا حکم دیا۔ ہمسایوں اور کمزوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ قتل و غارت کی بُری رسم کو مٹایا، زناکاری کو حرام اور فحش قرار دیکر اس عمل سے ہمیں نجات دلائی۔ نکاح میں محارم اور غیر محارم کا فرق بتایا، جھوٹ بولنے، مالِ یتیم کھانے کو حرام کیا۔ نماز اور خیرات و صدقات کی تلقین کی اور ہر لحاظ سے ہمیں حیوانیت کے قعرِ مذلت سے نکال کر انسانیت کے کمال کو پہنچایا۔

بادشاہ! ہم نے اس مقدس تعلیم کو قبول کیا اور اس پر صدقِ دل سے ایمان لائے۔ یہ ہے ہمارا وہ قصور جس کی بنا پر یہ مشرکین کا وفد تجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ تو ہمیں ان کے حوالہ کر دے۔

حضرت جعفرؓ نے اس جرأتِ حق کے ساتھ اسلام کی صحیح اور سادہ تعلیم کا خاکہ پیش کیا تو بادشاہ بھی اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کی بے بسی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ پھر جب حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریمؑ کی کچھ آیات خوش الحانی سے پڑھ کر سنائیں تو نجاشی

[1] مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کو الزام تراشی کے ذریعہ سے دوبارہ مکہ لے جائیں اور پہلے کی طرح اپنا تختۂ مشق بنائیں۔

آبدیدہ ہوگیا اور وفد سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں مسلمانوں کو تمھارے سپرد نہیں کر سکتا۔ وفد نے اپنی کامیابی کے لیے ایک اور چال چلی۔ انھوں نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰی کو نہیں مانتے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے اس کے متعلق استفسار کیا تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی خدا کے بندے، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔ نجاشی نے یہ جواب سنکر کہا خدا کی قسم حضرت عیسٰی کے متعلق جو کچھ یہ کہتے ہیں اس میں ایک تنکے کے برابر بھی کمی بیشی نہیں۔ ۱

وفد کے مکہ واپس آنے پر قریش کو پتہ چلا کہ ان کی شرارت ناکام رہی تو ان کا غضب اور بھڑکا اور وہ مسلمانوں کو سرے سے مٹانے پر تُل گئے۔ جو مسلمان مکہ چھوڑ کر کہیں جانا چاہتے انھیں زبردستی روک لیتے تاکہ انھیں اپنے ظلم کا شکار بنا سکیں غرض مکہ قریش کے ظلم وستم کا اکھاڑا بن گیا۔ آنحضرتؐ پر کبھی مٹی پھینکتے، کبھی ان کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے، کبھی آپؐ کے جسم مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دیتے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اور جان نثارانِ رسولؐ کو کسی طرح حق سے نہ روک سکے تو ایک دن تمام سردارانِ قریش صلاح ومشورہ کے لیے اکٹھے ہوئے کہ اب کوئی آخری ہتھیار استعمال کیا جائے۔

شعب ابو طالب میں محصوری

قریش نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کو بالکل الگ کر دیا جائے تاکہ آنحضرتؐ کے لیے دوسرے قبیلوں تک پہنچنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اس مقصد کے تحت ایک عہدنامہ مرتب کیا گیا جس کی دفعات یہ تھیں کہ جب تک محمدؐ کو قریش کے حوالے نہ کیا جائے، بنی ہاشم کے ساتھ کوئی لین دین نہ کیا جائے۔ نہ ان سے شادی بیاہ کے معاملے کیے جائیں اور نہ ہی کھانے پینے کی اشیاء ان تک پہنچنے دی جائیں۔ یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا اور اس پر سختی سے عمل ہونے لگا۔

قریش کے اس طرز عمل سے مجبور ہو کر ابو طالب اپنے خاندان والوں کو لے کر ایک گھاٹی میں جا بیٹھے جو "شعب ابو طالب" کے نام سے مشہور تھی۔ خاندان میں سے صرف ابولہب علیحدہ ہو کر قریش کے ساتھ جا ملا۔

اب کیفیت یہ تھی کہ بنی ہاشم اور ان کے ساتھیوں پر کھانے پینے کے دروازے بند کر دیے گئے تھے بھوک کی شدت سے بعض اوقات موت تک نوبت پہنچ جاتی۔ چھوٹے بچے بھوک کے مارے بلبلاتے تو ان کے رونے کی آواز سنگدل قریش کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی۔ مگر ابوجہل معاہدے کی عمل درآمد پر کڑی نگرانی رکھے ہوئے تھا اس لیے کسی کو شعب کے اندر غلہ پہنچانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حکیم بن حزام بن خویلد حضرت خدیجہؓ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ ان کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی اور خفیہ طریقہ سے کچھ غلہ بھیجنا چاہا مگر ابوجہل نے روک دیا۔ محصورین درختوں کے پتوں پر گزارہ کرنے کو مجبور ہو گئے۔ مگر قدم ذرا نہ ڈگمگائے۔ یہ تمام مصائب برداشت کیے، صبر وشکر کے ساتھ محصوری کے اڑھائی تین سال گزار دیے۔ بالآخر بعض نرم دل اور حساس لوگوں کے دل میں قریش کے اس ظلم کے خلاف تحریک پیدا ہوئی۔ وہ مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کرنے لگ گئے۔ بعض لوگوں نے عہدنامہ کو پھاڑ ڈالا اور کہا کہ ہم اس ظلم کی ہرگز حمایت نہ کریں گے۔ چنانچہ ایسے لوگوں نے محصورین کو شعب ابو طالب سے نکالا اور گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی اس طرح قریش کے مقاطعہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اس واقعہ میں آنحضرتؐ کی ثابت قدمی، استقلال اور عزم کی جو نادر مثال ملتی ہے، اس کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

ابتدا میں قریش نے آپؐ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور آپؐ کے راستے میں روڑے اٹکائے مگر آپؐ نے راہِ حق میں یہ سب تکلیفیں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیں۔ قریش نے جب دیکھا کہ حضورؐ تکلیفوں سے گھبرانے والے نہیں تو طرح طرح کے دنیوی لالچ دیے۔ عتبہ بن ربیعہ کی وساطت سے تین باتیں آپؐ کے سامنے پیش کیں کہا کہ آپؐ دولت چاہتے ہیں تو جتنا مال و زر چاہیے ہم اکٹھا کر کے آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ اگر عزت اور حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپؐ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں۔ اگر حسن و جمال کے دلدادہ ہیں تو خوبصورت سے خوبصورت عورت ہم آپؐ کی زوجیت میں دینے کو تیار ہیں۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے نہ زر و مال کی خواہش ہے اور نہ سرداری کی نہ ہی کسی اور دنیادی شے کی خواہش رکھتا ہوں۔ مجھے اللہ نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں اس کا پیغام سنانے آیا ہوں۔ تم اسے قبول کرلو تو دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے لیے بہتری ہوگی۔ ورنہ خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر دے گا۔

قریش نے جب دیکھا کہ لالچ اور تکلیف دونوں سے کام نہیں بنتا، تو پھر مقاطعے کا مذکورہ بالا آخری حربہ استعمال کیا۔ ظاہر ہے کہ اب قریش کی طرف سے اذیت اپنی آخری حد تک پہنچ چکی تھی جس کے سامنے مضبوط سے مضبوط انسان کا قدم بھی پھسل جاتا۔ مگر خدا کی محبت اور نوعِ انسانی کی خدمت کا جو جذبہ آنحضرتؐ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو عزم استقلال اور صبر و استقامت آپ کو بخشی تھی۔ اس کے سامنے قریش کا بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت دکھ بھی آنحضرت کو راہِ حق سے نہ توڑ سکتا تھا۔ آپ محصوری کے کٹھن امتحان میں بھی پورے اترے اور ثابت کر دیا کہ ایسے ہی کٹھن امتحانوں کی گود میں وہ عظیم ہستیاں تیار ہوتی ہیں جن کے ہاتھوں اعلائے کلمۃ الحق اور ذلت میں گھری ہوئی انسانیت کی سربلندی ظہور میں آتی ہے۔

غم کا سال آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب اگرچہ تادمِ آخر آپؐ پر ایمان نہ لائے تھے تاہم انھیں آپؐ سے جس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ قریش کے مقابلہ میں انھوں نے ہمیشہ آنحضرتؐ کا ساتھ دیا ان کی جدائی گوارا نہ کرسکے تھے۔ شعب ابو طالب میں برابر تکلیفیں اٹھاتے رہے مگر بھتیجے کی شفقت سے دستبردار نہ ہوئے۔ جب بنی ہاشم شعب ابو طالب سے باہر آئے تو نبوت کا دسواں سال تھا۔ اسی سال آنحضرتؐ کے سب سے بڑے مربی اور قریش کے مقابلہ میں آنحضرت کی حمایت کا سب سے بڑا سہارا یعنی ابو طالب وفات پا گئے۔ کچھ دنوں بعد وفا شعار اور غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ غرض اس سال آپؐ کے دو ایسے غمگسار دنیا سے اٹھ گئے جن سے آپؐ کو بہت کچھ تقویت ملتی تھی۔ چنانچہ یہ سال "عام الحزن" یعنی غم کا سال کہلاتا ہے۔

اگرچہ ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات آنحضرتؐ کے لیے کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ انھیں ان دو رفیقوں کی جدائی سے بے اندازہ غم پہنچا تھا۔ تاہم آپؐ نے اس صدمے کو تبلیغ اسلام کی کوشش پر اثر انداز نہ ہونے دیا۔ اگرچہ اب مشکلات

پہلے سے بڑھ چکی تھیں مگر آنحضرتؐ پہلے سے زیادہ سرگرمی اور تندہی کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرنے لگے۔ اب مشکلات اور سختی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا۔

اسراء یا معراج سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ النجم میں آنحضرتؐ کی معراج کا ذکر آیا ہے۔ یعنی آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی سیر کرائی۔ مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ سورۂ النجم میں ملاءِ اعلیٰ کی سیر و عروج کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو سدرۃ المنتہا کی سیر کرائی جہاں کسی مخلوق کا گزر نہ ہوا تھا۔

طائف کا سفر جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات آنحضرتؐ کے پائے استقلال میں لغزش کا موجب تو نہ بن سکی۔ مگر قریش نے یہ سمجھا کہ اب آنحضرتؐ بے سہارا ہو چکے ہیں لہذا اب انھیں آسانی سے دبا لیا جائے گا۔ ان دونوں ہستیوں کی رحلت سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ اپنی سنگدلی اور دشمنی کے بڑھ چڑھ کر مظاہرے کرنے لگے۔ ادھر رسول اکرمؐ اب اپنے خاندان اور قبیلے کی حدود سے نکل کر آس پاس کے قبیلوں میں جا کر پیغام حق سنانے لگے۔

حج کے موقع پر باہر سے جو لوگ مکہ آتے، آنحضرتؐ ان میں تبلیغ فرماتے اور انھیں نیکی کا سبق دیتے۔ بازاروں اور میلوں میں جہاں لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے۔ آنحضرتؐ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور خلق خدا کی دینی رہنمائی فرماتے۔ مگر شر پسند لوگ آپؐ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے۔ طرح طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتے، کہتے کہ یہ شخص سچا ہوتا تو پہلے اس کی قوم اس پر ایمان لاتی۔ مگر خود اپنی قوم اس کی دعوت پر توجہ نہیں دیتی۔ لوگ ان شر پسندوں کی باتوں سے متاثر ہو کر آنحضرتؐ کے ارشادات پر کان دھرنے سے عاری ہو جاتے۔

بعثت کا دسواں سال ختم ہو رہا تھا آنحضرتؐ نے سوچا کہ اگر مکہ والے نیکی کے راستہ پر نہیں لگتے تو کیوں نہ طائف والوں کو دعوتِ حق دی جائے، ہو سکتا ہے ان کی قسمت میں دین حق قبول کرنا لکھا ہو۔ چنانچہ آپؐ اپنے غلام زیدؓ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے۔ عبد یالیل، حبیب اور مسعود طائف کے تین بڑے رئیس تھے۔ آپؐ باری باری ان تینوں کے پاس گئے مگر کسی نے آپؐ کے ارشادات پر کان نہ دھرا۔ بلکہ گستاخی سے پیش آئے

راہِ حق میں جان کی بازی جب آنحضرتؐ طائف میں دس دن گزارنے کے بعد لوٹے تو ان رئیسوں کی انگیخت پر اوباش لڑکوں اور غنڈوں نے آپؐ پر پتھر برسانے شروع کیے۔ لوگ پتھر مارتے اور آپؐ پر آوازے کستے۔ آپؐ شر پسندوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان چلے جا رہے تھے۔ پتھروں کی بارش جاری تھی۔ بدن مبارک زخمی ہو گیا۔ ٹانگوں سے خون جاری ہو گیا۔ شدتِ درد سے چلا نہ جاتا تھا جب آپؐ بیٹھنے لگتے تو زبردستی اٹھا دیتے۔ آپؐ چلنے لگتے تو پھر پتھروں کا مینہ برسنے لگتا۔ اتنا خون بہا کہ اس سے جوتے بھر گئے مگر لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا، ناچار ایک باغ کے احاطہ میں پناہ لی۔

باغ کے مالک نے آپؐ کی افسوسناک حالت دیکھی تو اسے رحم آ گیا۔ اپنے غلام کے ہاتھ انگور بھیجے کہ یہ اس اجنبی کو دے آؤ۔ آپؐ بسم اللہ" پڑھ کر انگور کھانے لگے، غلام بسم اللہ کا کلمہ سنکر متعجب ہوا۔ بولا کہ یہاں کے لوگ ایسے الفاظ

سے بالکل ناواقف ہیں۔ آپؐ نے پوچھا، تم کہاں کے باشندے ہو؟ وہ بولا میں نینوا کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم خدا کے نیک بندے یونسؑ[1] کے شہر کے ہو، وہ میرا بھائی تھا۔ وہ بھی نبیؑ تھا اور میں بھی نبیؐ ہوں۔ غلام نے یہ سن کر آپؐ کے سر، ہاتھوں اور پاؤں پر بوسہ دیا۔

حضورؐ کی دعا (واقعۂ طائف کا ردِعمل)

طائف میں آپؐ پر جو کیفیت گزری۔ لوگوں نے آپؐ کی تکلیف و اذیت کے سلسلے میں جو کچھ کیا۔ ان کی سنگباری سے جس طرح آپؐ زخمی اور لہولہان ہوئے وہ ایک عام آدمی کی ہمت توڑنے کے لیے بہت کافی تھا۔ مگر خدا اور خلقِ خدا کی محبت کے جو تقاضے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ایسی تکلیفیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ پاک نفس انسان اور خدا کے برگزیدہ بندے ایسے امتحانوں میں سے بے خوف گزر جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو طائف والوں کی یہ سنگدلی اور ان کا یہ جابرانہ رویہ مطلق بے ہمت نہ کر سکا۔ آپؐ نے ان کی طعن و تشنیع اور سنگباری نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کی۔ ماتھے پر ذرا شکن نہ آیا۔ باغ میں پناہ لینے کے بعد آپؐ نے وضو کیا، نماز پڑھی پھر اس افسوسناک واقعے کی روشنی میں اللہ تعالےٰ سے جو دعا مانگی۔ اس کا ایک ایک لفظ آنحضرتؐ کی پیغمبرانہ صفات پر دلالت کرتا ہے۔ آپؐ بارگاہ الٰہی میں یوں دست بہ دعا ہوتے ہیں (ترجمہ):

> اے میرے پروردگار! میں اپنی کمزوری، طاقت کی کمی، بے سروسامانی اور لوگوں کی نظروں میں ہیچ ہونے کی بابت صرف تجھی سے فریاد کرتا ہوں۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی کمزوروں اور عاجزوں کا ربّ ہے۔ تو ہی میرا مالک ہے تو مجھے کس کے سپرد کرے گا۔ کسی اجنبی دشمن کے جو مجھ سے ترشروئی سے پیش آتا ہے یا قریبی دوست کی طرف جس کے قبضہ میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناخوش نہیں تو مجھے ان تمام تکلیفوں کی کچھ پروا نہیں۔ تیری عافیت اور حفاظت میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے اس نور کی پناہ میں آتا ہوں جس کے سامنے ساری تاریکیاں پاش پاش ہو کر روشن ہو جاتی ہیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام سنور جاتے ہیں۔ مجھے تیری رضامندی درکار ہے۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

سیرت کی ایک ممتاز جھلک

یہ تھا شانِ رحمت اور خلقِ خدا پر شفقت کا وہ نمونہ جو آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اہل طائف کی اتنی زیادتی اور سختی کے باوجود جو کلمات آنحضرتؐ کی زبان سے نکلے، وہ آپؐ کی سیرت کے ایک ممتاز پہلو کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں صبر و ہمت اور استقامت کا ایسا واقعہ کہیں نہ ملے گا۔ تبلیغ و ہدایت کا یہی وہ بلند مقام ہے جہاں کسی کا قدم نہیں پہنچ سکا۔ طائف کا واقعہ اسی لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں آنحضرتؐ کی سیرت کی ایک ممتاز جھلک نظر آتی ہے۔

---

[1] حضرت یونسؑ اہل نینوا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے۔

مکہ کو واپسی طائف سے آپؐ مکہ کو واپس لوٹے۔ مکے میں آپؐ کی زندگی کا یہ آخری دور تھا جس میں پریشانیاں حد سے بڑھ چکی تھیں۔ قریش کے ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ کے خلاف عام عداوت کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ آپؐ خود ہر مصیبت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے مگر ساتھیوں کی مصیبتیں اور تکلیفیں نہ دیکھی جاتی تھیں۔ تاہم ہر وقت خدا کی رحمت پر نظر تھی اور دین کی تبلیغ جاری تھی۔ مگر اس میں قریش اتنا مخل ہونے لگے کہ آپؐ کے لیے کسی مجمع کو مخاطب کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپؐ رات کو پوشیدہ طور پر لوگوں کے پاس جاتے اور انھیں نیکی کی تلقین فرماتے۔

بیعت عقبہ اولیٰ نبوت کا گیارہواں سال (۶۲۰ء) اور حج کا موسم تھا۔ لوگ منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے جو مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ اس جگہ وعظ و نصیحت کے لیے تشریف لے گئے۔ یہاں ایک مقام ہے جسے عقبہ (گھاٹی) کہتے ہیں۔ اس مقام پر یثرب کے چھ افراد جو خزرج قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ عام عرب کی طرح بت پرست تھے مگر انھوں نے اپنے پڑوسی یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ خدا کا ایک برگزیدہ نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے جب آنحضرتؐ نے انھیں نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بت پرستی کی تکذیب میں دلائل پیش کیے تو ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جن کے متعلق انھوں نے سن رکھا ہے کہ اس کا ظہور ہونے والا ہے چنانچہ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر وطن پہنچ کر دوسرے لوگوں میں دین حق کی تبلیغ شروع کر دی اور یثرب میں گھر گھر دین اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

اگلے سال (نبوتؐ کے بارھویں برس ۶۲۱ء) حج کے موقع پر یثرب سے بارہ آدمی آنحضرتؐ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے عقبہ کے مقام پر ان نومسلموں سے بیعت لی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ بیعت میں یہ باتیں شامل تھیں۔ کہ ہم صرف خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ چوری اور بدکاری سے اجتناب کریں گے، اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے[1] جھوٹی تہمت اور الزام تراشی سے بچیں گے اور ہر نیک اور اچھی بات میں رسول اکرمؐ کے فرماں بردار رہیں گے۔

اس اقرار کے بعد یہ لوگ وطن واپس ہوئے تو آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ کسی ایسے شخص کو اُن کے ساتھ بھیجا جائے تاکہ وہ وہاں ہمیں دین کی باتیں سکھائے اور اخلاقیات کی تعلیم دے۔ آنحضرتؐ نے مصعب بن عمیرؓ[2] کو ساتھ کر دیا۔

---

[1] عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

[2] حضرت مصعبؓ قریش کے نہایت دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ حسین اور خوبرو نوجوان تھے۔ اسلام سے قبل کروفر کا یہ عالم تھا کہ نہایت قیمتی پوشاک زیب تن کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ مگر اسلام لاتے ہی سب امیرانہ طریقے ترک کر دیے اور فقیری کے عالم میں بسر کرنے لگے۔ اس رد و بدل نے گھر والوں کو آپؓ کا دشمن بنا دیا۔ مگر آپؓ نے پروا نہ کی اور خدا اور رسولؐ کی محبت میں فقیری کا وہ نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہیگا۔ جب آپؓ یثرب میں ایک برس گزارنے کے بعد مکہ واپس لوٹے تو بدن پر صرف ایک کمل پڑا تھا جسے ببول کے کانٹوں سے ٹانکا گیا تھا۔

بیعت عقبہ ثانیہ یثرب میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے مسلمانوں کی کوششوں سے بہت سے لوگ اسلام لے آئے۔ اوس اور خزرج قبیلوں کے بہت سے ممتاز افراد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہاں تک کہ اگلے سال (نبوت کے تیرھویں برس ۶۲۲ء) پھر حج کا موسم آیا تو وہاں سے بہتر آدمی مکہ میں آئے۔ انھیں یہ علم ہو چکا تھا کہ آنحضرت ﷺ پر مکہ میں قریش بہت زیادہ ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مکہ میں عقبہ کے مقام پر رات کے وقت آنحضرت ﷺ سے ملے۔ ارادہ یہ کر کے آئے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ یثرب میں لے آئیں گے تاکہ وہ قریش کے مظالم سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ ملاقات ہونے پر انھوں نے آنحضرت ﷺ سے اصرار کیا کہ ان کے ساتھ یثرب چلیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا دینِ حق کی اشاعت میں پوری پوری مدد کرو گے اور اگر میں تمھارے ہاں جا کر رہنے لگوں تو کیا میری اور میرے ساتھیوں (دوسرے مسلمانوں) کی حمایت اپنے اہل و عیال ہی کی طرح کرو گے؟

اس وقت حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے وہاں موجود تھے۔ انھوں نے اہلِ یثرب سے کہا کہ جو کچھ رسولِ خدا فرماتے ہیں وہ اچھی طرح سن اور سمجھ کر جواب دینا۔ کیونکہ انھیں یثرب لے جانا ذمہ داری کا کام ہے اگر تم عہد کرو کہ ان کا ساتھ کسی حالت میں بھی نہ چھوڑو گے تو یہ ساتھ جانے کو آمادہ ہیں۔ اہل یثرب نے کہا کہ ہم تلواروں کے سایے میں پلے ہیں۔ ہم سے جو عہد آپ لیں گے ہم انچ بھر اس سے ادھر ادھر نہ ہوں گے اور ہر حالت میں حضورؐ کا دامن تھامے رکھیں گے۔

یہ جواب سن کر آنحضرت ﷺ نے ان سے بیعت لی جو بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ آپؐ نے ان کی رائے کے مطابق بارہ آدمی چنے اور انھیں ان پر سردار مقرر کیا۔

اس بیعت کے بعد یثرب کے دروازے مسلمانوں پر کھل گئے۔ یہی نئی جگہ اسلام کی بنیاد رکھنے کا مرکز بنی اور یہاں اسلام اپنی عملی شکل میں جلوہ گر ہونے لگا۔

ہجرت مدینہ مکہ اس برکت سے ابھی تک محروم تھا مگر مدینہ کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ اوس و خزرج قبیلوں میں اسلام نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ گھر گھر اسلام کا چرچا ہو گیا۔ پھر جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ اہل یثرب نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ اگرچہ عزیزوں اور وطن سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی اور عام حالات میں انھیں چھوڑ دینا ممکن نہیں تاہم خدا کے وہ پاک بندے جو اپنی جان اور اپنا مال راہِ حق میں لٹا دینے سے دریغ نہیں کرتے ان کے لیے عزیز و اقربا اور وطن کو چھوڑ دینا بھی کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ یہی وہ قربانیاں ہیں جو خدا کی رضا، خدا کی فرماں برداری اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہمیں ایسی ہی بے مثال قربانیوں کا جو طویل سلسلہ نظر آتا ہے دنیا کی تاریخ میں کسی اور شخصیت کی زندگی میں نہیں ملتا۔ آپؐ کے علاوہ آپؐ کے صحابہؓ نے خدا کی خوشنودی اور دین کی سربلندی کے لیے جو جو مصیبتیں اٹھائیں، جس طرح ہم وطنوں، عزیزوں اور اغیار کے ظلم سہے، ذلت برداشت کی، جانی و مالی نقصان اٹھایا۔ تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے مناسب سمجھا کہ پہلے صحابہ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی جائے

جب وہ سب اس محفوظ مقام پر پہنچ جائیں تو آخر میں آپؐ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی اور اکا دکا لوگ مکہ چھوڑ کر یثرب جانے لگے۔ اہلِ یثرب نے اپنے پیمان کے مطابق انھیں اپنے عزیزوں کی طرح رکھا اور ہر طرح سے ان کی امداد کی۔

قریش کو جب پتہ چلا کہ اہل یثرب مسلمانوں کو پناہ دے رہے ہیں تو جوش میں آگئے جس طرح ہجرت حبشہ کے موقعہ پر انھوں نے مداخلت کی تھی اور حبشہ تک مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا۔ اسی طرح اب بھی مسلمانوں کی آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کرنے لگے۔ یثرب جانے والوں کو تنگ کرتے اور انھیں جانے سے روکتے۔

حضرت صہیب رومیؓ یثرب جانے لگے تو ان کا سارا مال و زر قریش نے روک لیا۔ آپؓ نے کچھ پروا نہ کی اور سب کچھ یہیں چھوڑ دامن جھاڑ کر یثرب چلے گئے۔ اس ضمن میں ابو سلمہؓ اور ان کی بیوی ام سلمہؓ کا واقعہ بڑا رنجدہ ہے۔ ابو سلمہؓ اپنی بیوی ام سلمہؓ اور شیر خوار بچے کو لے کر نکلے۔ قبیلے والوں نے مزاحمت کی اور ابو سلمہؓ سے کہا اگر جانا ہی ہے تو اپنی بیوی اور بچے کو نہیں لے جاسکتے۔ حضرت ابو سلمہؓ کو بیویؓ اور بچے کی جدائی گوارا نہ ہوسکتی تھی مگر اس محبت پر خدا اور رسولؐ کی محبت غالب رہی اور ناچار انھیں چھوڑ کر چل دیے۔

ابو سلمہؓ چلے گئے مگر ام سلمہؓ سے شوہر کی جدائی برداشت نہ ہو سکی۔ وہ بھی یثرب جانے کے لیے بے تاب تھیں چنانچہ روزانہ اس جگہ جاتیں جہاں شوہر سے جدا ہوئی تھیں اور پہروں وہاں بیٹھ کر روتی رہتیں۔ سال بھر یہی کیفیت رہی۔ پھر بعض لوگوں کو ترس آیا تو انھیں شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔

غرض یہ مصیبتیں تھیں جو ہجرت کے راستے میں حائل تھیں مگر مسلمانوں نے اللہؐ اور رسولؐ کی محبت میں ان تمام مصائب کا مقابلہ کیا اور وطن و گھر بار چھوڑ کر یثرب چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا اور آنحضرتؐ کے علاوہ بڑے بڑے صحابہؓ میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ باقی رہ گئے۔

قتل کے ناپاک منصوبے قریش نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آنحضرتؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ رائے یہ ٹھہری کہ ہر قبیلے میں سے ایک ایک آدمی چنا جائے، وہ سب تلواروں سے مسلح ہو کر رسولِ پاکؐ کے مکان کو گھیر لیں۔ آپؐ صبح نماز کے لیے باہر نکلیں تو تمام مسلح افراد یک بارگی حملہ کر کے آپؐ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیں۔ اس طرح یہ پتہ نہ لگ سکے گا کہ کس کی تلوار سے آنحضرتؐ قتل ہوئے۔ ہاشمی خاندان اگر بدلہ لے گا بھی تو اسے سب قبیلوں سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ اور یہ بڑا مشکل کام ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خون بہا پر معاملہ ٹل جائے گا۔

یہ تجویز دراصل ابوجہل کی تھی جو آنحضرتؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور بہ ظاہر اس کی کامیابی کے امکانات تھے مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے نبیؐ کی حفاظت مقصود تھی چنانچہ ایسے اسباب مہیا ہوگئے جن کے طفیل آنحضرتؐ دشمنوں کے ذلیل حملے سے محفوظ رہے اور قریش کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔

حضرت علیؓ کی فداکاری جس رات آنحضرتؐ یثرب روانہ ہونے والے تھے، قریش کے مسلح افراد نے منصوبہ کے مطابق آپؐ کے مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ ان کا خیال تھا کہ آنحضرتؐ علی الصبح نماز کے لیے باہر آئیں گے تو ان پر حملہ کیا جائے۔ مگر آنحضرتؐ رات کے پہلے حصہ میں ہی گھر سے نکل پڑے اور اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلا گئے اور انھیں اپنی چادر اڑھا دی تاکہ قریش کو اطمینان رہے کہ رسول اللہؐ پڑے سو رہے ہیں۔

حضرت علیؓ کو اپنی جگہ سلانے اور مکّہ میں پیچھے چھوڑ جانے کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اگرچہ قریش آپؐ کے جانی دشمن تھے پھر بھی انھیں آپ کی امانت اور دیانت پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں انھیں کے پاس رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ کفار کی بہت سی امانتیں آپؐ کے پاس پڑی تھیں۔ انھیں لوٹانے کے لیے بھی کسی کا یہاں موجود رہنا ضروری تھا۔

(سچائی، امانت اور دیانت داری کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ ایک طرف کفار کا یہ رویہ کہ وہ آپؐ کے خون کے پیاسے ہیں اور آپؐ کو قتل کرنے کے لیے مسلح افراد مامور کر رکھے ہیں۔ دوسری طرف آنحضرتؐ کا کردار یہ ہے کہ آپؐ کو جان کے خطرے کی پروا نہیں بلکہ ایسے نازک مرحلے پر بھی کفار کی امانتوں کا خیال دامنگیر تھا اور جانے سے پہلے ان کے لوٹانے کا انتظام فرما گئے یہی پاک سیرت تھی جو بنی نوع انسان کے لیے نیک اور عمدہ ترین نمونہ تھی۔ یقیناً ایسے کردار کی شخصیت کے سامنے دوست اور دشمن سب کی گردنیں ادب سے جھک جانی چاہئیں)

آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا، حضرت علیؓ قوتِ ایمان کے اس بڑے امتحان میں کامیاب اُترے اطمینان سے سوئے رہے۔ خطرے کا خفیف سا خیال بھی ذہن میں نہ لائے صبح ہوئی اور رسول اللہؐ کا کوئی پتہ نہ چلا تو بستر کی طرف آئے، وہاں حضرت علیؓ کو پڑا پایا تو آنحضرتؐ کے متعلق پوچھا آپؓ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کیا مجھے سونپ کر گئے تھے جو پوچھ رہے ہو؟

کفار نے یہ سُنا تو اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ آنحضرتؐ کی ہدایت کے مطابق حضرت علیؓ نے سب امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور تین دن کے بعد خود بھی مدینے روانہ ہو گئے۔

غار ثور میں قیام گھر سے نکلنے کے بعد آنحضرتؐ حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچے، جو مکّے کے جنوب میں ہے اس حصّے کو مسفلہ یعنی نشیبی حصّہ کہتے تھے۔ آپؐ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ کفار آپؐ کی تلاش میں مدینہ کی سمت نکلیں گے۔ چنانچہ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر راتوں رات مدینہ کی مخالف سمت کو چل دیے تاکہ وہاں سے چکر کاٹ کر مدینہ پہنچیں۔ مکّہ سے چھ میل بہ سمتِ جنوب ایک پہاڑ کے غار میں پہنچ گئے جس کا نام کوہِ ثورؓ ہے۔ آپؐ اس غار میں چھپ رہے۔ خیال یہ تھا کہ جب تک قریش تعاقب میں سرگرم ہیں یہیں قیام کیا جائے۔

حضرت ابو بکرؓ کی جاں نثاری حضرت ابو بکرؓ نے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ سوراخ بند کئے۔ بعد ازاں آنحضرتؐ اندر گئے۔ تھکے ہوتے تھے نیند آگئی اس لیے حضرت ابو بکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ بعض کتابوں میں حضرت ابو بکرؓ کی جاں

ثور دراصل ایک خاصا اونچا پہاڑ ہے جس پر ایک جگہ اس طرح پر پتھر پڑے ہیں کہ بیچ میں ایک غار سا بن گیا ہے غار کا دہانہ تنگ ہے اور آدمی لیٹ کر اندر داخل ہو سکتا ہے اندر سے کافی کُ[illegible]

کا ایک واقعہ درج ہے ۔ کہ ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا تھا ۔ اس میں سے سانپ نے سر نکالا حضرت ابوبکرؓ نے
اس خیال سے کہ آنحضرتؐ کے آرام میں خلل نہ پڑے ۔ اُٹھنے کی بجائے اسی طرح بیٹھے بیٹھے ٹانگ پھیلائی اور ایڑی سوراخ پر رکھ دی ۔
جانتے تھے کہ سانپ ایڑی پر کاٹ لیگا ۔ مگر محبت رسول (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا اندازہ کیجیے کہ اپنی جان کی بازی لگا دی مگر آنحضرتؐ کی نیند میں خلل گوارا نہ
کیا ۔ چنانچہ سانپ نے ایڑی پر ڈس لیا ۔ مگر آپؓ نے اُف تک نہ کی ۔ شدتِ درد و کرب سے آنسو نکل پڑے ۔ ایک آنسو حضرت اکرمؐ
کے مبارک چہرے پر گرا تو آپؐ بیدار ہو گئے ۔ پوچھا "ابوبکرؓ! کیا ہوا؟" عرض کیا "حضورؐ سانپ نے کاٹ لیا" آنحضرتؐ نے زخم پر
اپنا لعاب دہن لگا دیا ۔ خدا کے فضل و کرم سے درد بھی جاتا رہا اور زہر بھی اتر گیا ۔

سفر کے انتظامات مکہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت ابوبکرؓ نے سفر کے لیے دو سانڈنیاں تیار کر لی تھیں ۔ کچھ ستو ساتھ
لے لیے تھے اور اپنے ایک ملازم کو ہدایت کر دی تھی کہ روزانہ بکریاں چراتا ہوا تور پر آ جایا کرے اور تازہ دودھ دے جایا کرے ۔
چنانچہ وہ روزانہ تازہ دودھ دے جاتا ۔ ایک متعمد شخص کے ذریعے قریش کی سرگرمیوں کی خبریں بھی پہنچ جاتی تھیں ۔

تین دن اور تین راتیں غار کے اندر اسی طرح بسر کرنی پڑیں ۔ چنانچہ وہ مدینہ کے عام راستوں کے آس پاس دیکھ بھال
میں ناکام رہنے کے بعد قریش نے جنوبی سمت کے بھی تمام ضروری مقامات کی چھان بین شروع کی ۔ ایک روز غار کے پاس بھی پہنچ گئے
اور اتنے قریب آ گئے کہ ان کی آوازیں غار کے اندر سنی جانے لگیں ۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنے متعلق کوئی خیال نہ تھا لیکن آنحضرتؐ
کی وجہ سے بہت پریشان و غمگین تھے ۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو پریشان دیکھ کر فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (ابوبکر!
خوف نہ کرو ۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے)

قریش کے آدمی غار کے باہر ہی سے لوٹ گئے ۔ آخر غار سے نکل کر سفر شروع کیا ۔ تیز رفتار اونٹنیاں تیار کھڑی تھیں ۔ حضرت
ابوبکرؓ نے ان میں سے ایک آنحضرتؐ کو نذر کی، مگر آپؐ نے نذر قبول کرنے کی بجائے ان سے خرید فرمائی اور سوار ہوئے ۔
ایک متعمد شخص راستہ دکھانے کے لیے ساتھ لیا اور چل دیے ۔ راستہ وہ اختیار کیا جہاں سے بہت کم لوگوں کا گزر ہوتا تھا
ایک دن اور رات مسلسل سفر جاری رہا ۔ دوسرے دن دھوپ تیز تھی اس لیے آرام کرنے کے لیے سواری سے اترے ۔
حضرت ابوبکرؓ نے ایک چٹان کے سایے میں اپنی چادر بچھا دی ۔ آنحضرتؐ اس پر بیٹھ گئے ۔ بکری کا دودھ پیا اور کچھ دیر
تک آرام فرمایا ۔ دوپہر ڈھلنے پر پھر روانہ ہوئے ۔

انعام کا اعلان ادھر آنحضرتؐ مکہ سے نکلے، ادھر قریش نے آپؐ کی تلاش میں علاقے کا چپہ چپہ چھان مارا ۔ جب کوئی
سراغ نہ ملا تو اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرتؐ یا حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے ۔
عام آدمیوں کے لیے یہ بہت بڑا انعام تھا ۔ چنانچہ کئی لوگ انعام کے لالچ میں آپؐ کی تلاش میں لگ گئے ۔ انھیں میں ایک شخص سراقہ
بن جعشم بھی تھا ۔ جب آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ یثرب کو چلے جا رہے تھے تو سراقہ جو آپؐ کی تلاش میں سرگرداں تھا ادھر آ نکلا اور پہچان
لیا ۔ اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کا پیچھا کیا ۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا ۔ سراقہ نے عربوں کے دستور کے مطابق

اس موقع پر ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو خلاف نکلی۔ مگر وہ لالچ میں دیوانہ ہو رہا تھا لہٰذا گھوڑے کے سنبھلتے ہی پھر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ اس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اگرچہ حرص چین نہ لینے دیتی تھی مگر دوسری مرتبہ کی اس کیفیت نے اس کی ہمت پست کر دی۔ وہ آپؐ کو گرفتار کرنے کی بجائے خدمت میں حاضر ہوا، قریش کے اعلان اور اپنے تعاقب کی کیفیت بیان کی۔ پھر امن کا پروانہ لے کر مکہ لوٹ گیا[۱]

اہلِ مدینہ کا انتظار مدینہ والوں کو آنحضرتؐ کی روانگی کی خبر اسی وقت مل گئی تھی جب آپؐ مکہ سے چلے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ مسرت سے آپؐ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کو طے کرنے میں زیادہ دن نہ لگتے تھے۔ مگر جب اہل مدینہ کو انتظار کرتے کرتے کئی دن گزر گئے تو وہ بہت پریشان ہوئے کہ نہ جانے آنحضرتؐ ابھی تک کیوں نہیں پہنچے۔ انھیں یہ علم نہ تھا کہ آپؐ تین دن اور تین رات غارِ ثور میں ٹھہرے رہیں گے اور پھر چکر کاٹ کر مدینہ پہنچیں گے۔ بہرحال مشتاقانِ زیارت مدینہ سے باہر نکل کر راستوں پر دور دور تک پھیل جاتے اور آپؐ کی راہ دیکھتے۔

مدینہ کی آبادی کی کیفیت مدینہ کے شمال اور جنوب میں پہاڑ واقع ہیں۔ بیچ میں وسیع میدان ہے جس میں مختلف قبیلے بکھرے پڑے ہیں۔ سب سے بڑی آبادی کا نام یثرب تھا اور اسی نام سے میدان کی تمام آبادیاں مشہور تھیں۔ آنحضرتؐ وہاں پہنچے تو آپؐ کے قیام کے لیے جو جگہ تجویز ہوئی وہ آبادیوں کے قریباً بیچ میں تھی۔ پھر اسی آبادی کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ لوگوں میں اس کا نام "مدینۃ النبیؐ" یا "مدینۃ الرسولؐ" مشہور ہوا۔ یعنی نبی یا رسول کا شہر۔ یہی نام عوام کی زبان پر مدینہ رہ گیا۔

مدینہ میں داخلہ آنحضرتؐ سفر کرتے کرتے اس جگہ پہنچے جو قبا کے نام سے موسوم ہے اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک بیرونی آبادی ہے۔ یہاں انصار کے جو خاندان آباد تھے ان میں عمرو بن عوف کا خاندان بھی تھا آنحضرتؐ انھیں کے ہاں مہمان ٹھہرے یہ ۸ ربیع الاول (۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) دوشنبے کا دن تھا اور بھی کئی مہاجر یہاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ مدینہ سے کئی لوگ آپؐ کی زیارت کے لیے یہاں چلے آئے۔ مکہ میں امانتیں لوٹانے کا جو کام آپؐ حضرت علیؓ کے سپرد کر آئے تھے اسے انجام دینے کے بعد وہ بھی قبا میں آپؐ سے آملے۔ یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد ۲۲ ربیع الاول (۲۴ ستمبر) کو آنحضرتؐ مدینہ پہنچے اور حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابو ایوبؓ نے مکان کے اوپر کی منزل آپؐ کے لیے خالی کرادی۔ مگر آپؐ نے یہ کہہ کر نچلی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا کہ لوگ ملنے کے لیے آتے ہیں انھیں اوپر کی منزل میں آنے سے دقت ہو گی۔

مسجد کی تعمیر مدینہ میں آپؐ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کرائی۔ تعمیر میں خود بھی مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ مسجد کے ساتھ مشرقی سمت میں ازواج کے لیے کچی اینٹوں کے حجرے تعمیر کیے گئے۔ آپؐ سات ماہ تک حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں رہے۔ پھر جب حجرے تعمیر ہو گئے تو ان میں اٹھ گئے۔

---

[۱] سراقہ بن جعشم وہی شخص ہے جسے آنحضرتؐ نے بشارت دی تھی کہ تیرے ہاتھوں میں شہنشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا تو سراقہ کو بادشاہ کے کنگن پہنائے گئے۔

مواخات مدینہ کے انصار نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا جو عہد کیا تھا اسے حرف بہ حرف پورا کر کے دکھایا۔ اپنے مال و دولت میں سے جتنا کچھ ہو سکا مہاجرین کی نذر کیا۔ آنحضرتؐ نے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کے درمیان برادری کا رشتہ قائم کر دیا۔ اسے مواخات یا بھائی چارہ کہتے ہیں۔ بعض انصار نے اپنی پوری ملکیت کے دو برابر حصے کر کے اپنے مہاجر بھائی کو دیا جس سے وہ اپنا کاروبار کر کے خود روٹی کمانے کے قابل ہو گئے۔ اس بھائی چارے کی حد یہ تھی کہ انصار بھائی کی وفات پر اس کے مہاجر بھائی کو اس کی جائداد ترکہ میں ملتی۔

مسجد میں باقاعدہ نماز ادا ہونے لگی جب یہ سوال پیدا ہوا کہ نمازیوں کو وقت پر بلانے کی کیا صورت ہو تو حضرت عمرؓ کی تجویز پر اذان کا طریقہ مقرر ہوا۔ آنحضرتؐ نے اس طریقے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اذان کہی۔

معاہدے اور انتظامات مدینہ میں یہودیوں کو بھی خاص حیثیت حاصل تھی۔ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ صلح و امن سے رہا جائے اور مسلمان اور غیر مسلم مل جل کر اتفاق سے رہیں۔ چنانچہ ایک عہد نامہ ہوا جس کی شرائط کا خلاصہ یہ تھا کہ دونوں فریق ایک قوم کے حکم میں ہونگے۔ جس فریق کو جنگ کی صورت پیش آئے۔ دوسرا فریق اس کی مدد کرے گا۔ دونوں فریق اپنے اپنے دین پر رہیں گے اور مدینہ پر حملہ ہوا تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے۔ کوئی فریق عہد نامے کی خلاف ورزی نہ کرے گا اور مظلوم کی بہر حال مدد کی جائے گی۔ اگر دونوں فریقوں کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہو جائے یا کسی تنازعہ کی صورت نکل آئے تو فیصلہ خدا و رسولؐ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

یہودیوں نے اس عہد نامہ کو خوشی خوشی قبول کیا، مگر بعد ازاں اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔

مسلمانوں کی ہجرت کے باوجود قریش نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور اب مدینہ کے لوگوں سے ساز باز کرنے لگے۔ انھوں نے یہودیوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارنا شروع کیا اور وہ ان کی انگیخت میں آ گئے۔ آنحضرتؐ نے یہودیوں سے معاہدہ کرنے کے بعد آس پاس کے دوسرے قبائل سے بھی صلح و امن کے معاہدے کر لیے۔ بعض قبیلوں کی طرف اپنے آدمی بھیجے اور بعض کو خود جا کر صلح کا پیغام دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلوں کی باہمی خانہ جنگی رک گئی۔ مگر قریش کو صلح و آشتی کی یہ فضا گوارا نہ تھی۔ وہ تو شرارت پھیلانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔

جنگ کا پیش خیمہ قریش کے تجارتی قافلے شام اور یمن کو آیا جایا کرتے تھے اور مدینہ شاہراہوں کے قریب واقع تھا۔ قریش کو خدشہ ہوا کہ اگر مسلمانوں نے مدینہ میں قدم جما لیے تو ان کے لیے یہ شاہراہیں محفوظ نہ رہیں گی اور ان کی تجارت مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہ جائے گی۔ اگرچہ مسلمانوں کے پیش نظر کوئی ایسا اقدام نہ تھا۔ وہ تو اس بات کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ انھیں صلح و امن کی فضا پیدا کرنی مقصود ہے۔ مگر قریش ہر طرح سے مسلمانوں کی مخالفت پر اترے ہوئے تھے اور مخالفت کے جوش میں نیک و بد کی تمیز نہ کر سکتے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ مدینے کے چند مسلمانوں کے علاوہ باقی چاروں طرف اسلام کے دشمن موجود تھے۔ قریش نے

مدینے کے ان قبائل کو بھی اپنا آلۂ کار بنا لیا جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے یا اسلام کے سلسلہ میں متذبذب تھے۔ عبداللہ بن ابی نام ایک منافق جو بہ ظاہر اسلام کا دم بھرتا تھا۔ قریش کی سازشوں میں بڑی مستعدی سے کام کرتا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو اپنی مدافعت کی فکر لاحق ہو گئی۔

اس اثنا میں قریش کے ایک سردار نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ بول دیا اور مویشی ہانک کر لے گیا۔ گویا قریش نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ مدینہ کے مسلمانوں پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ اس حملہ کے لیے قریش نے سازوسامان فراہم کرنے کی صورت یہ نکالی کہ اہل مکہ نے اشتراک کر کے وسیع پیمانے پر روپیہ تجارت میں لگا دیا اور طے پایا کہ اس سے جو منافع حاصل ہو، وہ سب مسلمانوں کے خلاف جنگ میں لگا یا جائے۔ قریش نے ایک بھاری قافلہ تجارت کے لیے شام بھیجا۔ یہ شعبان ۲ھ (فروری ۶۲۴ء) کا واقعہ ہے۔ ابوسفیان کو جو رسول اللہ ؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اس قافلے کا امیر مقرر کیا گیا۔

مسلمانوں کو قریش کے اس اقدام کی خبر مل چکی تھی، مگر آنحضرت ؐ نے سوائے اس کے کہ قافلے کی نقل و حرکت کی نگرانی رکھی جائے کوئی جارحانہ اقدام نہ کیا۔

شام میں مال بیچنے کے بعد قافلے نے وہاں سے مزید مال خریدا اور مکے کا رخ کیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان حالتِ جنگ قائم تھی اور اس کے ذمہ دار قریش تھے اور ظاہر ہے کہ حالتِ جنگ میں فریقین ایک دوسرے کو کسی بھی شکل میں نقصان پہنچائیں تو یہ قواعد جنگ کی خلاف ورزی نہیں کہلا سکتی۔ چونکہ قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام بھیجا گیا تھا۔ اس میں مکہ کے تمام مخالفین اسلام نے کچھ نہ کچھ سامان تجارت کے لیے بھیجا تھا اور قرارداد یہ بھی تھی کہ جو منافع ہو گا وہ پورے کا پورا مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی تیاری میں صرف کیا جائے اس لحاظ سے تجارتی قافلے پر مسلمانوں کا حملہ عین مقتضائے مصلحت تھا اور اُسے قانوناً یا اخلاقاً محلِ اعتراض قرار نہ دیا جا سکتا تھا۔ حضور ؐ نے اس قافلے کے شام جاتے وقت بھی کچھ آدمی دیکھ بھال کے لیے بھیج دیے تھے اور جب قافلے کی واپسی کی خبر ملی تو اس وقت بھی بعض اصحابؓ کو اس بارے میں خبریں فراہم کرنے کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ آپ ؐ خود بھی صحابہ کے ساتھ نکل پڑے تھے۔

ابوسفیان کچھ تو ڈرا ہوا تھا پھر بستی کے قریب پہنچ کر اُسے معلوم ہو گیا کہ اہل مدینہ آس پاس پھرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ لہذا اس نے قافلے کا رخ بدلا اور عام راستے چھوڑ کر ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا بچ نکلا۔ پھر ایک تیز رو قاصد بھی مکہ بھیجدیا تھا کہ قریش کو خطرے کی خبر مل جائے۔ قریش نے خبر ملتے ہی ایک لشکر تیار کیا اور اس مقام کی طرف بڑھے جہاں قافلے کے لیے سخت خطرہ تھا۔

اس طرح حکمت الٰہی سے قریش اور مسلمانوں کے درمیان اس جنگ کی صورت پیدا ہو گئی جو اسلام کی تاریخ میں حق و باطل کی پہلی جنگ ہے اور قرآن نے اسے یوم الفرقان قرار دیا ہے یعنی اسے حق اور باطل میں فرق کا دن قرار دیا۔

مسلمانوں کی روانگی ۱۳ رمضان ۲ھ (۹ مارچ ۶۲۴ء) کو مسلمان مدینہ سے نکلے۔ شہر سے کچھ دور جا کر مجاہدین کے لشکر کا جائزہ لیا گیا۔ دیکھا کہ کمسن لڑکے بھی جہاد کے شوق میں لشکر کے ہمراہ آ گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے انھیں لوٹ جانے کو کہا مگر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ان میں حضرت سعدؓ وقاص کے بھائی عمیرؓ بھی تھے وہ اتنے کم عمر تھے کہ کمر میں بندھی ہوئی تلوار زمین کے ساتھ لگ گئی تھی۔ عمیرؓ کی گریہ وزاری اور ان کا شوقِ جہاد دیکھ کر حضورؐ نے انھیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

مسلمان تعداد میں تین سو تیرہ تھے، ان کے مقابلے میں قریش کا لشکر ایک ہزار کے لگ بھگ یعنی قریباً تین گنا تھا۔ جنگی ساز و سامان کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کا ان سے مقابلہ نہ ہو سکتا تھا، مگر دل جوشِ ایمان سے پُر اور خدا و رسولؐ کی محبت سے اس قدر معمور تھا کہ مخالف کی کثرت اور ساز و سامان سے بے نیاز ہو کر میدانِ جنگ کو چل پڑے تھے۔

۱۷۔ رمضان کو مجاہدوں کا یہ مختصر سا لشکر بدر کے سامنے پہنچ گیا۔ جو شام کی شاہراہ کا مشہور مقام اور مدینے سے کوئی اسی میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب کی طرف تھا۔ اس وقت تک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ محفوظ نکل چکا تھا۔ لہٰذا اب قریش کے لیے جنگ کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی۔ مگر وہ تو لڑائی کے لیے بہانہ چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ابوجہل کی تجویز کے مطابق فیصلہ کر لیا کہ بدر جائیں وہاں کچھ دیر ٹھہر کر لوٹیں۔ اس طرح انھوں نے واپس لوٹنے کے بجائے بدر کی جنوبی سمت میں ڈیرے ڈالے۔ آنحضرتؐ بدر کی شمالی سمت میں پہنچ گئے تھے۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ قریش کا لشکر قریب آ گیا ہے۔ تو آپؐ نے اندازہ فرما لیا کہ لڑائی ناگزیر نظر آتی ہے۔ چنانچہ اپنی قیامگاہ سے آگے بڑھ کر ایک اچھے مقام پر قبضہ کر لیا۔ خود آنحضرتؐ کے لیے ایسی جگہ سائبان لگایا گیا جو آس پاس کے مقامات سے ذرا بلند تھی اور وہاں سے میدان جنگ پر پوری طرح نظر پڑتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ حفاظت کے لیے آپؐ کے ہمراہ رہے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ دروازے پر پہرہ کے لیے متعین کیے گئے۔

آنحضرتؐ نے اللہ کے حضور دعائیں مانگیں کہ اے اللہ! جو وعدے تو نے کیے ہیں۔ انھیں پورا کر۔ اگر تیرے یہ تھوڑے بندے آج مٹ گئے تو دنیا پر تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ آپؐ اس خشوع و خضوع سے دعا میں اس درجہ تھے کہ چادر شانے سے گری جا رہی تھی۔

اس میں امت کو یہ سبق سکھایا کہ ہر کام کے سلسلہ میں پوری تدابیر اختیار کرنے کے باوجود اور اللہ کی مدد پر پورا الیقین ہونے کے باوصف اسی کے سامنے عاجزی اور انکساری سے گڑگڑانا چاہیے۔ کیونکہ کامیابی اور فتح و نصرت صرف اپنی ہمت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا انحصار اللہ ہی کے فضل و کرم پر ہے۔

جنگِ بدر ۱۹۔ رمضان[1] ۲ھ (۱۶۔ مارچ ۶۲۴ء) کو دونوں لشکر بدر کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے کم

---

[1] عام طور پر تاریخ ۱۷۔ رمضان بیان کی جاتی ہے، دن جمعہ کا تھا۔ تقویم سے معلوم ہوتا، اکو منگل یا بدھ تھا۔ تاریخ کے متعلق اختلاف ممکن ہے۔ دن کے متعلق شبہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا صحیح تاریخ ۱۹ ہوتی ہے۔ بعض روایتوں میں ۱۹ بھی درج ہے۔

قریش کے بعض افراد نے جنگ روکنے کی کوشش کی، مگر ابوجہل نے کوئی کوشش کامیاب نہ ہونے دی ۔ اور میدانِ کارزار گرم ہو گیا ۔
اس جنگ میں خاص طور پر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ عزیز اور رشتہ دار ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے ۔ حضرت ابوبکرؓ کے فرزند عبدالرحمٰن قریش کے ساتھ تھے، حضرت حذیفہؓ کا والد عتبہ بھی قریش مکہ کے لشکر میں شریک تھا ۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے والد بھی مخالفین کے طرفدار تھے ۔ لیکن جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ کسی کو رشتے کا کوئی خیال نہ تھا ۔ آنحضرتؐ اور اللہ کی محبت میں سب رشتے نظرانداز ہو چکے تھے ۔

دستور کے مطابق پہلے افراد نے لڑائی کی پھر عام جنگ شروع ہو گئی ۔ ایک طرف ایک ہزار مسلح قریش دوسری طرف تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہد ۔ مگر اللہ کی مدد شاملِ حال تھی ۔ قریش کے آدمی کٹ کٹ کر گر رہے تھے ۔ دو نوعمر مجاہدوں کو علم تھا کہ ابوجہل اسلام کا اشد ترین دشمن ہے، انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا کہ بتایئے ابوجہل کون ہے ۔ پتا ملتے ہی شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور گرا لیا ۔ اس کشمکش میں ایک مجاہد کا بازو کٹ گیا مگر ابوجہل کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا گیا ۔ ابوجہل کے علاوہ بعض اور بھی بڑے بڑے سردارانِ قریش مارے گئے کل ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار ہوئے ۔ چودہ مجاہدوں نے شہادت پائی ۔

قرآن کریم میں جنگِ بدر کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۙ

(انفال ع ۹)

اگر تم اللہ پر اور اس پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کر دینے والے دن اپنے بندے پر نازل کی تھی جبکہ لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے تو چاہیے کہ اس تقسیم پر کاربند ہو اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے یہ وہ (بدر کا) دن تھا کہ تم ادھر قریب کے ناکے پر تھے ۔ ادھر دشمن دور کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نچلے حصّہ میں تھا ۔ اور اگر تم آپس میں لڑائی کی بات ٹھہراتے تو ضرور جنگ کے وقت کے بارہ میں تم اختلاف کرتے، کیونکہ تم چاہتے ہو کہ کسی حالت میں جنگ نہ ہو اور دشمن چاہتا ہے کہ ضرور جنگ ہو ۔ لیکن اللہ نے دونوں لشکروں کو بھڑا دیا، تاکہ جو بات ہونیوالی تھی اسے کر دکھائے ۔ نیز اس لیے کہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمامِ حجت کے بغیر ہلاک ہو ۔ اور جو زندہ رہنے والا ہے اتمامِ حجت کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے ۔

سورۂ آلِ عمران میں جنگِ بدر کا ذکر اس طرح بیان فرمایا :۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ

اور اللہ تمھاری مدد کر چکا ہے بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور حالت میں تھے ۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکرگزار رہو (یہ جب ہوا)

تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ۝ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ۝

(آل عمران)

کہ تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کیا تم کو کافی نہیں ہے کہ تمھارا رب تمھاری مدد کو آسمان سے اترنے والے تین ہزار فرشتے بھیجے۔ ہاں بلاشبہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور پھر ایسا ہوا کہ دشمن اسی دم تم پر چڑھ آئے تو تمھارا پروردگار پانچ ہزار نشان رکھنے والوں سے تمھاری مدد کرے گا۔ اللہ نے صرف یہ اس لیے کیا کہ تمھارے لیے خوشخبری ہو اور اس وجہ سے کہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے اس کی طاقت سب پر غالب ہے اور وہ اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے اور نیز اس لیے تاکہ منکرینِ حق کی جمعیت و طاقت کا ایک حصّہ بیکار کر دے۔ انھیں اس درجہ ذلیل و خوار کرے کہ وہ نامراد ہو کر اُلٹے پاؤں پھر جائیں۔

جنگِ سویق | معرکۂ بدر نے مشرکینِ مکہ کی قوت توڑ دی، مگر اس شکست کے باعث قریش کو جو زخم لگا اس نے ناسور کی شکل اختیار کر لی۔ ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ نوجوانوں نے قسمیں کھالیں کہ مسلمانوں سے اس جنگ کا بدلہ ضرور لیں گے۔ ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا نہ غسل کروں گا اور نہ کپڑے تبدیل کروں گا۔ چنانچہ جلد ہی دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا۔ سواروں کو شہر سے باہر چھوڑ کر خود رات کے وقت مدینہ میں آیا اور خفیہ طور پر ایک یہودی سے ساز باز کی پھر رات کے آخری حصّے میں ایک گاؤں پر جو مدینے سے صرف تین میل پر تھا حملہ کر دیا۔ چند مکانوں کو نقصان پہنچایا، درخت اور گھاس کے انبار جلا دیے، ایک آدمی بھی شہید کیا۔ یہ حرکت اس نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے کی۔ مسلمانوں نے اس واقعہ کی خبر ملتے ہی پیچھا کیا مگر وہ نکل چکا تھا۔ تعاقب سے ڈر کر ابو سفیان رسد کا سامان راستہ ہی میں چھوڑ گیا۔ یہ سامان زیادہ تر ستوؤں پر مشتمل تھا، جسے عربی میں "سویق" کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ اسی وجہ سے "جنگِ سویق" کہلاتا ہے۔

جنگِ اُحد | سردارانِ قریش کے مارے جانے کے بعد ابو سفیان قریش کا سردار مقرر ہوا۔ وہ ۳ھ میں یعنی جنگ بدر سے قریباً ایک سال بعد تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ سے نکلا اور اُحد کے نیچے جو مدینہ کے شمال میں تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے ڈیرے ڈال دیے۔

آنحضرت صلعم صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ کو نکلے۔ مجاہدین میں عبداللہ بن ابی ایک مشہور منافق بھی تھا جس کے ساتھ تین سو آدمی تھے وہ انھیں راستہ ہی سے واپس لے کر چلا گیا۔ اس طرح مجاہدین کی تعداد سات سو رہ گئی۔ قبولِ حق کے بعد اسلام کا جو جذبہ اور ولولہ دلوں میں پیدا ہو گیا تھا اس نے مجاہدین کو قلتِ تعداد سے بددل نہ ہونے دیا۔ وہ راہِ حق میں سرفروشانہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ چنانچہ شوال ۳ھ ہجری (جنوری ۶۲۵ء) کو دونوں لشکر ایک دوسرے کے

مقابل صف آرا ہوئے۔

اُحد کے سامنے مدینے کی جانب ایک وسیع میدان ہے جس میں سے ایک برساتی نالہ گزرتا ہے۔ اس نالے کا پاٹ بھی خاصا وسیع ہے۔ مگر نالہ عام طور پر خشک رہتا ہے۔ اس کے جنوبی کنارے ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، جس پر آنحضرت ؐ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی یہاں پچاس تیر انداز بٹھا دیے تھے اور انھیں تاکید کر دی تھی کہ فتح ہو یا شکست، کسی بھی حالت میں پہاڑی نہ چھوڑنی چاہیئے۔ موقع سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی فوج کے عقب کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ قریش جبل اُحد کے اوپر سے ہو کر مسلمانوں کے عقب میں پہنچ سکتے تھے۔ اس طرح مسلمان قریش کے دو لشکروں میں گھر جاتے۔ لیکن چھوٹی پہاڑی پر جو تیر انداز بٹھائے گئے وہ پیچھے کی طرف سے آنے والے ہر دشمن کو روک سکتے تھے۔ اس لیے آنحضرت ؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ خواہ کوئی حالت پیش آئے تمھیں جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے۔

جنگ شروع ہوئی مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر تیر اندازوں کو یقین ہو گیا کہ دشمن شکست کھا گیا۔ چنانچہ دوسرے اسلامی لشکریوں کی طرح ان میں سے بھی ایک خاصی تعداد پہاڑی چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئی۔

اس وقت تک خالد بن ولید اسلام نہ لائے تھے، اور اس جنگ میں مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کا عقب غیر محفوظ دیکھا تو اپنا دستہ لے کر اُحد کے اوپر سے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے عقب میں پہنچ گئے اور ان پر ٹوٹ پڑے اس اچانک حملے نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کشمکش کے دوران میں خود آنحضرت ؐ بھی زخمی ہوئے نیز آپ ؐ کا ایک دانت بھی شہید ہو گیا۔ یہ افواہ بھی اڑ گئی کہ آپ ؐ جاں بحق (معوذ باللہ) ہو گئے۔ اس آواز نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑ دی اور ان میں سخت انتشار پیدا کر دیا۔ تاہم ثابت قدم صحابہ نے للکار کر جواب دیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے جنگ کا فیصلہ کر کے رہیں گے۔ پھر اپنی قوت جمع کر کے کفار پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ ان کے چھکے چھڑا دیے۔ اتنے میں آنحضرت صلعم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ) بھی سنبھل چکے تھے۔ مجاہدین اسلام انھیں دیکھتے ہی پروانہ وار گرد جمع ہو گئے۔ آنحضرت ؐ کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئی تھیں انھیں نکال کر زخم کو دھویا گیا اور مرہم پٹی کی گئی۔

اس جنگ میں اگرچہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا مگر بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ ستر مسلمان شہید اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے آنحضرت ؐ کے حقیقی چچا، دودھ شریک بھائی اور جاں نثار صحابی حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت اس جنگ کا ایک المناک سانحہ ہے۔

جنگِ احد اور قرآن عزیز سورہ آل عمران میں جنگ اُحد کے لیے مسلمانوں کی تیاری، منافقین کا لشکر سے جدا ہو جانا مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش، مسلمانوں کی کامیابی اور آنحضرت ؐ کے حکم کی خلاف ورزی کے باعث شکست کھانا اور دوبارہ کامیاب ہونا ان سب امور کو مختصر طریق پر یوں بیان فرمایا گیا ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ — اور جبکہ تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے لڑائی کے لیے

مَقٰعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

(آل عمران)

مورچوں پر مسلمانوں کو بٹھا رہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب ایسا ہوا تھا کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا تھا کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ مددگار تھا اور جو ایمان رکھنے والے ہیں انھیں لازم ہے کہ ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

اسی سورۃ میں پھر فرمایا:

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ ؕ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَآءَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(آل عمران)

اور نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو، تم ہی سب سے برتر ہو بشرطیکہ تم سچے مومن ہو، اگر تم نے (احد میں) زخم کھایا ہی تو دوسروں کو بھی ویسے ہی زخم (بدر میں) لگ چکے ہیں دراصل (ہار جیت کے) اوقات ہیں جنھیں ہم انسانوں میں ادھر ادھر پھیرتے رہتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ اس لیے تھا کہ اس بات کی آزمائش ہو جائے کون سچا ایمان دار ہے اور کون نہیں اور اس لیے کہ تم میں سے ایک گروہ کو شاہد حال بنا دے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نئی جنگ کا پیش خیمہ | جنگ احد کے بعد بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئیں مگر ہجرت کے چوتھے سال کفار کی طرف سے بعض ایسی حرکتیں ظہور میں آئیں جنھوں نے ایک نئی لڑائی کی صورت پیدا کر دی۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے قریش نے مختلف قبیلوں سے سازباز شروع کر رکھی تھی اور وقتاً فوقتاً انھیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے رہتے تھے۔ انھوں نے دو قبیلوں کو گانٹھا اور ایک سازش کے تحت انھیں آنحضرت ؐ کے پاس بھیجا کہ ہم اسلام لے آئے ہیں کچھ مسلمان ہمارے ساتھ بھیجے جائیں جو ہمارے قبیلہ میں رہ کر ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت ؐ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے دس صحابہؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ قریش کے دو سو جوان ان صحابہؓ کو گرفتار کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ صحابہ رضؓ نے مدافعت کی، چنانچہ دسؓ شہید ہو گئے۔ دو یعنی حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ گرفتار کر لیے گئے جنھیں مکہ میں غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ گرفتار کرنے والوں کو پیسے بھی مل جائیں اور خریدنے والے انھیں اپنی مرضی کے مطابق قتل کر دیں۔

جب حضرت زید رضؓ کو قتل کیا جانے لگا تو ابوسفیان نے پوچھا "اب تم چاہتے ہو گے کہ تمھاری جگہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے اور تمھاری جان بچ جائے؟"

حضرت زیدؓ نے فرمایا "خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ آنحضرت صلعم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میری جان بچ جائے۔"

غرض حضرت زیدؓ اور خبیب رضؓ کو شہید کر دیا گیا۔

اسی طرح نجدیوں کے مطالبے پر ستر عالم ان کے ساتھ بھیجے گئے۔ ان کے ساتھ بھی نجدیوں نے دھوکا کیا صرف ایک بچ نکلا باقی تمام مارے گئے۔

مدینہ کے باہر قریش اور یہود کا مشترکہ لشکر جنگ پر تلا کھڑا تھا۔ ادھر اندرون شہر کی حالت یہ تھی کہ دو حلیف گروہوں کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ جنگ کے موقعہ پر ان کا طرز عمل کیا ہوگا۔ ایک گروہ بنو قریظہ (یہودیوں) کا تھا، دوسرا عبداللہ بن ابی منافق کا۔ اول الذکر گروہ کے ساتھ اگرچہ جنگ احد کے بعد نیا معاہدہ ہو چکا تھا مگر ان کے سابقہ طرز عمل کے پیش نظر ان پر کامل اعتماد نہ کیا جا سکتا تھا۔ عبداللہ بن ابی کا رویہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے غلبہ کی صورت میں اسلام کا دم بھرتا اور قریش کی قوت زیادہ نظر آتی تو ان کا ساتھ دینے لگتا۔ خیبر کے یہود نے جب مسلمانوں کی نازک حالت دیکھی تو وہ بھی قریش کے ساتھ سازشوں میں شریک ہو گئے۔ اسی طرح خیبر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز بن گیا۔ اب دس ہزار لشکر مسلمانوں کے خلاف تیار ہو چکا تھا۔

مسلمانوں کے انتظامات اس مرتبہ قریش نے اتنا عظیم لشکر فراہم کر رکھا تھا کہ عرب میں اس وقت تک کبھی اتنا لشکر جمع نہ ہوا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ چنانچہ جنگ کے لیے کافی انتظامات سوچنے پڑے۔

مدینہ کے اردگرد کھجوروں کے گھنے باغات ہیں، ان میں سے حملہ کرنا مشکل تھا۔ صرف شمالی سمت خالی تھی۔ جنگ اسی راستے سے ہو سکتی تھی۔ اور یہیں خاص انتظامات کی ضرورت تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے اس طرف گہری خندق کھودی گئی یہ خندق تین ہزار صحابہؓ نے بیس دن میں مکمل کر لی۔ خندق پانچ گز گہری اور پانچ ہی گز چوڑی تھی۔ آنحضرت صلعم خود بھی خندق کھودنے میں صحابہؓ کے ساتھ شریک رہے۔

عرب میں خندق کھود کر جنگ کرنا ایک نئی چیز تھی۔ اس لیے اسے "جنگِ خندق" بھی کہتے ہیں۔ چونکہ اس جنگ میں مختلف گروہوں نے اتفاق کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا، اور گروہ کو عربی میں حزب کہتے ہیں اس لیے اس جنگ کا دوسرا نام جنگ احزاب بھی ہے۔

جنگِ خندق شوال ۵ھ مطابق فروری ۶۲۷ء کو ابوسفیان کی سرکردگی میں دس ہزار کا عظیم لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر اس زور شور سے مدینہ پر حملہ آور ہوا کہ مدینہ کی سرزمین میں زلزلہ آگیا۔ دشمن نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ مسلمانوں کو کئی کئی دن سخت فاقے برداشت کرنے پڑے اس کے باوجود ہمت پست نہ ہوئی۔ اکا دکا حملے ہوتے رہے جن میں مسلمانوں کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ عمرو بن ود عرب کا ایک مشہور پہلوان جو ایک ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت علی رضؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کفار نے بڑی تیزی اور تندی سے حملہ کیا مگر خندق کے باعث وہ زیادہ آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔ اور طویل محاصرہ سے تنگ آگئے۔ پھر ایک خطرناک آندھی چلی جس سے ان کا سارا ساز و سامان درہم برہم ہو گیا علاوہ ازیں مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے محاصرہ چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار

کی، اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات ملی۔

قرآن عزیز کا بیان سورۂ احزاب میں غزوۂ خندق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (احزاب ع ۲)

اور جب چڑھ آئے مشرکین تم پر اوپر کی جانب اور نیچے کی جانب سے، اور جب پھر گئیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک (یعنی کلیجے منہ کو آگئے)

پھر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا (احزاب ع ۲)

اے ایمان والو، اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر اس وقت کی گئی جب تم پر لشکر چڑھے تھے پس ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکروں کو بھیج دیا جنھیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

واقعہ حدیبیہ غزوۂ احزاب نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ عرب کی متفقہ قوت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ قریش اور قبائل عرب اپنی پوری طاقت صرف کرکے یہ دیکھ چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی قوت اور صداقت کا ان پر ضرور اثر ہوگا۔ مگر آبائی مذاہب کو چھوڑنا ان کے لیے آسان نہ تھا اس لیے وہ محض دنیوی لالچ کے باعث اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھے۔

غزوہ احزاب کے قریباً ایک سال بعد یعنی ماہ ذی قعدہ ۶ھ مطابق فروری ۶۲۸ء بروز دوشنبہ آنحضرت ؐ چودہ سو صحابہ رضؓ کے ہمراہ ادائے عمرہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ اور مکہ کے قریب ایک مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کے جانوروں کے قلادہ ڈالا۔ اور احرام باندھا۔

چونکہ آپؐ بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے تھے، جنگ یا قتل وقتال کا کوئی ارادہ نہ تھا اور قریش بڑے سے بڑے دشمن کو بھی کعبہ کی زیارت سے نہ روکتے تھے۔ اس لیے آنحضرت ؐ کو اطمینان تھا کہ قریش انھیں زیارت سے نہ روکیں گے۔ تاہم آپؐ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قریش کے حالات کا اندازہ کرنے کے لیے مکہ بھیج دیا اس نے آکر اطلاع دی کہ قریش مزاحمت پر تلے بیٹھے ہیں، جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

آنحضرت ؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے ہیں نہ کہ جنگ کے لیے۔ پھر اگر کوئی خواہ مخواہ ہم سے جنگ کرے تو مجبوراً ہمیں لڑنا پڑے گا۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ اچھا پھر خدا کا نام لے کر آگے بڑھو۔

چنانچہ آپؐ نے حدیبیہ کے مقام پر جو دراصل ایک کنویں کا نام ہے اور جو مکہ مکرمہ سے جدہ کی جانب ایک منزل پر واقع ہے قیام فرمایا۔ حضرت عثمان رضؓ کو اس مقصد کے لیے مکہ بھیجا گیا کہ وہ قریش کو بتا دیں مسلمان جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے

کی غرض سے آئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے ابوسفیان وغیرہ سے مل کر بات چیت کی، مگر انھوں نے آنحضرتؐ اور ان کے رفقا کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا۔

ادھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں شہید کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ جوش انتقام سے بے قابو ہوگئے آنحضرتؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی کہ مر جائیں گے مگر راہ فرار اختیار نہ کریں گے۔

قریش مکہ کو مسلمانوں کی اس بیعت کا علم ہوا تو وہ گھبرا گئے۔ چنانچہ انھوں نے فوراً اطلاع بھیجی کہ قتلِ عثمانؓ کی خبر غلط ہے وہ زندہ و سلامت یہاں موجود ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور وہ حدیبیہ آپہنچے۔

قرآنِ عزیز میں واقع حدیبیہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح ۴)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ تمھارے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے اور جان لیا اللہ نے جو ان کے دل میں تھا پس اتارا ان پر اطمینان و سکون اور انعام میں دی انھیں ایک فتح قریب۔

غرض قریش پر واضح ہو گیا کہ مسلمان پختہ عزم لے کر آئے ہیں اور مزاحمت جاری رہی تو لڑائی ہو جائے گی یہ صورت حال دیکھ کر وہ نرم ہو گئے۔ اب مشرکین خود صلح پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لیے مسلمانوں کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، چنانچہ طویل گفت و شنید کے بعد ذیل کے امور پر سمجھوتہ ہوا:۔

۱۔ مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں۔ اور آئندہ سال مکہ میں عمرہ کی غرض سے اس طرح داخل ہوں گے کہ معمولی حفاظتی ہتھیاروں کے سوا کچھ ساتھ نہ ہوگا۔ تلواریں نیاموں کے اندر رہیں گی۔ صرف تین دن تک مکہ میں قیام کریں گے۔ اس اثنا میں اہل مکہ پہاڑیوں پر چلے جائیں گے۔

۲۔ معاہدہ کی مدت کے دوران فریقین کے درمیان امن و عافیت کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

۳۔ قبائل کو اس بات کی آزادی ہوگی کہ ہر دو فریق میں سے وہ کسی کے بھی حلیف بن سکتے ہیں۔

۴۔ اگر مکہ سے کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے مکہ واپس کرنا ہوگا اور اگر کوئی شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ آ جائے گا تو واپس نہ کیا جائے گا۔

۵۔ معاہدہ دس سال کے لیے ہوگا اور کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حدیبیہ خود فتح نہیں تھی۔ اس لیے کہ لڑائیاں شروع کرنے کے ذمہ دار قریش تھے۔ اور وہ اس لیے لڑ رہے تھے کہ کسی کو ان کی مرضی کے خلاف تبلیغ کا حق نہیں۔ یہ دینی جبر تھا جسے وہ زور و قوت سے کامیاب بنانے کے درپے تھے لیکن بدر، اُحد،

خندق میں مسلمانوں کی استقامت قریش کے زور وقوت کا بھرم کھول چکی تھی اور اب مسلمان مکہ معظمہ کے دروازے پر بیٹھے تھے قریش نے صلح کر لی لیکن یہ محض صلح نہ تھی بلکہ تبلیغ اسلام کو بالجبر روکنے کی روش سے دست برداری تھی۔ اس موقف کی حقانیت کا عملی اعتراف تھا، جو آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اختیار فرما رکھا تھا۔ اسی لیے قرآن نے اسے "فتح مبین" قرار دیا۔ حدیبیہ کا معاہدہ اس لیے بھی فتح مبین تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کو خدا نے فتح و نصرت کی برکتوں سے مشرف فرمایا!

(صلح حدیبیہ ہی سے فی الحقیقت فتح مکہ کے لیے راہ کھلی، کیونکہ جب جنگ کا خطرہ جاتا رہا اور امن و اطمینان کی فضا پیدا ہوگئی تو مسلمانوں کی پوری توجہ تبلیغ کے لیے وقف ہوگئی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان بے خوف و خطر سلسلہ آمد و رفت جاری ہوگیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمروؓ بن العاص جیسے بہادر، سرفروش اور مدبر انسانوں کا قبول اسلام اسی پر امن صورت حال کا نتیجہ تھا اور یہی اسباب ترقی رفتہ رفتہ "فتح مکہ" کا باعث بنے۔

بنو قریضہ کا فیصلہ بنو قریضہ کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ انھوں نے جنگ کے نازک موقع پر عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا تھا اور کسی وقت بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ ان کی یہ حرکتیں قابل معافی نہ تھیں، لیکن جنگ خندق کے بعد جب ان کا معاملہ پیش ہوا تو انھوں نے درخواست کی کہ انصار کے سردار سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں گے وہ انھیں منظور ہوگا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ بن معاذ نے تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا کہ لڑنے والے قتل کیے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں دیا جائے۔

فرمانرواؤں کو دعوت حق حدیبیہ میں قریش کے ساتھ صلح ہوگئی تو مسلمانوں کو قدرے اطمینان ہوگیا کہ عارضی طور پر جنگ و جدال کی صورت باقی نہیں رہی۔ اس پر امن فضا میں آنحضرتؐ نے مناسب سمجھا کہ باہر کے ممالک میں پیغام حق پہنچایا جائے۔ اسی سلسلے میں آنحضرتؐ نے سوچا کہ اگر فرمانروا اور حاکم اسلام قبول کریں تو دوسرے لوگ آسانی سے دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اطراف عرب کے جن فرمانرواؤں کی طرف قاصد بھیج کر اسلام کی دعوت پہنچائی وہ یہ ہیں۔

۱۔ قیصر روم، جو شمالی عرب کے وسیع خطے کا حکمران تھا۔

۲۔ حاکم مصر، جو قیصر روم کے ماتحت مگر اندرونی معاملات میں آزاد اور خود مختار حاکم تھا

۳۔ نجاشی (شاہ حبشہ) جس نے مسلمان مہاجرین کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔

۴۔ حاکم شام، جو عربی النسل مگر رومیوں کے زیر اثر تھا۔

۵۔ شاہ ایران، جو عرب کے مشرقی حصے کا حکمران تھا۔

ان میں سے شاہ ایران زرتشتی تھا باقی فرمانروا عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان بادشاہوں کے علاوہ عرب کے دوسرے سرداروں اور رؤسا کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا۔

نجاشی نے نامۂ رسولؐ موصول ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ مگر اس کی رعایا چونکہ عیسائی پادریوں کے زیر اثر تھی اس لیے

ان پر نجاشی کے قبول اسلام کا اثر نہ پڑ سکا۔

مصر کے حاکم نے اسلام قبول تو نہ کیا مگر آنحضرت ؐ کے نامۂ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں سر بہ مہر کر کے خزانے میں رکھ لیا اور جواباً لکھا کہ مجھے معلوم تھا ایک پیغمبر آنے والا ہے مگر وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ حاکم مصر نے تحفے کے طور پر ایک خچر، کچھ کپڑا اور دو معزز لڑکیاں بھی آنحضرت ؐ کی خدمت میں بھیجیں۔ ان لڑکیوں میں ایک ماریہ قبطیہ ؓ تھیں، جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ تولد ہوئے۔ خچر آنحضرت ؐ نے سواری کے لیے رکھ لیا۔ یہی خچر دلدل کے نام سے مشہور ہے۔

رئیسوں میں سے صرف بحرین کا رئیس مسلمان ہوا۔ اس کی رعایا میں سے بعض افراد نے اسلام قبول کیا۔

قیصر روم نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کسی عرب کو بلا کر رسول اللہ ؐ کے حالات دریافت کیے جائیں۔ تاکہ مجھے پتہ چل سکے۔ اتفاق سے اس زمانے میں ابوسفیان تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے۔ آپ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انھیں قیصر روم کے پاس لیجایا گیا تاکہ وہ آنحضرت ؐ کے متعلق بتا سکیں [1]

قیصر نے آنحضرت ؐ کے خاندان کے متعلق پوچھا تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہم میں بڑے شریف اور عالی خاندان ہیں۔

قیصر : کیا تم میں سے پہلے بھی کبھی کسی نے ایسا دعوےٰ کیا ہے؟

ابوسفیان : نہیں!

قیصر : اس رسول کے پیرو زیادہ تر غریب ہیں یا امیر اور معزز لوگ؟

ابوسفیان : غریب اور کمزور لوگ!

قیصر : پیرووں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

ابوسفیان : بڑھ رہی ہے!

قیصر : کوئی ایسا بھی ہے جو یہ مذہب قبول کر لینے کے بعد اس سے پھر گیا ہو۔

ابوسفیان : نہیں!

قیصر : کیا اس شخص نے کوئی وعدہ کر کے اُسے توڑا بھی ہے؟

ابوسفیان : نہیں!

قیصر : اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان : وہ ایک خدا کی عبادت کو کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس ایک خدا کا کوئی شریک نہیں۔ نماز پڑھو، پاک باز رہو، سچ بولو اور سب بنی نوع انسان کے حقوق کا خیال رکھو۔

---

[1] یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابوسفیان اس وقت تک داخل دائرۂ اسلام نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ؐ کے متعلق قیصر سے ان کی جو گفتگو ہوئی وہ قابل غور ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس ہستی کے کردار کی دشمن بھی تعریف کریں اس کا منصب کتنا اونچا ہوگا۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے کہا کہ ایسے شخص کے سچا ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ قیصر اگرچہ آنحضرت ﷺ کی صداقت کا معترف ہو گیا، مگر پادریوں کے ڈر سے اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ کیا۔

شاہِ ایران جسے آنحضرت ﷺ نے نامہ مبارک ارسال کیا تھا، اس کا نام خسرو پرویز تھا۔ وہ خط دیکھتے ہی غصہ میں آگیا اور اسے چاک کر ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اس کی سلطنت ختم ہو گئی۔ خسرو نے یمن کے گورنر کو کہلا بھیجا کہ اس نبی کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ گورنر نے دو آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجے۔ اس وقت تک خسرو کو اس کے بیٹے نے تخت سے اتار کر قتل کر دیا تھا۔

فتح خیبر جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مدینہ کے یہود سے آنحضرت ﷺ نے متعدد معاہدے کیے۔ ہر معاہدے میں اسی پر زور دیا گیا کہ مسلمان اور یہودی امن اور صلح سے رہیں گے۔ مگر معاہدوں کے باوجود یہود نے مشرکین مکہ سے ساز باز جاری رکھی اور عملاً ثابت کر دیا کہ ان کی نظروں میں کیے گئے معاہدوں کا کوئی احترام نہیں۔ چنانچہ مدینے سے مختلف یہود قبائل خیبر چلے گئے اور وہاں اپنی شرارتیں جاری رکھیں۔ جنگ خندق میں انھوں نے عملاً مسلمانوں کے خلاف دشمنی کا ثبوت دیا۔

خیبر مدینے سے شمال میں آٹھ منزل پر واقع تھا۔ یہ نہایت زرخیز خطہ تھا۔ یہودیوں نے وہاں مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ اور یہ جگہ یہودیوں کی شرارت کا پختہ مرکز بن گئی تھی۔ قلعوں کی تعداد آٹھ کے قریب تھی۔ مرحب یہودیوں کا بڑا رئیس اور سردار تھا جس کا شمار عرب کے شہ زور اور مشہور پہلوانوں میں ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو پتہ چلا کہ یہودیوں نے دوسرے کئی قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسا کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور مدینے پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس خبر کی تصدیق کے بعد مناسب سمجھا گیا کہ حملے کا انتظار کرنے کے بجائے خود بڑھ کر خیبر پر حملہ کیا جائے، تاکہ شر پسندوں کو خرمنِ امن میں آگ لگانے کا موقع ہی نہ ملے۔ چنانچہ محرم ۷ھ (مئی ۶۲۸ء) کو آنحضرت ﷺ سولہ سو مجاہدین کے ساتھ خیبر کی طرف بڑھے۔ اور تو سارے قلعے آسانی سے فتح کر لیے گئے مگر قموص نام ایک قلعہ سر ہونے میں نہ آتا تھا۔ مرحب اسی قلعے میں تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "کل صبح اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جسے خدا اور اس کا رسول چاہتا ہے اور وہ بھی خدا اور رسول کو چاہتا ہے۔ یہ قلعہ اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔" سب صحابہ منتظر رہے کہ دیکھیں یہ شرف کسے حاصل ہوتا ہے۔

صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا۔ اس وقت آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا پھر جھنڈا دے کر دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ مردانہ وار بڑھے۔ مرحب بڑے تکبر سے مقابلے کو آیا۔ حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے خود اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی اور وہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ قلعہ فتح ہو گیا اور یہودیوں کے لیے اطاعت کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔

حدیبیہ کے عہد نامے میں مسلمانوں کو حرم پاک کی زیارت کی اجازت مل چکی تھی۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اسی سال آنحضرتؐ نے صحابہ کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ یعنی سات برس بعد دوبارہ مکہ دیکھنا نصیب ہوا۔ داخلے کے وقت عبداللہ بن رواحہ رضؓ آنحضرتؐ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ قریش اس موقع پر مکہ چھوڑ پہاڑوں میں چلے گئے۔ معاہدہ کے مطابق آنحضرتؐ تین دن تک مکے میں رہے پھر واپس تشریف لے آئے۔

جنگ موتہ عرب اور اطرافِ عرب کے حاکموں اور فرماں رواؤں کو آنحضرت کے دعوت نامے بھیجے جانے کا ذکر پہلے آچکا ہے اس سلسلہ میں دعوت اسلام کا ایک خط بصریٰ (شام) کے حاکم کو بھی بھیجا گیا۔ یہ خط حارث بن عمیر رضؓ لے کر گئے تھے۔ حاکم بصریٰ نے غصے میں آکر حضرت حارث رضؓ کو قتل کر دیا تھا۔ بین الاقوامی اصول کے مطابق کسی سفیر کو خواہ وہ دشمن ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا ہو کبھی گزند نہیں پہنچائی جاتی۔ مگر حاکم بصریٰ نے اس اصول کی پروا نہ کی اور حماقت کر بیٹھا۔ آنحضرتؐ کو مجبوراً خون ناحق کا بدلہ لینے کے لیے اس پر چڑھائی کرنی پڑی۔ زید بن حارثہ رضؓ کو جو آنحضرتؐ کا آزاد کردہ غلام تھا تین ہزار جانباز دے کر بھیجا گیا۔ ہدایت یہ تھی کہ اگر زید رضؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ کو سردار بنا یا جائے وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضؓ کی سرگردگی میں جنگ جاری رکھی جائے۔

مسلمانوں کی بے مثل بہادری اور قربانی حاکم بصریٰ نے اپنے حاکم اعلےٰ (قیصر روم) کی مدد سے ایک لاکھ کا لشکر فراہم کرلیا اور موتہ کے مقام پر دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے۔ حضرت زید رضؓ نے دشمن کی کثرت دیکھ کر چاہا کہ آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع دے کر حکم طلب کریں مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے اتفاق نہ کیا اور فرمایا ہمارا اصل مقصد فتح حاصل کرنا نہیں بلکہ شہید ہونا ہے۔ لہذا جنگ میں تاخیر نہ کی جائے۔ چنانچہ جنگ شروع ہوگئی۔ ایک لاکھ کے مقابلے میں تین ہزار کی حیثیت ہی کیا تھی مگر مسلمانوں اس شجاعت اور بہادری سے لڑے کہ دشمن کے چھکے چھڑا دے۔ زید بن حارثہ رضؓ برچھیوں سے زخمی ہو کر شہادت پا گئے۔ چنانچہ لشکر کی قیادت حضرت جعفر رضؓ نے سنبھالی۔ وہ نوے زخم کھا کر شہید ہوئے۔ یہ سب زخم جسم کے اگلے حصوں پر تھے۔

حضرت جعفر رضؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کی سرگردگی میں جنگ جاری رہی۔ وہ بھی مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔ آخر حضرت خالدؓ[1] بن ولید رضؓ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ اس جنگ میں حضرت خالد رضؓ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جو تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ آپ کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں۔ چنانچہ اس جانبازی کے طفیل آنحضرتؐ نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ جو آج تک آپؓ کے نام سے منسوب ہے۔

دشمن مسلمانوں کی قوت اور بہادری کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ تین ہزار مجاہدین نے ایک لاکھ شاہی لشکریوں کو وہ ہزیمت پہنچائی کہ بھاگ کھڑے ہوئے مگر مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ کیا اس لیے یہ جنگ فیصلہ کن نہ بن سکی۔

---

[1] حضرت خالد بن ولید حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔

فتح مکہ ہجرت کا آٹھواں سال ختم ہو رہا تھا۔ صلح حدیبیہ کو قریباً پونے دو سال گزر چکے تھے۔ مگر اس صلح کے باوجود قریش کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ آخر انھوں نے عہد شکنی کی۔ جس کا نتیجہ فتح مکّہ یا فتح اعظم کی صورت میں رونما ہوا اور توراۃ کی یہ پیش گوئی

دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ "(استثنا باب ۳۳ آیت ۲)

پوری ہوئی۔

جنگ کے اسباب بنی خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان مدت سے دشمنی چلی آتی تھی۔ حدیبیہ کی شرائط کے بموجب بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے۔ جس کا بنی بکر کو رنج تھا۔ دشمنی کی آگ تو ان کے سینوں میں پہلے سے بھڑک رہی تھی۔ اب جب مخالف قبیلے کو مسلمانوں کا حلیف بنتے دیکھا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا اور معاہدے کی شرائط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے ہر طرح سے ان کی امداد کی۔ بنی خزاعہ آنحضرت ؐ سے امداد کے طالب ہوئے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا

"خدا کی قسم میں جس چیز کو اپنی ذات سے روکوں گا تم کو بھی اس سے ضرور بچاؤں گا۔"

قریش کو مسلمانوں کے غیظ وغضب کا علم ہوا تو اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے۔ ابوسفیان نے دھوکا دے کر معاہدے کی تجدید و توثیق کرانا چاہی۔ آنحضرت ؐ نے پوچھا اس تجدید کی کیا حاجت ہے کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ابوسفیان بولا نہیں۔ تب آنحضرت ؐ نے فرمایا تو مطمئن رہو ہم اپنے عہد پر قائم ہیں۔

ابوسفیان حقیقت حال کو چھپا کر جھوٹ بول چکا تھا اور اس طرح اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا مگر اس کی مراد بر نہ آئی اور مایوس ہو کر مکہ لوٹ گیا۔

چونکہ قریش نے نقض عہد کیا تھا، اس لیے مسلمانوں نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ آنحضرت ؐ چاہتے تھے کہ مکہ میں خونریزی نہ ہو اور کفار مرعوب ہو کر مطیع ہو جائیں۔ لہذا آپؐ نے جنگی تیاریوں کو قریش سے پوشیدہ رکھا۔

مکّہ میں داخلہ رمضان المبارک ۸ھ ہجری مطابق جنوری ۶۳۰ء کو آنحضرت ؐ دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ابوسفیان پوشیدہ طور پر اسلامی لشکر کا اندازہ کرنے نکلا تھا۔ جب اسلامی لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب اُسے آنحضرت ؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو "رحمۃ للعالمینؐ" نے اس پر نگاہ کرم ڈالتے ہوئے معافی کر کے قید سے آزاد کر دیا۔ یہ خُلق دیکھ کر ابوسفیان مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

اب اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوا حضرت عباسؓ اور ابوسفیانؓ ایک پہاڑی پر کھڑے لشکر اسلام کا نظارہ کر رہے تھے۔ مہاجرین و انصار کے جدا جدا قبائل اپنے اپنے پرچم لہراتے ہوئے گزر رہے تھے جنھیں دیکھ کر ابو سفیانؓ بہت متاثر ہو رہے تھے۔ جب سب لشکر گزر چکے تو آخر میں ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں پرچم تھا۔ وہ آگے آگے چل رہے تھے

آنحضرت ؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ تم مکّہ کے زیریں حصّہ کی طرف سے داخل ہونا اور کسی کو قتل نہ کرنا البتہ کوئی خود حملے کا اقدام کرے تو حفاظتِ نفس کی اجازت ہے۔ آنحضرت ؐ خود مکہ کے بلند حصّے سے داخل ہوئے اور اسی وقت اعلان فرما دیا کہ:

۱۔ جو مکان بند کر کے بیٹھ جائے اسے امن ہے۔

۲۔ جو ابوسفیانؓ کے مکان میں پناہ لے اسے امن ہے۔

۳۔ جو مسجد حرام میں اقامت گزیں ہو جائے اُسے امن ہے۔

غرض ماسوا ان چند افراد کے جو اسلام کے خلاف حد سے زیادہ زہر چکانی کر چکے تھے، جن کے جرم ایسے تھے کہ کسی حال میں بھی وہ قابلِ معافی نہ تھے اور جن میں سے اکثر اس موقع پر فرار ہو چکے تھے۔ باقی سب کو غیر مشروط طور پر معاف کر دیا گیا سخت ترین دشمن بھی آہستہ آہستہ عفوِ عام سے مستفیض ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

نبی اکرم کے داخلے کی کیفیت دنیا کا یہ عام دستور ہے کہ جب فاتح کسی ملک میں داخل ہوتا ہے تو وہ مفتوح کے مال و املاک اور عزت و ناموس کو بُری طرح پامال کر دیتا ہے۔ قتل و غارت میں کسی کا پاس لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ فاتح اپنی شان اور تمکنت و غرور کے سامنے ہر کسی کو ہیچ سمجھتا ہے۔ فتح کو وہ اپنی قوت اور زور بازو کا اعجاز جان کر فتح کی کوئی سرزمین میں نخوت و تکبر سے قدم رکھتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں عام طور پر فتح کے موقعہ پر یہی نظارے دیکھنے میں آئے ہیں۔ لیکن سرور کائنات ؐ اور رحمۃ للعالمین نے فتح مکہ کے موقع پر "خلق عظیم" کا مظاہرہ کیا اور تاریخ کے لیے جو نادر نمونہ مہیا کیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے وقت خشوع و خضوع اور عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ ناقہ پر اس قدر جھکے ہوئے تھے۔ کہ چہرۂ مبارک ناقہ کی پیٹھ کو چھو رہا تھا۔ سورۂ "اِنّا فتحنا" پڑھتے ہوئے آیات کو بلند آواز سے دہراتے جاتے تھے۔ سفید رنگ کا علم تھا۔ سر پر مغفر اوڑھے اور اس پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

عفوِ عام مسجدِ حرم میں داخل ہو کر حکم دیا کہ کعبے سے تمام بت نکال کر پھینک دئے جائیں اور دیواروں پر منقوش تصاویر مٹا دی جائیں۔ کعبہ کا طواف کیا پھر چھڑی ہاتھ میں لے کر ایک ایک بُت کو مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: جاء الحق وذھق الباطل وما یبدی الباطل وما یعید (حق آپہنچا اور باطل اڑ گیا اور باطل نہ کسی شے کو پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے (یعنی باطل تو خود فنا ہونے والا ہے)

کعبے کو بتوں کی نجاست سے پاک کرنے کے بعد اس میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے تکبیریں کہتے رہے، نماز نفل ادا کی، باہر تشریف لائے اور مصلی ابراہیمی پر نماز ادا کی۔ مشرکین آپ ؐ کی یہ حرکات دیکھ کر انگشت بدنداں تھے کہ اتنی عظیم الشان فتح کے بعد نہ کوئی کامیابی کا جشن منایا جا رہا ہے نہ کسی نخوت و تکبر کا اظہار ہے بلکہ اس کے برعکس عجز و انکسار اور عبودیت کا یہ اظہار۔ یقیناً یہ بادشاہت نہیں بلکہ کوئی اور عالم ہے۔

جن لوگوں لمبے عرصے تک مسلمانوں کو اذیتیں پہنچائی تھیں، انھیں گھروں سے نکال کر بے گھر کیا تھا، ان سے

جنگیں لڑی تھیں اور مسلسل کئی سال تک تکلیفیں پہنچاتے رہے تھے۔ آج مغلوب اور بے بس ولاچار اس انتظار میں کھڑے تھے کہ اب دیکھیے کیا حشر ہو اور ہمیں کیسی کیسی سخت سزائیں دی جائیں۔ لیکن شانِ رحمت ملاحظہ فرمایئے کہ جب قریشی قیدی حاضر خدمت کیے گئے تو فرمایا: "اے قریشی گروہ! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تمھارے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟" انھوں نے جواب دیا۔ "ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔" فرمایا "جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ حکم دراصل درسِ بصیرت تھا کہ ایک دنیوی بادشاہ اور پیغمبرؐ میں کیا فرق ہوتا ہے۔

اس عفو و کرم اور لطف و عنایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ برسوں کے دشمن اور خون کے پیاسے قدموں میں گر پڑے۔ اپنے گناہوں اور جرموں کی معافی چاہی اور جوق در جوق دولتِ اسلام سے مشرف ہو کر سعادت دارین حاصل کرنے لگے۔

اس موقعہ پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے حسب و نسب پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ یاد رہے کہ دنیا کے تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

سورۂ فتح، حدید اور نصر میں فتح مکہ کے متعلق ارشادات مذکور ہیں:۔

سورۂ حدید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ

تم میں برابر نہیں ہیں وہ کہ جنہوں نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جہاد کیا، ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے ان سے جو کہ خرچ کریں فتح مکہ کے بعد اور جہاد کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔

سورۂ نصر میں فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (النصر)

جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح (مکہ) اور تم دیکھو لوگوں کو کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں۔

فتح مکہ کے نتائج فتح مکہ کے بعد سرزمین حجاز ہمیشہ کے لیے شرک و بت پرستی سے پاک ہوگئی اور مشرکین عرب کی شوکت و صولت کا خاتمہ ہوگیا۔ عرب قبائل جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے اور مسلمانوں کا رعب قائم ہوگیا۔ جو قبائل قریش کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور اسلام کے متعلق کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکتے تھے۔ وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے۔ اسلام عرب سے نکل کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچنے لگا۔

غزوہ حنین اگرچہ عرب قبائل مطیع ہو چکے تھے اور اسلام قبول کرتے جا رہے تھے۔ تاہم دو قبیلے ایسے تھے جو اسلام کی ترقی کو برداشت نہ کر سکے وہ تھے ہوازن اور ثقیف۔ ہر دو قبائل کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آنحضرتؐ اپنی قوم (قریش) پر فتح حاصل کر کے مطمئن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ ہم ان پر حملہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیں

اور ہمارے پاس اتنی قوت بھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے مالک بن عوف نضری کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ مالک نے بہت سے دوسرے قبائل کو بھی ساتھ ملالیا اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ تیار کرلیا۔

آنحضرتؐ کو کیفیت معلوم ہوئی تو بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۰ شوال ۸ھ مطابق فروری ۶۳۰ء اسلامی لشکر حنین پہنچا۔ مہاجرین کا پرچم حضرت علی رضؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار (اوس وخزرج) کا پرچم حضرت اسید بن حضیرؓ اور خباب بن منذرؓ کے ہاتھ میں۔ اس طرح ہر قبیلے کا جھنڈا اس کا سردار اٹھائے ہوئے تھا۔ نبی اکرمؐ خود خچر پر سوار فوج کی کمان کر رہے تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمان اتنی کثیر تعداد میں شان وشوکت کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئے تھے۔ مسلمانوں کو پہلے تو ہزیمت اٹھانی پڑی، مگر جلد ہی حضرت عباسؓ کی للکار پران کے قدم جم گئے اور پوری شدت سے دادِ شجاعت دینے لگے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور قریش کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

غزوۂ تبوک حجاز میں شدید گرمی پڑ رہی تھی، تالاب اور نہریں خشک پڑی تھیں۔ قحط کی صورت رونما تھی کہ خبر ملی روم کا بادشاہ ہرقل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر جرار تیار کر رہا ہے اور کئی لاکھ آدمی اس کی فوجوں میں بھرتی ہو چکے ہیں۔

آنحضرتؐ کو خبر ملی تو آپؐ نے بھی تیاری شروع کردی۔ چونکہ دُو بدُو جا کر لڑنے کا معاملہ تھا اور راستہ کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ موسمی حالات بھی اچھے نہ تھے اس لیے آپؐ نے تمام عرب قبائل کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے اعلان کردیا کہ جو شخص اس مہم میں شریک ہونا چاہے وہ اس راستے کی تمام دشواریوں کو سوچ سمجھ لے۔

یہ پہلا غزوہ تھا جس میں نبی اکرمؐ نے مالی امداد کے لیے اپیل کی۔ چنانچہ مردوں اور عورتوں نے قیمتی اشیاء از قسم مویشی غلہ اور زیورات وغیرہ لاکر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیے۔ حضرت عثمان رضؓ نے دس ہزار دینار سُرخ، تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کئے۔ بعض روایات میں ہے کہ دس ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ پیش کیے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال لا حاضر کیا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عاصم بن عدیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے بھی حسب توفیق خاصی امداد دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنا تمام کا تمام مال واسباب لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ابوبکرؓ! اپنے اہل وعیال کے لیے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو کہ نہیں؟ فرمایا اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔

غرض جہاں محبانِ صادق اس امتحان میں پورے اترے اور مالی امداد کے علاوہ خود لڑنے کے لیے تیار ہوگئے وہاں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اس خطرناک اور تکلیف دہ مہم پر جانے سے گریز کرتے تھے۔ بہرحال تیس ہزار فوج کے ہمراہ آپؐ نے شام کا رُخ کیا۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر مقام تبوک ہے۔ یہاں اسلامی لشکر نے قیام کیا۔

ہرقل کو مسلمانوں کے جذبہ ایثار و فدا کاری اور جرأت و عزم کا اندازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب اسے معلوم ہوا کہ مسلمان از خود اس کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں تو وہ گھبرایا اور جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ آنحضرتؐ کے لیے یہ موقع غنیمت تھا اگر آپؐ چاہتے تو شام پر ہلہ بول دیتے۔ لیکن ملک گیری آپؐ کا مسلک نہ تھا بلکہ محض اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ مقصود تھا۔ چنانچہ جب آپؐ کو ہرقل کے تبدیلی ارادہ کا پتہ چلا تو جنگ سے ہاتھ روک لیا اور پرامن طریقہ سے لوٹ آئے۔

پیچھے رہ جانے والے لوگ

تبوک کا سفر مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش تھی سیکڑوں میل کی مسافت، بادِ سموم اور تپتی ہوئی ریت سے واسطہ، چنانچہ بعض مسلمان ایسے بھی تھے، جن کے دل میں خدا اور رسولؐ کی سچی محبت تو پائی جاتی تھی سچے اور مخلص مسلمان تھے مگر اس موقعہ پر ان سے ادائے فرض میں کوتاہی ہوئی اور وہ لشکر میں شریک نہ ہوئے۔

چونکہ تبوک کا واقعہ قومی دفاع کا ایک نازک اور نہایت اہم مسئلہ تھا اس لیے لشکر میں شریک نہ ہونے والے (جنھیں مخلفین یعنی پیچھے رہ جانے والے کہا گیا ہے) مسلمانوں سے بازپرس ضروری ہوگئی۔

ان پیچھے رہ جانے والوں میں بعض نہایت مقتدر ہستیاں بھی شریک تھیں مثلاً کعب بن مالک، جو عقبہ کی دوسری بیعت میں شریک تھے، یعنی سب سے پہلے پیغام حق قبول کرنے والوں میں سے تھے۔ علاوہ ازیں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعؓ[1] تھے جو جنگ بدر میں قریش کے خلاف لڑ کر عظمت اور برتری کا سب سے اونچا مقام حاصل کر چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تین اصحابؓ سے یہ فروگذاشت محض اتفاقیہ ہوئی۔ موقع اور محل کی اہمیت کا پورا اندازہ نہ کیا اور تساہل سے کام لیا۔ آنحضرت صلعم واپس تشریف لائے تو تینوں نے عذر پیش کیا۔

کعب کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سچی بات بتا دی یعنی سستی اور کاہلی کا اقرار کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ خدا فیصلہ فرما دے۔ مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کو یہی حکم ملا۔ پھر حضورؐ کے حکم پر ہم تینوں کا مقاطعہ کر دیا گیا سب نے ہم سے منہ پھیر لیا۔

کعب کا بیان ہے کہ میں روزانہ مسجد میں آتا، باجماعت نماز ادا کرتا، اکثر نماز کے بعد خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا مگر آپؐ روئے مبارک پھیر لیتے۔

ایک دن میں اپنے چچیرے بھائی کے پاس گیا۔ مجھے تمام عزیزوں میں اس سے زیادہ محبت تھی۔ مگر اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے دکھے دل سے بار بار کہا کہ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میرا دل خدا اور رسولؐ کی محبت سے لبریز نہیں؟ بالآخر وہ بولا ؛ اللہ و رسولہ اعلم۔ یہ سنکر میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

کعب کہتے ہیں کہ شام کے غسانی حاکم نے میرے پاس قاصد بھیجا کہ تمھارے آقا نے تم سے منہ پھیر لیا ہے تم میرے پاس آجاؤ میں تمھیں عزت سے رکھوں گا۔ یہ ایک نئی آزمایش تھی۔ میں نے حاکم کا خط پڑھ کر جلا دیا اور قاصد سے کہا اپنے آقا سے

---

[1] قصص القرآن میں مرارہ بن کعب لکھا ہے (جلد چہارم صفحہ ۵۲۳)

کہہ دو کہ میرے آقا کی بے التفاتی تمھارے آقا کی التفات سے کئی گنا بہتر ہے۔

معافی چالیس دن کے بعد حکم ہوا کہ بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے حکم لانے والے سے پوچھا کہ صرف الگ ہو جاؤں یا اسے طلاق دیدوں۔ اس نے کہا صرف علیحدگی کا حکم ہے۔ چنانچہ میں نے بیوی کو اسی وقت میکے بھیج دیا۔ اس کے بعد میری زندگی بالکل تاریک ہوگئی۔ دس دن اور گزرے۔ ایک دن مکان کی چھت پر بیٹھا تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں آئی "کعب مبارک ہو تمھاری توبہ قبول ہوئی" اب لوگ گروہ در گروہ مجھے مبارک دینے چلے آرہے تھے۔ میں مسجد میں گیا حضورؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کعبؓ! میں تجھے اس دن کی بشارت دیتا ہوں جو تیری زندگی کا سب سے بہتر دن ہے۔"

میں نے عرض کیا میں اس خوشی میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا نصف۔ فرمایا نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا ایک تہائی۔ فرمایا "خوب ہے۔"

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اس واقعہ سے صرف یہ جتلانا مقصود تھا کہ قومی دفاع کے اہم مواقع پر کسی مسلمان کے لیے سستی اور کاہلی جائز نہیں۔

وفدوں کا سال ہجرت کے نویں سال کا آخری حصہ اور دسواں سال مدینہ میں عرب قبائل کے وفود کی آمد کا سال ہے۔ سب سے پہلا وفد طائف کے باشندوں کا تھا۔

اہلِ طائف اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ان کا ایک قبیلہ ہوازن اسلام قبول کر چکا تھا۔ اہل طائف نے ان پر بے حد سختی کی۔ کئی جان سے مارے گئے۔ بعد میں جب اسلام نے قوت پکڑی تو اہل طائف نے بھی سوچا کہ اب اسلام کی مخالفت بے سود ہے۔ چنانچہ ہجرت کے نویں سال کے آخری حصہ میں انھوں نے چھ سرداروں اور بیس دوسرے آدمیوں پر مشتمل ایک وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں مدینہ بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اسی سال بنی تمیم کا وفد آیا۔ غرض نویں سال کے اختتام سے پہلے ہی جزیرہ نمائے عرب کے جنوب اور مشرق میں اسلام پھیل چکا تھا۔ یمن، مہرہ، بحرین، عمان اور یمامہ کے بہت سے سرداروں نے وفد یا خطوط بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔

بنی تغلب عیسائی تھے جن میں سے بعض مسلمان ہو چکے تھے۔ ان نومسلموں کا بھی ایک وفد مدینے آیا۔ جو سولہ افراد پر مشتمل تھا۔ آنحضرتؐ نے انھیں اجازت دی کہ جو عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں وہ رہ سکتے ہیں۔

سب سے مشہور وفد نجران کے عیسائیوں کا تھا جس میں ستر آدمی تھے یہ لوگ رومن کیتھلک مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسرے تمام وفود صحابہؓ کے گھروں میں اتارے جاتے تھے مگر اس وفد کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا گیا اور وہیں انھیں عبادت کرنے کی اجازت بھی دی گئی۔ ان سے اسلام کے متعلق خاصہ بحث مباحثہ ہوا۔ نتیجہ میں اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ مگر اپنے مذہب کو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ معاہدہ کر کے واپس ہوئے۔

دسویں سال یمن کے بعض دوسرے قبائل کے وفود آئے۔ان میں بجیلہ کا ایک وفد بھی تھا جن کا مشہور مندر یمن کا کعبہ سمجھا جاتا تھا۔

وائل اور اشعث نام حضرموت کے دو سردار چند آدمیوں کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کر کے چلے گئے۔

غرض نویں سال کے آخر میں جنگوں کا سلسلہ بند ہو چکا تھا قبیلہ کے بعد قبیلہ اور قوم کے بعد قوم کا وفد مدینہ آتا اور اسلام قبول کر کے یا معاہدہ کر کے چلا جاتا۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر اندر سوائے چند یہود اور نصاریٰ کے ملک عرب میں اسلام ہی اسلام نظر آنے لگا۔ ہر طرف اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگی۔ کل جس شخص کو مجنون اور دیوانہ کہہ کر اینٹیں اور پتھر مارے جاتے تھے۔ آج اس کے پاس ملک کے طول و عرض سے مختلف قومیں اور قبیلے اپنے وفود بھیج کر صلح اور اخوت کی خواہش ظاہر کر رہے تھے اور اس کے دین میں داخل ہونا باعثِ فخر و نجات سمجھتے تھے۔ تاریخ اس عظیم الشان ذہنی، اخلاقی اور دینی انقلاب کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حجۃ الوداع نویں سال حج فرض ہوا۔ اسی سال آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کا امیر مقرر کر کے حج کرنے بھیجا بعد ازاں سورۂ براۃ کی ابتدائی آیات کے اعلان کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا۔ کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے۔ دسویں سال میں کل عرب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ اسی سال آنحضرتؐ خود حج کے لیے نکلے وہ مقام (بیت اللہ) جہاں آپؐ تنہا پھرتے رہتے تھے اور کوئی آپؐ کی بات کو سننا پسند نہ کرتا تھا، آج وہاں اطرافِ عرب کے ایک لاکھ چوبیس ہزار جاں نثاروں کے جلو میں عظمت الٰہی کا پیکر بنکر کھڑے تھے۔ اس عظیم الشان اجتماع میں ایک بھی کافر اور مشرک نظر نہ آتا تھا بلکہ ہر طرف اسلام ہی اسلام دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہ کامیابی تھی جو آنحضرتؐ کے سوا کسی اور بشر کو نہ ملی تھی اور نہ آئندہ ملنے والی تھی۔ کل عرب اسلام کے آگے گردن جھکا چکا تھا اور دین بھی اپنے کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اب قیامت تک یہ ضرورت باقی نہ رہی تھی کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی کی طرف سے منصب نبوتؐ پر فائز ہو کیونکہ نبوتؐ کا کام بھی کمال کو پہنچ چکا تھا۔ انسان کی ساری مذہبی ضروریات کا انتظام قرآن اور شریعت میں کر دیا گیا تھا۔

حج کے موقعہ پر رسول اللہؐ نے دو یا تین خطبے دیے۔ ان تمام خطبوں میں آپؐ نے امت کو جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

> اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر بھی میں اس موقع پر تمہارے درمیان ہوں گا۔
>
> تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے
>
> تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟ یہ حرمت کا مہینہ ہے۔ پس میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری

عزتیں اسی طرح ایک دوسرے پر حرمت کا استحقاق رکھتی ہیں، جیسے اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والے مہینے میں یہ حرمت والا دن۔ دیکھو حاضر غائب کو یہ بات پہنچا دے اور تم اپنے رب سے ملنے والے ہو، سو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔

آج تمام سُود کی رقمیں چھوڑی جاتی ہیں اور عباس بن عبدالمطلب کے سود کی رقم بھی چھوڑی جاتی ہے۔ آج تمام خون جو جاہلیت میں ہو چکے ان کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن الحرث ابن عبدالمطلب کے خون کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی عبادت پھر کبھی ہو لیکن اس کے سوائے (بت پرستی کو چھوڑ کر) اگر اور امور میں اس کی اطاعت کی گئی، ایسے اعمال میں جنھیں تم حقیر خیال کرو تو یہ اس کی خوشی کا موجب ہو گا۔ پس اپنے دین میں اس سے بہت احتیاط کرو۔

پھر اے لوگو! تمھارے تمہاری بیبیوں پر حق ہیں اور تمہاری بیبیوں کے تم پر حق ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں خدائے تعالےٰ کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو اور تمہارے غلام۔ دیکھو تم ان کو وہ خوراک دو جو خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

اے لوگو! میری بات کو سن لو اور اسے سمجھ لو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تم سب بھائی یکساں ہو اور تم سب ایک ہی سلسلہ اخوت میں ہو۔ پس کسی شخص کے لیے اپنے بھائی سے کچھ لینا جائز نہیں مگر وہی جو وہ اپنے نفس کی خوشی سے خود دے پس اپنے لوگوں پر ظلم مت کرو یعنی ان کا کوئی حق مت چھینو۔

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپؐ نے بلند آواز سے پوچھا کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سب نے یکزبان ہو کر کہا

ہاں! بے شک آپؐ نے پہنچا دیا۔

علالت اور وفات حجۃ الوداع سے واپسی پر ۱۱ھ ہجری ماہ صفر کے آخری ایام میں آنحضرتؐ بیمار ہوئے۔ اس وقت آپؐ اسامہؓ بن زید کی سرکردگی میں ایک لشکر کو شام کی مہم پر جانے کا حکم دے چکے تھے۔ آپؐ نے حالتِ بیماری میں خود علم حضرت اسامہؓ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ ایسے عظیم انسان بھی اس لشکر میں سپاہی کے طور پر شریک تھے لشکر نے مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈالا لیکن اس دوران میں آنحضرتؐ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اس لیے لشکر کی روانگی رک گئی۔

بیماری کے دوران آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں رہے۔ اور اسی حالت میں مسجد میں آکر امامت کراتے رہے۔ نماز کے بعد ایک وعظ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے ایک بندے کو اس دنیا کی زندگی میں اور جو اس کے پاس ہے اختیار دیا۔ سو اس بندے نے جو اللہ کے پاس ہے اُسے چن لیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کے ان فقروں کا مطلب سمجھ لیا یعنی وہ اپنی وفات کی طرف اشارہ کر رہے تھے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جتنے دروازے مسجد میں کھلتے ہیں وہ سب سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔ پھر مہاجرین کو نصیحت فرمائی کہ انصار کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتے رہا کریں۔

اگلے روز کمزوری زیادہ بڑھ گئی چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کو امامت کرنے کا حکم دیا۔ وہ چند روز تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ ایک دن قدرے افاقہ ہونے پر آپؐ نے مسجد میں قدم رکھا۔ مگر ضعف زیادہ ہونے کے باعث واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاتھ میں مسواک تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارے سے مسواک طلب کی اور خوب منہ صاف کیا۔ اس کے بعد ناطاقتی بہت زیادہ ہوگئی۔ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کے الفاظ زبانِ مبارک سے جاری تھے اور اسی حالت میں بنی نوع انسان کے ساتھ حقِ رفاقت ادا کر کے خود رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔ یہ ربیع الاول دوشنبے کا دن تھا۔ عمر وفات کے وقت تریسٹھ سال کی تھی۔

وفات کی خبر سن کر لوگ مسجد میں جمع ہوگئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا گھر مدینہ سے دو تین میل کے فاصلے پر تھا آپؓ خبر ملتے ہی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں پہنچے۔ رُخ مبارک سے کپڑا اٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ فرطِ غم سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اس کرب و بے چینی کے عالم میں مسجد میں آئے اور ممبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے یوں خطاب فرمایا:

"اے لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ وفات پا گئے اور جو کوئی خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا تو بلا شبہ اللہ زندہ جاوید ہے جو کبھی نہیں مریگا۔"

اس صدائے حق کے گونجتے ہی صحابہؓ میں سکون و اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس اعلان کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ — اور محمدؐ ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے سب رسول

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۭىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ

مر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم اس لیے پاؤں پر پھر جاؤ گے؟

(آل عمران: ع ۱۴۴)

تمام صحابہؓ کی زبانوں پر بھی یہی آیت جاری تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ابھی ابھی اس آیت کا نزول ہو رہا ہے۔ مجھے وفاتِ رسولؐ نے مبہوت اور بے حال کر دیا تھا، مگر ابو بکرؓ نے جو کچھ کہا اس سے سب کچھ میرے سامنے آگیا۔

ازواجِ مطہرات

آنحضرتؐ نے سب سے پہلی شادی پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے کی جو بیوہ تھیں اور جن کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی۔ سوائے ابراہیمؑ کے آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجہؓ ہی کے بطن سے تھی۔ آنحضرتؐ نے پچیس سال حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزارے، یعنی آپؐ کی عمر پچاس سال کی تھی جب حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا۔ اس اثنا میں آپؐ نے کوئی دوسرا نکاح نہ کیا۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے کر دیا۔ آپؐ کی ازواج میں یہی کنواری تھیں۔

حضرت عائشہؓ سے نسبت ہو جانے کے بعد ایک عمر رسیدہ خاتون حضرت سودہؓ سے آپؐ نے نکاح کیا۔ حضرت سودہؓ کا شوہر ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا تھا، جہاں سے واپسی پر وفات پا گیا تھا۔

سنہ ۳ ہجری میں حضرت عمرؓ کی صاحبزادی سے جن کا شوہر جنگِ بدر میں مارا گیا تھا نکاح کیا۔ اسی سال عبد اللہؓ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی زینبؓ بنت خزیمہ کو آپؐ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

سنہ ۴ھ میں ابو سلمہ کی بیوہ ام سلمہ سے جن کا اصل نام ہند تھا نکاح کیا۔

زینبؓ بنت امیم آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ ان کے خاوند زید نے انھیں طلاق دے دی تو آنحضرتؐ نے انھیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔

غزوہ بنی المصطلق کے بعد رئیس عرب حارث کی بیٹی جویریہ قیدیوں میں آئی۔ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا اور اپنے دو بیٹوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ حضرت جویریہؓ کا شوہر مر چکا تھا۔ چنانچہ حارث نے خود جویریہؓ کو آنحضرت کے نکاح میں دے دیا۔

سنہ ۶ ہجری میں ابو سفیانؓ کی بیٹی ام حبیبہ سے نکاح کیا، اسی سال غزوۂ خیبر پیش آیا۔ جس میں یہودیوں کے سردار کی بیٹی صفیہؓ قیدیوں میں آئیں۔ آنحضرتؐ نے اُسے آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

اسی سال ماریہ قبطیہ جسے شاہِ مصر نے تحفہ کے طور پر آپؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ آپؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ انھیں

کے بطن سے ابراہیم تولد ہوئے۔ میمونہ بنت الحارث سے بھی اسی سال نکاح ہوا۔

آنحضرت ؐ کے عادات و خصائل

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کے اخلاق و عادات کی تصویر ان مختصر الفاظ میں پیش کرتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (احزاب ع ۲۱)

یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا خلق قرآن تھا یعنی آپؐ کی روزمرہ زندگی قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ ہے جس طرح قرآن زندگی کے ہر شعبے اور شاخ کے متعلق اعلیٰ اخلاقی تعلیم دیتا ہے۔ آنحضرت ؐ کی زندگی بعینہٖ اسی طرح اخلاق کا مکمل مجموعہ ہے۔ آپؐ کی صداقت، امانت اور دیانت سارے عرب میں مشہور تھی۔ اس بنا پر لوگوں نے آپؐ کو "امین" کا لقب دیا۔ اسلام کا بدترین دشمن ابوجہل بھی اعتراف کرتا تھا کہ ہم آپؐ کو جھوٹا نہیں کہتے، مگر اس پیغام کو جو آپؐ لائے ہیں جھوٹا کہتے ہیں۔ حد درجہ حیادار تھے آپؐ نے حیا کو ایمان کی ایک شاخ قرار دیا ہے (الحیاء شعبة من الایمان) بڑوں اور چھوٹوں کی یکساں عزت کرتے تھے۔ اپنی رضائی والدہ، رضائی والدؓ اور رضائی بہنؓ کی خاطر کھڑے ہوجاتے اور ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھا دیتے۔ راستہ سے گزرتے وقت چھوٹے بچوں تک کو خود سلام کہتے۔ اپنی اولاد کی بھی عزت کرتے اور امت کو بھی تلقین فرمائی کہ "اکرموا اولادکم" (اپنی اولاد کی عزت کرو)

سادگی اور نفاست

لباس ہمیشہ سادہ رہا۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے بھی پہنتے تھے۔ اچھا لباس مل جاتا تو وہ بھی زیب تن فرما لیتے۔ تاہم اکثر سادہ اور صاف لباس پہنتے۔ نہایت سادہ مکان میں رہتے جس میں ایک چارپائی، ایک پانی کی ٹھلیا یا چٹائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ گھر میں برابر کئی کئی دن تک آگ نہ جلتی صرف کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کرتے۔ مال و دولت میسر آسکتا تھا مگر اس کی طرف مطلق رغبت نہ تھی۔ جو کچھ آتا دوسرے لوگوں پر خرچ کردیتے اور خود تنگی سے بسر کرتے۔

بدن نہایت صاف رکھتے داڑھی اور سر کے بالوں کو کنگھی کرنے اور دھونے سے صاف رکھتے۔ خوشبو بھی استعمال کیا کرتے تھے آپؐ کے لباس یا بدن سے کبھی بو نہ آتی تھی۔ یعنی سادگی کے باوجود حد درجہ صاف ستھرا رہتے۔

اپنا اور گھر کا سارا کام خود سرانجام دیتے۔ خود ہی اپنی بکریوں کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے اور جوتے مرمت کرلیتے۔ گھر میں جھاڑو بھی لگا لیتے۔ جب مسجد بنی تو خود مزدور کی حیثیت سے کام کیا۔ جنگ خندق کے موقع پر خود معمولی سپاہی کی حیثیت سے کدال چلاتے اور مٹی اٹھاتے رہے۔ سودا سلف خود بازار سے خرید لاتے۔

عجز و انکسار اور بے تکلفی

تکلف کی عادت نام کو نہ تھی۔ نام و نمود سے سخت نفرت تھی اور اس سے بیزاری کا اظہار

کرتے تھے۔ آپؐ کی آمد پر صحابہؓ تعظیم کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ آپؐ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ ایک دفعہ ایک شخص احترام کے طور پر آپؐ کا ہاتھ چومنے کو آگے بڑھا آپؐ نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ کھانے پر ہمیشہ بے تکلفی سے بیٹھتے۔ کسی بھی شخص کو خواہ وہ غلام ہوتا اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ چلتے تو اس طرح کہ لوگ آپؐ کے آگے پیچھے ہوتے اور یہ پتہ نہ چلتا کہ سردار کون ہے۔ نو وارد آپؐ کو پہچان نہ سکتا اور پوچھنے کی ضرورت پیش آتی۔

اپنے دوستوں سے حد درجہ محبت کا سلوک روا رکھتے۔ کوئی مصافحہ کرتا تو ہاتھ چھوڑنے میں آپؐ پہل نہ کرتے۔ ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ کبھی تکلف کی خاموشی اختیار نہ کرتے بلکہ صحابہؓ سے مزاح کی باتیں بھی کر لیا کرتے۔ کبھی کسی کی برائی سننا پسند نہ کرتے۔ اپنے صحابہؓ سے سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ ہر ایک کی عزت کے لیے کنیت سے پکارتے کوئی خطا کرتا تو چشم پوشی کرتے اور کبھی اشارتاً بھی کسی کو اس کا قصور نہ جتلاتے۔

عفو و درگزر دشمنوں کے ساتھ فیاضی کے جو عملی نمونے آپؐ نے پیش کیے ان کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ فتح مکہ کے سلسلہ میں عفوِ عام کا اعلان کوئی معمولی بات نہیں۔ مکہ کے خطرناک دشمن جنھوں نے مسلمانوں پر ایسے مظالم کیے تھے جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں بغیر کسی درخواست کے انھیں معاف کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں آنحضرتؐ نے اپنی ذات کے متعلق کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا اور ہمیشہ معاف کیا۔ البتہ جہاں اصلاح کے لیے سزا ناگزیر ہوتی وہاں سزا ضرور دیتے۔

عدل و انصاف انصاف کے معاملہ میں سخت سے سخت دشمن اور عزیز سے عزیز دوست میں کوئی فرق روا نہ رکھتے تھے۔ اپنوں کے علاوہ غیروں اور دشمنوں تک میں آپؐ کی انصاف پسندی مسلم تھی۔ چنانچہ غیر مسلم بھی اپنے تنازعات آنحضرتؐ سے طے کراتے اگر مسلمان حق پر ہوتا تو فیصلہ اس کے حق میں کرتے اور اگر یہودی حق بجانب ہوتا تو مسلمان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیتے۔

انصاف پسندی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ ایک مرتبہ کسی بڑے گھرانے کی عورت نے چوری کی لوگوں نے کوشش کی کہ آنحضرتؐ سے کہلوا کر اُسے معاف کر دیا جائے۔ حضورؐ کو پتہ چلا تو صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا بعض لوگ ایک معاملہ میں میرے پاس سفارش لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر میں ہرگز بے انصافی نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ چوری کرے تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ وفات سے چند روز قبل اعلان فرمایا کہ اگر کسی کا مجھ پر قرض ہو تو وصول کر لے اور اگر مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو قصاص لے لے۔

ہمدردی، فیاضی اور غریبوں کی حمایت فیاضی، ہمدردی، غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی کا جذبہ آپؐ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کسی بھی انسان کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم مصیبت میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ نہ کسی پر ظلم ہوتا گوارا کر سکتے تھے۔ کبھی کسی سائل کو خالی نہیں جانے دیا۔ خود بھوکے رہے مگر دوسروں کو کھلایا۔ خود پیوند لگے پھٹے پرانے

کپڑے پہنے، مگر دوسروں کو لباس مہیا کیا، خود ہر قسم کی تکلیف اٹھائی مگر دوسروں کو مصیبت سے نکالا۔ یتیموں، بیکسوں، ضعیفوں اور بیواؤں کی جائے پناہ تھے۔ بچوں، اور عورتوں کے حقوق مردوں پر، غلاموں کے حقوق آقاؤں پر، محکوم کے حقوق حاکم پر اور رعیت کے حقوق بادشاہ پر قائم کیے۔ بچوں سے آپؐ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ہمسایوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کسی کی علالت کا علم ہو جاتا تو فوراً عیادت کے لیے جاتے۔ کوئی وفات پا جاتا تو جنازہ میں شریک ہوتے۔ غرض خدا نے ایسا دردمند دل عطا کیا تھا کہ جس میں خلق خدا کی ہمدردی ہر وقت جوش مارتی رہتی تھی۔

جانوروں سے ہمدردی انسانوں کے علاوہ جانوروں سے بھی آپ کو بہت ہمدردی تھی۔ عرب میں جانوروں پر ظلم کرنا کوئی عیب نہ تھا۔ آپؐ نے ان مظالم کو موقوف کیا۔ بلی کو بھوکا رکھنے، جانوروں کو باہم لڑانے اور ان کا تماشا دیکھنے کی سخت ممانعت فرمائی۔ کسی شخص نے ایک پرندے کا انڈا اٹھا لیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے وہیں رکھ دو۔ ایک شخص نے جھاڑی سے کسی پرند کے بچے نکال لیے۔ آپؐ نے انھیں وہیں رکھوا دیا۔ کمزور اور ناتواں جانور نظر پڑ جاتا تو فرماتے ان جانوروں کے بارے میں خدا سے ڈرو یعنی انھیں پوری غذا دیا کرو۔

مہمان نوازی مہمان نوازی جیسی اعلیٰ خصلت آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ گھر میں اپنے لیے تھوڑی سی خوراک موجود تھی کہ مہمان آ گیا۔ آپؐ نے سب کچھ مہمان کے سامنے پیش کر دیا اور خود بھوکے سو گئے۔ ایک مرتبہ رات کے لیے تھوڑے سے بکری کے دودھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اتفاقاً رات کو ایک مہمان آ گیا۔ آپؐ نے دودھ اُسے پلا دیا اور خود بھوکے پڑ رہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اسے چاہیئے کہ اپنے مہمانوں کی عزت کرے۔

شجاعت و استقلال اور عزم و ہمت جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو رحمت خداوندی پر بھروسہ کر کے اس پر جم جاتے۔ راستے میں ہزار مشکلیں آتیں، قدم قدم پر مصیبتوں، ناکامیوں اور مایوسیوں کا سامنا ہوتا مگر آپؐ کبھی ہمت نہ ہارتے اور اپنے ارادے میں عزم و استقلال کے ساتھ بڑھتے چلے جاتے۔ چنانچہ کبھی کسی کام میں ناکامی کا منہ نہ دیکھا اور ہمیشہ اللہ کے فضل سے کامیاب و کامران رہے۔ میدانِ احد میں مصیبت اٹھانے کے باوجود اگلے دن ہی دشمن کا تعاقب کرنے پر تیار ہو گئے۔ مکہ میں چاروں طرف ناکامی ہی ناکامی نظر آتی۔ غیر تو غیر اپنوں نے بھی آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا اور مخالفت پر اُتر آئے مگر پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی اور اپنے مشن پر قائم رہے۔

دشمن کا خوف کبھی آپؐ کے دل میں ہا گزیں نہ ہوا۔ مکہ میں آپؐ کے قتل کے منصوبے ہو چکے تھے۔ آپؐ کو پتہ بھی لگ چکا تھا اور بظاہر قتل سے بچنے کی کوئی سبیل بھی نظر نہ آتی تھی تاہم آپؐ معمول کے مطابق آزادانہ طور پر گھر سے باہر جاتے اور واپس آتے۔ دن کے علاوہ رات کو بھی آپؐ نے باہر نکلنا بند نہ کیا۔ بالآخر مکہ سے نکلے تو اس طرح کہ پہلے سب دوستوں کو مکہ سے نکالا بعد میں خود نکلے۔

غارِ ثور میں دشمن سر پر آ پہنچا، تو آپ کے واحد ساتھی حضرت ابوبکرؓ گھبرائے مگر آپؐ نے فرمایا "لاتحزن" (غم نہ کرو)
میدان جنگ میں جب ساری فوج نرغہ میں آ گئی تو آپؐ نے کمال درجہ کی شجاعت دکھائی۔ آوازیں دے دے کر فوج کو اکٹھا کیا۔

پھر اکیلے دشمن کی طرف بڑھے اور پکار کر کہا "میں رسول اللہ ہوں"۔

آپؐ کو درخت کے نیچے اکیلے پاکر ایک دشمن تلوار لے کر جھپٹا اور کہا "اب تمھیں کون مجھ سے بچا سکتا ہے"۔ آپؐ ذرا ہراساں نہ ہوئے اور بڑی تمکنت سے فرمایا "اللہ"۔ جس پر دشمن خود ہراساں ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

غرض یہ آنحضرتؐ ہی کی ذات تھی جس نے نوعِ انسانی کو جہالت، گمراہی، بد اخلاقی اور توہم پرستی کی قید سے نکال کر روشنیٔ ہدایت، اخلاق آزادی اور تہذیب وعلم کے بلند ترین مینار پر پہنچا دیا۔ ذاتی اخلاق وعادات، واقعات اور عملی زندگی کے لحاظ سے تاریخ کوئی دوسرا انسان پیش کرنے سے قاصر ہے جس نے قلیل مدت کے اندر عرب اور اس کے اطراف واکناف کے جاہل اور اُجڈ انسانوں میں ہدایت ونور کی روح پھونک دی۔ اور انھیں تمام اخلاقی بیماریوں سے آزاد کر کے صحت مند اور توانا قوم بنا دیا۔

ایک طرف آپؐ نے کلمہ حق بلند کر کے خدائے عزوجل کی عزت وجبروت قائم کی تو دوسری طرف عدل وانصاف، اُخوت وہمدردی، مساوات اور وحدتِ نسلِ انسانی کو بھی اوجِ کمال پر پہنچایا۔

حضورؐ کی دعائیں آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور مختلف اوقات میں جو دعائیں مانگیں ان میں سے چند جامع دعائیں درج ذیل ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمْدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (مسلم)

اے اللہ بخش دے میری خطا کو، میری نادانی کو، کاموں میں میری زیادتی کو اور اس گناہ کو جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے یا اللہ بخش دے میری اس بات کو جس کو میں نے ارادہ اور سنجیدگی کے ساتھ کیا ہو اور اس بات کو جو ہنسی اور دل لگی میں کی ہو اور ان باتوں کو جو دانستہ یا نادانستہ کی ہوں اور یہ تمام باتیں مجھ میں ہیں۔ اے اللہ بخش دے میرے پہلے گناہوں کو یا پچھلے گناہوں کو۔ مخفی گناہوں کو۔ ظاہر گناہوں کو اور ان گناہوں کو جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھ کو ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ

اے اللہ درست کر دے میرا دین وہ دین جو میرے کاموں کا محافظ ہے اور درست کر دے میری دنیا وہ دنیا جس میں میری زندگانی ہے اور درست کر دے میری آخرت جس کی طرف مجھ کو جانا ہے اور میری زندگی کو زیادہ کر دے جو سبب ہے نیکی کا اور

وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ ۝ (مسلم)

بنا میرے لیے موت کو ہر برائی سے راحت و آرام کا سبب ۝

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰى ۝ (مسلم)

اے اللہ جل جلالہ میں طلب کرتا ہوں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاک دامنی اور بے پروائی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ۔ (مسلم)

اے اللہ جل جلالہ ہدایت دے مجھ کو اور سیدھا کر مجھ کو۔ (جب تو ہدایت کو طلب کرے تو تصور میں رکھ راستے کے سیدھا چلنے کو اور جب سوال کرے تو راستی کا تصور کر راستی تیر کی)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ط (مسلم)

اے اللہ جل جلالہ مجھ کو بخش دے، مجھ پر رحم فرما۔ مجھ کو ہدایت دے مجھ کو عافیت سے رکھ اور رزق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط (مسلم، بخاری)

اے اللہ جل جلالہ عطا فرما ہم کو دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْلِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ شَاكِرًا لَّكَ ذَاكِرًا لَّكَ رَاهِبًا لَّكَ۔ مِطْوَاعًا لَّكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اے میرے پروردگار جل جلالہ میری مدد کر اور نہ مدد کر میرے خلاف کسی کی اور فتح عنایت کر مجھ کو اور نہ فتح دے میرے مقابلہ پر کسی کو اور تدبیر کر میرے لیے اور نہ تدبیر کر میرے خلاف کسی کی اور ہدایت دے مجھ کو اور آسان کر میرے لیے راہ راست پر چلنا اور میری مدد کر اس کے خلاف جس نے مجھ پر زیادتی کی ہو۔ اے پروردگار مجھ کو اپنا شکر گزار بنا۔ اپنا ذکر کرنے والا بنا۔ اپنے سے ڈرنے والا بنا۔ اپنا فرمانبردار بنا۔ اپنی طرف عاجزی کرنے والا، زاری کرنے والا اور رجوع کرنے والا بنا۔ اے پروردگار جل جلالہ میری توبہ قبول کر لے میرے گناہوں کو دھو ڈال۔ میری دعا کو قبول فرما۔ میری حجت و دلیل کو باقی رکھ۔ میری زبان کو سچا بنا۔ میرے دل کو ہدایت دے۔ اور میرے سینہ کی سیاہی نکال۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ۔ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ۔ اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ

اے اللہ جل جلالہ مجھ کو اپنی محبت عطا فرما اور اس شخص کی محبت عنایت کر جس کی محبت مجھ کو نفع دے۔ اے اللہ جل جلالہ جو کچھ تو نے مجھ کو اس چیز میں سے دیا ہے جس کو میں پسند کرتا ہوں تو اس کو میری قوت کا ذریعہ بنا اس چیز میں جس کو تو پسند کرتا ہے۔ اے اللہ

فِيْمَا تُحِبُّ۔

(ترمذی)

جو کچھ تو نے اس چیز میں سے جسکو میں پسند کرتا ہوں روک رکھا ہے تو تو اس چیز کو میری فراغت کا سبب قرار دے - اس چیز کو جس کو تو پسند کرتا ہے ۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مِنْ مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَتَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِىْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔ (ترمذی)

اے اللہ دے ہم کو اپنا خوف اتنا جو حائل ہو جائے ہمارے اور گناہوں کے درمیان اور دے ہم کو اپنی طاعت اس قدر جو پہنچا دے ہم کو تیری جنت میں اور عنایت فرما ہم کو اتنا یقین جو آسان کر دے ہم پر مصیبتیں دنیا کی اور فائدہ اٹھانے کا موقع دے ہم کو اپنی سماعتوں سے اور ابصارتوں سے اور قوتوں سے، جب تک زندہ رکھے تو ہم کو، اور اس نفع کو تو ہمارا ورثہ قرار دے یعنی ہمیشہ باقی رکھے اور ہمارے کینہ اور انتقام کو اس شخص تک محدود رکھ جس نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری مدد کر اور فتح عنایت فرما اس شخص پر جو ہم سے دشمنی رکھے اور دین کی مصیبت میں ہم کو مبتلا نہ کر اور نہ دنیا کو ہماری فکروں کا مرکز قرار دے اور نہ ہمارے مبلغ علم کو ہمارا مطمح نظر بنا - اور نہ ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر جو رحم کرنے والے نہ ہوں۔

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِىْ بِمَا عَلَّمْتَنِىْ وَعَلِّمْنِىْ مَا يَنْفَعُنِىْ وَزِدْنِىْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

اے اللہ جو چیز تو نے مجھ کو سکھائی ہے اس سے مجھ کو نفع پہنچا اور سکھا مجھ کو وہ چیز جو نفع دے مجھ کو اور میرے علم کو زیادہ کر خدا کی تعریف ہے ہر حال میں اور پناہ مانگتا ہوں میں خدا کے ذریعہ دوزخیوں کے حال سے۔

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا۔

(ترمذی)

اے اللہ زیادہ کر ہم پر (دنیا اور آخرت کی نعمتیں) اور (ان میں) کمی نہ کر اور عزت سے رکھ ہم کو (دنیا اور آخرت میں) اور نہ ذلیل کر ہم کو اور عطا کر ہمکو (دنیا اور آخرت کی بھلائی) اور نہ محروم رکھ (اس سے) اور مخصوص کر ہم کو (اپنی رحمت و عنایت کے ساتھ) اور نہ مخصوص کر ہمارے مقابلہ میں غیر کو اور راضی کر ہم کو اور راضی رہ ہم سے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ

اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے وہ عمل جو پہنچا دے مجھ

يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَّفْسِي وَمَالِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ ۔ (ترمذی)

تیری محبت تک اے اللہ اپنی محبت کو تو میرے لیے میری جان ، میرے مال اور میرے اہل (گھر والے) سے بھی زیادہ عزیز بنا دے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب قرار دے۔

اللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّي اللّٰهُمَّ وَأَسْئَلُكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَأَسْئَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضٰى وَالْغَضَبِ وَأَسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَأَسْئَلُكَ نَعِيمًا لَّا يَنْفَدُ وَأَسْئَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَّا يَنْقَطِعُ وَأَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَأَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّآءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ اللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِينَ ۔

(نسائی)

اے اللہ بحق اپنے علم غیب کے اور بحق اپنی قدرت کے مخلوق پر مجھکو زندہ رکھ اس وقت تک کہ میری زندگی میرے لیے بہتر ہو اور موت دے تو مجھ کو اس وقت جبکہ تو میرے لیے موت کو بہتر جانتا ہو۔ اے اللہ اور مانگتا ہوں میں تجھ سے تیرا خوف ظاہر و باطن میں اور مانگتا ہوں میں تجھ سے کہنا کلمہ حق کا خوشی اور ناراضگی میں اور مانگتا ہوں میں تجھ سے میانہ روی افلاس اور خوشحالی کی حالت میں اور مانگتا ہوں تجھ سے ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو اور مانگتا ہوں میں تجھ سے ٹھنڈک آنکھ کی جو کبھی ختم نہ ہو اور مانگتا ہوں میں تجھ سے رضامندی تیری قضا (یعنی حکم) کے بعد اور مانگتا ہوں تجھ سے ٹھنڈک زندگی کی مرنے کے بعد (یعنی دائمی راحت) اور مانگتا ہوں تجھ سے لذت دیکھنے کی تیرے چہرے کی طرف اور مانگتا ہوں تجھ سے شوق تیری ملاقات کا، ایسا شوق کہ ضرر نہ پہنچائے اور نہ گمراہی کے فتنہ میں ڈالے۔ اے اللہ ہم کو ایمان کی زینت کے ساتھ زینت دے اور دکھا ہم کو سیدھی راہ اور سیدھی راہ پر چلنے والے لوگوں کی۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا (احمد۔ ابن ماجہ)

اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں علم نفع دینے والا اور عمل قبول کیا گیا اور پاک و حلال رزق۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أُعْظِمُ شُكْرَكَ وَأُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَأَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَأَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ ۔ (ترمذی)

اے اللہ مجھ کو ایسا بنا دے کہ کروں میں بڑا شکر تیرا اور بہت کروں ذکر تیرا اور پیروی کروں تیری نصیحت کی اور یاد رکھوں میں وصیت تیری۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰى بِالْقَدَرِ ۔

(بیہقی)

اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے صحت اور بچنا حرام سے اور امانت اور تقدیر پر رضامندی۔

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِيْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (بیہقی)

اے اللہ پاک کر میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے۔ بیشک تو آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس چیز کو بھی جس کو چھپاتے ہیں دل۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ۔ (ترمذی)

اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح و شائستہ بنا۔ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی اس چیز کی جو دیتا ہے تو لوگوں کو، یعنی بیوی، مال اور اولاد نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کریں

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

قرآن کا بیان قرآن میں حضرت ذوالکفلؑ کے حالات کا کوئی سراغ نہیں ملتا نہ ہی احادیث میں ان کے متعلق کوئی تذکرہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں دو مقامات پر انبیاءؑ کے ضمن میں ان کا فقط نام آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی تھے اور کسی قوم کی رشد و ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے۔

سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

(انبیاء ع ۶)

اور اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ سب صبر کرنے والے تھے۔ ہم نے انھیں اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیا۔ یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔

پھر فرمایا:

وَاذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ وَکُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ۝ (ص ع ۴)

اور یاد کرو اسمٰعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ اور یہ سب نیکو کاروں میں سے تھے۔

روایات قرآن کریم نے صرف پیغمبروں کی فہرست میں آپؑ کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ قرآن کے علاوہ تورات یا کسی اور مقدس کتاب میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں، جس سے ان کے حسب و نسب یا حالات پر کچھ روشنی پڑ سکے۔ البتہ ابن جریر نے ان کے متعلق .... ایک قصہ نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب الیسعؑ بڑھاپے کو پہنچے تو اپنا ایک جانشین مقرر کرنا چاہا، جو ان کے بعد بنی اسرائیل کے رشد و ہدایت کے فرائض سنبھال سکتا۔ آپؑ نے بنی اسرائیل کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ میں تمھارے دینی امور کی دیکھ بھال کے لیے اپنا ایک قائم مقام مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ فرض وہی شخص سر انجام دے سکے گا جو دن بھر روزہ رکھے، رات یاد الٰہی میں بسر کرے اور کبھی غصہ نہ کرے۔ مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ میں ان تمام باتوں پر پوری طرح کاربند رہونگا۔ حضرت الیسعؑ نے اپنی باتیں دہرائیں۔ اس شخص نے دوبارہ ان پر عمل پیرا ہونے کا اقرار کیا۔

اگلے روز پھر مجمع بلایا گیا اور حضرت الیسعؑ نے اپنا گزشتہ اعلان دہرایا۔ وہی شخص پھر اٹھا اور تینوں شرائط پوری کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ حضرت الیسعؑ نے اُسے اپنی جگہ قائم مقام مقرر کر دیا۔

حضرت الیسعؑ کے قائم مقام یا خلیفہؑ نے حضرتؑ کے فرمائے ہوئے اصولوں کی سختی سے پابندی شروع کردی۔ وہ دن کو روزہ رکھتا، رات اللہ کے حضور عبادت میں گزارتا اور غصّے سے ہمیشہ اجتناب کرتا تھا۔

ایک دن ایک بوڑھا شخص آپؑ کے مکان پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؑ نے اندر آنے کی اجازت دے دی اور مقصد پوچھا۔ بولا میری قوم مجھ پر بے حد ظلم کرتی ہے۔ میں ان سے تنگ آکر خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ خلیفہؑ نے فرمایا شام کو مجلس میں آنا، میں تمھاری داد رسی کرونگا۔ مگر وہ وعدے کے باوجود نہ آیا۔ بلکہ اگلے دن پھر اسی وقت خلیفہ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ آپؑ نے اندر بلایا اور حال پوچھا۔ اس نے پھر وہی کل والی شکایت دہرائی۔ آپؑ نے فرمایا میں نے تمھیں شام کو مجلس میں بلایا تھا، مگر تم آئے نہیں۔ وہ بولا میری قوم کو جب پتہ چلا کہ میں نے آپؑ سے شکایت کی ہے تو مجھ سے سمجھوتہ کرلیا۔ چنانچہ میں آپؑ کے پاس آنے سے باز رہا، مگر بعد میں پھر مجھ پر زیادتی کرنے لگے۔

حضرتؑ نے فرمایا اچھا، آج شام کو مجلس میں آجانا، تمھاری داد رسی کی جائے گی۔ مگر وہ وعدہ کرنے کے باوجود پھر نہ آیا۔

تیسرے روز خلیفہؑ نے گھر والوں سے کہدیا کہ اگر کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹائے تو اسے اندر نہ آنے دیا جائے۔ لیکن جب تیسرا دن ہوا تو وہ شخص پھر اسی وقت خلیفہ کے سامنے آموجود ہوا۔ خلیفہؑ نے دیکھا کہ دروازہ کھولا ہی نہیں گیا اور یہ شخص اندر داخل ہوگیا۔ یہ کیسے ہوا؟ وہ سمجھ گئے کہ یہ ضرور ابلیس ہے جو انسان کے بھیس میں ایسی حرکات کر رہا ہے۔ حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ اے دشمنِ خدا کیا تو ابلیس ہے؟ وہ بولا ہاں! میں کسی طرح تجھ پر قابو نہ پاسکا۔ بالآخر سوچا کہ اپنی کسی حرکت سے تمھیں غضبناک کروں تاکہ تم ان شرائط میں جن پر عمل کرنے کا عہد حضرت الیسعؑ سے کرچکے ہو، غصّہ کی شرط پوری کرنے میں ناکام ہوجاؤ۔ مگر افسوس کہ میں خود اپنے مسلک میں ناکام ہوگیا۔

مجاہد نے یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ چونکہ حضرت الیسعؑ کے خلیفہ نے جن شرائط کا تکفل کیا تھا وہ پوری کر دکھائیں۔ اسی لیے وہ ذوالکفل کے نام سے مشہور ہوئے[۱]

شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں:۔

"کہتے ہیں ذوالکفلؑ حضرت ایوبؑ کے بیٹے تھے ایک شخص کے ضامن ہوکر کئی برس قید میں رہے اور للّٰہ یہ محنت سہی۔"[۲]

بعض مفسرین حضرت حزقی ایلؑ ہی کا لقب ذوالکفل بتاتے ہیں۔ غرض ان کے متعلق کئی روایات ہیں جن میں سے کسی ایک پر محاکمہ کرنا مشکل ہے۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۰، صفحہ ۱۹۱ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸

[۲] موضح القرآن سورۂ انبیاء۔

حضرت عزیر علیہ السلام

نسب حضرت عزیر علیہ السلام حضرت ہارونؑ بن عمران کی نسل سے ہیں۔ مورخین نے ان کے والد کے مختلف نام بتائے ہیں، ابن عساکر نے "جروہ" لکھا ہے۔ بعض مورخین 'سوریق' بعض 'سروخا' بیان کرتے ہیں۔ صحیفہ عزرا میں انؑ کے والد کا نام خلقیاہ مذکور ہے۔

قرآن کا بیان قرآن کریم میں حضرت عزیرؑ کا ذکر صرف ایک جگہ سورۂ توبہ میں آیا ہے اور اتنا مذکور ہے کہ یہودی حضرت عزیرؑ کو "خدا کا بیٹا" کہتے تھے۔ جس طرح عیسائی حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ (معوذ باللہ)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (توبہ)	اور یہود نے کہا عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے (معوذ باللہ) اور عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے (معوذ باللہ)۔ یہ ان کی باتیں ہیں۔ محض ان کی زبانوں سے نکالی ہوئی۔ ان لوگوں نے بھی ان ہی کی سی بات کہی جو اس سے پہلے کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت یہ کدھر بھٹکے جا رہے ہیں۔

تاریخی حالات اس ایک مقام کے سوا قرآن عزیز میں حضرت عزیرؑ کا نہ کہیں نام آیا ہے اور نہ ان کے حالات کا کوئی سراغ ملتا ہے کتب سیر و تواریخ سے بھی ان کے پورے حالات نہیں ملتے۔ نہ ہی مجموعہ تورات کے صحیفہ عزرا سے ان کی حیات طیبہ پر کوئی روشنی پڑتی ہے۔ البتہ ان تمام مآخذ اور روایات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں بنوکد نصر (بخت نصر) نے بیت المقدس پر حملہ کر کے اُسے تباہ و برباد کیا، اس وقت حضرت عزیرؑ کم عمر تھے۔

نبوت چالیس برس کی عمر میں آپؑ بنی اسرائیل کے فقیہ بنے[1] اور رشد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ صحیفہ عزرا سے پتہ چلتا ہے کہ اردشیر کے زمانے میں جب بنی اسرائیل نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کرنا چاہا تو اس سلسلے میں حضرت عزیرؑ نے شاہی دربار میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور بیت المقدس کی تعمیر میں بنی اسرائیل کو مدد دی۔ بیت المقدس کی تباہی کے وقت توراۃ کے تمام نسخے ناپید ہو چکے تھے۔ حضرت عزیرؑ نے یہ نسخے از سر نو مرتب کرائے۔ غرض بیت المقدس کی تباہی (اسیری بابل) سے بیت المقدس کی تعمیر نو کی درمیانی مدت میں حضرت عزیرؑ بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔

---

[1] الہدایۃ والنہایہ جلد ۲ ص۴۲

قرآنی واقعہ سورۂ بقرہ میں ایک واقعہ مذکور رہے کہ ایک شخص گدھے پر سوار ایک ایسی بستی کے قریب سے گزرا جو اُجڑ کر کھنڈر بن چکی تھی۔ نہ کوئی مکان باقی تھا نہ مکین۔ اس حالتِ زار سے اس شخص کا دل پسیجا اور سوچا کہ یہ علاقہ اب کیسے آباد ہوگا۔ بظاہر اس کے آباد ہونے کی اب کوئی صورت نہیں۔ اس واقعہ پر اللہ تعالےٰ نے اسی جگہ اس کی روح قبض کر لی اور سو برس تک اسی حال میں رکھا۔ پھر زندگی عطا کی اور پوچھا بتاؤ کتنا عرصہ اس حال میں رہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تم سو برس تک اسی حالت میں رہے، تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو، کہ ابھی تک اسی طرح ہیں جس طرح تم نے انہیں چھوڑا تھا باسی یا خراب نہیں ہوئیں۔ اس کے برعکس اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کا جسم گل سڑ کر ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی قدرت کاملہ سے جسے چاہیں محفوظ رکھ سکتے ہیں اور سو برس کے بعد بھی وہ ہر قسم کے موسمی اثر سے محفوظ رہتی ہے اور جسے چاہتے ہیں برباد کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا تاکہ تمہارے واقعہ کو لوگوں کے لیے نشان بنا دیں۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(بقرہ: ع ۳۵)

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ اس کا ایک بستی پر ایسی حالت میں گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالےٰ اس بستی کے مردوں کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا، پھر اس کو زندہ کر اٹھایا اور پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس تک رہا ہے۔ تو اپنے کھانے اور پینے کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی۔ اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لیے بنا دیں اور اس کی ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم انھیں کس طرح ترکیب دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں پھر جب یہ ساری کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

ان آیات میں جس شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ابن جریر طبری اور بعض دوسرے مفسرین یہ واقعہ حضرت ارمیاہ (یرمیاہ) نبی سے منسوب کرتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ حضرت حزقی ایل کا واقعہ

ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کوئی غیر معلوم شخص تھا۔ تاہم مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیرؑ تھے۔ اللہ تعالٰے نے انہیں حکم دیا تھا کہ تم یروشلم جاؤ۔ ہم اسے دوبارہ آباد کریں گے۔ حضرت عزیرؑ وہاں پہنچے اور شہر کو کھنڈر کی شکل میں پایا۔ تو متعجب ہوئے کہ یہ شہر اب کیسے آباد ہوگا؟ اللہ تعالٰے نے ان کا تعجب دور کرنے کے لیے یہ معاملہ کیا۔ چنانچہ جب وہ زندہ کئے گئے تو یروشلم آباد ہو چکا تھا۔

وفات بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عزیرؑ کی وفات عراق کے قریب ایک جگہ سائر آباد میں ہوئی۔ ان کی قبر بھی وہیں ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرتؑ کی قبر دمشق میں بتلائی جاتی ہے[1]

---

[1] البدایۃ والنہایہ جلد ۲ ص ۴۳، ۴۵ بحوالہ قصص القرآن جلد ۲ ص ۲۲۱

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

تمہید قرآن میں حضرت یوشعؑ کا نام نہیں آیا البتہ سورۂ کہف میں دو مقامات پر حضرت موسیٰؑ کے ایک رفیق کا ذکر ملتا ہے۔ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِفَتٰہُ ۔ اور فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰہُ " یہ رفیق حضرت یوشعؑ بتائے جاتے ہیں۔ جنھیں اہل کتاب نبی مانتے ہیں۔ تورات میں انھیں یشوع کہا گیا ہے اور مجموعہ تورات میں ان کے نام سے ایک صحیفہ بھی شامل ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے حالات میں حضرت یوشعؑ کا ذکر بھی بار بار آتا ہے۔ جنھوں نے حضرت کی خدمت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ جب حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم دیا تو حضرت یوشع بھی حضرت موسیٰ کی ان مجاہدانہ کوششوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے اور بنی اسرائیل کو جہاد پر آمادہ کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی ہی میں انھیں جانشین مقرر کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی وفات کے بعد حضرت یوشع ان کی نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تورات میں مذکور ہے:۔

> خداوند نے موسیٰ سے کہا تو نون کے بیٹے یشوع کو لے کر اس پر اپنا ہاتھ رکھ، کیونکہ اس شخص میں روح ہے اور اسے الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے آگے کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے اسے وصیت کر اور اپنے رعب داب سے اسے بہرہ ور کردے تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرماں برداری کرے۔ سو موسیٰ نے خداوند کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ اور اس نے یشوع کو لے کر اسے الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے سامنے کھڑا کیا اور اس نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے اور جیسا خداوند نے اسے حکم دیا تھا اسے وصیت کی[1]

کتاب استثناء میں مذکور ہے:۔

> اور نون کا بیٹا یشوع دانائی کی روح سے معمور تھا کیونکہ موسیٰ نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اس کی بات مانتے رہے

---

[1] گنتی باب ۲۷ آیات ۱۹-۲۳۔

اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا انھوں نے ویسا ہی کیا۔[1]

نسب مورخین حضرت یوشع کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں، یوشع بن نون بن فراہیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیمؑ۔

منصب نبوت جیسا کہ بتایا جا چکا ہے حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی ہی میں انھیں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اس زمانے میں مشرک اور جبار قومیں ارض مقدس کو پامال کرتی رہتی تھیں اور اسے اپنے ظلم و جور کی آماجگاہ بنائے ہوئے تھیں۔ حضرت موسیٰ نے ظالموں کے استیصال کے لیے بہ حکم الٰہی بنی اسرائیل کا جیش تیار کیا۔ مگر کوئی عملی اقدام کرنے سے قبل ہی ان کی وفات ہوگئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت یوشعؑ کو اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کام حضرت یوشع ہی سے لیا۔

توراۃ کا بیان ہے:۔

> اور خداوند کے بندہ موسیٰ کی وفات کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند نے
> اس کے خادم نون کے بیٹے یشوع سے کہا میرا بندہ موسیٰ مر گیا ہے
> سو اب تو اٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر اس یردن کے پار
> اس ملک میں جا جسے میں ان کو یعنی بنی اسرائیل کو دیتا ہوں جس جس جگہ
> تمھارے پاؤں کا تلوا ٹکے اس کو جیسا میں نے موسیٰ سے کہا تم کو دیا
> ہے۔ بیابان اور اس لبنان سے لے کر بڑے دریا یعنی دریائے فرات
> تک حتیوں کا سارا ملک اور مغرب کی طرف بڑے سمندر تک تمھاری
> حد ہوگی۔ تیری زندگی بھر کوئی شخص تیرے سامنے کھڑا نہ رہ سکے
> گا۔ جیسے میں موسیٰ کے ساتھ تھا ویسے ہی تیرے ساتھ رہوں گا۔
> میں نہ تجھ سے دست بردار ہوں گا اور نہ چھوڑوں گا۔ سو مضبوط ہو جا
> اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو اس قوم کو اس ملک کا وارث کرے گا،
> جیسے میں نے ان کو دینے کی قسم ان کے باپ دادا سے کھائی۔[2]

ارض مقدس کی فتح غرض حضرت یوشعؑ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر ارض مقدس کی جانب بڑھے سب سے پہلے اریحا (یریحو)[3] میں داخل ہوئے۔ عمالقہ کو زبردست شکست دی اور شہر پر قبضہ جما لیا۔ پھر ارض کنعان[4] اور بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔

---

[1] استثناء باب ۳۴ آیت ۹ ؛ [2] یشوع کی کتاب باب ۱، آیات ۱ تا ۶ ؛ [3] اس کے لفظی معنی مقام خوشبو بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ مقام دریائے اردن کے کنارے اس مقام پر تھا جہاں سے بنی اسرائیل دریا سے گزر کر ارض موعود یا ارض مقدس میں داخل ہوئے۔

[4] ارض کنعان وہ علاقہ ہے جسے پرانے زمانے میں فلسطین کہتے تھے۔

اس طرح ساری مقدس سرزمین ان کے قبضہ میں آگئی۔

اس کامیابی کے وقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے فاتحین کو یہ حکم ملا کہ مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح ملک میں داخل نہ ہونا بلکہ عجز و نیاز کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے قدم رکھنا تاکہ خدا کے شکر گزار اور ناشکروں کے درمیان امتیاز رہے۔ مگر بنی اسرائیل فتح کی مستی میں خدا کا یہ حکم نظر انداز کر بیٹھے۔ انھوں نے مغرور و متکبر انسانوں کی طرح خود پسندی اور نخوت کا ثبوت دیا۔ چنانچہ قانونِ الٰہی نے عذاب کی صورت میں انھیں آ پکڑا۔

قرآن عزیز میں دو مقامات پر اس واقعے کا ذکر آیا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

(بقرہ ع ۶)

اور جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی میں داخل ہو جاؤ پھر کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا جھکے جھکے اور کہتے جانا کہ توبہ ہے ہم معاف کر دیں گے تمھاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید برآں اور دیں گے دل سے نیک کام کرنے والوں کو۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان ظالموں پر نازل کی ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ حکم عدولی کرتے تھے۔

پھر فرمایا:

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

(اعراف ع ۳)

اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا، ہم تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دینگے سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمایش کی گئی تھی۔ اس پر ہم نے ان پر ایک آسمانی آفت بھیجی۔ اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے سچے فرماں بردار بندے جب کسی سے لڑتے ہیں تو محض رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے تحت۔ ان کے نزدیک جنگ کا مقصد محض ظلم کو مٹانا اور کلمۂ حق کو بلند کرنا ہوتا ہے نہ کہ کوئی ذاتی منفعت اس لیے جب انھیں دشمن پر فتح حاصل ہو جائے تو یہ ان کی اپنی کسی خوبی کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ ہی کی مدد و نصرت کا نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا

اس پر اکڑنا اور فخر کرنا سراسر حماقت ہے بلکہ عجز و انکساری سے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ خدا کی شکر گزاری کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے بندوں کی خدمت بہترین طریق پر کی جائے۔ اور نظام حکومت صرف مخلوق کی بہبود کے لیے چلایا جائے۔

اس کی نمایاں مثال رسولِ اکرمؐ کی سیرت میں ہمیں ملتی ہے جب کہ مکہ معظمہ کو شرک اور ظلم سے پاک صاف کرنے کے بعد آپ فاتحانہ داخل ہوئے تو عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ ناقہ پر بیٹھے ہوئے آپ اتنا جھک گئے تھے کہ ریش مبارک کجاوے سے چھو رہی تھی اور جب حرم پاک میں قدم رکھا تو فوراً بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور نماز پڑھی۔

یہی اسوۂ رسولؐ صحابہ کرام کی زندگی کا جزو بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر اسی مثالی سیرت کا مظاہرہ کیا۔ آپ مغرور اور متکبر بادشاہوں کی طرح غرور و تمکنت سے نہیں بلکہ متواضع اور منکسر المزاج بندوں کی طرح شہر میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے حرم مقدس میں سجدہ ریز ہو کر بارگاہ الٰہی میں نماز شکر ادا کی۔

انکسار اور عبدیت کا یہی بلند نمونہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایران فتح کرنے کے بعد پیش کیا۔ اور کسریٰ کے محل میں داخل ہوتے ہی ذات باری تعالٰی کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے ہوئے نماز شکرانہ ادا کی۔

غرض بنی اسرائیل نے گھمنڈ، خدا کی نافرمانی اور سرکشی کے نتیجہ میں سزا پائی۔ قرآن کریم میں اس آفت کی تفصیل نہیں بتائی گئی جو ان نافرمانوں پر نازل ہوئی۔ بہر حال ان کا انجام وہی ہوا جو مجرموں کا ہوتا ہے اور انھیں اس سے عبرت و بصیرت حاصل کرنی چاہیئے۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوشعؑ کی جماعت میں مخلص اور خدا کے فرماں بردار بندے بھی تھے جو فخر و مباہات کی باتوں سے ہٹ کر حکم الٰہی کی فرماں برداری پر قائم رہے اور تعمیل ارشاد میں حضرت یوشعؑ کا ساتھ دیا۔

وفات | توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت یوشعؑ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی اور تمنت سرح میں جو افرائیم کے ملک میں کوہ جعس کے شمال میں واقع ہے دفن ہوئے۔

> اور ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ ایک سو دس برس کا ہو کر رحلت کر گیا۔ اور انھوں نے اسی کی میراث کی حد پر تمنت سرح میں جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں کوہ جعس کے شمال کی طرف ہے۔ اُسے دفن کیا[1]

---

[1] یشوع کی کتاب باب ۲۴۔ آیت ۲۹، ۳۰۔

حضرت الیسع علیہ السلام

الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد بھائی، ان کے نائب اور خلیفہ تھے۔ حضرت الیاسؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں منصبِ نبوت عطا فرمایا اور آپ بنی اسرائیل کی ہدایت پر مامور ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبًا تیرہ سو سال پہلے گزرے ہیں[1]

عطائے نبوت کا واقعہ حضرت الیسعؑ کو جس طرح منصب نبوت عطا ہوا وہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت انسان کی بہتری بھلائی اور ترقی و کمال کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔

حضرت الیاسؑ ایک کھیت میں سے گزر رہے تھے کہ کھیت کا مالک جو ہل چلا رہا تھا، دوڑا دوڑا آپ کے پاس آیا اور ساتھ چلنے لگا۔ حضرت الیاسؑ نے متعجب ہو کر اس سے پوچھا کہ وہ ان کے ساتھ کیوں آتا ہے۔ کھیت کا مالک جا کر اپنا بیل لے آیا اور لکڑی کا ہل جلا کر آگ روشن کی، بیل ذبح کر کے گوشت پکایا اور خدا کی راہ میں لوگوں کو کھلایا۔ حضرت الیاس اس کی خلوص نیت اور خدا پرستی سے بہت خوش ہوئے۔ کھیت کے مالک نے حضرت الیاسؑ کے ساتھ خادم بن کر رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت نے اسے پسند فرمایا اور اپنے ساتھ رکھ لیا۔ یہ حضرت الیسعؑ ہی تھے

حضرت الیاسؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ چاہتے تھے کہ حضرت الیسعؑ کو رخصت کر دیں۔ مگر وہ کسی طرح حضرت کو چھوڑنے پر راضی نہ تھے۔ حضرت الیاسؑ نے ان سے پوچھا کہ کوئی خواہش ہو تو بتائیں۔ حضرت الیسعؑ نے عرض کی کہ میں بس یہی چاہتا ہوں کہ جس روحِ پاک کی برکت آپ پر ہے اس کی مجھ پر بھی ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت الیاسؑ نے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت الیاس کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے آپ کو شرفِ نبوت سے نوازا۔

نیک لوگوں کی صحبت کا یہی اثر ہوا کرتا ہے۔ روحانی عظمت و سربلندی کا جو شرف الیسع کو حاصل ہوا وہ اسی مخلصانہ اتباع کا نتیجہ تھا جو انھوں نے حضرت الیاس کی صحبت میں رہ کر سیکھا اور جس نے انھیں درجۂ کمال تک پہنچایا۔ مولانا روم نے اس کے متعلق فرمایا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

قرآن کا بیان قرآن عزیز نے حضرت الیسع کے حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی، صرف دو سورتوں میں ان کے مختصر

[1] رحمۃ للعالمین جلد سوم صفحہ ۱۳۳۔

ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ایک جگہ مذکور ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (انعام ع ۱۰)

اور اسماعیل اور الیسع اور لوط اور ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ (ص ع ۴)

اور ذکر کرو اسمٰعیل الیسع اور ذوالکفل کا اور ان میں سے ہر ایک نیک انسانوں میں سے تھا۔

تبلیغ حضرت الیسعؑ نے حضرت الیاس ہی کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔ ایک موقعہ پر آپ یریحو میں گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ شہر کے لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ یہاں کی زمین بنجر اور پانی ناکارہ ہے۔ آپ کی دعا سے ان کی یہ دونوں تکلیفیں دور ہو گئیں۔

حضرت حزقی ایل علیہ السلام

توارات اور کتبِ تاریخ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے یوشع ؑ کے بعد حضرت موسیٰ ؑ کے ایک اور پیرو کالب بن یوحنا نے رہنمائی کے فرائض انجام دیے۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ مریم بنت عمران کے شوہر تھے۔ تاریخ ابن کثیر میں مرقوم ہے کہ ان کا نبی ہونا ثابت نہیں [1]

طبری کی روایت کے مطابق کالب بن یوحنا کے بعد حضرت حزقی ایل ؑ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے فرائض انجام دیے۔ توارات میں ان کے نام کا ایک صحیفہ بھی شامل ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام کہیں نہیں آیا، مگر بعض آیات کے سلسلے میں بعض مفسرین نے بتایا ہے کہ اشارہ ان ہی کی طرف ہے۔

نام و نسب اور بعثت صحیفہ حزقی ایل میں ان کے والد کا نام بُوزی بتایا گیا ہے جو کاہن تھے اور کسدیوں کے ملک میں نہر کبار کے کنارے سکونت رکھتے تھے۔

خداوند کا کلام بوزی کے بیٹے حزقی ایل کاہن پر جو کسدیوں کے
ملک میں نہر کبار کے کنارے پر تھا نازل ہوا [2]

بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ والدہ کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔ ہدایت شروع ہونے کے وقت آپ کی والدہ بہت معمر ہو چکی تھیں اس لیے لوگوں میں ابن العجوز (بڑھیا کا بیٹا) کے نام سے پکارے جانے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوئے [3] مدت دراز تک بنی اسرائیل کی ہدایت اور رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

تاریخی روایات بعض کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل سے حق کی حمایت میں دشمن سے لڑنے یا جہاد کرنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے پس و پیش کی اور موت سے ڈر کر دور ایک وادی میں چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بزدلانہ حرکت ناگوار گزری اور وہ غضب الٰہی کا شکار ہو کر موت کی آغوش میں چلے گئے

جب بخت نصر نے یروشلم کو تباہ و برباد کیا تو بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ان قیدیوں میں حضرت حزقی ایل ؑ بھی تھے۔ روانگی کے وقت جب آپ اس وادی میں سے گزرے، جہاں جہاد سے ڈر کر بھاگنے والے پناہ لینے گئے تھے اور وہاں انھیں موت نے آلیا تھا، تو کھنڈروں کو دیکھ کر حضرت حزقی ایل ؑ کے دل کو ٹھیس لگی اور ان لوگوں کی بدبختی پر افسوس کیا۔ یہ منظر نگاہوں میں ایسا کھبا کہ رنج و افسوس اور یاس والم کے تاریک سائے دل پر چھا گئے۔ علاوہ ازیں یروشلم کی تباہی بھی کچھ الم انگیز نہ

---

[1] تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲ ۔ [2] صحیفہ باب ۱ آیت ۳۔ [3] تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳ ۔

تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا غم دور کرنے کے لیے انھیں اپنی قدرت کاملہ کا کرشمہ دکھانا چاہا۔ چنانچہ ایک دن خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سنسان اور ویران جنگل ہے، جو ہڈیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اچانک ایک شور ہوا، ہڈیاں جنبش کرنے اور سرکنے لگیں دیکھتے ہی دیکھتے وہ آپس میں جڑنے لگیں۔ ان پر گوشت پوست آگیا، نسیں بن گئیں اور روح بھی پڑ گئی۔ چنانچہ وہ گوشت پوست کے چلتے پھرتے انسان تھے۔

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقی ایل سے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کی ہڈیاں تھیں، ہم نے انھیں موت دی تھی اور ہمیں نے انھیں زندہ بھی کر دیا۔

حضرت حزقی ایل اس خواب کو بیت المقدس کی آبادی کی پیش گوئی سمجھ کر بہت خوش ہوئے [1]

قرآن کا بیان

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (بقرہ ع۳۲)	کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے، پھر اللہ نے فرمایا کہ مر جاؤ، پھر انھیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب جہاد سے بھاگنے والوں پر موت طاری ہوگئی تو ایک ہفتہ کے بعد حضرت حزقی ایل ؑ کا ان پر گزر ہوا، ان کی تباہی کا منظر دیکھ کر جی بھر آیا اور دعا مانگی کہ اے اللہ انھیں موت سے نجات دے تاکہ ان کی زندگی دوسروں کے لیے عبرت کا باعث بنے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور انھیں از سر نو زندگی مل گئی [2]

مشہور تابعی مفسر ابن جریج لکھتا ہے کہ یہ آیت جہاد سے ڈر کر بھاگنے والوں کی عبرت کے لیے محض ایک تمثیل کے طور پر پیش کی گئی ہے اس سے بنی اسرائیل کا کوئی خاص واقعہ مراد نہیں۔

خدا پر ایمان لانے کے بعد انسان جب اپنا جان و مال اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیتا ہے تو اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقت پڑنے پر کوئی قربانی دینے سے پس و پیش کرنا منافقت ہے۔ اللہ کے حکم کے خلاف اپنی جان بچانے کی فکر کرنا شجاعت اور مردانگی نہیں اور نہ ہی اسلام اسے پسند کرتا ہے۔ اسلام تو جرأت، ایثار اور بہادری سکھاتا ہے۔

اللہ کا حکم ہے کہ نصرت حق کے لیے جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور جہاد سے فرار شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے قرآن کریم میں جگہ جگہ مومنوں کو جہاد کے لیے تیار رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آیت مذکورہ بھی اسی ترغیب کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں جہاد سے بھاگنے والوں کا عبرت ناک انجام بتایا گیا ہے اور اس آیت کے بعد وقاتلوا فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔

---

[1] تذکرہ الانبیاء ص۱۶۵

[2] تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۱۲۳، روح المعانی جلد ۲ ص۱۳۰، تفسیر کبیر جلد ۲ ص۲۸۳ بحوالہ قصص القرآن جلد ۲ ص۲۰

حضرت سمویل علیہ السلام

جب سے بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ خاندانوں اور قبیلوں کی حکومت سرداروں کے ہاتھ میں تھی اور معاملات کے فیصلے "قاضی" کیا کرتے، دینی امور کی دیکھ بھال اور دعوت و تبلیغ کا کام نبی سرانجام دیتا۔

یہ سلسلہ نظم حضرت یوشع ؑ کے عہد سے جاری ہوا اور چند صدیوں تک اسی طرح قائم رہا۔ ساری قوم کا واحد بادشاہ کوئی نہ تھا اس لیے ہمسایہ قوموں سے وقتاً فوقتاً مقابلے پیش آتے تو اتحاد اور مرکزی تنظیم نہ ہونے کے باعث بنی اسرائیل کو شدید مشکلات سے سابقہ پڑتا۔ مدیانی، فلسطینی، آرامی اور عمالقہ آئے دن بنی اسرائیل پر چھاپے مارتے، کبھی فتح پاتے کبھی ہزیمت اٹھاتے۔ غرض یہ سلسلہ جاری تھا۔ چوتھی صدی موسوی میں فلسطیوں نے زبردست حملہ کر کے بنی اسرائیل کو ہزیمت پہنچائی اور وہ مقدس صندوق اپنے ساتھ لے گئے جو "تابوت سکینہ" کہلاتا تھا اور جس میں حضرت موسیٰ ؑ و ہارون ؑ کے عصا پیراہن اور چند دوسری اشیاء کے علاوہ تورات کا اصل نسخہ وغیرہ چیزیں محفوظ تھیں۔

اس نازک دور میں بنی اسرائیل میں نہ کوئی پیغمبر یا نبی موجود تھا۔ جو ان کی دینی و دنیوی حالت کو بہتر بنا سکتا اور نہ کوئی سردار یا امیر تھا جو حکومت کا کاروبار سنبھال سکتا۔

ایسے وقت میں حضرت سمویل ؑ بنی اسرائیل کی مدد اور ان کی رشد و ہدایت کے لیے دنیا میں تشریف لائے، انھوں نے انھیں قعر مذلت سے نکالا۔ فلسطیوں سے نہ صرف نجات دلائی بلکہ ان پر غالب کیا اور بنی اسرائیل کو سکھ چین کی زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا۔

نام و نسب | مورخین حضرت سمویل کو حضرت ہارون ؑ کی نسل سے بتاتے ہیں۔ تورات کا بیان ہے کہ آپ کے والد کا نام القانہ اور والدہ کا نام حنہ تھا۔[1]

بعثت | حضرت سمویل کے زمانے میں بنی اسرائیل پر عمالقہ کے دست درازیاں بہت بڑھ چکی تھیں اور وہ ان کے ظلم و ستم بہت تنگ آ چکے تھے۔ حضرت سمویل کے دو بیٹے یوئیل اور ابیاہ اسرائیلیوں کے قاضی تھے، مگر نہ ان کی اخلاقی حالت اچھی تھی اور نہ ہی وہ عمالقہ کے ہاتھوں بنی اسرائیل کو محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت سمویل سے درخواست کی کہ وہ بنی اسرائیل کے لیے کوئی ایسا حاکم مقرر فرما دیں جو انھیں عمالقہ سے نجات دلائے۔

تورات کا بیان ہے :-

جب سمویل بڈھا ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو اسرائیلیوں کا قاضی ٹھہرایا

---

[1] سمویل ا باب ا آیت ۱۹-۲۰

اس کے پہلوٹھے کا نام یوئیل اور اس کے دوسرے بیٹے کا نام ابیاہ تھا
وہ دونوں بیر سبع میں قاضی تھے۔ پر اس کے بیٹے اس کی راہ پر نہ چلے بلکہ
وہ نفع کے لالچ سے رشوت لیتے اور انصاف کا خون کر دیتے تھے۔
تب سب اسرائیلی بزرگ جمع ہو کر رامہ میں سموئیل کے پاس آئے اور
اس سے کہنے لگے دیکھ تو ضعیف ہے اور تیرے بیٹے تیری راہ پر نہیں
چلتے۔ اب تو کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر دے جو اور قوموں کی طرح
ہماری عدالت کرے[1]

حضرت سموئیل نے فرمایا کہ تم پر کسی کو بادشاہ بنانا مناسب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تمھیں غلام کی حیثیت سے رکھیگا، پھر تم اس کے خلاف فریاد کرو گے، جو بے سود ثابت ہوگی۔

اور سموئیل نے ان لوگوں کو جو اس سے بادشاہ کے طالب تھے خداوند
کی سب باتیں کہ سنائیں اور اس نے کہا کہ جو بادشاہ تم پر سلطنت کریگا
اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ تمھارے بیٹوں کو لے کر اپنے رتھوں کے لیے
اور اپنے رسالہ میں نوکر رکھے گا ...... اور بعض سے ہل جتوائیگا
اور فصل کٹوائے گا .... سو تم اس کے غلام بن جاؤ گے۔ اور
تم اس دن اس بادشاہ کے سبب سے جسے تم نے اپنے لیے چنا ہوگا،
فریاد کرو گے پر اس دن خداوند تم کو جواب نہ دے گا[2]

جب حضرت سموئیلؑ کے سمجھانے پر وہ اپنی خواہش سے نہ ہٹے اور ان کا اصرار بڑھتا رہا تو حضرت نے ایک نہایت وجیہ، خوبصورت اور قوی ہیکل شخص طالوت (ساؤل) کو ان پر بادشاہ مقرر کر دیا۔

طالوت بن یمین کی نسل سے تھا اور قیس بن ابی ایل کا بیٹا تھا۔ یہ ایک زبردست سورما تھا۔ بنی اسرائیل میں اس سے زیادہ خوبصورت اور قدآور کوئی نہ تھا۔

توراۃ میں آیا ہے:

تو بھی لوگوں نے سموئیلؑ کی بات نہ سنی اور کہنے لگے نہیں ہم تو بادشاہ چاہتے
ہیں جو ہمارے اوپر ہو .... تب سموئیل نے اسرائیل کے لوگوں
سے کہا کہ تم سب اپنے اپنے شہر کو چلے جاؤ۔

---

[1] سموئیل اباب ۸ آیت ۱-۵

اور بن یمین کے قبیلے کا ایک شخص تھا جس کا نام قیس بن ابی ایل بن
صرور بن بکورت بن افیخ تھا۔ وہ ایک بنیمینی کا بیٹا اور زبردست سورما
تھا۔ اس کا ایک جوان اور خوبصورت بیٹا تھا جس کا نام ساؤل تھا
اور بنی اسرائیل کے درمیان اس سے خوبصورت کوئی شخص نہ تھا۔ وہ
ایسا قد آور تھا کہ لوگ اس کے کندھے تک آتے تھے۔ .... اور
سموئیل نے ان لوگوں سے کہا تم اسے دیکھتے ہو جسے خداوند نے چن لیا
کہ اس کی مانند سب لوگوں میں ایک بھی نہیں؟ تب سب لوگ للکار
کر بول اٹھے کہ بادشاہ جیتا رہے [1]

پہلے تو بنی اسرائیل نے طالوت کے شاہی منصب کو تسلیم کر لیا مگر بعد میں وہ طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے۔ بڑے بڑے سردار اور امیر چاہتے تھے کہ بادشاہ انھیں میں سے ہو۔ چنانچہ انھوں نے عام لوگوں کو طالوت کے تقرر کے خلاف بھڑکایا۔ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ طالوت غریب ہے اور اس کے مقابلے میں بنی اسرائیل میں کئی دولت مند موجود ہیں لہذا بادشاہت کا منصب امیر آدمی کو ملنا چاہیے۔

حضرت سموئیلؑ نے انھیں سمجھایا کہ حکمرانی کے لیے امیر ہونا یا کسی خاص نسل سے تعلق رکھنا ضروری نہیں بلکہ اللہ کے نزدیک تو وہی شخص کسی منصب کا اہل ہو سکتا ہے جس میں اس منصب کے لیے ضروری اوصاف موجود ہوں۔ بادشاہت کے لیے قوت، حسن تدبیر، جرأت و شجاعت، اور صحتِ فکر و عمل جیسے اوصاف کی ضرورت ہے جو طالوت میں موجود ہیں پھر اس کی تقرری پر اعتراض کیسا؟ یہ تقرر تو اللہ کی جانب سے ہے اور وہ اپنے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

بنی اسرائیل نے کہا اگر طالوت کا تقرر خدا کی جانب سے ہے تو کوئی نشانی بتائیے تاکہ ہم یقین کر سکیں۔ فرمایا جو تابوت سکینہ تمھارے ہاتھ سے چھین چکا ہے وہ طالوت ہی کے ذریعے سے تمھیں واپس ملے گا۔

قرآن کریم نے اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ	تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ کے بعد ہوا۔
مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا	تحقیق نہیں ہوا، جب کہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ
مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ	ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر فرما دیجیے کہ ہم اللہ کی راہ میں
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ	قتال کریں، ان پیغمبر نے فرمایا کہ یہ احتمال ہے کہ اگر تمھیں جہاد کا
اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا	حکم دیا جائے تو تم (اس وقت) جہاد نہ کرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ

[1] سموئیل ا باب ۸ آیت ۱۹، ۲۲، باب ۹ آیت ۱-۲، باب ۱۰ آیت ۲۴۔

وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا
قَلِيلًا مِّنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ٥

ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کر دیے گئے ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل تعداد کے (باقی) سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ
لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ
عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ
سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ
عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ
التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَ
آلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٥

(بقرہ ع ٣٢)

اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے انھیں ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور انھیں تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ ان پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا اور علم اور جسامت میں ان کو زیادتی دی اور اللہ تعالے اپنا ملک جسے چاہے دیں اور اللہ تعالے وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں۔ اور ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تسکین کی چیز ہے تمھارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون چھوڑ گئے ہیں۔ اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے۔ اس میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔

غرض بنی اسرائیل طالوت کو بادشاہ تسلیم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے فلسطی آئے دن اسرائیلیوں پر حملہ کرکے انھیں زک پہنچاتے رہتے تھے۔ طالوت نے بادشاہ بنتے ہی فلسطیوں کے جارحانہ اقدامات کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور بنی اسرائیل کو ان کے خلاف باقاعدہ جنگ کا حکم دیا۔ وہ مفصل روداد حضرت داؤد کے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔ البتہ آیت مندرجہ بالا میں بنی اسرائیل کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو چھوٹی سی تعداد کو چھوڑ کر باقی سب پھر گئے۔ اس کی تفصیل بتا دینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ طالوت چونکہ بنی اسرائیل کے عادات و اطوار اور حالات سے پوری طرح واقف تھا اس لیے اسے خدشہ تھا کہ بعض لوگ جنگ سے گریز کریں گے۔ بلکہ ایسا نہ ہو کہ میدان جنگ میں پیٹھ دکھا جائیں اور نقصان کا باعث بنیں۔ چنانچہ اس نے جہاد سے پہلے ان کی آزمائش کرنی چاہی کہ دیکھوں یہ اپنے عزم میں کتنے پکے ہیں۔

جب بنی اسرائیل کا لشکر جنگ پر روانہ ہوا تو راستہ میں ایک ندی پڑی۔ طالوت نے کہا کہ اللہ تعالے اس ندی کے ذریعے

تمھیں آزمانا چاہتا ہے ۔ لہٰذا کوئی شخص اس سے پیٹ بھر کر پانی نہ پیئے ورنہ وہ خدا کی جماعت سے نکال دیا جائے گا ۔ شدید پیاس کی حالت میں صرف چند گھونٹ پینے کی اجازت ہے ۔ اس حکم کی بہت کم لوگوں نے تعمیل کی ، سوائے چند آدمیوں کے باقی سب نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا ۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ ہم میں تو اتنی ہمت نہیں کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں ۔

بنی اسرائیل کے اس نافرمان اور کمزور ایمان گروہ کی داستان قرآن کریم نے یوں بیان فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے ۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

(سورہ بقرہ ع ۳۳)

جب طالوت لشکریوں کو لے کر روانہ ہوا تو اس نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں نہر کے پانی کے ذریعہ آزمائے گا ۔ پس جو شخص اس سے سیراب ہو کر پیئے گا وہ میری جماعت میں نہ رہے گا اور جو ایک چلّو کے سوا اس سے سیراب ہو کر نہیں پیئے گا وہ میری جماعت میں رہے گا ۔ پھر تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب نے اس نہر سے سیراب ہو کر پی لیا ۔ پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ وہ لوگ جو حکم الٰہی پر ایمان رکھتے تھے ۔ ندی کے پار اترے تو ان لوگوں نے (جنھوں نے طالوت کے حکم کے خلاف کیا تھا) کہا ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آج جالوت سے اور اس کی فوج سے مقابلہ کر سکیں ۔ لیکن وہ لوگ جو سمجھتے تھے انھیں ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے پکار اٹھے کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو حکم الٰہی سے بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے ۔

بہرحال حضرت سمویل نے بنی اسرائیل کو جو یہ یقین دلایا تھا کہ "تابوتِ سکینہ" طالوت کے ذریعہ انھیں واپس ملے گا تورات میں اس کی داستان بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کی گئی ہے ۔ مورخین اور مفسرین نے بھی تابوت کی واپسی کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں ۔ تابوت اسرائیلیوں کو واپس مل گیا اور حضرت سمویلؑ کی بشارت جو طالوت کے منجانب اللہ بادشاہ مقرر ہونے کے بارے میں دی گئی تھی پوری ہو کر رہی ۔

حضرت دانیال علیہ السّلام

سلطنت یہودا کا مرکز یروشلم تھا۔ اس سلطنت میں ۵۸۸ ق،م تک خاندان داؤد سے انیس بادشاہ گزرے ہیں ان بادشاہوں میں جہاں خداترس اور نیک بادشاہ ہوئے وہاں بعض بادشاہ بہت ظالم اور بت پرست بھی تھے جنھوں نے خود بھی مملکت میں فسق و فجور پھیلایا اور خلقت کو بھی گمراہ کیا۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً پیغمبر اور نبی مبعوث ہوتے رہے جنھوں نے انھیں راہِ حق پر چلنے کی ترغیب دی۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے طفیل کچھ نہ کچھ اصلاح ہوتی رہی لیکن وہ پورے طور پر احکامِ خداوندی کے پابند نہ ہوئے۔ اپنے افعال سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ چنانچہ بدعملیوں کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے سلطنت یہودا کی تباہی کا سامان مہیا کر دیا۔

۶۰۶ ق،م بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر چڑھائی کی۔ پے بہ پے حملوں سے سلطنتِ یہودا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ملک کو بُری طرح لُوٹا، عمارتیں جلا کر خاکستر کر دیں۔ حضرت سلیمانؑ کے بنائے ہوئے عالیشان ہیکل کو بھی مسمار کر دیا۔ تابوتِ سکینہ برباد کر ڈالا۔ تورات کا اس وقت صرف ایک ہی نسخہ یروشلم میں محفوظ تھا۔ وہ بھی آتشزدگی اور تباہی کی نذر ہو گیا۔
بخت نصر نے سلطنت کی بربادی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ تمام قوم بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔
تورات کا بیان ہے:

> اور شاہ بابل بنوکدرضر[1] کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے دسویں دن جلوداروں کا سردار بنوزرادان جو شاہ بابل کے حضور میں کھڑا رہتا تھا یروشلم میں آیا۔ اس نے خداوند کا گھر اور بادشاہ کا قصر اور یروشلم کے سب گھر یعنی ہر ایک بڑا گھر آگ سے جلا دیا اور کسدیوں کے سارے لشکر نے جو جلوداروں کے سردار کے ہمراہ تھا۔ یروشلم کی فصیل کو چاروں طرف سے گرا دیا اور باقی لوگوں اور محتاجوں کو جو شہر میں رہ گئے تھے اور ان کو جنھوں نے اپنوں کو چھوڑ کر شاہ بابل کی پناہ لی تھی اور عوام میں سے جتنے باقی رہ گئے تھے۔ ان سب کو بنوزرادان جلوداروں کا سردار اسیر کر کے لے گیا[2]

---

[1] اسے بنوکدنزار بھی لکھتے ہیں اور بخت نصر بھی۔ [2] صحیفہ یرمیاہ باب ۵۲ آیات ۱۲-۱۵ ؎

صحیفہ دانی ایل میں مذکور ہے کہ جو لوگ قیدی بنا کر بابل لے جائے گئے ان میں حضرت دانیالؑ بھی تھے ان کے علاوہ ان کے تین رفیقوں حننیاہ ، میسا ایل اور عزریاہ (حضرت عزیرؑ) کے نام بھی مذکور ہیں۔

حضرت دانیالؑ کو اللہ تعالے نے علم و حکمت عطا کر رکھے تھے، عقل و فہم اور حسنِ صورت کے لحاظ سے بھی آپ اور آپ کے تینوں ساتھی نمایاں حیثیت کے مالک تھے اس لیے بادشاہ کی نظروں میں بہت مقبول ٹھہرے۔ بادشاہ نے ان کے لیے شاہی خوراک میں سے روزانہ مقرر کر رکھا تھا اور ان کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ ان اوصاف کے طفیل سب کو اپنی خدمت میں حاضر رہنے کے لیے منتخب کر لیا۔

بخت نصر نے سونے کا ایک بت شہر میں نصب کرایا اور سب امرا و اعیانِ سلطنت اور رعایا کو حکم دیا کہ اس کی عبادت کریں۔ سب نے تعمیل کی مگر حضرت دانیالؑ کے رفیقوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اہل بابل نے بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ چنانچہ تینوں کو دربار میں طلب کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی؟ تم تیار رہو جس وقت قرنا اور نے وغیرہ کے بجنے کی آواز سنو اسی وقت مورت کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ ایسا نہ کرو گے تو تمھیں جلتی بھٹی میں پھینک دیا جائے گا۔

تینوں نے جواب دیا کہ جس خدا کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ ہمیں جلتی بھٹی سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے اور وہی ہمیں تیرے ہاتھ سے چھڑا سکتا ہے ہم تیری بنائی ہوئی مورت کی کبھی عبادت نہیں کریں گے۔

یہ سن کر بادشاہ غصے سے بھر گیا اور انھیں جلتی ہوئی بھٹی میں ڈالنے کا حکم دیا۔ خدا کی قدرت سے آگ نے انھیں تو کوئی نقصان نہ پہنچایا مگر جن لوگوں نے انھیں اٹھا کر بھٹی میں پھینکا تھا وہ آگ کی شدید حرارت سے وہ خود جھلس کر مر گئے۔

صحیفہ دانی ایل میں مذکور ہے

> بنوکد نضر بادشاہ نے ایک سونے کی مورت بنوائی جس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ تھی اور اسے دُورا کے میدان صوبہ بابل میں نصب کیا۔ تب بنوکد نضر بادشاہ نے لوگوں کو بھیجا کہ ناظموں اور حاکموں اور سرداروں اور قاضیوں اور خزانچیوں اور مشیروں اور مفتیوں اور تمام صوبوں کے منصب داروں کو جمع کریں تاکہ وہ اس مورت کی تقدیس پر حاضر ہوں ۔۔۔۔۔۔ اور جو کوئی گر کر سجدہ نہ کرے اسی وقت آگ کی جلتی بھٹی میں ڈالا جائے گا ۔۔۔۔۔۔ پس اس وقت چند کسدیوں نے آکر یہودیوں پر الزام لگایا ۔۔۔۔۔۔ اب چند یہودی ہیں جنکو تو

نے بابل کے صوبہ کی کارپردازی پر معین کیا ہے یعنی سدرک، میسک
اور عبد نجو[1]۔ ان آدمیوں نے اے بادشاہ تیری تعظیم نہیں کی، وہ
تیرے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے اور اس سونے کی مورت کو جسے تو
نے نصب کیا سجدہ نہیں کرتے۔ تب بنوکدنضر نے قہر و غضب سے حکم
دیا کہ سدرک اور میسک اور عبد نجو کو حاضر کریں .... بنوکدنضر
نے ان سے کہا ... کیا یہ سچ ہے کہ تم میرے معبودوں کی عبادت
نہیں کرتے .... اگر سجدہ نہ کرو گے تو اسی وقت آگ کی جلتی بھٹی
میں ڈالے جاؤ گے اور کونسا معبود تمہیں میرے ہاتھ سے چھڑائیگا؟
سدرک اور میسک اور عبد نجو نے بادشاہ سے عرض کی کہ اے بنوکدنضر
اس امر میں ہم تجھے جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ دیکھ ہمارا خدا جس کی
ہم عبادت کرتے ہیں ہم کو آگ کی جلتی بھٹی سے چھڑانے کی قدرت رکھتا
ہے اور اے بادشاہ وہی ہمیں تیرے ہاتھ سے چھڑائے گا ......
اور اس نے حکم دیا کہ بھٹی کی آنچ معمول سے سات گنا زیادہ کریں۔
.... تب یہ مرد اپنے زیرجاموں، قمیصوں اور عماموں سمیت
باندھے گئے اور آگ کی جلتی بھٹی میں پھینک دیے گئے ....
بھٹی کی آنچ نہایت تیز تھی اس لیے سدرک اور میسک اور عبد نجو
کو اٹھانے والے آگ کے شعلوں سے ہلاک ہو گئے ....
اس نے کہا دیکھو میں چار شخص آگ میں کھلے پھرتے دیکھتا ہوں۔
اور ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا اور چوتھے کی صورت الہ زاد کی سی ہے[2]۔

جب بادشاہ کو خبر ملی کہ مجرموں کو آگ میں ڈالا گیا مگر انھیں کوئی گزند نہیں پہنچا تو وہ متعجب ہوا اور خود بھٹی دیکھنے آیا
بھٹی میں اسے چار آدمی نظر آئے تین حضرت دانیال کے رفیق اور چوتھا فرشتہ تھا۔ بادشاہ نے انھیں آواز دی کہ باہر آؤ۔
باہر آنے پر دیکھا کہ ان کے بدن پر آگ کا کہیں ذرا سا اثر بھی نہ تھا۔ تب بخت نصر کو احساس ہوا کہ یہ ضرور خدا کے برگزیدہ
بندے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے قلمرو میں فرمان جاری کر دیا کہ یہودیوں کے خدا کی نسبت کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالا جائے اور

---

[1] حننیاہ، میسائیل اور عزریاہ کے یہ نام خواجہ سراؤں کے سردار نے اپنی طرف سے رکھے تھے (صحیفہ دانی ایل باب ۱ آیت ۷)

[2] صحیفہ دانی ایل باب ۳۔

پھر ان تینوں کو معزز عہدوں پر فائز کر دیا۔

تورات کا بیان ہے:

تب بنوکدنضر نے آگ کی جلتی بھٹی کے دروازے پر آ کر کہا اے سدرک اور میسک اور عبدنجو خدا تعالیٰ کے بندو باہر نکلو اور ادھر آؤ۔ پس سدرک اور میسک اور عبدنجو آگ سے نکل آئے۔ تب ناظموں اور حاکموں اور سرداروں اور بادشاہ کے شہروں نے فراہم ہو کر ان شخصوں پر نظر کی اور دیکھا کہ آگ نے ان کے بدنوں پر کچھ تاثیر نہ کی اور ان کے سر کا ایک بال بھی نہ جلایا اور ان کی پوشاک میں مطلق فرق نہ آیا۔ اور ان سے آگ سے جلنے کی بُو بھی نہ آتی تھی۔ پس بنوکدنضر نے پکار کر کہا سدرک اور میسک اور عبدنجو کا خدا مبارک ہو جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر اپنے بندوں کو رہائی بخشی جنھوں نے اس پر توکل کر کے بادشاہ کے حکم کو ٹال دیا اور اپنے بدنوں کو نثار کیا کہ اپنے خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت اور بندگی نہ کریں۔ اس لیے میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ جو قوم یا امت یا اہلِ لغت سدرک، میسک اور عبدنجو کے خدا کے حق میں کوئی نامناسب بات کہیں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور ان کے گھر مزبلہ ہو جائیں گے کیونکہ کوئی دوسرا معبود نہیں جو اس طرح رہائی دے سکے۔ پھر بادشاہ نے سدرک اور میسک اور عبدنجو کو صوبہ بابل میں سرفراز کیا [1]

بخت نصر کے بعد اس کا پوتا بلشضر بابل کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنی تاج پوشی کے موقع پر محفل عیش و سرود منعقد کی جس میں سونے اور چاندی کے ان مقدس برتنوں میں جو بخت نصر یروشلم کی ہیکل سے نکال کر لایا تھا مے نوشی کی گئی جس سے ان کی بے حرمتی مقصود تھی۔ اس کے دماغ میں تکبر اور سرکشی سمائی ہوئی تھی۔ اس نے سونے چاندی، پیتل، لوہے، لکڑی اور پتھر کے بت بنوائے جنھیں معبود کے طور پر پوجا جاتا۔ حضرت دانیالؑ کو اس نے مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم مقرر کیا۔ حضرت نے بلشضر کو ایک نوشتہ کا مطلب سمجھاتے ہوئے بتا دیا تھا کہ تیری بادشاہت کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ تیری سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی اور ایرانیوں کو مل گئی، چنانچہ فوراً ہی بعد ایسا ہوا کہ ایرانیوں کا ٹڈی دل لشکر دریائے فرات عبور کر کے بابل پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ مارا گیا اور

[1] صحیفہ دانی ایل باب ۳ آیات ۲۶ تا ۳۰۔

حکومت ایرانیوں کے قبضہ میں آگئی۔

شاہِ ایران حضرت دانیالؑ کے علم و حکمت اور عقل و دانش کے طفیل ان کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے اپنی مملکت پر ایک سو بیس ناظم اور ان پر تین وزیر تعینات کیے تو ان وزیروں میں ایک حضرت دانیالؑ بھی تھے۔ حضرت دانیالؑ دوسرے وزیروں اور ناظموں سے زیادہ صاحب تدبیر ثابت ہوئے تو ان کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور انھیں نقصان پہنچانے کی سوچنے لگے اور تو کچھ بن نہ پڑا، بادشاہ کو مشورہ دیا ایک اعلان جاری کیا جائے کہ تیس روز تک جو کوئی تیرے سوا کسی معبود یا آدمی سے درخواست کرے وہ شیروں کی ماند میں ڈال دیا جائے۔ دارا نے ان کا مشورہ مان کر یہ اعلان جاری کر دیا۔

حضرت دانیالؑ کا معمول تھا کہ دن میں تین مرتبہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اسی کے حضور دعائیں مانگا کرتے تھے۔ حاسدوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ حضرت دانیال نے تیرے فرمان کی کوئی پروا نہیں کی بلکہ ہر روز تین بار اپنے خدا سے دعا مانگتا ہے۔

بادشاہ کو حضرت دانیال سے عقیدت تو تھی ہی۔ اس موقع پر وہ نہ چاہتا تھا کہ انھیں کوئی سزا دی جائے لیکن جب لوگوں نے بادشاہ سے اصرار کیا کہ اعلان کے مطابق انھیں سزا ضرور ملنی چاہیئے اور وہ سزا بھی طے کی گئی ہے کہ ایسے شخص کو شیروں کے پنجرے میں ڈالا جائے۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر حضرت دانیالؑ کو ان کے حوالے کر دیا اور آپ کو شیروں کے پنجرے میں ڈال دیا گیا۔

خدا کی قدرت سے شیروں نے انھیں کوئی زک نہ پہنچائی اور وہ بے خوف و خطر پنجرے میں پڑے رہے۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو خود آیا اور انھیں باہر نکالنے کا حکم دیا ساتھ ہی یہ حکم بھی جاری کیا کہ جن لوگوں نے حضرت دانیال کے خلاف الزام لگا کر انھیں پنجرے میں ڈلوایا ہے وہ اپنے بیوی بچوں سمیت ان پنجروں میں پھینکے جائیں تاکہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں۔

توراۃ میں مذکور ہے:

> دارا کو پسند آیا کہ مملکت میں ایک سو بیس ناظم مقرر کرے جو تمام
> مملکت پر حکومت کریں اور ان پر تین وزیر ہوں جن میں سے ایک
> دانی ایل تھا ...... یہ وزیر اور ناظم بادشاہ کے حضور جمع
> ہوئے اور اس سے یوں کہنے لگے کہ اے دارا بادشاہ! ......
> ایک خسروانہ آئین مقرر کریں ...... کہ تیس روز تک جو کوئی تیرے
> سوا کسی معبود یا آدمی سے کوئی درخواست کرے شیروں کی ماند میں
> ڈال دیا جائے۔ ...... پس دارا بادشاہ نے اس نوشتہ اور
> فرمان پر دستخط کر دیے ...... اور جب دانی ایل نے معلوم کیا

کہ اس نوشتہ پر دستخط ہو گئے تو اپنے گھر میں آیا اور اس کی کوٹھری
کا دریچہ یروشلم کی طرف کھلا تھا۔ وہ دن میں تین مرتبہ حسب معمول
گھٹنے ٹیک کر خدا کے حضور دعا اور اس کی شکر گزاری کرتا رہا...
تب یہ لوگ جمع ہوئے اور دیکھا ...... تب انھوں نے بادشاہ
کے حضور عرض کی کہ اے بادشاہ یہ دانی ایل جو یہودا کے اسیروں
میں سے ہے نہ تیری پروا کرتا ہے اور نہ اس امتناعی فرمان کو جس پر
تو نے دستخط کیے ہیں خاطر میں لاتا ہے بلکہ ہر روز تین بار دعا کرتا ہے
جب بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو نہایت رنجیدہ ہوا اور اس نے دل
میں چاہا کہ دانی ایل کو چھوڑائے اور سورج ڈوبنے تک اس کے چھڑانے
میں کوشش کرتا رہا۔ پھر یہ لوگ بادشاہ کے حضور فراہم ہوئے اور
بادشاہ سے کہنے لگے کہ اے بادشاہ تو سمجھ لے کہ مادیوں اور فارسیوں
کا آئین یوں ہے کہ جو فرمان اور قانون بادشاہ مقرر کرے کبھی نہیں
بدلتا۔ تب بادشاہ نے حکم دیا اور وہ دانی ایل کو لائے اور شیروں
کی ماند میں ڈال دیا ...... تب بادشاہ اپنے قصر میں گیا ....
اور بادشاہ صبح بہت سویرے اٹھا اور جلدی سے شیروں کی ماند
کی طرف چلا اور جب ماند پر پہنچا تو غمناک آواز سے دانی ایل کو پکارا
بادشاہ نے دانی ایل کو خطاب کر کے کہا۔ اے دانی ایل! زندہ خدا
کے بندے کیا تیرا خدا جس کی تو ہمیشہ عبادت کرتا ہے قادر ہوا
کہ تجھے شیروں سے چھڑائے۔ تب دانی ایل نے بادشاہ سے کہا
اے بادشاہ ابد تک جیتا رہ، میرے خدا نے اپنے فرشتہ کو بھیجا
اور شیروں کے منہ بند کر دیے اور انھوں نے مجھے ضرر نہیں پہنچایا
کیونکہ میں اس کے حضور بے گناہ ثابت ہوا اور تیرے حضور بھی
اے بادشاہ میں نے خطا نہیں کی۔ پس بادشاہ نہایت شادماں ہوا
اور حکم دیا کہ دانی ایل کو اس ماند سے نکالیں۔ پس دانی ایل اس ماند
سے نکالا گیا اور معلوم ہوا کہ اسے کچھ ضرر نہیں پہنچا کیونکہ اس نے

اپنے خدا پر توکل کیا تھا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ ان شخصوں کو
جنھوں نے دانی ایل کی شکایت کی تھی لائے اور ان کے بچوں اور
بیویوں سمیت ان کو شیروں کی ماند میں ڈال دیا اور شیر ان پر غالب
آئے اور اس سے پیشتر کہ ماند کی تہ تک پہنچیں شیروں نے ان کی سب
ہڈیاں توڑ ڈالیں [۱]

پھر حکم دیا گیا کہ مملکت کے سب لوگ دانیال[۲] کے خدا کی عزت کریں اور اس سے ڈریں۔ کیونکہ وہی زندہ خدا ہے اور ہمیشہ قائم ہے، اس کی سلطنت لازوال ہے جو ابد تک رہے گی۔ وہی چھڑاتا اور بچاتا ہے، آسمان اور زمین میں وہی نشان اور عجائب دکھاتا ہے اسی نے دانی ایل کو شیروں کے پنجے سے چھڑایا ہے [۲]

---

[۱] صحیفہ دانی ایل باب ۶ - [۲] ایضاً آیت ۲۶، ۲۷

حضرت یرمیاہ علیہ السلام

حضرت یرمیاہ اور قرآن

بنی اسرائیل کے انبیاء میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے اور ان کے نام سے مجموعہ تورات میں ایک صحیفہ بھی شامل ہے۔ جس میں ان کے کچھ حالات ملتے ہیں۔ قرآن عزیز میں ان کا نام یا ان کے حالات کہیں مذکور نہیں۔ البتہ سورۂ بقرہ میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق ہے لیکن وہب بن منبہ، عبداللہ بن عبید اور عبداللہ بن سلام کا قول یہ ہے کہ یہ شخص حضرت یرمیاہ تھے[1] سورۂ بقرہ کی آیت یہ ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (بقرہ ع ۳۵)

اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا جس کا ایک بستی پر گزر ہوا، جو اپنی چھتوں سمیت زمین پر ڈھیر تھی، تو وہ کہنے لگا اس بستی کی موت (تباہی) کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح اسے زندگی دے گا (آباد کرے گا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر سو برس تک موت طاری کر دی اور پھر زندہ کر دیا۔ اللہ نے دریافت کیا تم یہاں کتنی مدت پڑے رہے۔ اس نے جواب دیا ایک دن یا دن کا بعض حصہ، اللہ نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ تم سو برس تک اسی حالت میں رہے پس تم اپنے کھانے اور پینے (کی چیزوں) کو دیکھو کہ وہ بگڑی تک نہیں اور پھر اپنے گدھے کو دیکھو (کہ وہ گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے) اور (یہ سب اس لیے ہوا) کہ ہم تم لوگوں کو نشان بنائیں اور اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ہڈیوں کو ایک دوسرے پر چڑھاتے ہیں اور آپس میں جوڑتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پس جب اسے ہماری قدرت کا مشاہدہ ہو گیا تو اس نے کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[1] قصص القرآن جلد دوم ص ۲۳۷

حالات صحیفہ یرمیاہ میں آپ کے والد کا نام خلقیاہ بتایا گیا ہے آپ بنیمین کی سلطنت میں کاہن تھے۔

حضرت کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور شرارت حد سے گزر چکی تھی۔ ہر طرف فسق و فجور کا بازار گرم تھا حضرت نے اللہ تعالیٰ کا حکم پاکر انھیں رشد و ہدایت کی تبلیغ کی اور حرکاتِ بد سے روکا مگر پیہم کوششوں کے باوجود انھوں نے کچھ اثر قبول نہ کیا بلکہ تمسخر کرتے۔ اس بدکرداری کے نتیجہ میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبائیں نازل ہوئیں خشک سالی نے یروشلم کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ چشمے خشک ہو گئے، جانوروں کے لیے چارہ تک نہ رہا

توراۃ کا بیان ہے:

یہودا ماتم کرتا ہے اور اس کے بھائیوں پر اداسی چھائی ہے۔ وہ ماتمی لباس میں خاک پر بیٹھے ہیں اور یروشلم کا نالہ بلند ہوا ہے۔ ان کے امرا اپنے ادنے لوگوں کو پانی کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ چشموں تک جاتے ہیں مگر پانی نہیں پاتے اور خالی گھڑے لیے لوٹ آتے ہیں۔ وہ شرمندہ و پشیمان ہو کر اپنے سر ڈھانپتے ہیں۔ چونکہ ملک میں بارش نہ ہوئی اس لیے زمین پھٹ گئی اور کسان سراسیمہ ہوئے۔ وہ اپنے سر ڈھانپتے ہیں۔ چنانچہ ہرنی میدان میں بچہ دے کر اُسے چھوڑ دیتی ہے کیونکہ گھاس نہیں ملتی اور گورخر اونچی جگہوں پر کھڑے ہو کر گیدڑوں کی مانند ہانپتے ہیں۔ ان کی آنکھیں رہ جاتی ہیں کیونکہ گھاس نہیں [1]

ان آفات میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے دل خوفِ خدا سے خالی رہے اور بدعملیوں سے باز نہ آئے۔ تب حضرت یرمیاہ نے انھیں یروشلم کی تباہی کی خبر سنائی اور فرمایا کہ اگر تم نے اپنی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی تو تم پر دوسری قوم حملے کر کے تمھارے ملک کو تاخت و تاراج کر دے گی اور تمھیں ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔

توراۃ میں مذکور ہے:۔

اے یروشلم تو اپنے دل کو شرارت سے پاک کر تاکہ تو رہائی پائے۔ بُرے خیالات کب تک تیرے دل میں رہیں گے۔ کیونکہ دان سے ایک آواز آتی ہے اور افرائیم کے پہاڑ سے مصیبت کی خبر دیتی ہے۔ قوموں کو خبر دو۔ دیکھو یروشلم کی بابت منادی کرو کہ محاصرہ کرنے والے دور کے ملکوں سے آتے ہیں اور یہوداہ کے شہروں کے قبائل

[1] صحیفہ یرمیاہ باب ۱۴ آیات ۲ تا ۶

للکاریں گے۔ کھیت کے رکھوالوں کی مانند وہ اسے چاروں طرف
سے گھیر لیں گے کیونکہ اس نے مجھ سے بغاوت کی۔ خداوند فرماتا ہے
تیری چال اور تیرے کاموں سے یہ مصیبت تجھ پر آئی ہے۔ یہ تیری
شرارت ہے..... [1]

توراۃ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک کاہن فشحور بن امیر نے جب حضرت یرمیاہ کی زبانی ایسی باتیں سنیں تو انھیں زدوکوب کیا[2] جس پر حضرت یرمیاہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

...... کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تجھ کو تیرے لیے
اور تیرے سب دوستوں کے لیے دہشت کا باعث بنالوں گا اور وہ
اپنے دشمنوں کی تلوار سے قتل ہوں گے اور تیری آنکھیں دیکھیں گی
اور میں تمام یہوداہ کو شاہ بابل کے حوالہ کردوں گا اور وہ ان کو اسیر
کرکے بابل میں لے جائیگا اور ان کو تلوار سے قتل کرے گا اور میں اسی
شہر کی ساری دولت اور اس کے تمام محاصل اور اس کی سب نفیس
چیزوں کو اور یہوداہ کے بادشاہ کے سب خزانوں کو دے ڈالونگا۔
ہاں میں ان کو ان کے دشمنوں کے حوالے کردونگا جو ان کو لوٹیں
گے اور بابل کو لے جائیں گے..... [3]

غرض بنوکدنضر شاہ بابل نے یروشلم پر حملہ کردیا اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت حضرت یرمیاہؑ نے اعلان کیا کہ شاہ بابل کے مقابلہ میں شاہ یہوداہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اسے قیدی بناکر اپنے ساتھ بابل لے جائے گا اور اسے اسیری کی زندگی گزارنی ہوگی۔

شاہ یہوداہ نے جس کا نام صدقیاہ تھا، یہ سنا تو حضرت یرمیاہ کو اس حق گوئی کے جرم میں قید کردیا۔

اور اس وقت شاہ بابل کی فوج یروشلم کا محاصرہ کیے پڑی تھی اور
یرمیاہ نبی شاہ یہوداہ کے گھر میں قید خانہ کے صحن میں بند تھا،
کیونکہ شاہ یہودا صدقیاہ نے اسے یہ کہہ کر قید کیا کہ تو کیوں
نبوت کرتا اور کہتا ہے کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں اسی
شہر کو شاہِ بابل کے حوالے کردوں گا اور وہ اسے لے لے گا اور

---

[1] صحیفہ یرمیاہ باب ۴ ۱۲ آیات ۱۴-۱۸۔ [2] ایضاً باب ۲۰ آیت ۲ [3] صحیفہ یرمیاہ باب ۲۰ آیات ۴-۵۔

> شاہ یہوداہ صدقیاہ کسدیوں کے ہاتھ سے نہ بچے گا بلکہ ضرور شاہ بابل کے حوالے کیا جائے گا اور اس کے روبرو باتیں کریگا اور دونوں کی آنکھیں مقابل ہوں گی اور وہ صدقیاہ کو بابل میں لے جائیگا اور جب تک میں اس کو یاد نہ فرماؤں وہ وہیں رہیگا۔ خداوند فرماتا ہے ہر چند تم کسدیوں کے ساتھ جنگ کرو گے پر کامیاب نہ ہو گے[1]

بابل کا حکمران بنوکد نضر جسے بخت نصر بھی کہا جاتا ہے قریباً ساتویں صدی قبل مسیح کے وسط میں گزرا ہے اس نے زبردست قوت فراہم کی اور آس پاس کی تمام حکومتوں کو زیر کیا فلسطین پر اس نے پے بہ پے حملے کیے اور یروشلم و فلسطین کے تمام علاقے کو پامال کر ڈالا بنی اسرائیل کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا جہاں ان کے ساتھ ادنیٰ خادموں اور غلاموں کا سا سلوک روا رکھا گیا۔ یہوداہ کا بادشاہ صدقیاہ اور اس کے امراء و سردار حملے کے وقت بھاگ نکلے مگر کسدیوں کی فوج نے تعاقب کر کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ صدقیاہ کے بیٹے اس کے سامنے قتل کیے گئے۔ اس کی اپنی آنکھیں نکال دی گئیں اور سب امراء و سرداران بھی قتل ہوئے۔ یروشلم کی فصیل توڑ دی گئی۔ شاہی محل اور لوگوں کے گھر جلا دئے گئے۔

صحیفہ یرمیاہ میں مذکور ہے:۔

> ......شاہ بابل بنوکدنضر اپنی تمام فوج لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اور اس کا محاصرہ کیا...... اور شاہ یہوداہ صدقیاہ اور سب جنگی مرد اس کو دیکھ کر بھاگے...... لیکن کسدیوں کی فوج نے ان کا پیچھا کیا اور یریحو کے میدان میں صدقیاہ کو جا لیا اور اسے پکڑ کر ربلہ میں شاہ بابل بنوکدنضر کے پاس حمات کے علاقہ میں لے گئے اور اس نے ان پر فتویٰ دیا اور شاہ بابل نے صدقیاہ کے بیٹوں کو ربلہ میں اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا۔ اور یہوداہ کے سب شرفاء کو بھی قتل کیا اور اس نے صدقیاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں اور بابل کو لے جانے کے لیے اسے زنجیروں سے جکڑا اور کسدیوں نے شاہی محل کو اور لوگوں کے گھروں کو آگ سے جلا دیا اور یروشلم کی فصیل کو گرا دیا۔ اس کے بعد جلوداروں کا سردار بنوزرادان باقی لوگوں کو جو شہر میں رہ گئے تھے اور ان کو جو اس کی طرف ہو کر اس کے پاس بھاگ آئے تھے یعنی قوم کے باقی سب لوگوں کو اسیر کر کے بابل کو لے گیا۔[2]

---

[1] صحیفہ یرمیاہ باب ۳۴ آیات ۲-۵ [2] ایضاً باب ۳۹ آیات ۱-۹

توراۃ کا بیان ہے کہ شاہ بابل کو جب حضرت یرمیاہ کا حال معلوم ہوا تو انھیں قید خانے سے نکلوایا اور عزت و احترام سے پیش آیا۔ بادشاہ نے انھیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور یقین دلایا کہ ان سے بہت اچھا سلوک روا رکھا جائے گا، مگر وہ آمادہ نہ ہوئے اور یروشلم سے دور ایک جنگل میں رہنے لگے۔

یروشلم کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل بابل میں غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ پھر قریباً ۵۳۹ ق م میں فارس کے بادشاہ کیخسرو نے بابل کے بادشاہ بیلشزار کو شکست دے کر ملک پر قبضہ کیا تو اس نے بنی اسرائیل کو آزاد کر کے بابلیوں کے مظالم سے نجات دلائی اور انھیں یروشلم آنے کی اجازت مل گئی۔

کیخسرو بابل فتح کرنے کے بعد دس برس تک زندہ رہا۔ اس اثنا میں بنی اسرائیل نے واپس آ کر دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر شروع کر دی تھی جو اردشیر بادشاہ کے زمانے میں مکمل ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ یروشلم کی بربادی اور دوبارہ آبادی کے مابین جو طویل مدت ہے یہی وہ وقفہ ہے۔ اسی کے دوران میں حضرت یرمیاہ کو وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات میں کیا گیا ہے۔ انھیں واقعات کی روشنی میں حضرت یرمیاہ کی عمر کا اندازہ ڈیڑھ سو برس لگایا جاتا ہے۔

حصّۂ چہارم

پہلا باب : وحی ، نزول وحی اور صاحبِ وحی۔

دوسرا باب : پیغمبروں کے اوصاف، نشانیاں اور معجزے۔

تیسرا باب : آسمانی کتابیں اور صحیفے۔

چوتھا باب : پیغمبروں کی تعلیمات (اوامر و نواہی)

پانچواں باب : پیغمبروں کے اقوال و ارشادات۔

پہلا باب

وحی، نزولِ وحی اور صاحبِ وحی

انبیائے کرام کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان برگزیدہ ہستیوں کی تشریف آوری کا مقصد بنی نوعِ انسان کو رضائے الٰہی کے مطابق صحیح زندگی گزارنے اور نظامِ عالم کو اس کے صحیح طریقے پر چلانا تھا۔ چنانچہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف ان کی ضروریات، ان کے عادات و خصائل اور طاقت کے مطابق ایک لائحہ عمل لے کر آیا۔ یہ لائحہ عمل ان کا اپنا مرتب کیا ہوا نہ تھا، بلکہ احکامِ الٰہی کا مجموعہ تھا جو کتابوں کی صورت میں محفوظ ہوا۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام آتا ہے۔ وہی پہلے پیغمبر ہیں جن کی دعوتِ توحید کا تاریخی ریکارڈ موجود ہے۔ ان کے بعد آنے والے تمام پیغمبر بھی پیغام لے کر آئے اور حضرت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیغامِ خداوندی کی ابتدا اسی اعلان سے کی۔

پیغمبروں کو یہ تمام علم جس خاص ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اس کا نام "وحی" یا "الہام" ہے۔ یہ خاص ذریعۂ علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان نبیوں اور رسولوں کے لیے مخصوص ہے اور اس کا تعلق براہِ راست عالمِ قدس اور عالمِ غیب سے ہے۔ اسی بنا پر اگرچہ انبیا و رسل کو وحی کی معرفت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کامل آفتابِ عالمتاب سے زیادہ بدیہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس کی حقیقی کیفیت کو دوسروں پر تشبیہ و تمثیل ہی کے ذریعہ واضح کر سکتے ہیں[1]۔ ہدایتِ وحی کا یہ مرتبہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ہر شے کی حقیقت کا علم و یقین عطا کرتا ہے۔ اور ہدایتِ وحی کے افاضہ کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی مقدس ہستی کو جو ہر قسم کے گناہوں اور عیوب سے معصوم ہوتی ہے، اس مقصد کے لیے چن لیتا ہے۔ کہ وہ اس کی جانب سے کائناتِ انسانی تک "ہدایتِ وحی" کو پہنچا دے۔ اس لیے یہ مقدس ہستی ایک جانب لوازمِ بشریت کے ساتھ مقید رہ کر دوسرے انسانوں کی طرح "انسان" اور "بشر" کہلاتی ہے اور دوسری جانب عیوب و آثام سے "معصوم" رہ کر خدا تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق رکھتی ہے، جو دوسرے مقدس سے مقدس انسانوں کو بھی حاصل نہیں ہوتا اور اس طرح خدا اور اس کے بندوں کے درمیان افاضۂ "ہدایتِ وحی" کے لیے ایلچی اور واسطہ بنتی ہے۔ ایسی حقیقت کا نام مذہب کی اصطلاح میں "نبوت و رسالت" ہے۔ وحی کی حقیقی کیفیت کو خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے سوا دوسرا

---

[1] جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نزولِ وحی کے متعلق سوالات کیے گئے تو آپ نے فرمایا کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے گویا گھنٹہ کی مسلسل گونج ہے۔ اور جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے گونج پیدا ہوتی ہے۔ کبھی اسی طرح کی گونج محسوس کرتا ہوں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر مجھ کو خدائے تعالیٰ کی وحی سناتا ہے اور میں اسے محفوظ کر لیتا ہوں۔

کوئی نہیں پا سکتا اور پیغمبر اس حقیقت کا اذعان اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر غیر متبدل یقین تو رکھتا ہے مگر غیر نبی پر حقیقی کیفیت کا واضح کرنا اس سے معذور ہے۔

عربی میں وحی کے معنی مخفی اشارہ کے ہیں گویا یہ فطرتِ الٰہی کی وہ سرگوشی ہے جو ہر ایک مخلوق پر اس کی راہِ عمل کھولتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے شہد کی مکھی کے نظام بیت کے متعلق فطری ہدایت کو لفظ "وحی" ہی سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ٥ (النحل)

اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان کی ٹہنیوں میں جو اسی غرض سے بلند کی جاتی ہیں اپنے لیے چھتے بنائے۔

وحی مذہب و دین کی اصطلاح میں اس الہام کو کہتے ہیں جو خدائے برتر کی جانب سے نبی اور پیغمبر پر اسی طرح القاء یا فرشتہ کے ذریعہ نازل کیا جاتا ہے کہ اس مقدس ہستی کو اس کے منجانب اللہ ہونے کا روزِ روشن سے بھی زیادہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور کسی قسم کے بھی شک و شبہ اور تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور اس لیے وہ تحدّی کے ساتھ یہ دعوٰی کرتا ہے کہ یہ "خدا کی وحی" اور اس کا بخشا ہوا "علم یقین" ہے۔[1]

نزولِ وحی کی یہ صورت کیسے پیش آتی ہے، کن طریقوں سے نبی کو خدا تعالیٰ کی وحی کا علم ہوتا ہے اور وحی کے ذریعہ پیغمبر کی صداقت کا کس طرح اعلان ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں قرآن کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں:۔

پارہ	سورة	رکوع	الوحی واثبات النبوة	وحی اور پیغمبری کا ثبوت
۱	البقرة	۱۴	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ٥	ہم نے تجھ کو (مسلمانوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو) ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے اور دوزخیوں کی پوچھ تجھ سے نہیں ہوگی۔
۲	"	۱۸	كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ٥	جیسے ہم نے ایک رسول بھیجا تمھاری طرف تمھاری قوم میں سے جو ہماری آیتیں پڑھ کر تمکو سناتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور قرآن و حدیث سکھاتا ہے اور وہ باتیں بتلاتا ہے جو تم (اپنی عقل سے) معلوم نہ کر سکتے تھے۔
"	"	۲۶	كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ	پہلے، لوگ ایک ہی طریق (دین) پر تھے پھر لگے اختلاف

[1] قصص القرآن، جلد چہارم کے بیانات کی تلخیص۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝	کرنے) تو اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا (مومنوں کو) خوشی سناتے ہوئے اور (کافروں بدکاروں کو) ڈراتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری اس لیے کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں انکا فیصلہ کر دے اور صاف صاف حکم پہنچنے کے بعد آپس کی ضد سے انہی لوگوں نے اختلاف کیا جنکو یہ کتاب دی گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کر رہے تھے سچی بات بتلادی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسکو چاہتا ہے سچی راہ بتلاتا ہے۔
۲	البقرۃ	۲۳	تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ۝	یہ اللہ تعالیٰ کی سچی آیتیں ہیں (یعنی سب سچ قصے ہیں) جو ہم تجھ کو سناتے ہیں اور تو بیشک پیغمبروں میں سے ہے (کہ ان پڑھ ہو کر ایسے سچے واقعے بیان کرتا ہے) یہ پیغمبرؑ (یا سب پیغمبر) ان میں ہم نے ایک دوسرے پر بڑائی دی۔ ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کیے اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسےٰؑ کو کھلی کھلی نشانیاں دیں۔ اور روح القدس (جبرئیل) سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بعد والے لوگ کھلی نشانیاں آجانے پر اختلاف نہ کرتے لیکن (اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا) انھوں نے اختلاف کیا کوئی مومن ہوا کوئی کافر اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ پھوٹ نہ پڑتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔
۴	آل عمران	۱۵	وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ	اور محمدؐ تو صرف رسول ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا بندہ) اس سے پہلے اور کئی رسول ہو گزرے ہیں کیا اگر وہ

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اُنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ ۰	مرجائے یا مارا جائے تو تم اُلٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پیروں (کفر کی طرف) پھر جائے تو خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑیگا اور اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دیگا۔
۴	آل عمران	۱۷	لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۰	اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا فضل کیا ان میں ایک پیغمبر بھیجا انہی میں کا (یعنی آدمی نہ فرشتہ یا جن) جو اس کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور (شرک کی گندگی سے) ان کو پاک کرتا ہے اور (قرآن اور حدیث) ان کو سکھلاتا ہے اور بیشک وہ تو اس (نبی کے آنے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
۵	النسآء	۶	فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا ؕ یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰی بِہِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا ۰	پھر (اُس وقت) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت پر ایک گواہ (نبی) لائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ (بنا کر) لائیں گے اُس دن جن لوگوں نے کفر کیا اور پیغمبر کی نافرمانی کی وہ آرزو کریں گے کاش وہ زمین میں سما جائیں اور زمین ان پر برابر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے (ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے)۔
۵	النسآء	۱۱	وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ۰	اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تجھکو اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچانے والا (نبی بنا کر) بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی گواہی (تیری پیغمبری پر) بس کرتی ہے۔
"	"	۱۷	وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَہَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْہُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَہُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ	اور (اے پیغمبرؐ) اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی رحمت تجھ پر نہ ہوتی تو اُن میں کا ایک گروہ (یعنی طعمہ کی قوم کے لوگ) تجھے بہکا دینے پر مستعد ہو ہی گیا تھا اور (درحقیقت) وہ اپنے تئیں بہکا رہے ہیں اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اتاری

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝	(قرآن شریف اور حدیث شریف) اور جو تو نہیں جانتا تھا وہ تجھ کو سکھایا اور (اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا فضل ہے۔
۴	النساء	۲۳	لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝	لیکن اللہ تعالیٰ جو اس نے تجھ پر اتارا اس کی گواہی دیتا ہے اس میں اس کا علم ہے اور فرشتے بھی (اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی بس کرتی ہے۔
"		"	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝	لوگو! یہ پیغمبر (یعنے محمدؐ) تمھارے مالک کی طرف سے سچی بات لے کر آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم نہ مانو تو (اللہ تعالیٰ کو کیا پروا ہے) اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے حکمت والا۔
۶	المائدۃ	۱۰	يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝	اے پیغمبر تیرے پروردگار کی طرف سے جو تجھ پر اترا وہ لوگوں کو (بے کھٹکے پہنچا دے) سنا دے اور اگر تو ایسا نہ کرے (ڈر گیا) تو نے اللہ تعالیٰ کا پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو لوگوں سے بچائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔
۶	المائدۃ	۱۳	مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝	پیغمبر کے ذمے کچھ نہیں مگر (خدا کا حکم) پہنچا دینا۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کھولتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔
[illegible]	الانعام	۲	وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ط	اور یہ قرآن (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ پر اتارا گیا ہے اس لیے کہ میں تم کو اور جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے (قیامت تک) ڈراؤں۔
"	"	۵	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ	اور (اے پیغمبرؐ) ہم تجھ سے پہلے کتنی امتوں کے پاس پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ پھر (جب انھوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو) ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں اس

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	یے گرفتار کیا کہ وہ عاجزی کریں پھر جب ہمارا عذاب آیا تو عاجزی کیوں نہ کی۔ مگر ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے (برے) کاموں کو ان کے نزدیک اچھا کر دکھایا۔ پھر جب وہ اس مصیبت کو بھول بیٹھے جو خبردار کرنے کے لیے ان پر آئی تھی ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دئے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں (نعمتوں میں) جو ان کو ملی تھیں مست ہو گئے اس وقت ایک دم سے ہم نے ان کو پکڑ لیا اور ناامید ہو کر رہ گئے آخر ان ظالموں کی جڑ کٹ گئی اور شکر ہے خدا کا جو سارے جہان کا مالک ہے۔
۷	الانعام	۵	وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ؕ	اور ہم پیغمبروں کو اسی لیے بھیجتے ہیں اور کچھ نہیں کہ (نیکوں کو) خوش خبری سنائیں اور (منکروں کو) ڈرائیں
۸	اعراف	۴	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝	آدمیو! جب تمہارے پاس تم میں ہی سے (یعنی آدمی) پیغمبر آئیں اور میری آیتیں تم کو سنائیں تو جو لوگ (گناہوں سے) بچیں گے اور نیک کام کریں گے ان کو نہ ڈر ہوگا نہ غم
۹	الاعراف	۱۳-۱۲	وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا	اور ہم نے جب کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں پر ہم نے محتاجی (مثلاً قحط وغیرہ) اور بیماری (طاعون وغیرہ) بھیجی اس لیے کہ وہ گڑگڑائیں پھر ہم نے مصیبت کی جگہ (ان کو) آرام دیا یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادا پر بھی رنج اور خوشی (دونوں) آتے ہیں۔ آخر ہم نے ان کو دھر پکڑا اور ان کو خبر نہ تھی اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ الْفٰسِقِيْنَ ۝	اور زمین کی برکتیں کھول دیتے مگر انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ربھی، ان کے کاموں کی سزا میں ان کو دھر پکڑا کیا یہ بستیوں والے اس سے نہیں ڈرتے کہ ہمارا عذاب راتوں رات اُن پر آپڑے اور وہ سو رہے ہوں یا یہ بستیوں والے اس سے نہیں ڈرتے کہ دن دہاڑے ان پر ہمارا عذاب آن پڑے اور وہ کھیل رہے ہوں کیا اللہ تعالیٰ کے داؤں سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ کے داؤں سے وہی لوگ نہیں ڈرتے جو تباہ ہونے والے ہیں۔ کیا جو لوگ ایک ملک والوں کے تباہ ہوئے پیچھے ان کی جگہ لیتے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی ان کے گناہوں کے بدل مصیبت میں ڈال دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ وہ نہیں سنتے۔ (اے پیغمبر) یہ وہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حال ہم تجھ کو سناتے ہیں اور بیشک ان کے پیغمبر اُن کے پاس نشانیاں لیکر آچکے، وہ ان باتوں پر ایمان لانے کے لائق نہ ہوئے جن کو پہلے جھٹلا چکے تھے اللہ تعالیٰ ایسے ہی کافروں کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور ہم نے ان لوگوں میں اکثر (لوگوں) کو اپنے اقرار پر قائم نہ پایا اور ہم نے ان میں اکثر لوگوں کو نافرمان تو البتہ پایا۔
۹	الاعراف	۲۰	قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ	(اے پیغمبر) کہہ دے میں تو تم سب لوگوں کی (خواہ عرب ہوں یا عجم) اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی آسمان اور زمین (سب جگہ) بادشاہت ہے اس کے سوا کوئی سچا خدا نہیں، وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے تو (لوگو) اللہ تعالیٰ پر اس کے ان پڑھ پیغمبر پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پر

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				یقین رکھتا ہے، ایمان لاؤ اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔
۱۰	التوبۃ	۵	هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○	وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا اس لیے کہ اس کو ہر دین پر غالب کرے، گو مشرک بُرا ہی مانیں۔
۱۰	"	۵	وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○	اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ستاتے ہیں ان کو تکلیف کا عذاب ہوگا۔
۱۱	التوبۃ	۱۶	لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○	(لوگو!) تمھارے پاس تم ہی میں کا ایک پیغمبر آچکا، تمھاری تکلیف اس کو ناگوار ہے، تمھاری بھلائی کی اس کو لوگی ہے۔ مسلمانوں پر بہت شفقت کرتا ہے مہرباں۔
۱۱	یونس	۱	اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ○	کیا لوگوں کو (کافروں کو) اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا کہ ان کو ان کے مالک کے پاس سچائی کا مرتبہ ملیگا۔ کافروں نے کہا یہ (پیغمبر) کھلا جادوگر ہے۔
"	"	۵	وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○	اور ہر قوم کی طرف ایک پیغمبر بھیجا گیا پھر جب ان کا پیغمبر آیا تو انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ ہوگیا اور ان پر ظلم نہیں ہوتا۔
"	"	۱۰	ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○	پھر ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کو بچا دیتے ہیں۔ ایسے ہی ہمارا ذمہ ہے ہم ایمان والوں کو بچادیں گے۔
			اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ج	بیشک ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی بھیجی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کو بھیجی۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۳	یوسف	۱۱	ذٰلِكَ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	یہ غیب کی چند خبریں تھیں جو ہم نے تجھ کو بھیجیں۔ اور تُو تو ان کے پاس نہ تھا جب انھوں نے مل کر ایک بات ٹھیرائی تھی وہ ایمان نہ لائیں گے اور تو ان سے قرآن سنانے پر کچھ بدلہ (مزدوری) نہیں مانگتا۔ قرآن تو اور کچھ نہیں سارے جہان کے لیے نصیحت ہے۔
۱۳	یوسف	۱۲	وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝	اور ہم نے تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے وہ مرد ہی تھے۔ بستیوں کے رہنے والے کیا یہ لوگ (کافر) ملک میں نہیں پھرے (اگر پھرتے، تو (آنکھ سے) دیکھ لیتے کہ اگلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا اور اس میں شک نہیں کہ پرہیزگاروں کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا تم کو عقل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر نا امید ہو گئے اور ان کی قوم کے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ پیغمبر جھوٹے ہیں (ایکا ایکی) ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی پھر جس کو ہم نے چاہا بچا دیا اور گناہگار لوگوں سے ہمارا عذاب ٹل نہیں سکتا۔
۱۳	الرعد	۱	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝	تو تو ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کو ایک راہ بتانے والا ہے۔
〃	〃	۴	كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝	جیسے ہم نے اور پیغمبروں کو بھیجا (اسی طرح تجھ کو بھی، ایک گروہ کی طرف بھیجا جس سے پہلے کئی گروہ گزر چکے ہیں اس لیے کہ تو ان کو وہ (قرآن) پڑھ کر سنا دے جو ہم نے تجھ کو بھیجا حالانکہ وہ رحمٰن (خدا) کو نہیں مانتے۔ اے پیغمبر! کہہ دے وہ میرا مالک ہے اس کے سوا کوئی سچا خدا نہیں ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف مجھ کو لوٹ کر جانا ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۳	الرعد	۶	وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ	اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے کئی پیغمبر بھیجے اور ہم نے انکو بیبیاں اور اولاد دیں اور کسی پیغمبر سے یہ نہیں ہو سکا کہ کوئی نشانی دکھلائے مگر خدا کے حکم سے ہر چیز کی میعاد لکھی ہے۔
〃	〃	〃	وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ	اور جس عذاب کا وعدہ ہم ان کافروں سے کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تجھ کو دکھلا دیں یا تجھ کو (عذاب آنے سے پہلے) اُٹھا لیں بات یہ ہے کہ تیرا کام صرف پہنچا دینا ہے اور ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے
۱۳	ابراهیم	۱	وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝	اور ہم نے جب کوئی پیغمبر بھیجا تو اس کی بولی والا تاکہ ان کو سمجھا سکے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ پر لگاتا ہے اور وہ زبردست ہے حکمت والا۔
〃	〃	۲	قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ	وہ لگے کہنے تم تو اور کچھ نہیں ہماری طرح ایک آدمی ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن کو پوجتے رہے ان سے ہمکو روک دو (اگر تم سچے ہو) تو ایک کھلی نشانی (جیسے ہم چاہتے ہیں) ہم کو لا دکھاؤ۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا (یہ تو تم سچ کہتے ہو) بیشک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔
۱۴	الحجر	۱	وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝	اور ہم تجھ سے پہلے اگلے کئی فرقوں میں پیغمبر بھیج چکے ہیں۔
〃	النحل	۱	يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا	وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دیکر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے

فرشتوں کے ذریعے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝	ہے) کہ (لوگوں کو) جتلا دو کہ میرے سوا کوئی سچا خدا نہیں تو مجھ سے ڈرتے رہو۔
۱۴	النحل	۵	وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ط فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝	اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر کو یہ حکم دے کر بھیج چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پوجو اور طاغوت سے بچے رہو تو (پیغمبروں کے سمجھانے سے) کسی کو اللہ نے راہ پر لگا دیا اور کسی پر گمراہی جم گئی۔ تو (اے قریش کے کافرو!) ذرا ملک میں سیر کرو دیکھو تو (پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔
〃	〃	۶	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ إِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ط وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا ان کو وحی بھیجتے رہے (لوگو) اگر تم نہیں جانتے تو کتاب والوں (یہود اور نصاریٰ کے عالموں سے) پوچھ لو (اور ان پیغمبروں کو) معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا اور (اسی طرح) ہم نے تجھ پر (بھی) قرآن اتارا کہ تو لوگوں کو سمجھائے جو ان کی طرف اترا اور اس لیے کہ وہ (خود بھی) غور کریں۔
〃	〃	۸	تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝	قسم اللہ کی ہم تجھ سے پہلے کئی قوموں کی طرف پیغمبر بھیج چکے ہیں پھر شیطان نے جو کام وہ کر رہے تھے وہی ان کو اچھے کر دکھائے۔ اب آج (دنیا میں) شیطان ہی ان کا رفیق ہے اور ان کو (آخرت میں) تکلیف کا عذاب ہونے والا ہے۔
〃	〃	۱۲	وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا ۔	اور (وہ دن یاد کر) جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے۔
〃	〃	۱۲	وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰؤُلَاءِ ۔	اور (وہ دن یاد کر) جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۵	بنی اسرائیل	۲	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝	اور ہم اس وقت تک (کسی کو) عذاب کرنیوالے نہیں، جب تک کوئی پیغمبر نہ بھیجیں۔
۱۵	〃	۶	وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝	اور ہم تو ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر بزرگی دے چکے ہیں اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔
۱۵	〃	۱۱	وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی (تو ان کو) ایمان لانے سے اسی بات نے روکا کہ وہ کہنے لگے کیا اللہ تعالٰے نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ کہہ دے اگر زمین میں فرشتے چلتے بستے ہوتے تو بیشک ہم (ان کی ہدایت کے لیے) آسمان سے ایک فرشتہ کو پیغمبر بنا کر ان پر اتارتے۔ (اے پیغمبر) کہہ دے اللہ تعالیٰ کی گواہی مجھ میں اور تم میں بس ہے بیشک وہ آپنے بندوں (کے حال) سے خبردار ہے اور (ان کے کاموں کو) دیکھ رہا ہے۔
۱۵	الکہف	۸	وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝	اور ہم تو پیغمبروں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں کہ (مومنوں کو نجات کی) خوش خبری دیں اور (کافروں کو عذاب سے) ڈرائیں اور کافر لوگ جھوٹی باتیں بنا کر سچ کو میٹ دینے کے لیے (یا اپنی جگہ سے اکھاڑ یا ڈگمگا دینے کے لیے) جھگڑا کرتے ہیں اور ان لوگوں نے ہماری آیتوں اور ہمارے ڈرانیکو (یا ان چیزوں کو جن سے وہ ڈرائے گئے) ہنسی کھیل بنا لیا۔
۱۰	الانبیآء	۱	وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ	اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے وہ مرد (آدمی) ہی تھے۔ ہم ان پر وحی اتارا کرتے تھے (اے کافرو) اگر تمکو (اس بات کا) علم نہیں تو علم والوں سے پوچھ لو اور ہم نے ان پیغمبروں کے بدن ایسے نہ بنائے تھے جو کھانا کھائیں اور نہ وہ (دنیا میں) سدا رہنے والے

پارہ	سورہ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝	تھے پھر جو وعدہ ہم نے کیا تھا ان کو سچ کر دکھایا انہیں اور جن کو ہم نے چاہا بچا دیا اور حد سے زیادہ بڑھ جانے والوں (کافروں) کو تباہ کر دیا۔
۱۷	الانبیاء	۲	وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝	اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس پر بھی وحی بھیجتے رہے دیکھو میرے سوا کوئی سچا خدا نہیں تو مجھ ہی کو پوجتے رہنا۔
"	"	۴	قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝	(اے پیغمبر) کہدے میں تمکو وحی سے (خدا کے حکم کے موافق) ڈراتا ہوں اور جو بہرے ہیں وہ تو ڈراتے وقت پکار تک نہیں سنتے (وہ کیا خاک ڈریں گے)
	"	۷	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	اور (اے پیغمبر) ہم نے تو تجھ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
۱۷	الحج	۷	قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝	کہدے لوگو میں تمکو (خدا کے عذاب سے) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اور کوئی بات نہیں۔
"	"	"	وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۙ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ	اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں بھیجا (مگر اس کو یہی بات پیش آئی) جب اس نے کوئی خیال باندھا تو شیطان نے (اپنی طرف سے) اس کے خیال میں کچھ ملا دیا پھر جو شیطان ملا دیتا ہے اس کو اللہ منسوخ کر دیتا ہے اور (اپنی سچی) باتوں کو زور دیتا ہے (قائم رکھتا ہے) اور اللہ تو (سب کچھ) جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اس سے یہ غرض ہے کہ شیطان جو (اپنی طرف سے) ملا دیتا ہے اس کی وجہ سے ان لوگوں کو آزمائے جن کے دل میں (شک اور نفاق کی) بیماری ہے اور ان کے دل سخت ہیں اور بیشک یہ ظالم (کافر) پرلے سرے کی ضد (ہٹ

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مُّسْتَقِيْمٍ ۝	دھرمی) میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ غرض ہے کہ جو لوگ علم والے ہیں وہ جان لیں کہ وحی برحق ہے (یعنی قرآن شریف) تیرے مالک کی طرف سے پھر اس پر ایمان لائیں اور ان کے دلوں کو اس پر اطمینان ہو اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ضرور سیدھا رستہ دکھائیگا۔
۱۷	الحج	۱۰	اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝	اللہ تعالیٰ فرشتوں اور آدمیوں میں سے پیغام پہنچانے والے چھانٹ لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے۔
۱۸	المومنون	۳۲	ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ	پھر نوح کی قوم کے بعد ہم نے ایک اور قوم پیدا کی اور انہی میں سے ایک شخص کو پیغمبر بنا کر ان کی طرف بھیجا (اور یہ کہلا بھیجا) کہ اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی تمہارا سچا خدا نہیں کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے اور اس کی قوم کے سردار جنہوں نے (پیغمبر کو) نہ مانا اور قیامت آنے کو جھٹلایا اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو مست کر دیا تھا (خوب چین سے بسر کرتے تھے) یوں کہنے لگے یہ ہے کیا ایک آدمی ہے تم جیسا جو تم کھاتے ہو وہ بھی کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہ بھی پیتا ہے اور اگر تم ایک آدمی کے کہے پر چلے جو تمہاری طرح ہے تو بیشک اس صورت میں تم خراب ہوئے کیا (یہ پیغمبر) تم کو بھڑاوا دیتا ہے (وعدہ دیتا ہے) جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے پھر (دوبارہ) تم زمین سے نکالے جاؤ گے یہ بھڑاوا جو تم کو دیا جاتا ہے کہیں ہو سکتا ہے۔ بھلا کہیں ہو سکتا ہے (کچھ عقل کی بات ہے) بس یہی ہماری زندگی ہے دنیا کی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر کبھی (جی اٹھنا نہیں ہے اس مرد نے

پاره	سورة	رکوع	آیات	ترجمه
			الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ج فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ○ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ○ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ط كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ج فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○	اور کچھ نہیں خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم تو اس کا کہا ماننے والے نہیں پیغمبر (ہودؑ یا صالحؑ یا شعیبؑ) نے کہا، یا پروردگار انھوں نے مجھ کو جھٹلایا اس وجہ سے میری مدد کر، خداتعالیٰ نے فرمایا (ذرا صبر کر) تھوڑی ہی مدت میں شرمندہ ہونگے آخر (ایسا ہی ہوا) انصاف کے ساتھ ایک چنگھاڑ نے ان کو آ پکڑا پھر ہم نے ان کو کوڑا کچرا کر دیا (کوڑے کی طرح پامال ہوگئے) اور ظالم لوگ خدا کی رحمت سے دور پڑ گئے پھر ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں (جیسے ابراہیمؑ اور لوطؑ کی قومیں) کوئی قوم اپنی مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔ پھر ہم اپنے پیغمبر لگاتار بھیجتے رہے اور (ایسا ہوا) کہ جب کسی قوم کے پاس اس کا پیغمبر آیا وہ اس کو جھٹلاتے رہے اور ہم بھی ایک قوم کو دوسری قوم کے بعد ہلاک کرتے گئے اور انکو نیست و نابود کر کے) کہانیاں بنا دیا (ان کے قصے رہ گئے). اور بے ایمان لوگ (خداتعالیٰ کی رحمت سے) دور پڑ گئے۔
۱۹	الفرقان	۱	تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○	بڑی برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے (حضرت محمدؐ) پر قرآن اتارا اس لیے کہ وہ سارے جہان کو ڈرانے والا ہو۔
″	″	۲	وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج وَكَانَ رَبُّكَ	اور اے پیغمبرؐ ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے وہ (سب) کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم (سب) کو ایک دوسرے کی جانچ اور پڑتال کے لیے بنایا ہے (دیکھیں)

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			بَصِيْرًا ۝	تم صبر کرتے ہو یا نہیں اور (اے پیغمبرؐ) تیرا مالک (سب کا حال) دیکھ رہا ہے۔
۱۹	الفرقان	۳	وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝	اور پیغمبر (اس وقت) یہ عرض کریگا، مالک میرے (میں کیا کروں) میری قوم اس قرآن کو چھوڑ بیٹھی اور (جیسے یہ کافر اے پیغمبر تیرے دشمن ہیں) ایسے ہی ہم نے گنہگاروں کو ہر ایک پیغمبر کا دشمن بنایا اور لوگوں کو راہ بتلانے اور (پیغمبروں کی) مدد کرنے کو تیرا مالک بس کرتا ہے۔
〃	〃	۵	وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝	اور اگر ہم (تیرے زمانے میں) چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (پیغمبر) بھیجتے۔
			وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝	اور اے پیغمبر ہم نے تجھ کو بس اسی لیے بھیجا کہ (نیکوں کو بہشت کی) خوش خبری دے اور (کافروں کو خدا کے عذاب سے) ڈرائے۔ (اے پیغمبرؐ) کہدے میں تم سے اس خوشخبری سنانے اور ڈرانے پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جس کا جی چاہے وہ اپنے مالک تک پہنچنے کا رستہ کرلے۔
۲۱	الاحزاب	۶	يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝	اے پیغمبرؐ ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر بھیجا اور (مسلمانوں کو جنت کی) خوش خبری دینے والا اور (کافروں کو خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور روشن کرنے والا چراغ۔
۲۲	السباء	۳	وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	اور اے پیغمبر ہم نے تو تجھ کو ساری (دنیا کے) لوگوں کو خوش خبری سنانے اور (عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجا ہے پر اکثر لوگ نادان ہیں۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۲	السبا	۴	وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝	اور جب ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) بھیجا تو وہاں کے آسودہ لوگ (پیغمبر سے) یہی کہتے رہے تم جو دیکر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔
〃	فاطر	۳	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝	ہم نے تجھ کو سچا خوش خبری دینے والا اور ڈرانیوالا بناکر بھیجا اور کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں (کوئی نہ کوئی) ڈرانے والا (پیغمبر) نہ گذرا ہو۔
〃	یٰس	۱	اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	بیشک تو پیغمبروں میں سے (ایک پیغمبر) ہے سیدھے رستے پر۔
۲۳	والصّٰفّٰت	۲	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝	اور ان کے پاس بھی ہم ڈرانے والے (پیغمبر) بھیج چکے ہیں۔
۲۵	الشوریٰ	۱	حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝	ایسے ہی (جیسا مضمون اس صورت میں ہے) اللہ تعہ زبردست حکمت والا تجھ پر اور تجھ سے پہلے پیغمبروں پر وحی بھیجتا ہے۔
〃	〃	۵	وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝	اور آدمی کا یہ حوصلہ نہیں کہ اللہ تعہ اس سے بات کرے، مگر وحی کے ذریعہ سے، پردے کی آڑ سے یا وہ ایک پیغام پہنچانے والا (فرشتہ) بھیجتا ہے وہ اللہ تعہ کے حکم سے جو اس کو منظور ہے پہنچا دیتا ہے بیشک وہ (سب سے) اوپر ہے (اپنے عرش پر) حکمت والا۔
〃	الفتح	۱	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝	اے پیغمبرؐ ہم نے تجھ کو (تیری امت پر) گواہ اور (ایمان والوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو) ڈرانیوالا بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کا ادب کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔
〃	〃	۴	مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے۔
۲۶	النجم	۱	مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ	تمھارا ساتھی (یعنی پیغمبرؐ) نہ تو بہکا ہے نہ بھٹکا اور نہ اپنے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۙ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۙ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۙ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۙ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۙ	دل کی خواہش سے وہ (کوئی) بات کرتا ہے اس کی جو بات ہے وہ وحی ہے جو (اس پر) بھیجی جاتی ہے۔ اس کو بڑے زور والے (فرشتے جبریلؑ) نے سکھائی ہے بڑے خوبصورت نے، پھر اوپر چڑھ گیا آسمان کے اونچے کنارے میں۔ پھر وہ اترا اور (پیغمبر کے پاس) آگیا اور اتنے کہ دو کمان کا یا اس سے بھی کم (پیغمبر اور جبریلؑ میں) فاصلہ رہ گیا پھر اس نے اللہ کے بندے (حضرت محمدؐ) کو جو جتلانا تھا وہ بتلایا۔ پیغمبر نے جو دیکھا تھا اس میں دل سے جھوٹ نہیں ملایا کیا پیغمبر نے جو دیکھا تم اس باب میں اس سے جھگڑتے ہو حالانکہ پیغمبر تو اس کو (جبریلؑ کو) ایک بار اور دیکھ چکا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس بہشت ہے جو (نیک بندوں کا) ٹھکانا ہے جب اس سدرے پر کچھ چھا رہا تھا پیغمبر کی نگاہ چوکی نہیں نہ حد سے بڑھی بیشک پیغمبر نے اپنے مالک کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔
۲۷	النجم	۳	هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۙ	اگلے ڈرانے والوں میں سے یہ (پیغمبر) بھی ایک ڈرانے والا ہے۔
۲۹	الطلاق	۲	قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ	اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس قرآن بھیجا دیا (تمہارے سمجھانے کو پیغمبر بھیجا) جو اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے اس لیے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو (جہالت اور کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان اور نیک اعمال کی) روشنی میں لائے۔

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
(لوگو!) ہم نے تمھارے پاس ایک پیغمبرؐ (یعنی حضرت محمدؐ) کو بھیجا ہے جو (قیامت کے دن) تم پر گواہی دیگا۔	إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ	۱	المزمل	۲۹
وہی تو اللہ تو ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں (قرآن کی) اُتارتا ہے۔	هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ۔	۱	الحدید	۲۷
وہی خدا تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (محمدؐ) کو ہدایت (قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا۔	هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ۔	۱	الصف	۲۸
وہی خدا ہے جس نے عرب کے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں کا ایک پیغمبرؐ بھیجا۔	هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ	۱	الجمعہ	؍؍

دوسرا باب

پیغمبروں کے اوصاف، نشانیاں اور معجزے

کسی تعلیم کے حسن و قبح میں معلّم کی شخصیت کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ اچھی تعلیم کا معلّم بدعمل انسان ہو اور بُری تعلیم کا معلّم نیکوکار، اور جبکہ یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک انسان کے ساتھ براہِ راست ہمکلام نہیں ہوتا تو از بس ضروری تھا کہ کائناتِ انسانی کی ہدایت کے لیے ایک انسان ہی کو معلّم بنایا جائے اور وہی خدا کی جانب سے رسالت اور پیغامبری کا فرض انجام دے۔

پس بشری اوصاف سے متصف یہ انسان نہ خدا ہوگا، نہ خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار، بلکہ بشر اور انسان ہی رہے گا نیز خدا تعالیٰ کے پیغام بر ہونے کی وجہ سے پاکی اور تقدس کا جو رشتہ اس کو خدا تعالیٰ کی درگاہ سے وابستہ کیے ہوئے ہے اس کے پیش نظر اس کی ہستی کا نہ انکار کیا جا سکتا ہے نہ اس کو دوسرے انسانوں کے مساوی کہا جا سکتا ہے اس لیے قرآن نے جگہ جگہ مسیح ابن مریم اور عزیر علیہ السلام کے متعلق اس حیثیت کو واضح کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقدس رسول ہیں۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی بتلایا گیا کہ اگر ایک انسان تمھاری طرح کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی اور بازاروں میں چلتا پھرتا، خرید و فروخت کرتا اور گھر میں اہل و عیال کے ساتھ معاشرتی زندگی بسر کرتا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ وہ خدا کا فرستادہ "رسول" نہیں ہے۔ اور کس طرح یہ جائز ہے کہ ایک صادق و امین ہستی کے اس دعوے کو تم محض قیاس کی بنا پر جھٹلا دو کہ وہ خدا کا رسول نہیں ہے؟

نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد کائنات کی رشد و ہدایت اور دین و دنیا کی فلاح و خیر کی رہنمائی ہے اور وہ منجانب اللہ وحی کی روشنی میں اس فرضِ منصبی کو انجام دیتا ہے اور علم و برہان اور حجۃ حق کے ذریعہ راہِ صداقت دکھاتا ہے۔ وہ یہ دعوے نہیں کرتا کہ فطرت اور ماورائے فطرت امور میں تصرف و تغیر بھی اس کا کارِ منصبی ہے، تاہم جن لوگوں کی طرف اس پیغمبر کو مبعوث کیا جاتا ہے وہ بعض اوقات اس کی صداقت و بطالت کے امتحان کے لیے اس سے کسی ماورائے فطرت یا خارق امر کی خواہش کرتے ہیں تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو بعض معجزے بھی عطا کیے جاتے ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ انھیں دکھاتے پھریں تاآنکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام کو منطق الطیر اور تسخیر ہوا، طیور و جن کے نشانات دیے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسع آیات بینات (نو کھلے نشان) عطا ہوئے۔ جن میں سے دو نشان عصا اور ید بیضا کو قرآن نے بڑے نشان کہا ہے اور بحر قلزم میں غرقِ فرعون اور نجاتِ قوم موسیٰ، کا عجیب و غریب واقعہ مستقل ایک "نشان عظیم" ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر دہکتی آگ کے شعلوں کو "بردوسلام" بنادیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لیے ناقۂ صالح کو نشان بنایا کہ جونہی اس کو کسی نے ستایا اُسی وقت خدا تعالیٰ کا عذاب قوم کو تباہ و برباد کر جائیگا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح پیش آیا۔ حضرت ہود اور حضرت نوح علیہم السلام سے اُن کی قوموں نے عذاب طلب کیا اور کافی سمجھانے کے بعد بھی جب ان کا اصرار قائم رہا تو اُن پیغمبروں نے عذاب الٰہی کی جو وعیدیں سنائی تھیں وہ ٹھیک اپنے وقت پر پوری ہوئیں حالانکہ ان سب مواقع میں بہ ظاہر اسباب نزول عذاب اور وقوع حوادث وہلاکت کے کوئی سامان نہیں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مختلف معجزات دیے گئے انھیں بھی قرآن نے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ "قرآن" عطا کیا گیا جس کے مقابلے کا کوئی جواب نہ دے سکا۔[1]

قرآن عزیز نے مختلف مقامات پر ان تمام امور کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۴	آل عمران	۱۷	وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝	اور پیغمبر کا کام نہیں کہ لوٹ کے مال میں چوری کرے اور جو کوئی چوری کرے وہ قیامت کے دن چرائی چیز لیے آئیگا پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا بدلہ ملیگا اور ان کا حق مارا نہ جائیگا۔
۷	الانعام	۵	قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ	(اے پیغمبر) کہہ دے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور (یہ بھی) کہ وہ میں غیب نہیں جانتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ کو حکم ہوتا ہے۔
"	"	۷	قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ	(اے پیغمبر) کہہ دے میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل پر (قرآن پر) قائم ہوں اور تم اس کو جھٹلاتے ہو جس (عذاب) کی تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے اللہ کے سوا کسی کو اختیار نہیں وہ سچی بات بیان کرتا ہے اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں میں

[1] قصص القرآن جلد سوم۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			تَقْضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝	بہتر رہی) ہے (اے پیغمبر) کہہ دے اگر تم جس عذاب کی جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس (میرے اختیار میں) ہوتا تو میرا تمہارا جھگڑا کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو خوب جانتا ہے۔
۷	الانعام	۱۳	وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝	اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے (بلکہ سب ایمان لاتے) اور ہم نے تجھ کو ان پر داروغہ نہیں کیا اور نہ تو ان کا پاسبان ہے (ان پر تعینات ہے کہ وہ بھٹکنے نہ پائیں)
″	″	۱۳	اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝	اور یہ (مکہ کے) کافر سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک نشانی لیکر آئے تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے (اے پیغمبر) کہہ دے نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو) تم کیا جانو شاید جب یہ نشانیاں آئیں تو یہ ایمان (لائیں یا) نہ لائیں۔ ۝
″	الاعراف	۲۳	اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝	کیا ان لوگوں نے سوچا نہیں ان کے ساتھی (محمدؐ) کو کونسا جنون ہے وہ تو کوئی نہیں مگر (اللہ کے عذاب سے) کھلا ڈرانے والا ہے۔
″	التوبۃ	۶	لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔	(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں کا ایک پیغمبر آ چکا۔ تمہاری تکلیف اس کو ناگوار ہے۔ تمہاری بھلائی کی اس کو لو لگی ہے۔ مسلمانوں پر بہت شفقت کرتا ہے، مہربان ہے۔
۱۳	الرعد	۶	وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ	اور کسی پیغمبر سے یہ نہیں ہو سکا کہ کوئی نشانی دکھائے مگر خدا کے حکم سے۔ ۝
″	ابراھیم	۲	وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا	اور اب رہی نشانی، نشانی بغیر خدا کے حکم کے ہم

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			بِإِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝	تمہارے پاس نہیں لا سکتے تم کو دکھلا نہیں سکتے ، اور ایمانداروں کو چاہیئے کہ اللہ تو ہی پر بھروسا کریں ۔ اور ہم کو کیا ہوا جو ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہ کریں حالانکہ وہ ہمکو ہماری (ہدایت کے) رستے بتا چکا اور تم نے جو ہم کو تکلیف دی ہے ۔ بیشک ہم اس پر صبر کیے رہیں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیئے ۔
۲۰	النمل	۶	إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ؕ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝	(دوسرے یہ کہ) تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا ۔ نہ بہروں کو جب وہ پیٹھ موڑ کر چلدیں (اپنی) آواز سنا سکتا ہے اور نہ اندھوں کو جب وہ بھٹک جائیں رستے پر لگا سکتا ہے تو تو انہی لوگوں کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں پھر ایسے ہی لوگ (تیرا کہنا) مانیں گے ۔
	القصص	۶	إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝	(اے پیغمبرؐ) تو جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ نہیں لگا سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جس کو چاہے راہ پر لاتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون راہ پر آنے کے لائق ہے ۔
۲۱	الروم	۵	فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ؕ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝	تو اے پیغمبر تو مُردوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو سنا سکتا ہے جب وہ پیٹھ موڑ کر چلدیں اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نجات دیکر) راہ سوجھا سکتا ہے تو تو انہی لوگوں کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں اور (تیری بات) مان لیتے ہیں ۔
〃	الأحزاب		النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ؕ	پیغمبرؐ تو مسلمانوں پر خود ان سے زیادہ مہربان ہے اور پیغمبرؐ کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ۔
۲۲	〃	۵	مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ	پیغمبرؐ کو اس کام کے کرنے میں جو اللہ نے اس کے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اللّٰهُ لَهٗ ط سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝	لیے ٹھیرا دیا، کچھ مضائقہ نہیں ان (پیغمبروں) میں جو پہلے گذر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہی عادت رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو کام ہے (روز ازل میں) ٹھیر چکا ہے مقرر ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغام (لوگوں کو) پہنچاتے رہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے رہے اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بس ہے حساب لینے والا۔
۲۲	الاحزاب	۵	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝	(لوگو) محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے (یعنی روحانی نسبت سے تم سب کا باپ ہے) اور تمام نبیوں کا خاتم ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔
〃	〃	۶	یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ط وَمَنِ ابْتَغَیْتَ	(اے پیغمبر) ہم نے تیرے لیے وہ بیبیاں حلال کر دیں جن کا مہر تو نے ادا کر دیا اور جن لونڈیوں کا تو مالک ہے جو خدا تعالیٰ نے تجھ کو (لڑائی میں) دلوائیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھی کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تیرے ساتھ (مدینہ میں) ہجرت کی اور کوئی سی مسلمان عورت اگر وہ اپنے تئیں تجھ کو (مفت بے مہر) کے دے ڈالے بشرطیکہ پیغمبر اس سے نکاح کرنا چاہے یہ حکم خاص تیرے لیے ہے مسلمانوں کے لیے نہیں۔ ہم کو معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے باب میں ٹھیرا دیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ تجھ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (تجھے یہ بھی اختیار ہے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ○ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ○	تو ان عورتوں میں سے جس کو چاہے پیچھے رکھ دے (اس کی باری ٹال دے) اور جس کو چاہے اپنے پاس جگہ دے (گو اس کی باری نہ ہو) اور جن عورتوں کو تو پیچھے ڈال دے اگر ان میں سے (پھر) کسی کو بلالے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں یہ جو اختیار تجھ کو دیا گیا اس سے زیادہ امید ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ اور ان کو رنج نہ ہوگا اور جو تو ان کو دے گا اس سے وہ سب راضی رہیں گی۔ اور اللہ تو جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالےٰ علم والا ہے تحمل والا۔ (اے پیغمبر) اب سے تجھ کو اور عورتیں درست نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بدل دوسری بیبیاں کرلے گو ان کی صورت تجھ کو بھلی لگے البتہ لونڈیاں جن کا تو مالک ہو رکھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔
۲۲	الاحزاب	۷	إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ○	اللہ تعالیٰ پیغمبرؐ پر (اپنی رحمت اتارتا ہے) اور فرشتے (پیغمبرؐ پر) درود بھیجتے ہیں مسلمانو! تم بھی پیغمبرؐ پہ درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ستاتے ہیں ان پر اللہ تعالےٰ نے دنیا اور آخرت میں پھٹکار کی اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔
〃	فاطر	۳	وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ○ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ○	اور تو ان لوگوں کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔ تو تو اور کچھ نہیں مگر ایک ڈرانے والا ہے۔
۲۳	ص		مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُونَ ○ إِنْ يُوحٰى إِلَيَّ إِلَّا	بھلا اوپر والے لوگ (فرشتے) جب جھگڑنے لگے تو مجھے تو کچھ معلوم نہ تھا۔ مجھ کو تو وحی کی جاتی ہے اور

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝	کچھ نہیں میں کھلا ڈرانے والا پیغمبر ہوں۔
۲۳	الزمر	۲	اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ج	بھلا جس شخص پر عذاب کا فرمودہ پورا ہوا تو کیا ایسے شخص کو دوزخ سے نکال باہر کر سکتا ہے۔
۲۴	المومن	۸	وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ج فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝	اور کسی پیغمبر کا یہ مقدور نہیں کہ بے حکم خدا کے کوئی نشانی (معجزہ) دکھلائے۔ پھر جب خدا کا حکم آن پہنچے گا تو (پیغمبروں اور ان کی امتوں کا) انصاف سے فیصلہ کر دیا جائیگا اور اسوقت جھوٹے بدکار گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔
	حٰم السجدۃ	۱	قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ	کہدے میں اور کچھ نہیں، تمہاری طرح ایک آدمی ہوں مجھ پر (خدا کی طرف سے) حکم آتا ہے (سب کا) خدا تو ایک ہی خدا ہے سیدھے اسی کی طرف منہ کیے رہو (اسی کی پوجا کرو) اور اس سے (اپنے گناہوں کی) معافی چاہو۔
۱۳	ابراھیم	۲	اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ	بیشک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں مگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔
۲۵	الشوریٰ	۵	وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝	تو ہی سیدھی راہ (لوگوں کی) دکھلاتا رہتا ہے اس خدا کی راہ جس کا (سب کچھ ہے) جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں (سب کا مالک وہی ہے) سن لے اللہ تو ہی تک سب کام پہنچیں گے۔
۲۵	الزخرف	۴	اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝	تو (اے پیغمبرؐ) کیا تو بہرے کو سنا سکتا ہے، یا اندھے کو جو کھلی گمراہی میں ہے اس کو رستہ پر لا سکتا ہے۔
۲۶	الاحقاف		قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا	(اے پیغمبرؐ) کہہ دے میں کوئی نیا پیغمبر تھوڑا ہی ہوں

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ	اور مجھے معلوم نہیں (آئندہ دنیا میں) مجھ سے کیا (سلوک) کیا جائیگا اور تم سے کیا (سلوک) کیا جائیگا میں تو اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو (خدا تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے اور میں کچھ نہیں ایک کھلا ڈرانے والا (بندہ) ہوں۔
۲۹	القلم		مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ	تو اپنے مالک کے فضل سے (خدانخواستہ) دیوانہ نہیں ہے (جیسے کافر تجھ کو سمجھتے ہیں) اور تجھ کو بے انتہا نیک (اجر) ملے گا اور تو بیشک بڑے خلق والا ہے۔
"	الجن	۲	قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا	(اے پیغمبرؐ) کہہ دے میں نہیں جانتا جس (عذاب) کا تم سے وعدہ ہے وہ نزدیک ہے یا ابھی میرا مالک ایک مدت میں اس کو بھیجے گا۔
۳۰	عبس	۱	عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۗ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓی ۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۗ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۗ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰی ۗ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰی ۙ وَهُوَ يَخْشٰی ۙ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی	(پیغمبرؐ نے) تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس بات پر کہ اندھا اس کے پاس (دین کی باتیں پوچھنے کو آیا) اور تجھ کو کیا معلوم شاید وہ (دین کی باتیں تجھ سے سیکھ کر) سنور جاتا یا نصیحت مان لیتا اور نصیحت اس کو فائدہ دیتی لیکن تو جو بڑا امیر ہے اس کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے (اس پر خوب توجہ کرتا ہے) حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تجھ پر کوئی الزام نہیں اور جو کوئی (بیچارہ خدا سے) ڈر کر تیرے پاس دوڑ کر آتا ہے اس کی طرف تو خیال ہی نہیں کرتا۔
"	التکویر	۱	وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ	اور (اے مکہ والو!) تمھارا ساتھی (محمدؐ) باؤلا نہیں ہے (جیسے تم سمجھتے ہو) اور محمدؐ نے اس فرشتے کو آسمان کے صاف کھلے ہوئے کنارے میں دیکھا ہے اور وہ جو باتیں غیب کی (اس کو معلوم ہوتی (یعنی اللہ تع

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				تبلاتا ہے ان کے بیان کر دینے میں بخیل نہیں ہے۔
۳۰	الغاشیہ	۱	لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝	تو ان پر کوئی کڑوڑی (داروغہ) نہیں ہے۔
۳۰	الضحیٰ	۱	مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝	(اے پیغمبر) تیرے مالک نے تجھ کو نہ چھوڑا نہ تجھ سے ناراض ہوا۔
″	الضحیٰ	۱	اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ۝	(اے پیغمبرؐ) کیا اس نے تجھ کو یتیم نہیں پایا پھر (تجھ کو) ٹھکانا دیا اور اس نے تجھ کو عاشق وجہ اللہ پایا پھر راہ پر لگایا اور اس نے تجھ کو نادار پایا پھر مالدار کر دیا۔
۳۰	الانشراح	۱	اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝	(اے پیغمبرؐ) کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا اور ہم نے تیرا بوجھ تجھ پر سے اتار دیا جس نے تیری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا (تو گھبراتا کیوں ہے)
۳۰	الکوثر	۱	اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝	(اے پیغمبر) ہم نے تجھ کو کوثر دیا۔
″	″	″	اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝	بیشک تیرا دشمن (عاص بن وائل یا کعب بن اشرف یا ابوجہل) وہی نکوڑا ناٹھا ہے (دم کٹا)

اسی ضمن میں پیغمبرؐ کی تسلی وتشفی اور بعض پیغمبروں کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۴	آل عمران	۱۹	فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝	(اے پیغمبرؐ) اگر یہ لوگ تجھ کو جھٹلا دیں تو تجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے جو معجزے اور چھوٹی کتابیں اور چمکتی کتاب لے کر آئے
۷	الانعام	۱	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝	اور (اے پیغمبرؐ) تجھ سے پہلے کئی پیغمبروں پر ٹھٹھا اڑ چکا ہے۔ پھر جنھوں نے ان سے ٹھٹھا کیا ان پر وہی جس پر ٹھٹھا مارتے تھے الٹ پڑا۔
″	″	۴	قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ	(اے پیغمبرؐ) ہم جانتے ہیں کہ ان کی (کافروں کی) باتوں

پارہ	سورة	رکوع	آیات	ترجمہ
			يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظّٰلِمِينَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝	سے تجھ کو رنج ہوتا ہے۔ اور جو تجھ کو جھٹلاتے ہیں، تو وہ تجھ کو (اصل میں) نہیں جھٹلاتے۔ لیکن یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا (ظاہر میں) انکار کرتے ہیں اور تجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں۔ پھر انہوں نے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور (دوسرے پیغمبروں کے کچھ قصے تو تجھ کو معلوم ہو چکے ہیں اور اگر تجھ پر کافروں کا منہ پھیرنا (ایمان نہ لانا) سخت گذرتا ہے تو اگر تجھ سے ہو سکتا ہے کہ زمین میں ایک سرنگ یا آسمان تک ایک سیڑھی ڈھونڈ نکالے اور ان کو ایک نشانی لا کر بتائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو راہ پر لگا دیتا (کفر کا نام باقی نہ رہتا) دیکھ تو ہرگز نادانوں میں شریک نہ ہو۔ (اے پیغمبر تیری بات) وہی لوگ مانتے ہیں جو سمجھ کر سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) جلا اٹھائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
٦	المائدہ	٦	يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ	اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو لوگ کفر پر دوڑے پڑتے ہیں ان پر رنج نہ کر۔
٨	الانعام	١٨	فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝	(اے پیغمبر) اس پر بھی اگر یہود (یا مشرک) تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ دے تمہارے مالک کی رحمت بہت کشادہ ہے اور اس کا عذاب (جب آئے گا) تو گنہگاروں سے ٹلنے والا نہیں۔
١١	یونس	٧	وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝	اور (اے پیغمبر) تو ان کافروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				وہ (سب) سنتا جانتا ہے۔
١٢	ھود	٢	فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحٰى إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ أَنْ يَّقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى عَلِّ شَيْءٍ وَّكِيلٌ ۝	تو (اے پیغمبرؐ) کیا تو اس وحی میں سے جو تجھ پر آتی ہے کچھ چھوڑ دینا چاہتا ہے اور کیا تیرا دل اس بات پر خفا ہوتا ہے کہ وہ کہہ اٹھیں تو اس پر ایک خزانہ کیوں نہ اترا یا ایک فرشتہ اس کے ساتھ کیوں آتا تو تو اور کچھ نہیں صرف ڈرانے والا ہے اور (باقی) سب چیزیں اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں۔
″	″	١٠	وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ	اور ہم (اگلے) پیغمبروں کی سب وہ خبریں جن سے ہم تیرا دل مضبوط کرتے ہیں تجھ سے بیان کرتے ہیں۔
١٣	الرعد	٥	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝	اور (اے پیغمبرؐ) تجھ سے پہلے بھی کئی پیغمبروں پر ٹھٹھا اڑ چکا ہے تو میں نے کافروں کو (چند روز تک) ڈھیلا چھوڑ دیا ہے پھر ان کو دھر پکڑا تو میرا عذاب کیسا (سخت) تھا۔
١٤	الحجر	٦	إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝	ہم نے تیری طرف سے ٹھٹھا مارنے والوں کا کام تمام کر دیا جو اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کرتے ہیں اب آگے چل کر ان کو (اس ٹھٹھے اور شرک کا جو انجام ہے وہ) معلوم ہو جائیگا اور ہم جانتے ہیں کہ کافر جو باتیں کرتے ہیں اس سے تیرا دل تنگ ہوتا ہے
١٥	الکہف	١	فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى آثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝	تو (اے پیغمبرؐ) اگر یہ (کافر) اس قرآن پر یقین نہ لائیں تو ان کے پیچھے رنج کے مارے شاید تو اپنی جان گنوائیگا (اپنے تئیں ہلاک کرے گا۔)
١٧	الانبیا	٣	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ۝	اور تجھ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ان کو (بھی) مسخرہ بنایا آخر جو لوگ ان میں سے ٹھٹھا کرتے تھے ان پر خود ہی الٹ پڑا جس کا ٹھٹھا کرتے تھے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۷	الحج	۶	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝	اور اگر یہ کافر تجھ کو جھٹلائیں (تو کچھ رنج کی بات نہیں) ان سے پہلے نوحؑ اور عادؑ اور ثمود کی قومیں (بھی) اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں اور ابراہیمؑ اور لوطؑ کی قومیں بھی اور مدین والے (یعنی شعیبؑ کی قوم بھی) اور موسیٰؑ بھی جھٹلایا گیا تو میں نے (چند روز تک) کافروں کو مہلت دی پھر ان کو دھر پکڑا تو (تو نے دیکھا) میرا پلٹنا کیسا ہوا (کس بلا کا پلٹنا تھا)
۱۹	الشعراء		لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ تو تو ایسا رنجیدہ معلوم ہوتا ہے) شاید تو اس بات پر کہ وہ (یعنی مکہ کے کافر) مسلمان کیوں نہ ہوئے اپنے تئیں گھونٹ کر مار ڈالے گا۔
۲۰	النمل	۶	وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝	اور (اے پیغمبرؐ) تو ان کافروں (کے جھٹلانے) کا رنج مت کر اور ان کے داؤں سے جو وہ کرتے ہیں تنگ ہو۔
۲۰	العنکبوت	۲	وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝	اور اگر تم مجھ کو جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کئی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں اور پیغمبر کا کام اور کچھ نہیں کھول کر (اللہ تعالیٰ کا) پیغام پہنچا دینا ہے۔
۲۱	لقمٰن	۳	وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝	اور جو شخص کفر کرے تو (اے پیغمبرؐ) تو اس کے کفر سے رنجیدہ نہ ہو تو ایسے لوگوں کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے ہم ان کے کام ان کو (سزا دے کر) تلا دینگے بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔ ہم ان کو تھوڑا سا (دنیا کا) مزہ اٹھا لے دیں گے پھر ان کو سخت عذاب میں پکڑ لے جائیں گے۔
۲۲	فاطر		وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝	اور (اے پیغمبرؐ) اگر یہ لوگ تجھ کو جھٹلائیں (تو کچھ تعجب کی بات نہیں) تجھ سے پہلے بہت پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی تک سب کاموں کو پہنچنا ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۲	فاطر	۲	اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝	کیا وہ شخص جس کو اس کا کام بھلا سوجھایا گیا وہ اس کو بھلا سمجھنے لگا اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر لگاتا ہے (اے پیغمبر) تو لوگوں پر افسوس کر کر کے اپنی جان مت کھو۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔
〃	〃	۳	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝	اور اگر (اے پیغمبرؐ) یہ کافر تجھ کو جھٹلائیں (تو کچھ رنج نہ کر) ان سے پہلے کافروں نے اُن پیغمبروں کو جھٹلایا جو اُن کے پاس کھلی نشانیاں (معجزے) اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے تھے۔ پھر جب ان کافروں نے نہ سنا تو میں نے ان کافروں کو عذاب میں گانٹھ لیا اور کس طرح ان کو تباہ کر دیا۔
۲۳	یٰس	۵	فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝	تو (اے پیغمبرؐ) تو ان کی باتوں سے رنج مت کر ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں
۲۴	حٰم السجدۃ	۵	مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝	(اے پیغمبرؐ) تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے (اگلے) پیغمبروں سے کہا جا چکا ہے۔ بیشک تیرا مالک بخشنے والا بھی ہے اور (اس کے) ساتھ ہی تکلیف کا عذاب دینے والا بھی ہے۔
۳	آل عمران		اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝	بیشک اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کے لوگوں میں آدمؑ اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ اور عمران کی اولاد کو چن لیا ہے (یا پسند کر لیا ہے) ایک خاندان دوسرے خاندان کی نسل سے اور اللہ تعالےٰ سنتا جانتا ہے۔
〃	〃	۹	وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ	اور (اے پیغمبرؐ) ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ جب اللہ تعالےٰ نے (بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے اقرار

پارہ	سورة	رکوع	آیات	ترجمہ
			رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	(یا ہر ایک پیغمبر سے) میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمھاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے یہ اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا (یہ بوجھ اپنے ذمہ لیا) انھوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کرلیا فرمایا (دیکھو) گواہ رہو (ایک دوسرے پر یا فرشتو تم گواہ رہو) میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر اس کے بعد (یعنی اس قدر پکا اقرار ہونے کے بعد) جو کوئی (اپنے عہد سے) پھر جائے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔
٦	النساء	٢٣	اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝	بیشک ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی بھیجی جیسے ہم نے نوحؑ اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی وحی بھیجی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عنایت کی۔ اور ہم نے کئی پیغمبر بھیجے جن کا حال ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰؑ سے تو اللہ تعالیٰ نے بول کر باتیں کیں ہم نے یہ سب پیغمبرؑ جو (نیکوں کو) خوشی سنانے والے اور (بدکاروں کو) ڈرانے والے تھے۔ اس لیے بھیجے کہ پیغمبروں کے آجانے کے بعد پھر کوئی عذر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے باقی نہ رہے۔ اور اللہ تو زبردست حکمت والا ہے۔
٧	الانعام	١٠	وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا	اور ہم نے ابراہیمؑ کو (بیٹا) اسحاقؑ اور (پوتا) یعقوب

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَاِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَاِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اُولٰئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ۝ اُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۖ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ۝	دیے اور ہر ایک کو راہ پر لگایا اور نوحؑ کو تو ہم پہلے ہی راہ پر لگا چکے تھے اور ابراہیمؑ (یا نوحؑ) کی اولاد میں سے (ہم نے) داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو راہ پر لگایا اور نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور زکریاؑ اور یحییٰؑ (ابن زکریاؑ) اور عیسیٰؑ (ابن مریمؑ بنت عمران) اور الیاسؑ کو یہ سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسمٰعیلؑ (بن ابراہیمؑ) اور الیسعؑ اور یونسؑ (بن متی) اور لوطؑ (بن ہارون) کو اور ان سب کو ہم نے سارے جہان پر بزرگی دی۔ اور ان کے بعضے باپ دادوں اور اولاد اور بھائیوں کو بھی اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھی راہ بتلائی یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے سوجھائے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا (سب) اکارت ہوتا۔ انہی لوگوں کو (پیغمبروں کو) ہم نے کتاب اور شریعت اور پیغمبری دی اگر یہ لوگ ان چیزوں کو نہ مانیں (تو کچھ پروا نہیں) ہم نے ان (پر ایمان لانے) کے لیے ایسے لوگوں کو تیار کر دیا ہے جو ان کا انکار نہیں کرتے۔ یہی (اٹھارہ پیغمبر) لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ پر لگایا تو بھی انہی کی راہ پر چل (اے پیغمبر) کہہ دے میں قرآن سنانے پر تم سے کچھ اجرت (مزدوری) نہیں مانگتا قرآن تو اور کچھ نہیں سارے جہان کے لیے نصیحت ہے۔
۱۵	بنی اسرائیل	۸	سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝	تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے ان کا یہی قاعدہ رہا ہے اور تو ہمارا قاعدہ بدلتا نہ پائے گا۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
١٦	مریم	٤	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩	(پیغمبر) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے فضل کیا آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی (اولاد میں سے) جنکو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) چڑھالیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی اولاد میں سے اور (یہ) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی (سیدھی راہ بتلائی) اور ان کو (ساری خلقت میں پیغمبری کے لیے) چن لیا جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھکر سنائی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے جاتے۔
١٧	الانبیاء	٦	وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝	اور (اے پیغمبر) اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفل (پیغمبروں کو) یاد کرو یہ سب صبر کرنے والوں میں تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ وہ نیک بختوں میں تھے۔
١٨	المؤمنون	٤	يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝	(اے پیغمبر ہم نے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو یہی حکم دیا ہے) پیغمبرو! ستھری (پاکیزہ) چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرتے رہو (جو شرع کے موافق ہوں) جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں۔
٢١		٥	وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝	اور (اے پیغمبرؐ) ہم تجھ سے پہلے کئی پیغمبر ان کی طرف بھیج چکے ہیں وہ نشانیاں (معجزے) لے کر ان کے پاس آئے (مگر انھوں نے نہ مانا) آخر گنہگاروں (نافرمانوں) سے ہم نے بدلہ لیا اور ایمان والوں کی مدد ہم کو ضرور تھی۔
٢١	الاحزاب	١	وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ	اور (اے پیغمبرؐ وہ وقت یاد کر) جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور (خاص) تجھ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ مریم کے بیٹے سے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝	بھی اور ہم نے ان سے پکا اقرار لیا اس سے یہ مطلب تھا کہ (قیامت کے دن) سچوں (پیغمبروں) سے ان کے سچ کا حال پوچھے اور کافروں کے لیے تکلیف کا عذاب تیار رکھے۔
۲۳	والصفت	۵	وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝	اور ہم تو پہلے ہی اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے (پیغمبروں کے) باب میں فرما چکے ہیں کہ (آخر ایک روز) ضرور ان کو (ہماری) مدد پہنچے گی اور ضرور ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا۔
״	״	״	وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝	اور سلام ہے پیغمبروں پر۔
۲۴	المؤمن	۸	وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ	اور ہم تجھ سے پہلے بہت پیغمبر بھیج چکے ہیں ان میں کوئی ایسے ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو سنایا اور کوئی ایسے ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو نہیں سنایا۔
۲۵	الزخرف	۱	وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝	اور ہم نے اگلے لوگوں میں بہت سے پیغمبر بھیجے۔
۲۶	ق	۱	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝	ان (مکہ کے) کافروں سے پہلے نوحؑ کی قوم نے اور کنویں والوں (شعیبؑ کی قوم سے) اور ثمود اور عاد نے اور فرعون اور لوطؑ کی قوم والوں نے اور مدین کے رہنے والوں نے اور تبع کی قوم والوں نے جھٹلایا۔ ان میں سے ہر ایک نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ آخر ہمارا عذاب ان پر اتر کر رہا۔
۲۷	الحدید	۳	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَ	ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دیکر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری (توریت انجیل زبور قرآن وغیرہ) اور انصاف کا ترازو اتارا۔ اس لیے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم ہی نے لوہا پیدا کیا اس سے تو بڑی لڑائی کا سامان بنتا ہے اور

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
لوگوں کو بہت فائدے ہوتے ہیں اور اس کے پیدا کرنے سے یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کون بن دیکھے اللہ کی اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے بیشک اللہ زور والا ہے زبردست۔ اور ہم نوحؑ اور ابراہیمؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیج چکے ہیں اور ان کی اولاد میں ہم نے پیغمبری اور کتاب کو (جاری) رکھا اس پر بھی (ان کی اولاد میں سے) بعضے تو راہ پر آئے اور بہتیرے نافرمان ہی رہے۔ پھر ہم نے ان کے پیچھے پیغمبروں کا تار باندھ دیا۔	وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا۔			
اور (اے پیغمبر) تجھ سے پہلے جو ہم پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ ان سے پوچھ لے۔	وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا ۝	۴	الزخرف	۲۵

تیسرا باب

آسمانی کتابیں اور صحیفے

پیغمبروں پر کل ایک سو چار کتابیں نازل ہوئیں۔ صحیفے ان کے علاوہ ہیں۔ جن کی صحیح تعداد کا علم نہیں۔ ان تمام کتابوں کا خلاصہ توراۃ، انجیل اور زبور کے اندر رکھا گیا۔ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ پھر ان تینوں کتابوں کا نچوڑ اور وہ ضروری احکام و فرائض جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لیے ضروری سمجھے گئے قرآن کے اندر جمع کر دیے گئے، جو پیغمبر آخر الزماں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآنِ کریم پر ایمان لانا بھی مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ قرآنِ عزیز میں مختلف مقامات پر ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے متعلق جتنا بھی ذکر آیا ہے وہ مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ الہامی کتابوں کے متعلق قرآن کی تصریحات پوری طرح سمجھ میں آجائیں:

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱	البقرہ	۱	الٓمّٓ ۚ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۚۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَبِالْاٰخِرَۃِ ہُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ	اس کتاب میں (یعنی اس کے سچے ہونے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی شک نہیں ہے راہ بتاتی ہے ڈرنے والوں کو جو بن دیکھے باتوں پر یقین کرتے ہیں (اسی کو غیب کہتے ہیں) اور نماز کو درستی سے ادا کرتے ہیں اور جو ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو یقین کرتے ہیں اس پر جو اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں (قیامت کا حشر و نشر کا)
″	″	۳	وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ۪ وَادْعُوْا شُہَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۞ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُہَا	اور اگر تم کو شک ہے اس کلام میں جو ہم نے اُتارا اپنے بندے پر (یعنی قرآن میں) تو ایک ہی سورت اس کے جوڑ کی بنا لاؤ اور جو حمایتی تمہارے اللہ کے سوا ہوں ان کو بھی بلا لو (اور ان سے مدد لو اس سورت کے بنانے میں) اگر تم سچے ہو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور

پارہ	سورہ	رکوع	آیات	ترجمہ
			النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝	البتہ نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (بجائے لکڑیوں کے اس میں جلیں گے) وہ منکروں کے لیے تیار ہے۔
١	البقرہ	١٢	وَلَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝	اور (محمدؐ) ہم نے تجھ پر کھلی (اور صاف) آیتیں اتاریں اور ان کو وہی نہیں مانتے جو نافرمان ہیں۔
"	"	١٣	مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝	ہم جو آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی دوسری لے آتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔
٣	آل عمران	١	نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝	اس نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) تجھ پر سچی کتاب اتاری (قرآن مجید) جو اگلی کتابوں کو سچ بتاتی ہے اور اسی نے لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن مجید اترنے سے پہلے توریت شریف اور انجیل مقدس اتاری اور اسی نے فیصلہ اتارا، جن لوگوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا ان کو سخت عذاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے (جو کوئی اس کی کتاب اور پیغمبر کو نہ مانے اس سے) بدلہ لینے والا۔
"	"	"	هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۗ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا	اسی نے تجھ پر کتاب اتاری (یعنی قرآن شریف) اس میں کی بعضی آیتیں کھلی صاف مضمون کی ہیں وہ تو قرآن شریف کی جڑ ہیں اور بعضی آیتیں گول گول مضمون کی ہیں۔ پھر جن کے دل پھرے ہوئے ہیں وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور اصلی حقیقت دریافت کرنے کی نیت سے گول گول آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ اصلی حقیقت ان کی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو پکے عالم ہیں (نہ کٹھ ملا) وہ کہتے ہیں ہم

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝	ان پر ایمان لائے یہ سب آیتیں ہمارے پروردگار کی طرف سے (اتری) ہیں اور جن کو عقل ہے وہی سمجھائے سمجھتے ہیں۔
۴	آل عمران	۱۱	تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ تعالیٰ کی سچی آیتیں ہیں جو ہم تجھ کو (جبرئیل کی زبان سے) پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ جہان کے لوگوں پر ذرہ بھی ظلم نہیں کرنا چاہتا۔
۴	؍؍	۱۴	هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝	(عام) لوگوں کے واسطے تو یہ ایک تاریخی بیان ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت بھی ہے۔
۵	النساء	۱۱	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝	کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ خدا کے سوا اور کہیں سے آیا ہوتا (جیسے کافر اور منافق سمجھتے تھے) تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔
۶	النساء	۲۴	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۝ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؕ	لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آچکی اور ہم نے تم پر ایک جگمگاتا نور بھیجا۔ پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کا سہارا لیا ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (جنت) اور فضل (دیدار الٰہی) میں داخل کرے گا۔ اور اپنے تک پہنچنے کی سیدھی راہ ان کو سوجھائے گا۔
۶	المائدہ	۳	قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝	بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اور قرآن جو بیان کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس سے (یعنی اس نور یا کتاب سے ان لوگوں کو جو اس کی مرضی پر چلتے ہیں (دوزخ سے) بچاؤ کی راہیں دکھلاتا ہے اور اندھیرے (کفر) سے ان کو نکال کر اپنے حکم سے اجالے (اسلام) میں لاتا ہے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				اور ان کو (شریعت کا) سیدھا رستہ بتلاتا ہے۔
٧	الانعام	١١	وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۞	اور یہ کتاب (بھی یعنے قرآن مجید) ہمنے اتاری برکت والی اگلی کتابوں کو سچ بتانے والی اس لیے کہ تو مکہ اور اس کے گرداگرد (تمام جہان کے) لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ قرآن پر (بھی ضرور) ایمان لائیں گے اور وہ اپنی نماز کا (بھی ضرور) خیال رکھیں گے۔
〃	〃	١٣	قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۞	تمھارے مالک کی طرف سے تم کو دل کی آنکھیں (دلیلیں) پہنچ چکیں اب جو کوئی دیکھے تو اپنا ہی فائدہ کرے گا اور جو اندھا بن جائے تو اپنا ہی برا کرے۔ بھلا اور میں تم پر داروغہ (کروڑی) نہیں ہوں۔
〃	〃	١٣	وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞	اور ہم اسی طرح آیتوں کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ کہیں تو پڑھا ہوا ہے اور اس لیے کہ جو علم والے ہیں ان کو صاف سمجھا دیں
〃	〃	١٤	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۞	(اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے) کیا میں اللہ کے سوا اور کسی فیصلہ کرنے والے کو ڈھونڈتا ہوں اور اسی نے تم پر یہ کتاب (قرآن) اتاری جس میں کھلا بیان ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ (دل میں) خوب جانتے ہیں کہ قرآن سچ تیرے مالک کی طرف سے اُترا ہے خیر تو ہرگز شک کرنے والوں میں مت ہو۔
〃		١٥	وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۞	اور (اے پیغمبر) یہ تیرے مالک کی سیدھی راہ ہے جو لوگ سمجھتے ہیں ان کے لیے ہم نے کھول کر (اپنی) آیتیں بیان کر دی ہیں۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۷	الانعام	۲۰	وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج	اور یہ کتاب (قرآن) برکت والی ہم نے اس کو اتارا تو (اے مکہ والو) اس پر چلو اور (اس کے جھٹلانے سے) بچے رہو اس لیے کہ تم پر (اللہ کی) رحمت ہو۔ کہیں تم ایسا نہ کہو ہم سے پہلے دو ہی گروہوں (یہود اور نصاریٰ) پر کتاب اتری اور ہم تو ان لوگوں کے پڑھنے پڑھانے سے بےخبر تھے۔ یا ایسا نہ کہو اگر ہم (پر) پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے بڑھ کر راہ پاتے۔ لو اب تو تمہارے پاس تمہارے مالک کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت (سب چیزیں) آ چکیں۔
۷	الاعراف	۱	الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	یہ کتاب تجھ پر اتاری گئی ہے اس لیے کہ تو اس سے (کافروں کو) ڈرائے اور ایمان والوں کو نصیحت کرے اس لیے اس کے پہنچا دینے میں تیرا دل تنگ نہ ہو۔
۸	"	۶	وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝	اور ہم نے تو ان (کافروں) کو ایک کتاب بھی پہنچا دی جس میں ہم نے جان کر تفصیل سے (ہر ایک حکم) بیان کیا ہے وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔
۹	"	۲۴	هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝	یہ (قرآن) کیا ہی سوجھ بوجھ کی باتیں ہیں جو تمہارے مالک کی طرف سے آئیں اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔
۱۱	یونس	۱	الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝	یہ پکی کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں۔
"	"	۴	وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ	اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی اس کو اپنے دل سے بنا لے بلکہ وہ اگلی کتابوں کو

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝	سچ بتاتا ہے اور ان کو کھول کر بیان کرتا ہے، کوئی شبہ نہیں وہ اللہ کی طرف سے (اترا ہے) جو سارے جہان کا مالک ہے کیا یہ لوگ (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس پیغمبر نے بنالیا ہے کہہ دے اگر تم سچے ہو تو ایک سورت تو اس کی سی بنا لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم بلا سکو (اپنی مدد کے لیے) بلا لو۔
۱۱	یونس	۶	يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝	لوگو تمہارے پاس تمہارے مالک کی طرف سے نصیحت آئی (یعنے قرآن) اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کی دوا اور ہدایت اور رحمت ایمانداروں کے لیے (اے پیغمبر) کہہ دے اللہ کے فضل اور رحمت پر (ان ہی دونوں چیزوں) پر خوش ہونا چاہیئے یہ اس سے بہتر ہے جو وہ سمیٹتے ہیں
" ۸	"	۱۰	وَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيٰتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝	تو (اے پیغمبر) ہم نے جو تجھ پر اتارا (یعنی قرآن) اس میں اگر تجھ کو شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کی کتاب (توریت) پڑھتے ہیں۔ بیشک تیرے مالک کی طرف سے تجھ سچی کتاب پہنچ گئی تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے مت ہو، ان لوگوں میں مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا (ایسا کرے گا) تو پھر تو ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔
"	"	۱۱	قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝	(اے پیغمبر) کہہ دے لوگو تمہارے پاس تمہارے مالک کی طرف سے سچ آچکا۔ پھر جو کوئی راہ پر لگ جائے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے راہ پر لگتا ہے۔ اور جو کوئی بھٹک جائے وہ بھٹک کر اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا کروڑی نہیں ہوں۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۱	ھُوْد	۱	الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ	یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں جانچ لی گئیں ہیں پھر کھول کر بیان کی گئی ہیں حکمت والے خبردار کی طرف سے (اتری ہے)
〃	〃	۲	اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔	بلکہ وہ کافر کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو (جھوٹ) بنا لیا ہے کہہ دے اگر تم سچے ہو تو قرآن کی طرح دس بنی ہوئی سورتیں بنا کر لے آؤ اور خدا تعالیٰ کے سوا تم جن کو بلا سکتے ہو بلا لو۔ پھر اگر یہ کافر جو تم نے چاہا وہ نہ کر سکیں تو تم یقین کر لو کہ قرآن اللہ تعہ کا علم لیکر اترا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے تو کیا اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں)
〃	〃	۱۰	وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ	اور ہم (اگلے پیغمبروں کی سب وہ خبریں جن سے ہم تیرا دل مضبوط کرتے ہیں تجھ سے بیان کرتے ہیں اور اس سورت میں جو حق بات تھی وہ تجھ کو پہنچ گئی اور مسلمانوں کو نصیحت اور عبرت ہوگئی۔
۱۲	یوسف	۱	الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝	یہ آیتیں کھلی کتاب (قرآن) کی ہیں ہم نے اس کتاب کو اتارا جو عربی زبان میں پڑھی جاتی ہے اس لیے کہ تم سمجھو، ہم یہ قرآن تیرے پاس بھیج کر اچھے سے اچھا ایک قصہ تجھ کو سناتے ہیں اور تو اس (سورت کے اترنے) سے پہلے اس قصہ سے بے خبر تھا۔
۱۳	〃	۱۲	لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝	جو لوگ عقل والے ہیں ان کو بے شک ان لوگوں کے قصوں سے عبرت ہوتی ہے قرآن کوئی بنی ہوئی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ قرآن اگلی کتابوں کا سچا کرنے والا اور ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا اور ایمانداروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۳	الرعد	۱	الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِىْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞	(اے پیغمبر) یہ قرآن (شریف) کی آیتیں ہیں اور تیرے مالک کی طرف سے جو تجھ پر اُترا وہ حق ہے (سرتا پا سچ ہے) مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔
〃	〃	۴	وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ	اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ سرک جاتے یا زمین پھٹ جاتی (یا اس کی مسافت طے ہو جاتی) یا مُردے بات کرنے لگتے۔
〃	〃	۵	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۞	اور ایسے ہی ہم نے قرآن کو حکمت سے بھرا ہوا عربی زبان میں اتارا اور اگر علم تیرے پاس آ جانے کے بعد (پھر) تو ان کی خواہش پر چلے تو خدا تعالیٰ سے تیرا حمایتی اور بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔
〃	ابراہیم	۱	الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ	یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تجھ پر اس لیے اتاری کہ تو لوگوں کو ان کے مالک کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائے یعنی اس زبردست خوبیوں والے خدا کی راہ پر جس خدا تعالیٰ کا سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔
〃	〃	۷	هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞	یہ قرآن لوگوں کو (نصیحت کرنے کے لیے اور ڈرانے کے لیے اور یہ جاننے کے لیے کہ اللہ ہی ایک سچا معبود ہے اور بس اور عقلمند لوگوں کو غور کرنے کے لیے کافی ہے۔
۱۴	الحجر	۱	الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞	یہ کتاب اور کھلے قرآن کی آیتیں ہیں۔
〃		〃	اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞	بیشک قرآن ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔
〃	〃	۶	وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۞	اور ہم نے تجھ کو سات (سورتیں یا آیتیں) دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور بڑا قرآن دیا۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۴	الحجر	۶	كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ○ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○	جیسا (عذاب) ہم نے ان قسم کھانیوالوں پر اتارا جنھوں نے قرآن کی تکّے بوٹیاں کرلیں۔ تو قسم تیرے مالک کی ہم ان سب سے (ان کاموں کی) پرسش کرینگے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔
〃	النحل	۸	وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○	اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تجھ پر یہ کتاب اس لیے اتاری ہے کہ تو لوگوں سے وہ باتیں کھول کر بیان کرے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ کتاب ایمان والوں کو راہ سوجھانے والی اور رحمت ہے۔
〃	〃	۱۲	وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○	اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری (یعنے قرآن) جس میں ہر چیز کا اچھا بیان ہے اور مسلمانوں کو (دین کی) سچی راہ بتانے والی اور رحمت اور خوشخبری ہے۔
〃	〃	۱۳	فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○	تو جب تو قرآن پڑھنا چاہے تو شیطان مردود (کے وسوسوں) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کر۔
〃	〃	۱۴	وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ○	اور جب ہم ایک آیت کے بدل دوسری آیت اتارتے ہیں اور اللہ تو جو اتارتا ہے اس کو (اس کی مصلحت کو) خوب جانتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بس اپنے دل سے (آیتیں) بنا لیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کافروں میں اکثر بے علم ہیں۔ کہدے اس (قرآن) کو تو پاک روح (حضرت جبریلؑ) نے سچائی کے ساتھ (یا حکمت کے ساتھ) تیرے مالک کے پاس سے اتارا ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو (ان کے دلوں کو ایمان پر) مضبوط کرے اور مسلمانوں کو ہدایت اور خوشخبری ہو اور ہم کو خوب معلوم ہے وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس کو (یعنے پیغمبرؐ کو) سکھا جاتا ہے (ان بے وقوفوں نے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				اتنا بھی نہ سمجھا جس کا نام لگاتے ہیں اس کی تو زبان عجمی ہے۔ اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔
۱۵	بنی اسرائیل	۱	إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝	بیشک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو بہت ٹھیک ہے اور جو ایماندار لوگ نیک کام کرتے ہیں ان کو یہ خوش خبری دیتا ہے کہ انکو (آخرت میں) بڑا اجر ملیگا (یعنے بہشت) اور (اس بات کی بھی خبر دیتا ہے کہ) جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے تکلیف کا عذاب تیار رکھا ہے۔
〃	〃	۵	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝	اور (ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا اس لیے کہ یہ لوگ سمجھیں اور (الٹا) یہ ہو رہا ہے کہ ان کو نفرت بڑھ رہی ہے۔
〃	〃	〃		
〃	〃	〃	وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا ۝ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ۝	اور (اے پیغمبر) جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تجھ میں اور ان لوگوں کے بیچ جنکو آخرت پر یقین نہیں ایک گاڑھا پردہ ڈالدیتے ہیں اور انکے دلوں پر ہم غلاف ڈالدیتے ہیں اس لیے کہ وہ قرآن کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈالدیتے ہیں اور جب تو قرآن میں اکیلے اپنے مالک کا ذکر کرتا ہے (انکے معبودوں کا نام تک نہیں لیتا) تو نفرت سے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔
〃	〃	۹	وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝	اور ہم قرآن میں سے جو اتارتے ہیں (وہ تندرستی اور رحمت ہے مسلمانوں کے لیے اور کافروں کو تو اور زیادہ نقصان دیتا ہے۔
〃	〃	۱۰	وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝	اور اگر ہم چاہیں تو قرآن (وحی کے ذریعے سے ہم نے تجھ کو بھیجا ہے اس کو اٹھالیں پھر تو کوئی حمایتی ہمارے مقابلہ میں نہ پائے گا (جو قرآن کو دوبارہ لوٹائے) مگر تیرے مالک کا رحم ہے بیشک تجھ پر اس کا بڑا فضل

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۵	بنی اسرائیل	۱۰	قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝	(اے پیغمبر) کہہ (ایک دو شخص تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) اگر سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہیں کہ اس طرح کا قرآن (بنا) لائیں تو بھی اس طرح کا (بنا) کر نہ لا سکیں گے پڑے ایک کی ایک مدد بھی کریں اور ہم نے تو اس قرآن میں ہر ایک مطلب مثال کی طرح لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے پھیر پھیر کر بیان کیا ہے اس پر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کچھ نہیں مانتے۔
"	"	۱۲	وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ط اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝	اور قرآن کو ہم نے سچائی کے ساتھ اتارا اور (اترا بھی) سچائی کے ساتھ اور ہم نے تجھ کو (اے پیغمبر) اور کچھ نہیں (صرف) مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور (کافروں کو) ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور قرآن کے ہم نے حصے حصے کر دئے اس لیے کہ تم اسے ٹھیر ٹھیر کر کے لوگوں کو سناؤ اور (اسی لیے) ہم نے اسکو آہستہ آہستہ اتارا (اے پیغمبر ان کافروں سے) کہدے تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جو لوگ قرآن اترنے سے پہلے علم دئے گئے تھے۔ ان کو جب پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو ٹھڈیوں کے بل وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں۔ ہمارا مالک (خلاف وعدگی سے) پاک ہے بیشک جو وعدہ ہمارے مالک کا تھا وہ پورا ہوا اور ٹھڈیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور قرآن (سننے) سے اور زیادہ ان کو ڈر پیدا ہوتا ہے۔
"	الکہف	۴	وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝	اور (اے پیغمبر) تیرے مالک کی کتاب جو تجھ کو بھیجی گئی ہے اسکو پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تجھ کو اس کے سوا اور کہیں پناہ نہ ملیگی

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۵	الکہف	۸	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۝	اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھنے کے) لیے ہر طرح کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں مگر بات یہ ہے کہ) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔
۱۶	مریم	۶	فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۝	(اے پیغمبرؐ) ہم نے تو قرآن کو تیری زبان میں اس لیے آسان کر دیا کہ تو اس کو سنا کر پرہیزگاروں کو خوشخبری دے اور اکھڑ (جھگڑالو) لوگوں کو ڈرائے۔
〃	طٰہٰ	۵	وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًاۚۖ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًاۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهِؕ وَسَآءَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًاۙ	اور ہم نے تجھ کو اپنے پاس سے قرآن دیا۔ جو لوگ اس سے (یعنی قرآن سے) منہ پھیرلیں وہ قیامت کے دن (گناہوں کا) بوجھ لادے ہونگے۔ ہمیشہ اس میں (دبے) رہیں گے اور قیامت کے دن یہ بوجھ ان کو بُرا لگے گا۔
〃	طٰہٰ	۶	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ٘ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۝	اور جیسے ہم نے تجھ سے اگلی خبریں بیان کیں ایسے ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا اور اس میں ڈر کی باتیں بار بار سنائیں (جگہ جگہ عذاب کا ذکر ہے) اس لیے کہ لوگ ڈریں (گناہ سے بچے رہیں) یا یہ قرآن ان میں سوچ بچار پیدا کر دے تو اللہ کی شان بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے (وہی مالک حقیقی ہے اور (اے پیغمبرؐ) جب تک تجھ پر قرآن کا اترنا پورا نہ ہو (وحی ختم نہ ہو) اس (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کر اور دعا کر کہ مالک میرے مجھ کو اور زیادہ علم دے۔
۱۷	الانبیاء	۱	مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَۙ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْؕ	ان کے مالک کے پاس سے ان پر جب کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اس کو کھیل بنا کر سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں لگے ہیں۔
〃	〃	۲	لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْؕ	(اے قریش کے لوگو) بیشک ہم نے تم پر ایسی کتاب

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔	اتاری ہے جس سے تمہاری عزت ہے کیا تم کو عقل نہیں
۱۷	الانبیاء	۴	وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔	اور یہ قرآن (بھی) نصیحت ہے برکت والا اس کو ہم نے اتارا کیا تم اب اس کو نہیں مانتے۔
"	"	۷	اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ؕ	جو لوگ (اللہ تعالیٰ کی) بندگی کرنے والے ہیں ان کو یہ نصیحتیں کافی ہیں۔
"	الحج	۲	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ۔	اور ہم نے قرآن کو اسی طرح اتارا کھلی کھلی آیتیں اور (ہدایت تو) جسکو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔
۱۸	النور	۱	سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔	یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے اتارا اور اس پر چلنا ہم نے لازم کیا اور اس میں کھلی کھلی باتیں اتاریں اس لیے کہ تم (ان کو) یاد رکھو۔
"	"	۴	وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ۔	(مسلمانو) ہم تو تم کو کھلی کھلی آیتیں اور جو لوگ تم سے پہلے گذر گئے ان کے حال اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت (کی باتیں) بھیج چکے۔
"	"	۶	لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔	ہم تو (اپنے پہچاننے کے لیے) کھلی کھلی نشانیاں اتار چکے ہیں اور (اس پر بھی) اللہ جسکو چاہتا ہے سیدھے رستے پر لگاتا ہے۔
۱۹	الفرقان	۳	وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ	اور کافر کہتے ہیں اس پیغمبر (یعنی حضرت محمدؐ) پر قرآن سب کا سب ایکبارگی کیوں نہیں اترا۔
"	"	۳	وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔	اور پیغمبر (اس وقت) یہ عرض کریگا مالک میرے (میں کیا کروں) میری قوم اس قرآن کو چھوڑ بیٹھی۔
"	"	۵	وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ٘ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔	اور ہم نے بارش کو ان لوگوں میں پھرایا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھیں (اور) اس کی نعمت کا شکر کریں تو بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				(احسان) نہ مانا۔
۱۹	الشعراء	۱	طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝	یہ (سورت) کھول کر سنانے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
〃	〃	۱	وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝	اور (ان کا تو یہ قاعدہ ہے) جب خدا کی طرف سے ان کے پاس کوئی نئی نصیحت کی بات آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔
〃	〃	۱۱	وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝	اور بیشک یہ قرآن اسی کا اتارا ہوا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے اس کو سچی (امانت دار) روح (یعنی جبریلؑ) صاف عربی زبان میں لیکر تیرے دل پر اتری ہے اس لیے کہ تو لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے۔ اور یہ (یعنی قرآن) اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں بھی موجود ہے کیا ان کافروں کو یہ نشانی (بس) نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہیں اور اگر ہم اس قرآن کو (جو عربی زبان میں ہے) کسی دوسرے ملک والے پر اتارتے (جس کی زبان اور ہوتی) اور وہ پیغمبر اُن کو پڑھ کر (اس زبان کا قرآن) سناتا تو بھی یہ اس پر ایمان نہ لاتے۔ ہم نے کافروں کے دلوں میں ایسا ہی شبہ اور انکار ڈال دیا ہے وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں جب تک تکلیف کا عذاب نہ دیکھیں (یعنی موت یا قیامت کا) وہ تو ایک ہی ایکا ان پر آ پڑے گا اور ان کو خبر نہ ہو گی اس وقت کہیں گے کیا ہم کو کچھ مہلت مل سکتی ہے۔
〃	〃	〃	وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝	اور شیطان یہ قرآن لیکر نہیں اُترے (جیسے کافر مردود خیال کرتے تھے) اور نہ ان کے لائق یہ کام ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ تو بیشک قرآن سننے سے ہٹا دیے گئے ہیں۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
١٩	النمل	١	طٰسٓ تف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○	یہ سورت قرآن اور کھلی کتاب کی آیتیں ہیں ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہے جو نماز کو درستی سے ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت کا وہ یقین رکھتے ہیں۔
"	"	"	وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ○	اور (اے پیغمبرؐ) مجھے تو قرآن اس کے پاس سے ملتا ہے جو حکمت والا خبردار ہے۔
٢٠	"	٦	اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○	بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کو وہ بہت سی باتیں بتا دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔
"	"	٧	وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○	اور قرآن پڑھ کر (لوگوں کو) سناتا رہوں اب جو کوئی راہ پر لگ جائے وہ اپنے ہی (بھلے کے) لیے راہ پر لگتا ہے اور جو کوئی بھٹک جائے (میرا کہا نہ مانے)، تو کہہ دے میں تو اور ڈرانیوالے پیغمبروں کی طرح، بس ایک ڈرانیوالا ہوں۔
"	القصص	١	طٰسٓمّٓ ○ تف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○	یہ سورت آیتیں ہیں کھلی کتاب کی۔
"	"	٩	وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ○	(اور (اے پیغمبر پیغمبری سے پہلے) تجھ کو یہ امید کہاں تھی کہ تجھ پر کتاب اترے گی مگر یہ تو تیرے مالک کی مہربانی ہوئی (کہ تجھ پر قرآن شریف اترا) تو کافروں کی رعایت مت کر (ان کو صاف صاف اللہ کا حکم سنا دے)
٢١	العنکبوت	٥	وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ط	اور (اے پیغمبرؐ جیسے ہم نے اگلے پیغمبروں پر کتابیں اتاریں) اسی طرح تجھ پر بھی ہم نے کتاب اتاری۔
"	"	"	وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ	اور (اے پیغمبرؐ) قرآن (اترنے) سے پہلے نہ تو تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتا تھا (کیونکہ تو امّی تھا نہ پڑھا نہ لکھا، اگر پڑھا لکھا

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
،			أُوتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۰	ہوتا تو یہ جھوٹے (دغاباز) ضرور شبہ کرتے۔ بات یہ ہے کہ قرآن کیا ہے کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنکو (خدا کی طرف سے) علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کو وہی نہیں جانتے جو بے انصاف ہیں۔
۲۱	العنکبوت	۵	أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ط إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۰	کیا ان لوگوں کو (یہ نشانی) بس نہیں کہ ہم نے تجھ پر قرآن اتارا جو ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے اس میں ایمانداروں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔
″	الروم	۶	وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۰ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۰	اور ہم نے تو اس قرآن میں (لوگوں کے سمجھانے کے لیے) ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں اور (اے پیغمبر) اگر تو ان (کافروں) کو کوئی معجزہ دکھلائے تو یہ کافر (تجھ کو اور تیرے ساتھ والے ایمانداروں کو) کہیں گے تم تو مکار (فریبی) ہو اللہ تعالٰے جاہلوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے۔
۲۱	لقمٰن	۱	الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۰	یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں اس میں نیکوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو نماز کو درستی سے ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت کا وہ یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے مالک کی سیدھی راہ پر ہیں اور یہی مراد پائیں گے۔
،	السجدہ	۱	الٓمّٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۰	یہ کتاب اس طرف سے اتری ہے جو سارے جہان کا مالک ہے اس میں کوئی شک نہیں کیا کہتے ہیں اس نے قرآن جھوٹ بنا لیا ہرگز نہیں وہ سچ ہے تیرے مالک کی طرف سے (اس لیے اترا ہے) کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تاکہ وہ راہ پائیں (انکو ہدایت ہو)

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۲	السبا	۱	وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝	اور (اے پیغمبر) جن لوگوں کو (اگلی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ تجھ پر تیرے مالک کی طرف سے جو اترا ہے (یعنی قرآن) اس کو برحق اور زبردست خوبیوں والے (خداتعالیٰ) کا رستہ دکھلانیوالا سمجھتے ہیں۔
״	فاطر	۴	إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ ۝	جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) پڑھتے رہتے ہیں اور نماز درستی سے ادا کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے پوشیدہ اور کھلم کھلا خرچ کرتے رہتے ہیں انکو ایسے بیوپار کی امید رکھنا چاہیئے جس میں گھاٹا ہرگز نہیں ہو سکتا۔
״	״	״	وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا	اور (اے پیغمبر) یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے (بالکل سچی ہے) اور اگلی کتابوں کو سچ بتاتی ہے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے (ان کو) دیکھ رہا ہے پھر ہم نے (تیرے بعد) اس قرآن کا وارث اپنے اُن بندوں کو کیا جن کو ہم نے چن لیا۔
״	یٰس	۱	يٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝	(اے مرد) حکمت والے قرآن کی قسم۔
״	״	۱	تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ۝	یہ قرآن زبردست رحم والے (خداتعالیٰ) کا اُتارا ہوا ہے اس لیے کہ تو (عرب کے) ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔
״	״	۵	وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝	اور ہم نے اس پیغمبر (حضرت محمدؐ) کو شاعری نہیں سکھلائی اور نہ شاعری اس کے لائق ہے (قرآن شعر نہیں ہے) وہ تو نصیحت اور صاف صاف پڑھنے کے لائق ہے (وہ اس لیے اترائی کہ جو زندہ (دل) ہو اس کو ڈرائے اور منکروں پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا پورا ہو۔

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
قسم ہے قرآن کی جس میں نصیحت ہے۔	صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝	۱	ص	۲۳
(اے پیغمبرؐ) یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے تجھ پر اتارا (بڑی) برکت والی اس لیے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل والے اس سے نصیحت لیں۔	کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝	۳	"	"
یہ تو (دنیا میں ان کا) ذکر (خیر) ہے	هٰذَا ذِكْرٌ ؕ	۴	"	"
قرآن اور کچھ نہیں سارے جہان (جن اور آدمیوں) کے لیے نصیحت ہے اور تمکو (اے کافرو) کچھ دنوں بعد اس کی حقیقت ضرور معلوم ہو جائے گی۔	اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ۝	۵	"	"
اس کتاب (یعنی قرآن) کا اتار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے ہم نے یہ کتاب سچائی کے ساتھ تجھ پر اتاری۔	تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۔	۱	الزمر	"
اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی کتاب اتاری (یعنی یہ قرآن کی آیتیں) ملی جلی (ہیں) دوہرائی گئی۔ جو لوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں ان کی کھال کے روئیں (اس کو پڑھ کر) کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ کی یاد کی طرف ان کے (بدن کے) پوست اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔	اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ	۳	"	"
اور ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھانے) کے لیے (دین کی) ہر ایک مثال بیان کر دی ہے کسی طرح ان کو نصیحت ہو۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کوئی ایچ پیچ نہیں اس لیے کہ (لوگ سمجھیں اور کفر سے) بچے رہیں۔	وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝	"	"	۲۳
(اے پیغمبرؐ) ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے لیے)	اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ	۴	"	"

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				تجھ پر سچی کتاب اتاری (قرآن)۔
۲۴	المؤمن	۱	حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ	اس کتاب (قرآن) کا اتار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے علم والا۔
〃	حٰم السجدۃ	۱	حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝	یہ بہت رحم والے مہربان (خدا تعالیٰ) کی اتاری ہوئی کتاب ہے جس کی آیتیں جدا جدا ہیں عربی قرآن سمجھ دار لوگوں کیلئے جو ماننے والوں کو خوش خبری سناتا ہے اور (کافروں کو) ڈراتا ہے لیکن اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا ہے پھر وہ سنتے ہی نہیں۔
۲۴	〃	۵	اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝	بیشک جن لوگوں نے قرآن کو نہ مانا جب ان کے پاس پہنچا اور بیشک قرآن عزت والی کتاب ہے جھوٹ کا تو اس میں دخل ہی نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے حکمت والے تعریف کے لائق (خدا) نے اتاری ہوئی ہے۔
〃	〃	〃	وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۖ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۗ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۗ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝	اور اگر ہم اس قرآن کو دوسری زبان میں کرتے تو یہ لوگ (عرب کے کافر) کہتے اس کی آیتیں صاف کیوں نہیں ہوئیں کیا (تعجب کی بات ہے) دوسری زبان کا (تو قرآن) اور (پیغمبر) عرب کا (اے پیغمبر) یہ قرآن ایمان والوں کے لیے تو ہدایت اور (دل کی بیماری کے لیے) تندرستی ہے اور جن لوگوں میں ایمان نہیں ان کے کانوں میں قرآن ایک بوجھ ہے اور وہ ان کی آنکھوں (پر پردہ ہے۔ ان لوگوں کو (جیسے) کوئی دور جگہ سے پکار رہا ہے۔
〃	〃	۶	قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ	(اے پیغمبرؐ ان کافروں سے) کہدے بھلا بتاؤ تو سہی اگر قرآن اللہ تعالے کے پاس سے آیا ہو

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝	پھر تم نے اس کو نہ مانا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو (سیدھی راہ) سے اتنی دور ضد میں پڑا ہوا ہو۔
۲۵	الشوریٰ	۱	وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝	اور ہم نے اسی طرح تجھ پر عربی زبان کا قرآن بھیجا اس لیے کہ تو مکہ والوں کو اور جو ان کے گرد رہتے ہیں ڈرائے اور اس دن کی خبر سنائے جس دن لوگ اکٹھے ہونگے جس میں کوئی شک نہیں (اس دن) ایک گروہ بہشت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔
؍؍	؍؍	۵	وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ۔	اور اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تیری طرف بھیجی (اس سے پہلے) تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا۔ لیکن ہم نے قرآن ایک نور بنایا ہم اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں اس قرآن سے راہ پر لگا دیتے ہیں۔
؍؍	الزخرف	۱	حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝	قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے ہم نے اس کتاب کو جو عربی زبان کا قرآن ہے لوح محفوظ میں لکھا اس لیے کہ تم سمجھو اور یہ قرآن بڑی کتاب میں (لوح محفوظ میں) لکھا ہوا ہے، ہمارے نزدیک تو بلند درجے والا حکمت سے بھرا ہوا ہے۔
؍؍	؍؍	۳	وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ	اور جب ان کے پاس سچا قرآن آپہنچا تو کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے (اگر) یہ قرآن (سچ اللہ کا کلام ہے تو) دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے (امیر) آدمی پر کیوں نہیں اترا۔ کیا تیرے مالک کی رحمت بانٹنا ان کا کام ہے (نبوت بھی ایک اللہ کی رحمت ہے)

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۵	الزخرف	۴	وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ۝	اور یہ قرآن (خود) تیرے اور تیری قوم کے لیے نصیحت ہے اور (لوگو) آگے چل کر تم سے پوچھ ہوگی۔
〃	الدخان	۱	حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ	قسم ہے اس کتاب (قرآن) کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے ہم نے اس کو برکت کی رات میں آتارا ہم کو یہ منظور تھا کہ (لوگوں کو اپنے عذاب سے) ڈرائیں۔ اسی رات کو ہر ایک انتظامی کام کا فیصلہ ہوتا ہے ہمارے پاس سے حکم لیکر بیشک ہم (پیغمبروں کو) بھیجتے ہیں یہ تیرے مالک کی مہربانی ہے وہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔
〃	〃	۳	فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ ہم نے) تو اس قرآن کو تیری زبان (عربی) میں آسان کردیا اس لیے کہ عرب لوگ اس کو یاد رکھیں
〃	الجاثیۃ	۱	حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝	اس کتاب (قرآن) کا آتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا۔
〃	〃	۱	تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم تجھ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد (اور) کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔
〃	〃	〃	هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝	یہ قرآن تو (سچی) راہ بتلاتا ہے اور جو لوگ اپنے مالک کی آیتوں کو نہیں مانتے ان کو بلا کا (تکلیف کا) عذاب ہونا ہے۔
			هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝	یہ قرآن کیا ہے لوگوں کے لیے عقل کی باتیں ہیں اور جو لوگ (قیامت) پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔
۲۶	الاحقاف	۱	حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝	اس کتاب (قرآن مجید) کا آتارنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۶	الاحقاف	۱	قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدے، بتلاؤ تو سہی اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہو اور تم نے اس کو نہ مانا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ ایسی ہی کتاب (اترنے کی) گواہی دے چکا اور وہ ایمان لے آیا لیکن تم اکڑے رہے (تو تمہارا حال کیا ہوتا ہے) بیشک اللہ بے فرمانوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔
″	″	۲	وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝	حالانکہ قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب اُتر چکی ہے جو پیروی کے لائق اور رحمت تھی اور یہ قرآن بھی ایک کتاب ہے جو (اگلی کتابوں کو) سچ تبلاتی ہے عربی زبان میں (اس لیے اُتری ہے) کہ گنہگاروں کو ڈرائے اور نیکوں کو خوشخبری دے۔
″	″	۴	وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِىْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِىَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ	اور یاد کر جب ہم کئی جنوں کو میرے پاس پھیر کر لائے وہ قرآن سننے لگے جب اس کے پاس پہنچے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے چپ رہو پھر جب (قرآن کا پڑھنا) ختم ہوا، تو اپنے بھائیوں کے پاس لوٹ گئے (ان کو عذاب سے) ڈرانے لگے کہنے لگے بھائیو! ہم ایک کتاب سُن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد اُتری ہے وہ اگلی (آسمانی) کتابوں کو سچ بتاتی ہے اور سچا دین اور سیدھا رستہ دکھلاتی ہے۔ بھائیو اللہ تعالیٰ کی طرف) بلانے والے کا کہنا مانو اور (اس پر) ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو تکلیف کے عذاب سے (آخرت کے عذاب سے) بچا دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی (طرف) بلانے والے (اس پیغمبر) کا کہنا نہ مانے گا وہ اللہ تعالیٰ کو

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			أُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝	(کہیں ساری) زمین پر تھکا نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا حمایتی نہیں ہو سکتا ایسے ہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔
٢٦	محمد	٣	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا	کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے نہیں بلکہ ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔
″	قٓ	١	قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝	قسم ہے قرآن کی جو بڑی شان والا ہے۔
″	″	٣	فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝	تو قرآن سے ان لوگوں کو نصیحت کر جو میرے عذاب سے ڈرتے ہیں (خدا کو مانتے ہیں)
٢٧	القمر	٢	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝	اور ہم نے تو قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے لیکن کوئی نصیحت لینے والا بھی ہو۔
″	الرحمٰن	١	اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝	بڑے رحم والے (خدا تم) نے قرآن (محمدؐ کو) سکھلایا
″	الواقعہ	٣	اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝	یہ قرآن عزت والا ہے چھپی ہوئی یا محفوظ کتاب میں (لکھا ہوا)
			لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں سارے جہان کے مالک کی طرف سے اترا ہے۔
٢٨	الحشر	٣	لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ) اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر اتارتے (حالانکہ پہاڑ بہت سخت ہوتا ہے) تو دیکھتا وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے جھک رہا ہے پھٹ رہا ہے اور ہم یہ مثالیں لوگوں سے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں (اور سمجھیں)
٢٩	القلم	٢	وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	حالانکہ قرآن سارے جہان کے لیے نصیحت ہے
″	الحاقہ	٢	اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝	بیشک یہ قرآن عزت والے ~~فرشتے~~ پیغمبر کا لایا ہوا ہے اور وہ شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم یقین کرتے ہو اور نہ کاہن (نجومی) کا کلام ہے تم بہت کم

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ○	غور کرتے ہو، سارے جہان کے مالک کا اتارا ہوا ہے اور اگر پیغمبر (محمدؐ) کوئی بات ہم پر بٹ لیتا (جھوٹ بنا لیتا) تو ہم (گنا ہگاروں کی طرح) اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس کی طرف سے آڑے نہ آتا اور بیشک یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں بعضے لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں اور بیشک یہ قرآن کافروں کو (قیامت میں) افسوس دلائیگا۔ اور بیشک قرآن پورا یقینی ہے۔
۲۹	الجن	۱	اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ۔	ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو سچا رستہ بتلاتا ہے۔
"	المزمل	۱	وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ○	اور قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر اچھی طرح پڑھا کر۔ کیونکہ ہم آگے چل کر تجھ پر ایک بھاری کلام (قرآن) اتاریں گے۔
"	"	۱	اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ○	یہ آیتیں نصیحت کی باتیں ہیں پھر جس کا جی چاہے اپنے مالک کی طرف رستہ بنا لے۔
"	المدثر	۱	كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ○	نہیں نہیں یہ قرآن بیشک (سراسر) نصیحت ہے پھر جس کا جی چاہے اس کو مان لے (یا یاد کر لے)
"	القیمہ	۱	لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔	(اے پیغمبر قرآن اترتے وقت) اس کو جلدی سے یاد کر لینے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کر (تیرے دل میں) اس کا جما دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے پھر جب ہم (فرشتے کے ذریعہ سے تجھ کو) پڑھ کر سنا چکیں اس کے پڑھنے کے بعد تو پڑھا کر۔ پھر اس (دین) میں جو مشکل پڑے اس کا کھول دینا بھی ہمارا کام ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۹	الدھر	۲	اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝	(اے پیغمبرؐ) ہم نے تجھ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا۔
"	"	"	اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ج فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝	یہ باتیں نصیحت ہیں پھر جس کا جی چاہے اپنے مالک تک پہنچنے کا رستہ (اختیار) کرے (توحید اور اسلام قبول کرے)
۳۰	عبس	۱	كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ج فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ م فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝	سن لے قرآن تو ایک (عام) نصیحت ہے جس کا جی چاہے اس سے نصیحت لے۔ عزت والے ورقوں میں لکھا ہوا جو اونچی جگہ رکھے ہوئے ہیں پاک صاف ہیں۔ ایسے لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں جو عزت دار تابعدار ہیں۔
"	التکویر	۱	اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝	بیشک یہ قرآن عزت والے زور والے پیغامبرؑ کا پہنچایا ہوا ہے۔ تخت والے خداوند کے پاس اس کا بڑا درجہ ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے۔ امانت دار ہے۔
"	"	"	وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝	اور قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے تم لوگ کدھر (بہکے) جا رہے ہو (تمھارا کیا خیال ہے) یہ قرآن تو سارے جہان کے لیے نصیحت ہے (مگر) اسی کے لیے (مفید ہے) جو تم میں سے سیدھے رستے پر چلنا چاہے۔
	الانشقاق	۱	وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝	اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔
"	البروج	۱	بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ	یہ قرآن (کچھ معمولی کلام نہیں ہے) بلکہ بڑی بزرگی والا ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔
"	الطارق		اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ	بیشک قرآن ایک فیصلہ کرنے والا کلام ہے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				اور کچھ ہنسی دل لگی نہیں ہے۔
۳۰	الاعلیٰ	۱	سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ	(اے پیغمبر) ہم تجھ کو اچھی طرح (قرآن) پڑھا دیں گے پھر تو نہیں بھولنے کا مگر جو اللہ چاہیے۔
۳۰	القدر	۱	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ	بیشک ہمنے قرآن کو (لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر) شب قدر میں اتارا۔
"	البینۃ	۱	رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۙ	اللہ تعالیٰ کا رسول جو پاکیزہ (مقدس) ورق ان کو پڑھ کر سنائے ان میں پکی معقول باتیں لکھی ہوں۔
۷	الانعام	۲	وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ؕ	اور یہ قرآن (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ پر اتارا گیا ہے اس لیے کہ میں تم کو اور جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے (قیامت تک) ڈراؤں

قرآن عزیز قرآن کریم میں کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیس سال کی مدت میں تبدریج نازل ہوئیں۔ یہ آیات قیامت تک کے لیے ہیں ان میں کوئی تصرف ممکن نہیں اس لیے کہ جیسا کہ فرمایا گیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ بے شک ہم نے ذکر (قرآن) اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

نزولِ قرآن سے اب تک سیکڑوں برس گزرے۔ اس دوران میں بے شمار قوموں اور ملتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ سیکڑوں حکومتیں مٹ گئیں مگر قرآن کا حرف حرف اسی طرح موجود ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اس کے احکام، اس کی سورتیں حتیٰ کہ ہر شوشہ اور نقطہ اسی طرح قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گا۔

انجیل قرآنِ عزیز کے برعکس انجیل کے متعلق تمام اہلِ علم جن میں نصاریٰ بھی شامل ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی ایک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل نہیں۔ پہلی صدی عیسوی سے چوتھی صدی عیسوی کے اوائل تک عیسائیوں میں اکیس سے زیادہ اناجیل رائج تھیں اور الہامی خیال کی جاتی تھیں لیکن ۳۲۵ء میں نائسیا کی کونسل نے ان میں سے صرف چار کو منتخب کرکے باقی کو متروک قرار دے دیا۔

محققینِ یورپ اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ابتدائی تین صدیوں میں سو سے زائد انجلیں پائی جاتی تھیں جو لبعد میں چار کو چھوڑ کر باقی متروک کر دی گئیں اور کلیسا کے فیصلہ کے مطابق ان کا پڑھنا حرام کر دیا گیا۔

مروّجہ چاروں انجیلوں میں سب سے قدیم متی کی انجیل ہے۔ جس کا اصل عبرانی میں ہے اور بیشتر علمائے یورپ اس بات پر متفق ہیں، کہ اس میں بھی تحریف ہوئی ہے۔

دوسری انجیل مرقس کی ہے جو یہودی تھا۔ یہ شخص الوہیت مسیح کا منکر تھا اور اس نے اپنی انجیل میں اُس حصّہ کو نہیں لیا، جس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پطرس کی مدح کرتے ہیں۔ یہ ۱۶۸ئہ میں سکندریہ کے قید خانہ میں قتل ہوا۔ یہ بھی علم نہیں کہ یہ انجیل کب تصنیف ہوئی۔ چنانچہ الفاروق کے مصنف رشد الطالبین ص۱۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے نصارٰی کا خیال یہ ہے کہ یہ پطرس کی نگرانی میں ۶۱ئہ میں تصنیف ہوئی۔

تیسری انجیل سینٹ لوقا کی انجیل ہے۔ جس قدر اختلاف علمائے نصارٰی میں متی کی انجیل سے متعلق ہیں اس سے بھی زیادہ لوقا کی انجیل کی صحت و عدم صحت کے متعلق اختلاف ہے۔

چوتھی انجیل یوحنا کی ہے۔ نصارٰی کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ مسیحؑ کے محبوب شاگرد یوحنا زبدی کی تصنیف ہے مگر زمانہ تصنیف میں مسیحی علما کا اختلاف ہے بعض ۹۶ئہ اور ۹۸ئہ کی تصنیف بتاتے ہیں۔ بیشتر مسیحی علما اسے یوحنا کی تصنیف ہی نہیں مانتے۔ چنانچہ کیتھولک ہیرلڈ جلد ۷ میں پروفیسر لن سے منقول ہے کہ انجیل یوحنا ازابتدا تا انتہا مدرسہ سکندریہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے اور برٹش نیدر لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا اور رسائل یوحنا ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت مسیحؑ کے شاگرد یوحنا کی تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ کسی شخص نے دوسری صدی کے اوائل میں اس کو تصنیف کر کے اسے یوحنا کی جانب منسوب کر دیا کہ وہ لوگوں میں مقبول و مشہور بن جائے۔

غرض موجودہ چاروں انجیلیں الہامی نہیں ہیں نہ ان کے الہامی ہونے کی روایتی سند ہے۔ البتہ ان تراجم میں مواعظ و نصائح اور مقاماتِ حکمت کے سلسلہ میں ایک حصّہ ایسا ضرور ہے جو حضرت مسیحؑ کے ارشاداتِ عالیہ سے ماخوذ ہے اس لئے نقل میں کہیں کہیں اصل کی جھلک نظر آتی ہے۔ ہم نے زیر نظر کتاب میں پیغمبروں کے حالات بیان کرتے وقت ان انجیلوں کے ان حصوں پر کسی حد تک بھروسہ کیا ہے جو قرآن کے بیانات سے اختلاف نہیں رکھتے۔

؎ قصص القرآن جلد چہارم

چوتھا باب

پیغمبروں کی تعلیمات

(اوامر و نواہی)

دنیا میں انبیائے کرام کی آمد کا مقصد دنیا سے شرک، جہالت اور ظلم کی تاریکیوں کو دُور کر کے حق و صداقت اور نیکی کی شمع جلانا تھا۔ چنانچہ تمام انبیائے کرام کی تعلیمات میں یہی بنیادی اصول کارفرما رہا ہے۔ تردیدِ شرک اور اثباتِ توحید ہر نبی، رسول اور پیغمبر کی تعلیم کا پہلا اصول تھا۔ ابتدائی انسان نے مظاہرِ قدرت ہی کو خدا سمجھ لیا تھا اور آندھی، بارش، زلزلہ، بجلی، بیماریوں غرض ہر بات کے لیے علیحدہ خدا بنا رکھا تھا۔ اور ان لاتعداد خداؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبروں نے صنم پرستی کی مخالفت کی اور لوگوں کو ایک خدا کے سامنے جھکنے پر آمادہ کیا۔ پھر بتایا کہ خدا ہی ہر شے پر قادر ہے۔ انسان فاعل بااختیار ہے، وہ ارادے کا اختیار رکھتا ہے اس کی تکمیل اس کے بس کی بات نہیں۔ دنیا آزمایش اور امتحان کی جگہ ہے، ہر انسان کو خدا نے عقل دی ہے جس سے اچھائی، بُرائی، نیکی، بدی، گناہ اور ثواب پر غور اور اس میں تمیز کر سکتا ہے۔ پیغمبروں نے اچھائیوں اور برائیوں کے درمیان فصیل قائم کرنے کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کردہ قواعد و ضوابط دنیا کے سامنے پیش کیے اور بتایا کہ یہ نیکی کا راستہ ہے اور وہ بُرائی کا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ مرنے کے بعد ہر انسان کو اپنے دنیوی افعال کا جواب خدا کے ہاں دینا ہوگا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں پیغمبروں اور رسولوں نے اپنی اپنی قوموں کو آگاہ کیا اور اسی دور کے مطابق اخلاقی اور معاشرتی اصول دنیا کے سامنے پیش کیے۔ دنیا میں اخلاق و انسانیت اور نیکی کی شمعیں جلائیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خاص طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا عملی نمونہ پایا جاتا ہے۔ جسے ہم اوامر و نواہی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی آپ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بے نقاب کر کے رکھ دیا اور بتایا کہ دنیا میں ارفع و اعلیٰ زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو کن کن طریقوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ دنیا کے ساتھ ساتھ عاقبت کو بہتر بنانے کے گُر بھی سکھا دیئے۔ آپ نے خدا کا کوئی حکم ڈھکا چھپا یا پوشیدہ نہیں رہنے دیا بلکہ صاف صاف اور واضح انداز میں دنیا کو نہ صرف بتایا بلکہ اس پر چل کر بھی دکھا دیا۔ عقائد و عبادات کے علاوہ یہ بھی بتا دیا کہ انسان کو دنیا میں خود کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے اور دوسروں کی بہتری کے لیے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ اپنے اہل و عیال دوستوں عزیزوں، والدین، اساتذہ، پڑوسیوں، ملازموں، افسروں، حاکموں غرض معاشرہ میں ہر درجہ کے لوگوں کے ساتھ سلوک روا رکھنے کا ڈھنگ بھی بتایا۔ سلام، ملاقات، خط و کتابت، نشست و برخاست گفتگو، چلنے پھرنے کے طریقے، عیادت، نکاح، ماتم پرسی کے آداب، حسد، بخل، ظلم، چوری، جھوٹ، زنا، ظلم، خیانت

بہتان، حرص وغیرہ جیسی برائیوں کے بدنتائج سے خبردار کرتے ہوئے نیکی، سچائی، رحمدلی، فیاضی، عفو درگزر، مروت، میانہ روی عجز و انکسار، تواضع، شجاعت، صبر و استقلال غرض ہر قسم کی تعلیم دی اور خود ہر معاملے میں عملی نمونہ پیش کرکے دکھایا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلق قرآن تھا یعنی قرآن کی تعلیمات کا آپ عملی نمونہ تھے۔ ان تمام اوامر و نواہی کا ذکر قرآنِ عزیز میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔ یہاں ہم ایسی تمام آیات کو یکجا کرکے پیش کرتے ہیں۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱	البقرۃ	۵	اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○	تم لوگوں کو تو کہتے ہو نیکی کرو اور اپنی خبر ہی نہیں لیتے اور کتاب پڑھتے ہو (توریت شریف) کیا تم کو عقل نہیں ہے۔
۴	آل عمران	۵	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○	(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ تعالےٰ کی بڑی مہربانی ہے کہ تو ان پر (لیعنے مسلمانوں پر) نرم دل ہے اگر کہیں تو اکھڑ سخت دل ہوتا تو تیرے گرد (ایک بھٹکتا سب تیرے پاس) سے تتر بتر ہو جاتے۔ اب ان کا قصور معاف کر دے اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور معاملہ میں ان سے مشورہ لے پھر جب تو ایک بات ٹھہرا تو اللہ پر بھروسا کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس پر بھروسا کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو پھر اور کون ہے جو اس کے بعد تم کو مدد دے اور مسلمانوں کو چاہیئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھیں۔
"	"	۱۸	وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ	اور جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے کچھ (مال) دیا ہے اور وہ اس میں بخیلی کرتے ہیں (فرض زکوٰۃ ادا نہیں کرتے) تو اس کو (یعنی بخیلی کو) اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ وبال ہے جن (مال) میں

پارہ	سورۃ	رکوع	ایات	ترجمہ
			مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝	انھوں نے بخیلی کی ہے وہی قیامت کے دن ان (کے گلے) کا طوق ہوا چاہتا ہے اور آسمانوں اور زمین کا وارث (آخر) اللہ ہی ہوگا اور جو تم کرتے ہو (سخاوت یا بخیلی) اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔
۴	ال عمران	۱۹	لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَۃٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝	جو لوگ اپنے کئے پر پھول جاتے ہیں اور بن کیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو ان کو نہ سمجھنا ہرگز نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے اور ان کو دکھ کا عذاب ہوگا
۔	النساء	۳	وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ج وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ۝	اور ان کو قید مت کرو اس نیت سے کہ جو تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ اڑا لو۔ مگر جب وہ کھلی بدکاری کریں اور عورتوں سے اچھی گذران کرو۔ پھر اگر وہ تم کو نہ بھائیں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت برکت دے۔
۵	〃	۶	وَبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝	اور ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور نزدیک ہمسایہ اور غیر نزدیک ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور لونڈی غلام سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نہیں چاہتا جو اترانے بڑ مارتے ہیں آپ بخیلی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخیلی سکھاتے ہیں اور جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔
〃	〃	۸	اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا	(مسلمانو) اللہ تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ۔
〃	〃	۱۱	وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ	اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم (اس کے جواب میں)

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝	اس سے اچھا سلام کرو یا اتنا ہی کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔
۴	النساء	۱۶	وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝	اور جو لوگ اپنے تئیں آپ دغا دے رہے ہیں ان کی طرف سے مت جھگڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ دغا باز بدکار کو پسند نہیں کرتا لوگوں سے (اپنی چوری) چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپاتے اور جب وہ رات کو ایسی تجویز کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رہتا ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ سنو جی تم لوگوں نے دنیا کی چند روزہ زندگی میں تو ان کی طرف ہو کر جھگڑا کر لیا اب (یہ تو کہو) قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے کون جھگڑا کرے گا یا کون ان کا وکیل بنے گا۔
۵	〃	۱۷	لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝	اکثر ان کے صلاح و مشورے میں بھلائی نہیں ہوتی مگر وہ صلاح جو خیرات دینے یا اچھے کام کرنے یا لوگوں میں ملاپ کرنے کے لیے کی جائے (وہ بیشک اچھی ہے) اور جو کوئی خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے (نہ ناموری کے واسطے) تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔
۵	〃	۲۱	لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝	اللہ تعالیٰ بری بات پکار کر کہنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہو اور اللہ (مظلوم کی دعا) سنتا ہے اور (ظالم نے جو کیا وہ) جانتا ہے۔
۵	الانعام	۶	وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ	اور جو لوگ اپنے مالک کو صبح اور شام پکارتے ہیں اسی کا منہ چاہتے ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	نکال (جیسے کافر کہتے ہیں) تجھ کو ان کا حساب دینا نہیں نہ تیرا حساب ان کو دینا ہے۔ اگر تو ان کو نکالے گا تو بے انصافوں میں شریک ہوگا۔
۸	الانعام	۱۹	وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج	اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔
〃	〃	〃	وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج	اور بے شرمی کی باتیں (جیسے زنا، لواطت وغیرہ) کھلی ہوں یا چھپی ان کے پاس نہ پھٹکو)
〃	〃	〃	وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ج وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط	اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو گو ناطے والے کا مقدمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا قول پورا کرو۔
۹	الاعراف	۲۴	خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝	(اے پیغمبر) درگزر اپنا طریق کرلے اور اچھی بات کا حکم کر اور جاہلوں سے الگ ہو جا۔
۱۱	التوبۃ	۱۵	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	(مسلمانو) اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔
۵	النساء	۲۰	كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ج	انصاف پر قائم رہو خدا سے ڈر کر گواہی دو (یعنی سچی بات کہو) اگرچہ خود تمہارے ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو۔
۱۲	ھود	۱۰	وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	اور (اے پیغمبر) صبر کر کیونکہ اللہ نیکوں کا (نمازیوں کا) بدلہ برباد نہیں کرے گا۔
۱۴	النحل	۱۶	وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝	اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تم کو نقصان پہنچا ہے اور جو تم (لوگوں کی ایذا پر) صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے (بدلہ لینے سے) بہتر ہے۔
۱۵	بنی اسرائیل	۳	وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ	اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے (یعنی تیری زندگی میں) ان میں سے ایک (ماں یا باپ) یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو ان سے ہوں تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا اور نرمی سے ان سے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝	بات کرنا ادب سے) اور مہربانی سے اپنی عاجزی کا بازو ان کے لیے جھکا دے اور دعا کر مالک میرے ان پر رحم کر جیسے ان دونوں نے (مجھ پر رحم کر کے) بچپنے میں مجھ کو پالا۔
۱۵	بنی اسرائیل	۳	وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝	اور (اے پیغمبرؐ) ناطے والے کا حق ادا کر اور مسکین کا اور مسافر کا اور بیجا مت اُڑا (اپنا مال) بیجا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں (شیطان کے دوست اور اس کے تابع ہیں) اور شیطان اپنے مالک کا ناشکرا ہے اور اگر تو ان غریبوں ناطے والوں اور مسکین اور مسافروں کی) اپنے مالک کے فضل کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہو خبر نہ لے سکے تو (خیر) بات تو ان سے نرمی سے کر اور اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ بھی نہیں کہ گردن میں باندھ دے (ایک پیسہ خرچ نہ کرے) اور نہ اتنا پھیلا دے بالکل پھیلانا (کہ جو کچھ تیرے پاس ہے سب اڑا دے) پھر تو لوگ سے بُرا رہا (خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہے۔
۱	البقرۃ	۴	وَآمِنُوا بِمَا أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝	اور جو میں نے (اب) اتارا (یعنی قرآن) اس پر ایمان لاؤ وہ سچ بتاتا ہے اس کتاب کو جو تمھارے پاس ہے (یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہے) اور تم اس کے پہلے منکر مت بنو اور میری آیتوں پر تھوڑا مول مت لو اور میرا ہی ڈر رکھو اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق بات کو مت چھپاؤ۔
〃	〃	۱۳	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝	ایمان والو تم راعنا نہ کہو اُنظُرنا کہا کرو اور بات مانو اور کافروں کو دکھ کی مار ہوگی۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱	البقرہ	۱۸	فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝	تم میری یاد کرتے رہو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرتے رہو ناشکری نہ کرو۔
״	״	۱۹	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝	مسلمانو (مصیبت کے وقت) صبر اور نماز سے مدد لو بیشک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو لوگ اللہ تعا کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔
״	״	۲۱	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝	لوگو زمین میں جو چیزیں حلال پاکیزہ ہیں ان کو کھاؤ اور شیطان کی راہوں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
״	״	״	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝	مسلمانو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ اور اگر تم خالص اللہ تعالےٰ کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اسی کا شکر بجا لاؤ۔
״	״	۲۳	وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مال کا مقدمہ حاکموں تک اس لیے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال میں سے ایک حصہ تم جان بوجھ کر ناحق ہضم کر لو۔
״	״	۲۵	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝	مسلمانو پوری مسلمانی میں آجاؤ (یا سب مسلمان مل کر ایک ہو جاؤ) اور شیطان کے راہوں پر مت چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اگر کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی تم پھسل جاؤ (اور شیطان کے پھندے میں پھنس جاؤ) تو یہ سمجھ رکھو بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا۔
۳	ال عمران	۳	لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ	مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے (یعنی کافروں سے دوستی جوڑے)

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِىْ شَىْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝	تو اس کو اللہ تعالےٰ سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ مگر ہاں جب ایسے امر کا ڈر ہو جس سے بچنا ضروری ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات مقدس سے تم کو ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے۔
۳	ال عمران	۱۱	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝	(مسلمانو) اللہ تعالیٰ سے جیسا ڈرنا چاہیئے ویسا ڈرو اور مرنے تک اسلام پر قائم رہو اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو (یعنے اس کے دین یا عہد یا جماعت یا قرآن کو) تھامے رہو اور پھوٹ نہ کرو۔ جیسے کتاب والے الگ الگ فرقے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو (اے اوس اور خزرج کے لوگو) جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے (رات دن تم دونوں میں لڑائی رہتی) پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل ملا دیئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے (دوزخ) کے کنارے آلگے تھے (اب اس میں گرنے والے تھے) اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچا لیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اس لیے کہ تم سیدھی راہ پر قائم رہو اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہونے چاہئیں جو بھلائی کی طرف (لوگوں) کو بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور یہی لوگ (آخرت میں) بامراد ہوں گے اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے پھوٹ کر لی اور صاف صاف حکم آنے کے بعد اختلاف کرنے لگے۔ اور یہی لوگ ہیں جن کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔

پارہ	سورت	رکوع	آیات	ترجمہ
۴	ال عمران	۱۲	كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط	لوگوں کے (فائدے اور اصلاح کے) لیے جتنی امتیں پیدا ہوئیں ان سب میں تم بہتر ہو تم اچھا کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔
۴	ال عمران	۱۱	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ج وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ٥ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ٥	(مسلمانو) جو مسلمان نہ ہوں ان کو اپنا ہمراز نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی میں کچھ کمی نہیں کرنے کے۔ تمہاری تکلیف سے ان کو خوشی ہوتی ہے ان کی باتوں سے دشمنی کھل گئی ہے اور جو دشمنی ان کے دلوں میں چھپی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے اگر تم سمجھ سکو تو ہم نے تم سے پتے کی باتیں کہہ دیں۔ سنتے ہو تم ان کے دوست ہو، وہ تمہارے دوست نہیں حالانکہ تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں ہم بھی مومن ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں دانتوں سے چباتے ہیں۔ (اے پیغمبرؐ) کہہ دے اپنے غصے میں جل مرو بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے اگر تمہارا فائدہ ہو تو ان کو برا لگے اور جو نقصان ہو تو خوش ہوں اور اگر تم صبر اختیار کر لو اور ان (کی دوستی) سے بچے رہو تو ان کے فریب سے تمہارا کچھ بھی نہیں بگڑنے کا۔ (اس لیے) وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔
″	″	۱۴	وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥	اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا چوڑاؤ آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ (تو لمباؤ کا کیا کہنا) ان پرہیزگاروں کے لیے تیار ہوئی ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
٤	النسآء	١	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○	لوگو! اپنے مالک سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا اور اسی جان میں سے (پہلے اس کی بی بی (حواء) کو پیدا کیا (آدم کی ایک پسلی سے حوا کو نکالا) اور ان دونوں (یعنے آدم اور حواء سے) بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیے اور اللہ تعہ سے ڈرتے رہو جس کا آپس میں واسطہ دیا کرتے ہو (مثلاً کہتے ہو خدا تم کے واسطے ہمارا یہ کام نکال دو) اور ناطہ توڑنے سے بیشک اللہ تعہ تم کو تک رہا ہے۔
٤	〃	١	وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا	اور اپنے مال جن کو اللہ تعالےٰ نے تمہارا سہارا بنایا ہے بیوقوفوں کے حوالے مت کرو۔ اور ان میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور اچھی طرح (نرمی سے) ان سے بات کرو۔
٥	〃	٥	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○	(مسلمانو) آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور سے مت کھاؤ۔ مگر سوداگری کر کے آپس کی خوشی سے اور اپنا خون نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالےٰ تم پر مہربان ہے (وہ تمہاری ہلاکت نہیں چاہتا) اور جو کوئی ظلم (زور) سے ایسا کرے (یعنے خون کرے یا کسی کا مال ناحق اڑالے) تو ہم ضرور اس کو (قیامت کے دن) دوزخ میں ڈالیں گے اور اللہ تعالیٰ پر (یہ دوزخ میں ڈالنا) آسان ہے
〃	〃	١١	وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○	اور اللہ تعالےٰ نے جو تم میں سے کسی کو دوسرے سے زیادہ دیا ہے اس کی ہوس نہ کرو۔ مرد اپنی کمائی کا ثواب پائیں گے اور عورتیں اپنی کمائی کا ثواب پائیں گی اور اللہ تعہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ تعہ سب کچھ جانتا ہے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۵	النساء	۱۲	فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝	ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ۔ اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔
،،	،،	۲۱	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝	(مسلمانو) مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دوست نہ بناؤ (کیونکہ یہ منافقوں کا طریقہ ہے) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا کا صریح الزام اپنے اوپر لو۔
۶	المائدہ	۱	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝	(مسلمانو) اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرو۔
،،	،،	۱	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَا آمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ط	(مسلمانو) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (اور اس کے حکموں کی) بے عزتی نہ کرو۔ نہ حرمت والے مہینے کی، نہ نیاز کے جانور کی، نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں لٹکن ہوں نہ ان لوگوں کی جو عزت والے گھر (خانہ کعبہ) کو جا رہے ہوں اپنے مالک کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہوں۔ اور جب احرام کھول ڈالو تو شکار کرو اور جن لوگوں نے تم کو (حدیبیہ کے سال) مسجد حرام میں آنے سے روکا تھا ان کی دشمنی تم سے زیادتی نہ کرائے اور آپس میں ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری میں مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔
،،	،،	۵	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝	(مسلمانو) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک (پہنچنے کا) وسیلہ ڈھونڈو اور (دین کے دشمنوں سے) اس کی راہ میں لڑو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔
،،	،،	۸	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ م بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝	(مسلمانو) یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ تمہارے خلاف میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی ان سے دوستی رکھے وہ ان ہی میں کا ایک ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو کبھی راہ پر نہیں لانے کا۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۶	المائدۃ	۹	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝	(مسلمانو) جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنایا (اگلی کتاب والے اور کافر مشرک یا منافق) ان کو دوست مت بناؤ اور اگر تم ایمان ہے، تو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔
۷	〃	۱۲	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝	(مسلمانو) جو ستھری چیزیں اللہ تعالےٰ نے تمکو حلال کردی ہیں ان کو (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے (بھی) مت بڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ تعہ تم کو حلال ستھری روزی دے اس کو کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تمہارا ایمان ہے۔
	〃	۱۴	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝	(مسلمانو) ایسی باتیں مت پوچھو جو اگر تم سے بیان کی جائیں تو تم کو بُری لگیں اور اگر ایسے وقت میں پوچھو گے جب قرآن اُتر رہا ہے تو خواہ مخواہ تم سے بیان کی جائیں گی (اب تو جو تم پوچھ چکے (اس سے) اللہ تم نے درگذر کی اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا بردبار ہے ایسی باتیں کچھ لوگ تم سے پہلے (اپنے پیغمبروں سے) پوچھ چکے ہیں پھر جب بتادی گئیں، تو ان پر نہ چلے۔
۷	〃	۱۴	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝	(مسلمانو) تم اپنے تئیں سنبھالو اگر تم (خود) راہ پر رہو تو کسی کی گمراہی سے) تمہارا نقصان نہ ہوگا تم سب کو اللہ تعہ کے پاس لوٹ جانا ہے وہ تم کو جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (اس کا بدلہ دیکر) جتا دیگا۔
۵	النساء	۳	وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا	حالانکہ اللہ تعالےٰ کتاب (قرآن مجید) میں تم پر یہ اتار چکا ہے کہ جب تم سنو (کہیں) اللہ تعہ کی آیتوں سے کفر اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ۖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ	مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری کسی بات میں لگ جائیں۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی انہی کی طرح (کافر) ہو جاؤ گے۔
۷	الانعام	۸	وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝	اور (اے پیغمبر) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں کو کریدتے ہیں تو ان کے پاس سے سرک جا یہاں تک کہ وہ (اس کو چھوڑ کر) دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان (یہ نصیحت) تجھ کو بھلا دے تو یاد آنے پیچھے (ایسے) ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ اور پرہیزگاروں کو ان لوگوں کا کوئی حساب نہیں دینا ہوگا۔ لیکن نصیحت تو کرنا چاہیے شاید وہ بھی (آئندہ اس برے کام سے) بچیں اور (اے پیغمبر) جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو فریب دے رکھا ہے ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دے اور قرآن کے ذریعہ سے نصیحت کرتا رہ، ایسا نہ ہو کوئی جان اپنی کرتوت کے بدل ہلاکت میں پڑ جائے اللہ تعالےٰ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی اور نہ سفارشی ہوگا اور اگر وہ سب طرح کی چھوڑائیاں (بدلے) بھی دے تو بھی اس کی طرف سے قبول نہ ہوں یہی ہیں وہ لوگ جو اپنے کیے کے بدل آفت میں پھنس گئے ان کو پینے کے لیے گرم کھولتا پانی ہے اور تکلیف کا عذاب کیونکہ وہ (دنیا میں) کفر کرتے رہے۔
″	″	۱۳	اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝	جو تیرے مالک نے تجھ کو حکم بھیجا اس پر چل اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور مشرکوں کا خیال چھوڑ دے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۷	الانعام	۱۳	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ط فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝	اور (اے مسلمانو) یہ مشرک جن کو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو برا مت کہو۔ ایسا نہ ہو وہ نادانی (اور گدھے پن) سے اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگیں ایسے ہی ہم نے ہر فرقے کے کاموں کو ان کے نزدیک بھلا کر دیا ہے پھر ان (سب) کو اپنے مالک کے پاس لوٹ کر جانا ہے وہ ان کو جو کرتے تھے بتادیگا۔
۸	"	۱۴	وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ط	اور کھلا گناہ اور چھپا گناہ (دل کا گناہ) دونو چھوڑ دو۔
"	"	۱۷	كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ صلے وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝	(اے بندو) جب یہ پھلیں تو ان کا پھل کھاؤ اور جس دن کٹیں ان کا حق ادا کرو۔ اور بیجا مت اڑاؤ (اسراف نہ کرو) کیونکہ اللہ بیجا اڑانیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔
"	"		كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ ط إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝	(لوگو) خدا نے جو تم کو رزق دیا اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
"	"	۱۹	قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ط وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ج وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ج لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى	کہدے آؤ میں تم کو وہ باتیں سناؤں جو تمہارے مالک نے تم پر حرام کی ہیں (تمکو لازم ہے) کہ تم کسی چیز کو خدا تعالیٰ کا شریک مت ٹھیراؤ۔ ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے مار نہ ڈالو۔ ہم ہی تم کو روزی دیتے ہیں (اور ان کو بھی دیں گے) اور بے شرمی کی باتیں (جیسے زنا، لواطت وغیرہ) کھلی ہوں یا چھپی ان کے پاس نہ پھٹکو اور جس جان کو مار ڈالنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو مت مارو مگر حق پر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تمکو حکم دیا، اس لیے کہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ جب تک وہ جوان نہ ہو مگر اسی طرح سے کہ اس کی بہتری ہو،

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝	جب تک وہ پورا جوان نہ ہو اور ماپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو، ہم ہر شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو، گو ناطے والے کا مقدمہ ہو اور اللہ کا قول پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا اس لیے کہ تم کو نصیحت ہو اور (خدا نے یہ بھی فرمایا ہے) یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو وہ تم کو خدا کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا اس لیے کہ تم (ان کا خلاف کرنے سے) بچے رہو۔
	الاعراف	۱	اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝	(لوگو) جو تمھارے مالک کی طرف سے تم پر اترا (یعنی قرآن وحدیث) اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے چہیتوں کی پیروی مت کرو تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔
		۳	وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝	اور کھاؤ اور پیو اور اڑاؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
〃	〃	۷	وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	اور جب ملک سنور گیا ہو تو اس میں خرابی نہ مچاؤ اور اللہ تعالیٰ کو (اس کے عدل سے) ڈر کر اور (اس کے فضل کی) امید رکھ کر پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں سے نزدیک ہے۔
۹		۲۴	وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝	اور (اے پیغمبر) اپنے دل میں صبح اور شام گڑگڑا کر اور ڈر ڈر کر اور پکار کر بات کرنے سے کم آواز میں اپنے مالک کی یاد کرتا رہ اور غافل نہ ہو۔
〃	الانفال	۳	وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ	اور اس عذاب سے ڈرتے رہو، جو تم میں سے خاص

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝	گنہگاروں پر نہیں پڑتا۔ اور جانے رہو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔
۹	الانفال	۳	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝	مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔ اور اپنی (آپس کی) امانتوں میں بھی جان بوجھ کر چوری نہ کرو اور یہ جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد بھی تمہارا خرابہ ہیں اور اللہ تعالیٰ پاس تم کو بڑا ثواب ملنے والا ہے۔
۱۰	″	۶	وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ بَطَرًا وَّرِئَاۤءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝	اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (اگر کروگے) تو بودے بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہیگی اور صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو دکھلاتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے نکلے اور اللہ تعالیٰ (کا علم) ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔
″	التوبة		يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۤءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۤءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	مسلمانو! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کو چھوڑ کر کفر کو پسند کریں تو تم ان سے بھی دوستی نہ رکھو (چہ جائیکہ غیر کافروں سے) اور جو کوئی تم میں سے ان کی دوستی رکھیں تو وہی بے انصاف ہیں۔
۱۱	یونس	۱۱	وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝	اور تیری طرف جو وحی آتی ہے اس پر چلتا رہ اور صبر کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے اور اللہ تعالیٰ سب فیصلہ کرنیوالوں میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔
۱۲	ھود	۱۰	وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	تو (اے پیغمبر) تجھے جیسا حکم ہوا ہے اس پر چلے جا اور تیرے ساتھ جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور حد سے مت بڑھو۔ بیشک وہ تمہارے کاموں کو دیکھ

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
رہا ہے اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مت جھکو پھر (اگر ایسا کروگے) تو تم کو دوزخ کی آگ جھپٹ جائے گی اور اللہ تعالےٰ کے سوا تو تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ پھر تم کو مدد نہ ملے گی۔	فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝			
میرے بندوں کو خبر کردے کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب (بھی) بڑی تکلیف کا عذاب ہے۔	نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝	۴	الحجر	۱۴
(تو) اپنی آنکھیں (بھی) ان چیزوں کی طرف مت اٹھا، جو ہم نے کئی قسم کے کافروں کو مزہ اٹھانے کو دی ہیں۔ اور نہ ان (کے ایمان نہ لانے) کا رنج کر اور ایمان والوں کے لیے اپنا بازو جھکا دے اور کہدے میں تم کو کھول کر (اس عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔	لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝	۶	"	۱۴
تو جو حکم تجھ کو ملا ہے اس کو کھول کر سنادے اور مشرکوں کا خیال نہ کر۔	فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝	"		"
تو اپنے مالک کی خوبیاں بیان کر (تسبیح اور تحمید کر) اور سجدہ کرنے والوں (نمازیوں) میں شریک رہ اور مرنے تک اپنے مالک کو پوجتا رہ۔	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝	"	"	"
اللہ تعالیٰ بیچ کی راہ چلنے اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور جو اپنے خرچ سے بچ رہے وہ ناطے والوں کو دینے کا اور بے حیائی اور برے کام جو شرع کے خلاف ہوں) اور ظلم سے منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمکو اس لیے نصیحت کرتا ہے کہ تم یاد رکھو اور اللہ کا اقرار پورا کرو جب تم اقرار کرو۔	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ	۱۳	النحل	"
اور اللہ کے ساتھ جو عہد کیا تھا اس کے بدل (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت قبول کرو۔ کیونکہ اللہ	وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا إِنَّمَا عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ	"	"	"

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			تَعْمَلُوْنَ ○ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○	کے پاس جو (ثواب ملنے والا ہے) وہ تمہارے لیے دنیا کے مال متاع سے کہیں بہتر ہے اگر تم سمجھو، تمہارے پاس جو ہے وہ نبڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ (ہمیشہ) باقی رہے گا۔ اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ضرور ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دیں گے۔
۱۴	النحل	۱۵	فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○	تو اللہ تعالیٰ نے جو تم کو پاکیزہ حلال روزی دی ہے اس کو کھاؤ اور اگر تم خاص خدا تعالیٰ کو پوجتے ہو تو اس کی نعمت کا شکر (بھی) کرو۔
〃	〃	〃	وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط	اور تمہاری زبانوں سے جو جھوٹ نکلتا ہے اس کے زبانی رہنے کے لیے یوں مت کہو یہ حلال ہے یہ حرام ہے تاکہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگو۔
〃	〃	۱۶	اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○	لوگوں کو حکمت (اور تدبیر) اور اچھی نصیحت سے (جس میں سختی نہ ہو ملائمت سے سمجھا کر) اپنے مالک کی راہ کی طرف بلا، اور ان سے بحث کر تو اس طور سے جو پسندیدہ ہو بیشک تیرا مالک خوب جانتا ہے۔ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور جن لوگوں نے راہ پائی ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔
〃	〃	〃	وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○	اور (اے پیغمبر) صبر کر اور اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے تو صبر کر سکتا ہے اور ان کا رنج مت کر اور نہ ان کے مکر (اور فریب) سے دل تنگ ہو۔
۱۵	بنی اسرائیل	۴	وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ وَلَا تَقْرَبُوا	اور محتاجی کے ڈر سے اپنے بچوں کو مار نہ ڈالو ہم ان کو اور تم کو (دونوں کو) روزی دیتے ہیں بیشک ان کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے اور زنا کے پاس

پارہ	سورۃ	رکوع	ایات	ترجمہ
			الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۝ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝	نہ پھٹکو بیشک زنا بیشرمی (بےحیائی) اور بُرا چلن ہے اور جس جان کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو مت مارو، مگر حق پر اور جو شخص ناحق مار ڈالا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار (زور) دیا ہے (اب اگر وہ قصاص لینا چاہے تو) خون کرنے میں زیادتی نہ کرے۔ اس کو تو مدد ملی ہے اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (اس میں تصرف نہ کرو) مگر اس طرح جو (اس کے حق میں) بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور اپنا اقرار پورا کرو بیشک (قیامت کے دن) اقرار کی پرسش ہوگی۔ اور جب ماپ کرو تو پوری ماپ دو اور (جب تول کر دینا چاہو) ٹھیک ڈنڈی سے تولو یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے اور جو بات تو نہیں جانتا اس کے پیچھے نہ پڑ، اس لیے کہ کان اور آنکھ اور دل سب سے قیامت کے دن (پوچھ ہوگی اور زمین پر اکڑتا (یا اتراتا ہوا) نہ چل، کیوں کہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکیگا اور نہ پہاڑوں کے برابر لمبا ہو سکے گا (کتنا ہی تن کر چلے) جو جو باتیں اوپر بیان ہوئی ہیں ان میں جو بری ہیں وہ تیرے مالک کو پسند نہیں ہیں۔ یہ وہ دانشمندی کی باتیں ہیں جو تیرے مالک نے تجھ کو وحی کے ذریعہ سے بھیجیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنا (ایسا کرے گا) تو جگ سے بُرا (خدا کی رحمت سے) محروم ہو کر جہنم میں پڑے گا۔
۱۵	بنی اسرائیل	۶	وَقُلْ لِّعِبَادِىْ يَقُوْلُوا الَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ	اور میرے بندوں سے کہدے ■ بات منہ سے نکالیں جو اچھی ہے کیونکہ شیطان (سخت کلامی کرا کر) لوگوں کو

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○	لڑاتا ہے بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔
۱۵	بنی اسرائیل	۹	وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○	اور (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دے سچا دین آگیا اور جھوٹا دین مٹ گیا، کیونکہ جھوٹ تو (ایک دن) ضرور مٹنے والا ہے۔
〃	الکہف	۴	وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ○ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ○	اور کسی بات کو مت کہہ میں کل اس کو کرونگا مگر یوں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر تو (انشاء اللہ کہنا) بھول جائے تو (جب خیال آئے) اپنے مالک کی یاد کر (یعنی انشاء اللہ کہہ لے) اور کہہ دے مجھ کو امید ہے کہ میرا مالک اس سے بھی زیادہ ہدایت کی بات مجھ کو بتلائے۔
〃	〃	〃	وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ	اور جو لوگ صبح اور شام اپنے مالک کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے (یعنی طالب مولیٰ ہیں نہ طالب دنیا) ان کے ساتھ اپنے تئیں روک رکھ اور دنیا کا سازوسامان چاہنے کے لیے اپنی آنکھیں ان کو چھوڑ کر (دوسروں کی طرف) مت دوڑا اور ایسے شخص کا کہا مت مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اور (اے پیغمبرؐ) کہدے یہ قرآن حق ہے تمہارے مالک کی طرف سے (اترا ہے) پھر جس کا جی چاہے نہ مانے۔
۱۶	طٰہٰ	۸	فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا	تو (اے پیغمبرؐ) ان کافروں کی بات پر صبر کر اور سورج نکلنے سے پہلے اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر (یعنی صبح کی نماز پڑھ) اور سورج ڈوبنے سے پہلے (یعنی عصر کی نماز) اور رات کے وقتوں میں بھی پاکی بیان

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
اور دن کے کناروں میں۔ اس لیے کہ تو آخرت میں اس کا ثواب پاکر) خوش ہو اور ہم نے جو کئی قسم کے کافروں کو دنیاوی زندگی کی رونق کا سامان دے رکھا ہے ان کو اس میں آزمانے کے لیے (بلا میں ڈالنے کے لیے) تو اس کی طرف اپنی آنکھیں مت بڑھا (اس کی خواہش مت کر) اور تیرے مالک کا دین اس سے کہیں بہتر اور دیرپا ہے۔	مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝			
اور جھوٹ بولنے سے بچے رہو۔	وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝	۴	الحج	۱۷
یہ تو سب ٹھیک ہے) اور جو کوئی اتنا ہی بدلہ لے جتنا وہ ستایا گیا تھا پھر (ظالم کی طرف سے) اس پر زیادتی ہو (دوبارہ اس کو ستائے تو بیشک) اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا (کیونکہ وہ مظلوم ہے) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔	ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝	۸	”	”
(ایمان والو) رکوع کرو اور سجدہ کرو (یعنی نماز پڑھو) اور اپنے مالک کو پوجو اور نیکی کرتے رہو۔ اس لیے کہ تم مراد کو پہنچو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کوشش کرنے کا حق ہے ویسی کوشش کرو۔	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ	۱۰	”	”
ایمان والے مراد کو پہنچ گئے، وہ جو اپنی نماز میں دل لگاتے ہیں اور جو نکمی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور وہ جو اپنی خواہش کا مقام (شرمگاہ) تھامے رہتے ہیں (کسی سے اپنی خواہش پوری نہیں کرتے) مگر اپنی بیبیوں یا لونڈیوں سے ان پر کوئی الزام نہیں جو کوئی ان (دو) کے سوا (اور طرح سے شہوت نکالنا) چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے	قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ	۱	المؤمنون	۱۸

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ	بڑھے ہوئے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔
۱۸	المؤمنون	۶	اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝	(اے پیغمبرؐ اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرے) تو برائی کا دفعیہ اس طرح سے کر جو بہت اچھا ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ کافر بکتے ہیں اور (یوں) دعا کر مالک میرے میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور مالک میرے تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔
۱۸	النور	۳	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰي مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝	مسلمانو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) اور جو کوئی شیطان کی پیروی کرے (وہ گمراہ ہوگا) اس لیے کہ شیطان تو بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو (اسے) کہیگا اور اگر اللہ کا فضل اور کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی (گناہ) سے پاک نہ رہ سکتا لیکن اللہ (اپنے بندوں میں سے) جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (سب) سنتا جانتا ہے۔
"	"	"	وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	اور جو لوگ تم میں بزرگی والے اور مالدار ہیں وہ (اپنے) ناطے والوں اور محتاجوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (خیرات) نہ دینے کے لیے قسم نہ کھا بیٹھیں، بلکہ معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو (تمھاری خطاؤں کو) بخشے اور اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۱۸	النور	۴	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	مسلمانو! تم اپنے گھروں کے سوا (پرائے) گھروں میں مت گھسو، جب تک ان گھروالوں سے اذن نہ لو اور (باہر رہ کر) سلام علیک نہ کرلو یہ (اذن لینا اور سلام کرکے اندر جانا) تمھارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو پھر اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ (اندر سے کچھ جواب نہ آئے) تو جب تک تم کو اذن نہ ہو اندر مت گھسو اور اگر (اندر سے) تم کو یہ جواب ملے کہ لوٹ جاؤ، تو لوٹ جاؤ۔ بہت عمدہ (تہذیب) ہے تمھارے لیے اور اللہ تو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ جس مکان میں تمھارا اسباب دھرا ہو وہاں کوئی نہ رہتا ہو اس میں (بے اذن لیے) جانا تم پر کوئی گناہ نہیں اور جو تم کھل کر کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو اللہ تعالے (سب) جانتا ہے (اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہہ دے اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو تھامے رہیں یہ ان کے لیے بہتر ہے (عمدہ بات ہے) وہ جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہہ دے اپنی نگاہ نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہ تھامے رہیں (یا ڈھانپے رہیں)
〃	〃	۴	وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا	اور تمھارے غلاموں لونڈیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو اگر اس لائق سمجھو تو مکاتب کردو اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنا مال تم کو دیا ہے اس میں سے ان کو (بھی) دو اور تمھاری لونڈیاں اگر پاکدامن رہنا چاہیں تو ان سے دنیا کی زندگی کا سامان کمانے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ وَ مَنْ یُّکْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِکْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝	کے لیے (روپیہ پیدا کرنے کے لیے) زبردستی حرامکاری نہ کراؤ اور جو کوئی ان پر زبردستی کریگا تو زبردستی کے بعد (ان پر گناہ نہ ہوگا) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔
۱۸	النور	۸	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝	مسلمانو! تمہارے غلام لونڈی اور جو (لڑکے لڑکیاں) تم میں سے ابھی جوان نہیں ہوئے وہ تین وقتوں میں (تمہارے پاس آنے کی) اجازت لے لیا کریں۔ (ایک تو) فجر کی نماز سے پہلے اور (دوسرے) دوپہر دن کو جب تم (سونے کے لیے) اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور (تیسرے) عشا کی نماز کے بعد یہ تین تمہارے بے پردگی کے وقت ہیں ان وقتوں کے سوا (بے اجازت آنے میں) نہ تم پر گناہ ہے نہ ان پر۔ تم ایک دوسرے پاس آتے جاتے رہتے ہو، یوں ہی اللہ تعالیٰ (اپنے) حکم تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے (تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ اور ان پر عمل کرو) اور اللہ تعالیٰ (سب) جانتا ہے حکمت والا اور جب تمہارے لڑکے جوان ہو جائیں تو جس طرح وہ لوگ (ہر وقت) اجازت لیتے ہیں جوان سے پہلے جوان ہو چکے ہیں یہ بھی اجازت لے لیا کریں۔ یونہی اللہ تعالیٰ اپنے حکم تم سے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ (سب) جانتا ہے حکمت والا۔
〃	〃	۱۱	فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	پھر جب تم گھروں میں (کھانے کے لیے) گھسنے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو یہ ایک اچھی دعا

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			مُّبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	ہے خدا کی طرف سے (یعنے خدا تعالےٰ نے اس کا حکم دیا) برکت والی پاکیزہ اللہ تعالیٰ یونہی اپنے حکم تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اس لیے کہ تم کو عقل آئے (یا تم سمجھو)
۱۸	النّور	۹	لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	(مسلمانو!) جب رسول تم کو بلائے تو اس کا بلانا ایسا مت سمجھو جیسا آپس میں ایک دوسرے کو بلانا سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں آنکھ بچا کر سٹک جاتے ہیں۔ پھر جو لوگ پیغمبر کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہیے (دنیا میں) کوئی مصیبت ان پر آن پڑے یا (آخرت میں) کوئی تکلیف کا عذاب ان کو پہنچے۔
۱۹	الفرقان	۵	فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۔	تو کافروں کا کہنا مت مان اور قرآن کے زور سے ان سے خوب جہاد کر۔
″	″	″	وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۝	اور اے پیغمبرؐ کافروں سے مت ڈر) اس خدا پر بھروسا کر جس کو موت نہیں (ہمیشہ) زندہ ہے اور تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کر اور اپنے بندوں کے گناہوں سے اس کا خبردار ہونا بس کرتا ہے (وہ سب بندوبست کر لیگا)
″	″	۶	وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝	اور خدا تعالےٰ کے (نیک) بندے وہ ہیں جو عاجزی کے ساتھ (یا آہستگی اور وقار کے ساتھ) زمین پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بھڑ جاتے ہیں تو کہتے ہیں (اچھا صاحب) سلام۔
″	الشعراء	۱۱	وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور اپنے رشتے کے رشتہ داروں کو ڈرا اور جو مسلمان تیرے تابعدار بن گئے ہیں ان کے سامنے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ۝ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝	بازو جھکائے رہ (ان سے خاطر اور محبت سے پیش آ) تواضع کے ساتھ، پھر اگر وہ تیرا کہنا نہ مانیں تو کہہ دے میں تمہارے کاموں سے الگ ہوں اور زبردست مہربان خدا پر بھروسا رکھ جو تجھ کو (نماز میں اکیلے) کھڑے ہوتے وقت اور نمازیوں کے ساتھ (جماعت میں) تیرے اٹھنے بیٹھنے (ہر حرکت) کو دیکھ رہا ہے بیشک وہی سنتا اور جانتا ہے۔
۱۹	النمل	۶	فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۝	تو (اے پیغمبر) اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر کیونکہ تو صریح حق پر ہے۔
۲۰	القصص		أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝	ان لوگوں کو ان کی مضبوطی کے بدلے دوہرا ثواب دیا جائے گا اور یہ لوگ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی لغو بات (جیسے مشرکوں کی گالی گلوچ) سنتے ہیں تو انجان ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں (اچھا بھائی تم جانو) ہمارے کیے ہمارے سامنے آئیں گے اور تمہارے کیے تمہارے سامنے (اچھا بھائی) سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے۔
۲۰	العنکبوت	۱	وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۝ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝	اور ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا ہے کہ ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرے اور (یہ بھی کہدیا) اگر وہ زبردستی چاہیں کہ میرا شریک بنائے اس کو جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا کہنا مت مان تم (سب کو) میرے پاس (ایک دن) لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے رہتے ہیں تم کو جتلا دونگا۔
۲۱	〃	۵	وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ	اور کتاب والوں (یہود اور نصاریٰ) سے جھگڑا

پارہ	سورت	رکوع	آیات	ترجمہ
			اَحۡسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡہُمۡ وَ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَ اِلٰـہُنَا وَ اِلٰـہُکُمۡ وَاحِدٌ وَّ نَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۝	کرو، مگر اچھے طور سے۔ مگر جو ان میں شرارت کریں اور یوں کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہم اترا (یعنی قرآن پر) اور جو تم پر اترا اور ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے تابعدار ہیں۔
۲۱	الروم	۴	فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ٭ۙ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ٭ۙ مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡہِ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ۝	تو (اے پیغمبر) ایک طرف کا ہو کر اپنا منہ دین پر قائم رہ کر اس دین پر جس پر اللہ تعالٰی نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالٰی کی بناوٹ بدل نہیں سکتی یہی سچا ٹھیک دین ہے (جو فطرت کے موافق ہے) مگر اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں سمجھتے اسی (ایک خدا) کی طرف رجوع رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو درستی سے ادا کرتے رہو اور شرک کرنے والوں میں شریک نہ ہو ان لوگوں میں جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور کئی ہو گئے (اور پھر) ہر گروہ اپنے (جھوٹے) اعتقاد پر پھولا ہوا ہے۔
	"	"	فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ وَ الۡمِسۡکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ ۫ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝	تو (اے پیغمبر) ناطے والے کو اس کا حق دے اور محتاج اور مسافر کو (ان کا حق) جو لوگ خدا کا منہ (دیکھنا) چاہتے ہیں ان کے لیے یہ بہتر ہے اور وہی مراد پائیں گے۔
۲۱	لقمٰن	۲	وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِہٖ وَ ہُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰہِ ؕؔ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ۝	اور (اے پیغمبر) وہ وقت یاد کر جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹا اللہ تعالٰی کا کسی کو شریک مت بنانا کیونکہ شرک بڑا سخت گناہ ہے۔
	الروم	۵	فَاَقِمۡ وَجۡہَکَ لِلدِّیۡنِ الۡقَیِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ یَوۡمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوۡنَ ۝	تو (اے پیغمبر) اس دن کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹل نہیں سکتا اپنا منہ (سچے اور) ٹھیک دین پر قائم رکھ اس دن (سب لوگ) الگ الگ

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				ہوجائیں گے (مومن جدا کافر جدا)
۲۱	الروم	۵	فَانْظُرْ اِلٰىٓ اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝	تو (اے دیکھنے والے) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اثر دیکھ زمین کو مرے بعد پھر کیونکر جلاتا ہے۔ بیشک وہی خدا (جو زمین کو مرے پیچھے جلاتا ہے قیامت کے دن) مردوں کو بھی جلائیگا وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔
〃	〃	۶	فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝	تو (اے پیغمبرؐ) صبر کیے رہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (ایک روز تو ضرور غالب ہوگا) اور کہیں ایسا نہ ہو (یہ) بے ایمان لوگ تجھکو بیصبرا بنا لیں (تو چھچھورا جلد باز ہوجائے)
〃	لقمٰن	۲	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝	اور ہم (تجھ سے پہلے) لقمان کو حکمت دے چکے ہیں اور ہم نے (اس سے فرمایا) اللہ کا شکر کر اور جو کوئی شکر کریگا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر کریگا اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا۔
〃	〃	〃	وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے لیے (اچھا سلوک کرنے کا) حکم دیا۔ ماں نے تو اس کو تھک تھک کر (اپنے پیٹ میں) اٹھایا اور دو برس میں (کہیں) اس کا دودھ چھوٹا۔ (ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا) کہ میرا شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا اور (آخر) تجھ کو (مرے بعد) میرے پاس لوٹ کر آنا ہے اور اگر تیرے ماں باپ زور زبردستی سے یہ کہیں کہ اللہ کے ساتھ اس کو شریک کر جس کے شریک ہونے کی تیرے پاس کوئی سند نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے موافق رہ اور (دین میں) اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہے پھر میرے ہی پاس تمکو لوٹ کر آنا ہے میں تمکو جو تم (دنیا میں) کرتے رہے (اسکا بدلہ دیکر) جتلادونگا

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۱	لقمٰن	۲	يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝	بیٹا نماز کو درستی سے ادا کرتا رہ اور اچھی بات کرنے کا حکم کرتا رہ اور بُری بات سے منع کرتا رہ اور جو آفت تجھ پر آن پڑے اس پر صبر کر۔ بیشک یہ کام بڑے ضروری کام ہیں۔ اور لوگوں سے اپنی گال نہ پھیلا اور زمین پر اترانا (اکڑتا) ہوا مت چل، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور بیچ کی چال چلا کر اور اپنی آواز آہستہ رکھ کیونکہ گدھوں کی آواز (سب) آوازوں میں بُری ہے۔
۲۲	الاحزاب	۱	يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝	اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان، بیشک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا ہے حکمت والا اور جو تیرے مالک کی طرف سے تجھ پر وحی اُترتی ہے اس پر چلتا رہ بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے (سب) کاموں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھ اور وہ بس ہے کام بنانے والا۔
"	"		يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝	مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کیا کرو اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔
"			وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝	اور (اے پیغمبر!) کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مان اور وہ جو تجھ کو ستاتے ہیں کا خیال چھوڑ دے۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھ اور اللہ تعالیٰ بس ہے کام بنانے والا۔
"	"	۷	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ	مسلمانو جب تم کو کھانے کے لیے بلایا جائے تو پیغمبر کے گھر میں نہ جاؤ، مگر اجازت سے (وہ بھی ایسے وقت میں جاؤ کہ) اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے بلکہ جب بلائے جاؤ اس وقت جاؤ۔ پھر کھانا

پارہ	سورت	رکوع	آیات	ترجمہ
			فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَانِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْکِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝	کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ، کیونکہ ایسا کرنے سے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی ہے وہ تم سے شرماتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو سچ بات کہنے میں کوئی شرم نہیں اور جب پیغمبر کی بی بیوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس سے تمھارے دل اور ان کے دل (شیطان کے وسوسوں سے) خوب پاک رہیں گے اور تمھارے لیے یہ زیبا نہیں کہ اللہ کے پیغمبر کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ اس کے پیچھے اس کی عورتوں سے کبھی نکاح نہ کرو۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے۔
۲۲	الاحزاب	۹	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَکَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ۝	مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنھوں نے موسیٰؑ کو ستایا پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو اس (عیب) سے جو وہ کہتے تھے پاک کر دکھایا اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک موسیٰؑ عزت دار تھا۔
"	"	"	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝	مسلمانو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہو اور سیدھی (صحیح) بات کہو (ایسا کرو گے تو) اللہ تعالےٰ تمہارے کام بنا دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کہے پر چلے اس نے بڑی مراد پائی۔
"	السبا	۶	قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ؕ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ؕ	کہہ دے سچا دین (توحید کا) آن پہنچا اور جھوٹا دین (بالکل مٹ گیا) نہ وہ آسکتا ہے نہ پلٹ سکتا ہے۔ کہہ دے اگر میں بہک گیا ہوں تو بہک کر اپنا ہی برا کروں گا اور جو میں ہدایت پر آ گیا ہوں تو میرے مالک

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				کی مجھ پر وحی بھیجنے سے بیشک وہ سن رہا ہے نزدیک ہے
۲۲	فاطر	۱	يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا قف وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝	لوگو اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) برحق ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو دنیا کی زندگی دھوکا دے اور ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو اللہ تعالیٰ کے باب میں فریب دے۔
۲۳	والصّٰفّٰت	۱	فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ط	ان کافروں سے پوچھ، ان کا (دوبارہ) پیدا کرنا مشکل ہے یا جو ہم پیدا کر چکے ہیں۔
″	″	″	فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝	اب ان (مکہ کے) کافروں سے پوچھ کیا تیرے مالک کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔
″	″	۵	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝	تو چند روز تک ان (مشرکوں) کا خیال چھوڑ دے اور ان کو دیکھتا رہ آگے (اپنی ذات) دیکھ لیں گے۔
″	″	″	وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝	اور چند روز تک ان کا خیال چھوڑ دے اور دیکھتا رہ یہ بھی آگے چل کر (اپنا نتیجہ) دیکھ لیں گے۔
″	ص	۲	اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ	(اے پیغمبر) ان کی باتوں پر صبر کیے رہ۔
″	″	۵	قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ق	(اے پیغمبر) کہہ دے میں تو اور کچھ نہیں اللہ کے عذاب سے) تم کو ڈرانے والا ہوں۔
″	″	″	قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝	(اے پیغمبر) لوگوں سے) کہہ دے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پہنچانے کا تم سے نیگ نہیں مانگتا اور نہ میں اپنے تئیں بنانا چاہتا ہوں۔
۲۳	الزمر	۲	قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ط اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝	(اے پیغمبر) کہہ دے میرے ایمان والے بندو اپنے مالک سے ڈرتے رہو، جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کرینگے ان کے لیے آخرت میں اچھا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے جو لوگ بلاؤں پر صبر کرتے ہیں ان کو (آخرت میں) ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا۔

پاره	سورة	رکوع	آیات	ترجمه
۲۳	الزمر	۲	قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُوْنَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝	(اے پیغمبرؐ) کہہ دے مجھے تو حکم ہوا ہے کہ اللہ کو پوجوں خالص اسی کی بزرگی کروں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا تابعدار بنوں۔
″	″	″	قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۗ قُلْ إِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ أَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝	(اے پیغمبرؐ) کہدے میں تو بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اگر اپنے مالک کی نافرمانی کروں کہہ دے میں تو اللہ تعالیٰ کو پوجتا ہوں، خالص اسی کی بندگی کرتا ہوں تم اس کے سوا جس کو چاہو پوجو، (اے پیغمبرؐ) کہہ دے (در اصل) ٹوٹا اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو ہار بیٹھیں گے سن لے یہی تو کھلا نقصان ہے۔
۲۴	″	۴	قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝	(کہدے بھائیو تم اپنی جگہ (جو کرتے ہو وہ) کیے جاؤ میں (جو کرتا ہوں وہ) کیے جاؤنگا تم آگے چل کر ضرور جان لوگے (دنیا میں) رسوا کرنے والی آفت کس پر آتی ہے اور ہمیشہ کا عذاب (آخرت میں) کس پر اترتا ہے۔
″	″	۶	قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۗ إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَأَنِيْبُوْٓا إِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا أَحْسَنَ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ أَنْ تَقُوْلَ	(اے پیغمبرؐ) کہدے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے بیشک وہی (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے اور تم پر عذاب آنے سے پہلے تم اپنے مالک کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرماں برداری کرو، عذاب آئے بعد پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے گا اور تم پر بے خبری میں ناگاہ عذاب آجانے سے پہلے جو اچھا کلام (تمہارے مالک کی طرف سے تم پر اترا ہے (یعنی قرآن) اس پر چلو ایسا نہ ہو تم میں سے) کوئی شخص یوں کہنے لگے ہائے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝	افسوس میں نے اللہ کی اطاعت میں کیسی کوتاہی کی اور میں تو بیشک (دنیا میں دین کا) مسخرہ پن ہی کرتا رہا یا یوں کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو رستہ بتلاتا تو آج میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھ لے تو یوں کہے کاش ایک بار (اور) میں (دنیا میں) بھیج دیا جاؤں تو میں بھی نیکوں میں شامل ہو جاؤں (اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیگا) کیوں نہیں (ارے کافر دنیا میں) تو میری آیتیں تجھ تک پہنچی تھیں لیکن تو نے ان کو جھٹلایا اور شیخی کرنے لگا اور منکر بن بیٹھا۔
۲۴	المومن	۶	فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ۝	تو (اے پیغمبر) صبر کیے رہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور (اپنے قصور کی بخشش مانگتا اور صبح اور شام اپنے مالک کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتا رہ۔
〃	〃	〃	فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ	تو (اے پیغمبر) اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہ (سب کچھ) سنتا دیکھتا ہے۔
〃	〃	۸	فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝	تو (اے پیغمبر) صبر کیے رہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر جو ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے اگر اس میں سے کچھ تجھ کو دکھلائیں یا ہم تجھ کو (دنیا سے) اٹھا لیں تو (بھی یہ کافر بچ نہیں سکتے آخر ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔
〃	حم السجدہ	۱	فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ	سیدھے اسی کی طرف منہ کیے رہو (اسی کی پوجا کرو) اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔
〃	〃	۵	اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا	برائی کا بدلہ اچھے سے اچھا کر (ایسا کریگا تو دیکھ لیگا) جو تیرا دشمن تھا وہ ایک دم سے ایسا ہو جائیگا جیسے (تیرا) دلسوز دوست اور یہ بات ان ہی کو حاصل

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ	ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور ان ہی کو اس کی توفیق ہوتی ہے جو نصیبے والے ہیں۔
۲۴	حٰم السجدۃ	۵	وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ	اور (اے پیغمبر) اگر شیطان کے گدگدانے سے تجھ کو گدگدی ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ (وہ تجھ کو بچا لیگا) بیشک وہ (سب) سنتا جانتا ہے۔
″	″	″	لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ ۭ	سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو (وہ تمہاری طرح ایک مخلوق ہیں) اور خدا کو سجدہ کرو۔
۲۵	الشوریٰ	۲	فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ	اسی وجہ سے تو (لوگوں کو) بلاتا رہ اور تو خود بھی جس طرح تجھ کو حکم ہوا جما رہ اور ان کی خواہشوں پر مت چل اور کہہ دے میں تو اللہ نے جتنی کتابیں اتاریں سب پر ایمان لایا اور مجھے یہ حکم ہے کہ تمہارے آپس کے جھگڑوں میں انصاف کروں۔ اللہ ہمارا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارا کیا ہمارے لیے اور تمہارا کیا تمہارے لیے، ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمکو (تمکو) اکٹھا کریگا اور اسی کی طرف (آخر سب کو) لوٹنا ہے۔
″	″	۳	قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ	کہدے (لوگو) میں تم سے خدا کا پیغام پہنچانے پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، مگر ناطے کی محبت تو رکھو۔
″	″	۴	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ	ان لوگوں کے لیے جو ایماندار ہیں اور اپنے مالک پر بھروسہ رکھتے ہیں اور (یہ ثواب ان لوگوں کے لیے ہے) جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بیحیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے مالک کا حکم مانتے ہیں اور نماز کو درستی کے ساتھ ادا کرتے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝	ہیں اور ان کا کام آپس کی صلاح (اور مشورے) سے چلتا ہے اور جو مال متاع، ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن پر کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ (ظالم) سے بدلہ لیتے ہیں۔
۲۵	الشوریٰ	۴	وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ۝	اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے اس پر بھی جو کوئی معاف کر دے اور مل جائے (صلح کر لے) تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس پر ظلم ہوا وہ اگر بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں، الزام تو انہی لوگوں پر ہے جو (شروع ہی سے) لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق دھوم مچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تکلیف کا عذاب ہوگا۔ اور البتہ جو کوئی (دوسرے کے ظلم کرنے پر بھی) صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔
〃	〃	۵	اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝	(لوگو) اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اپنے مالک کا کہا مانو اس دن تم کو نہ تو کہیں پناہ ملے گی اور نہ تم کو (اپنے گناہوں کا) انکار کرتے بنے گا۔
〃	الزخرف	۴	فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ أُوْحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝	تو (اے پیغمبر) تجھ کو جو حکم آیا اس کو (مضبوط) تھامے رہ (شریعت پر قائم رہ) بیشک تو سیدھے رستہ پر ہے۔
۲۵	الزخرف	۷	فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝	تو (اے پیغمبر) ان کو ٹرا بکنے اور کھیلنے دے جب تک ان کا دن جس کا ان سے وعدہ ہے آن پہنچے۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۵	الزخرف	۷	فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ؕ	تو (اے پیغمبر) ان سے منہ پھیر لے (یا در گزر کر) اور کہدے (اچھا جاتی) سلام آگے چل کر ان کو معلوم ہوگا۔
″	الجاثیہ	۲	قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝	(اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہدے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کاموں کی امید نہیں رکھتے ان سے درگذر کریں۔ تا کہ اللہ ہی لوگوں کو ان کے کاموں کا بدلہ دے۔
″	″	″	ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝	پھر (موسیٰ کے بعد) ہم نے تجھکو دین کے رستے (شریعت) پر لگا دیا تو اسی پر چلتا رہ اور نادانوں کی خواہشوں پر مت چل یہ (نادان) لوگ اللہ کے مقابلے میں تیرے کچھ کام نہیں آئیں گے اور (تجھ میں ان میں دوستی کیسے ہو سکتی ہے) گنہگار گنہگاروں ہی کے دوست ہوتے ہیں اور پرہیزگاروں کا اللہ دوست ہے۔
۲۶	الاحقاف	۲	وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ	اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے ماں نے تکلیف اٹھا کر (چھ مہینہ یا زیادہ) اس کو پیٹ میں رکھا، اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں (پورا) ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب اپنے زور کو پہنچا اور (پھر) چالیس برس کی عمر ہوئی تو کہنے لگا مالک میرے مجھ کو ایسی توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر کروں۔
″	″	۴	فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	تو (اے پیغمبر) جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے (کافروں کے ستانے پر) صبر کیا تو بھی صبر کر اور ان کے (عذاب کے) لیے جلدی مت کر جس دن وہ اس (عذاب) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے تو ان کو (یہ) معلوم ہوگا، جیسے وہ (دنیا میں) رہے ہی نہیں مگر گھڑی

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				پھر دن رہے ہوں تو رہے ہوں یہ قرآن کیا ہے خدا کا حکم پہنچا دینا ہے اب (خدا کے عذاب سے) وہی تباہ ہونگے جو نافرمان ہیں۔
۲۶	محمد	۲	فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ	(تو اے پیغمبرؐ اس (اعتقاد پر) جمارہ کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش کے لیے اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتوں کے لیے دعا مانگتا رہ۔ اور اللہ ہی جانتا ہے تم (دنیا میں) کیا کرتے رہو گے (اور آخرت میں) کہاں رہو گے۔
〃	〃	۴	فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ڰ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۔	(اے مسلمانو جہاد سے بودے نہ بنو اور (اپنی طرف سے) صلح کا پیغام نہ دو اور آخرکار اللہ کے فضل سے تم ہی غالب ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے کاموں (کے ثواب) میں تمکو گھاٹا نہیں دیگا۔
〃	الحجرات	۱	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ	مسلمانو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے بڑھ کر بات نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تو سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ مسلمانو پیغمبرؐ کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ ہونے دو اور پیغمبر سے اس طرح پکار کر بات نہ کرو۔ جیسے تم ایک دوسرے سے پکار کر کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو تمہارے (نیک) اعمال غارت ہو جائیں (اکارت ہوں) اور تم کو خبر نہ ہو۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول کے سامنے اپنی آوازیں دبی (دھیمی) رکھتے ہیں ان ہی کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری (کی کسوٹی) پر کس لیا ہے۔ ان کے لیے (آخرت میں) گناہوں کی معافی اور بڑا نیک (ثواب) ہے (اے پیغمبرؐ) جو لوگ تجھ کو حجروں کے باہر سے (جن

پارہ	سورت	رکوع	آیات	ترجمہ
			أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝	میں آپ تشریف رکھا کرتے تھے) آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر یہ لوگ اس دم تک دم لیتے جب تک تو ان کے پاس برآمد ہوتا تو ان کے لیے (دین اور دنیا دونوں میں) بہتر ہوتا اور اللہ (ان کے اس قصور اور بے ادبی پر بھی اگر وہ توبہ کریں) بخشنے والا مہربان ہے مسلمانو! (جلدی مت کیا کرو) اگر کوئی بدکار شخص کوئی خبر لائے تو اس کو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم بے جانے بوجھے کسی قوم پر چڑھ دوڑو پھر (جب اصل حال معلوم ہو) تو اپنے کیے پر پچھاؤ اور یہ جان لو کہ اللہ تعالےٰ کا پیغمبر تم میں موجود ہے (اللہ تم اس کو ہر خبر کا حال تبلا دیگا) بہت باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ تمہارا کہنا ان میں مان لیا کرے، تو تم آفت میں پھنس جاؤ۔ مگر (عمدہ) بات (یہ ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور تمہارے دلوں میں اس کو اچھا کر دکھایا ہے اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تم میں نفرت ڈال دی ہے۔ یہی لوگ تو اللہ کے فضل اور کرم سے ٹھیک رستے پر ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا۔
۲۶	الحجرات	۲	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ	مسلمانو! (مرد، دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں شاید وہ (اللہ تم کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، شاید وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) ان سے اچھی ہوں اور ایک دوسرے پر طعنہ نہ مارو اور نہ کسی کو برے نام سے (جس سے وہ چڑتا ہو) پکارو۔

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝	ایمان لانے کے پیچھے ایسی بدزبانی کرنی فسق (بدنامی) کی بات ہے اور جو لوگ ایسی حرکتوں سے توبہ نہ کریں وہ بڑے شریر ہیں۔
۲۶	الحجرات	۲	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝	مسلمانو! (اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ) بہت گمانی کرنے سے بچے رہو کیونکہ بعضا گمان گناہ ہے اور کھوج نہ کیا کرو (ٹوہ نہ لگایا کرو) اور کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ بھلا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم (ضرور) اس سے گھن کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تو (بڑا) معاف کرنے والا مہربان ہے۔
″	ق	۳	فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝	تو (اے پیغمبر) ان کافروں کی باتوں پر صبر کیے رہ اور سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے مالک کی خوبی تعریف کے ساتھ بیان کرتا رہ اور رات کے وقت اور نماز کے بعد بھی اس کی پاکی بیان کر اور (اے پیغمبر) کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا (فرشتہ) جو مقام نزدیک ہے وہاں سے (مُردوں) کو پکارے گا۔
۲۷	الذاریت	۳	فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝	تو (اے لوگو) اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو (اس کی پناہ لو) میں اس کی طرف سے تم کو کھول کر ڈراتا ہوں۔
″	″	″	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ۝ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝	تو ان کا (کچھ خیال نہ کر تجھ پر کیا عیب ہے اور (سب لوگوں کو) نصیحت کیے جا بیشک ایمان والوں کو نصیحت فائدہ دے گی۔
″	الطور	۲	فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝	تو (اے پیغمبر) تو (لوگوں کو) نصیحت کیے جا اللہ کے فضل سے نہ تو تو کاہن ہے نہ باؤلا ہے۔
″	″	″	فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي	تو (اے پیغمبر) ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے یہاں تک

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ	اس دن کو پائیں جس دن بیہوش ہو جائیں گے جس دن اُن کا داؤں (فریب) ان کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ ان کو (کہیں سے) مدد ملیگی۔
۲۷	الطور	۲	وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۙ	اور (اے پیغمبرؐ) اپنے مالک کے حکم کا انتظار کرتا رہ کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور جب تو (بیٹھ کر) اٹھے تو اپنے مالک کی خوبی تعریف کے ساتھ بیان کر اور رات کو بھی اس کی پاکی بیان کر اور جب ستارے ڈوب جائیں۔
۲۷	النجم		فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ	تو (اے پیغمبرؐ) جو کوئی ہماری یاد سے منہ موڑ لے (قرآن اور آخرت) کا خیال نہ کرے، اور صرف دنیا کی زندگی سے غرض رکھے تو اس کی طرف سے منہ پھیر لے ان کی عقل یہیں تک پہنچی ہے۔
〃	〃		فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ مَنِ اتَّقٰى ۙ	تو اپنی پاکیزگی مت جتاؤ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔
〃	〃	۳	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۙ	تو اے مومنو اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی پوجا کرتے رہو۔
〃	القمر	۱	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ	تو (اے پیغمبرؐ) ان کا خیال چھوڑ دے۔
〃	الرحمٰن	۱	اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۙ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۙ	اس لیے کہ تم انصاف کی حد سے نہ گزرو (یا تولنے میں فرق نہ کرو) اور ٹھیک تولا کرو اور ترازو مت مارو۔
〃	الواقعہ	۲	فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۙ	تو (اے پیغمبرؐ) اپنے مالک کے نام کی تسبیح کرتا رہ جو سب سے بڑا ہے۔
〃	الحدید	۱	اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۙ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ	اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبرؐ پر ایمان لاؤ اور جس مال کا تم کو وارث بنایا اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ان کو بڑا نیک

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝	(ثواب) ملیگا اور (لوگو) تم کو کیا ہوا ہے تم اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے اور پیغمبر تمکو اپنے مالک پر ایمان لانے کے لیے بلا رہا ہے اور اگر تم کو یقین آئے تو خود تمہارا مالک (روزِ الست میں تم سے اقرار لے چکا ہے۔
۲۷	الحدید	۲	اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مرے پیچھے (پانی برسا کر) جلا دیتا ہے۔ ہم نے (اپنی قدرت کی) نشانیاں تم سے بیان کر دیں اس لیے کہ تمکو عقل پیدا ہو۔
〃	〃		سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝	(لوگو) اپنے مالک کی معافی (بخشش) کی طرف لپکو اور اس باغ (بہشت) کی طرف جس کی چوڑائی (یا پھیلاؤ) آسمان اور زمین (دونوں کی) چوڑائی (یا پھیلاؤ) کے برابر ہے۔ وہ ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے (سب) پیغمبروں پر ایمان لائے (یہ معافی اور باغ ملنا) اللہ کا فضل ہے جسکو وہ چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تو بڑے فضل والا ہے۔
〃	〃	〃	وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝	اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا ایسے لوگ ایک تو (خود) بخیلی کرتے ہیں، (دوسرے اوروں کو بخیلی کرنا سکھاتے ہیں اور جو کوئی (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) منہ پھیرے تو اللہ تو بے پرواہ ہے سراسر خوبیوں والا۔
〃	〃	۴	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	(اہل کتاب کے) ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر (حضرت محمدؐ) پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمکو اپنی رحمت میں سے دوہرا حصہ دیگا اور تمکو ایسی روشنی دیگا جس کی وجہ سے تم (پلصراط) پر چل

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				نکلو گے اور (تمھارے گناہ) تمکو بخش دیگا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔
۲۸	المجادلہ	۲	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا	مسلمانو! جب تم سے کہا جائے بیٹھنے کے لیے ذرا جگہ دو، تو کھل بیٹھا کرو (جگہ دیدیا کرو) اللہ تم (بہشت میں) تمکو جگہ دیگا اور جب تم سے کہا جائے (اپنی جگہ سے) اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔
〃		۱	وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○	اور مہاجرین کو (لوٹ کے مال میں سے) جو دیا جائے اس سے ان کے دلوں میں حسد نہیں ہوتا اور (مہاجرین کو آرام پہنچانا) اپنے آرام پر مقدم رکھتے ہیں گو اُن کو تنگی ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی اور لالچ سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔
〃	〃	۳	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○	مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لیے (یعنی قیامت کے لیے) کیا (سامان) آگے بھیجا ہے اور خدا کا خوف رکھو بیشک اللہ کو تمھارے (سب) کاموں کی خبر ہے اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنھوں نے خدا کو بھلا دیا (دنیا میں غرق ہوگئے۔) پھر خدا نے ایسا کر دیا کہ وہ اپنے تئیں آپ بھول گئے۔ یہی لوگ تو نافرمان ہیں۔
۲۸	الممتحنۃ	۱	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ ۙ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا	مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن (یعنی کافروں کو) دوست نہ بناؤ تم ان سے دوستانہ ملاپ کرتے ہو اور (وہ) تو جو سچا دین (یا سچا کلام قرآن) تمھارے پاس آیا اس کو مانتے ہی نہیں وہ (تو ایسے ظالم ہیں کہ) تم کو اور پیغمبر کو اتنی سی بات پر کہ تم اپنے مالک اللہ پر ایمان لائے (مکہ سے) نکال باہر کرتے ہیں اگر تم

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
			فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ	میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے (اپنے اپنے وطن سے) نکلے ہو، اور میری خوشی چاہتے ہو تو ان سے ہرگز دوستی نہ رکھو تم چپکے ان سے دوستی لگاتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ میں تمہاری چھپی اور کھلی (دونوں) باتوں سے خوب آگاہ ہوں اور جو کوئی تم میں ایسا کرے گا (کافروں سے دوستی رکھیگا) وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا اگر کہیں تم کو وہ پالیں (تم پر غالب ہو جائیں) تو تمہارے دشمن ہی رہیں گے اور برائی کے لیے اپنے ہاتھ اور زبانیں تم پر چلائیں گے (ماریں گے پیٹیں گے گالیاں بھی دیں گے) اور یہ چاہیں گے کہ تم (کسی طرح پھر) کافر بن جاؤ۔
٢٨	الممتحنة	٢	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ	مسلمانو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ ہوا۔ یہ لوگ تو آخرت (کے ثواب) سے نا امید (محروم) ہو چکے جیسے کافر قبر والوں (مردوں) سے نا امید ہو چکے۔
″	الصف	–	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝	مسلمانو! ایسی بات منہ سے کیوں کہہ بیٹھتے ہو جس کو کر کے نہیں دکھاتے۔ اللہ تعالٰے کو یہ بات ناپسند ہے کہ منہ سے کہو اور کرو نہیں۔
″	″	٢	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ	مسلمانو! اللہ تعالٰے کے دین کے مددگار بنے رہو۔
″	المنٰفقون	٢	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝	مسلمانو! ایسا نہ ہو تمہارے مال اور اولاد تم کو اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل بنا دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے (خدا کو بھول جائیں گے) وہ ٹوٹا اٹھائیں گے۔ اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرو اس سے پہلے کہ موت تم پر آن موجود ہو۔ اس وقت یوں کہنے لگو مالک ہمارے اگر تو ہم کو تھوڑی اور مہلت دیتا تو ہم خیرات کرتے اور نیک بندوں میں

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
				شریک ہوجاتے۔
۲۸	التغابن	۱	فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝	تو اللہ اور (اس کے رسول اور نور (یعنی قرآن) پر جسکو ہم نے اتارا ایمان لاؤ اور تم جو کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔
〃	〃	۲	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ	مسلمانو! ہوشیار رہو تمھاری بیبیوں اور تمھاری اولاد ہی میں بعضے تمھارے دشمن ہیں ان سے بچے
		〃	وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝	اور اگر تم (ان کا قصور) معاف کردو، درگذر کرو بخشش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے (و تمھارے قصور بخش دیگا)
〃	〃	〃	فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	تو (مسلمانو) جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اس کا حکم) سنو اور مانو اور اپنی کی بھلائی کے لیے (اس کی راہ میں) خرچ کرتے رہو جو کوئی اپنی طبیعت کے لالچ اور بخیلی سے بچایا گیا (اللہ) نے اسکو بچادیا) تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) مراد کو پہنچیں گے۔
〃	الطلاق	۲	فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	تو اے (عقل والو) ایماندار لوگو اللہ تعالیٰ سے ڈرو
〃	التحریم	۱	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝	مسلمانو! اپنی جانوں کو اور اپنے بال بچوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی ہیں اور پتھر (اس پر) ایسے فرشتے تعینات ہیں جو اکھڑ بے رحم ہیں۔ اللہ جو ان کو حکم دے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے وہ (فوراً) بجالاتے ہیں۔
〃	〃	۲	یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ	مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سچی توبہ کرو۔ عجب (نہیں) تمھارا مالک (توبہ کی وجہ سے) تمھاری برائیاں تم سے اتار دے معاف کردے اور تم کو ان باغوں

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ
لے جانے، جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں۔	تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ		
تو (اے پیغمبر) تو جھٹلانے والے (کافروں) کا کہا مت مان۔	فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝	۱	القلم
اور اس کی بات مت سن جو بہت قسمیں کھاتا ہے جھوٹا (یا بدکار یا ذلیل) عیب جو (یا طعنے مارنیوالا) چغلخور (اچھے کام سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا بڑا گنہگار اکھڑ (ظالم یا پیٹو بہت کھانے والا) ان سب باتوں کے سوا بدذات یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہیں کہ وہ پیسے والا ہے بیٹے رکھتا ہے، جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ہم اب اس کی سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے۔	وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝	"	
تو اپنے مالک کے حکم میں صبر کیے رہ اور مچھلی والے (یعنی یونسؑ پیغمبر) کی طرح (جلد باز) مت بن۔	فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ م	۲	"
(اے پیغمبر) تو ان کافروں کے جھٹلانے پر اچھا صبر کیے رہ۔	فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝	۱	المعارج
تو (اے پیغمبر) ان کو بکنے دے اور کھیلنے دے یہاں تک کہ وہ دن ان پر آن پہنچے جس کا ان سے وعدہ ہے۔	فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝	۲	"
اور اپنے مالک کا نام رٹتا رہ اور سب سے توڑ کر اسی کا ہو جا۔ اور کافر جو تیری نسبت بکتے ہیں اس پر صبر کیے رہ اور عمدگی کے ساتھ ان سے الگ ہو جا اور جو مالدار جھٹلانے والے (کافر) ہیں ان کو میرے اوپر چھوڑ دے (میں ان سے بھگت لونگا) اور انکو تھوڑی سی مہلت دے۔	وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝	۱	المزمل

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۲۹	المزمل	۲	وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	اور اللہ تعالیٰ سے (اپنے گناہوں کی) بخشش چاہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔
〃	المدثر	۱	يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۭ	اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا لپیٹنے والے اٹھ اور (مکہ والوں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرا اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کر اور (اپنے کپڑوں کو صاف رکھ اور (بتوں کی) پلیدی سے الگ رہو اور اس نیت سے احسان نہ کر کہ اس سے اچھا بدلہ ملے اور اپنے مالک کی خوشی کے لیے (جو مصیبتیں تجھ کو پیش آئیں ان پر) صبر کر۔
〃	〃	〃	ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ۭ	مجھ کو اور اس کو چھوڑ دے (اس کی سزا میرے ذمہ) جس کو میں نے (دنیا میں) اکیلا پیدا کیا پھر اس کو بڑھتا ہوا مال دیا اور (جوان جوان) بیٹے جو (ہر جگہ اس کے ساتھ رہتے ہیں (بارہ یا تیرہ بیٹے) اور ہر طرح میں نے اس کو فراغت دی اس پر بھی (کمبخت) یہ آرزو کرتا ہے کہ میں اس کو (آخرت میں) اور زیادہ دوں یہ کبھی نہیں ہو سکتا (اسکو بہشت نہیں مل سکتی)
〃	الدھر	۲	فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝	تو اپنے مالک کے حکم کے انتظار میں صبر کیے بیٹھا رہ اور کافروں میں سے کسی بدکار یا ناشکرے کا کہنا مت مان اور صبح اور شام اپنے مالک کا نام جپتا رہ (پڑھتا رہ) اور رات کو بھی اسکو سجدہ کر (مغرب اور عشا کی نماز پڑھ) اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولتا رہ۔
۳۰	الاعلیٰ	۱	سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝	(اے پیغمبر) اپنے مالک کے نام کی جو سب سے بلند ہے پاکی بیان کر۔

ترجمہ	آیات	رکوع	سورۃ	پارہ
اور تو (اے پیغمبرؐ) سمجھائے جا فائدہ ہو یا نہ ہو۔	فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ﴿۹﴾	۱	الاعلیٰ	۳۰
تو (اے پیغمبرؐ لوگوں کو) سمجھاتا رہ تیرا کام بس یہی سمجھانا ہے۔	فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾		الغاشیۃ	"
یہ بات نہیں ہے بلکہ تم (اس سے بدتر کام کرتے ہو) تم یتیم کی خاطر داری نہیں کرتے اور محتاج کو کھانا کھلانے کے لیے (اپنے تئیں یا دوسروں کو) رغبت نہیں دلاتے اور مردے کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں مرے جاتے ہو۔	كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿۱۸﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾		الفجر	
پھر بھی وہ گھاٹی لانگھ نہ سکا اور (اے پیغمبرؐ) تو کیا جانے گھاٹی کیا ہے۔ ایک گردن چھوڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (بن باپ کے لڑکے) کو کھانا کھلانا جو ناطے والا بھی ہو یا خاک نشین مسکین کو (پھر ان باتوں کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔	فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾		البلد	
تو یتیم کو مت دبا، اور مانگنے والے (فقیر) کو مت جھڑک اور (لوگوں سے) اپنے مالک کا احسان بیان کرتا رہ۔	فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾	۱	الضحیٰ	"
پھر جب تجھ کو (دنیا کے کاموں سے) فراغت ہو تو محنت کر اور (اپنے مالک کی طرف دل لگا۔	فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ﴿۷﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ﴿۸﴾	۱	الانشراح	"
(اے پیغمبرؐ) اپنے مالک کے نام سے جس نے (سب خلقت کو) پیدا کیا (قرآن) پڑھ۔	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿۱﴾	۱	العلق	"
(اے پیغمبرؐ) پڑھ اور تیرا مالک بڑے کرم والا ہے۔	اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿۳﴾	"		"

پارہ	سورۃ	رکوع	آیات	ترجمہ
۳۰	العلق	۱	كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ ...... وَاقْتَرِبْ ۝	(اے پیغمبر) ہرگز اس کا کہنا مت مان اور (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ میں (سجدہ کرتا رہ) اور (اس کی نزدیکی حاصل کرتا رہ۔
"	الھمزۃ	۱	وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۙ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ	ہر طعنہ مارنے والے غیبت کرنے والے کی خرابی ہوگی جس نے مال سمیٹا اور اس کو گن گن کر رکھا۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال سدا اس کو زندہ رکھے گا
"	القریش	۱	فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ ۙ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝	تو ان کو چاہیئے کہ (مکہ میں اطمینان سے رہیں اور) گھر کے مالک کو پوجتے رہیں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا (سوداگری کرا کر پیسہ کمایا) اور ان کو ڈر سے امن دلایا۔
"	النصر	۱	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝	تو تعریف کے ساتھ اپنے مالک کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔
"	الفلق	۱	قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۙ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۙ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝	(اے پیغمبر) کہہ دے میں پناہ میں آیا اس خدا کی جو صبح کا مالک ہے ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی اور اندھیری رات کی بدی سے جب وہ چھا جائے اور گنڈہ پر پھونکنے والیوں کی بدی سے (جادوگرنیوں کے جادو سے) اور ہو لسنے والے (حسد کرنیوالے) کی بدی سے جب وہ ہو لسے۔
"	الناس	۱	قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ إِلَٰهِ النَّاسِ ۙ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝	(اے پیغمبر) کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے مالک کے۔ لوگوں کے بادشاہ کے لوگوں کے خدا کے اس وسوسہ ڈالنے والے چھپ جانے والے کی بدی سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے یہ وسوسہ ڈالنے والا (شیطان) جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے

پانچواں باب

پیغمبروں کے اقوال وارشادات

۱- حضور نبی کریمؐ

۲- حضرت عیسیٰؑ

۳- حضرت ادریسؑ

نوٹ : یہ اقوال ارمان سرحدی کی کتاب "احسن الکلام" سے انتخاب کیے گیے ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

سرداری، اطاعت و تعظیم ★ اس شخص کی اطاعت نہ کرو، جو اللہ کی اطاعت نہ کرتا ہو۔

★ اگر ایک حبشی تم پر سردار مقرر کر دیا جائے اور اس کا سر انگور کے دانے کے برابر ہو، مگر وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو اس کی اطاعت کرو۔

★ بوڑھوں کی تعظیم کرو تاکہ جب تم بوڑھے ہو جاؤ تو نوجوان تمہاری تعظیم کریں۔

★ تمہارے بہترین سردار وہ ہیں، جن سے تم محبت کرو اور وہ بھی تم سے محبت کریں جنہیں تم دعا دو اور وہ بھی تمہیں دعا دیں۔ اور بدترین سردار وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ بھی تم سے نفرت کریں۔

★ امیر کی اطاعت کرو، مگر گناہ کرنے کا حکم دے تو انکار کر دو۔

★ سُنّت میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی تعظیم کے طور پر مہمان کے ساتھ اس کے گھر کے دروازے تک جائے۔

★ اگر تمہارے پاس کسی بھی قوم کے بزرگ آئیں تو ان کی تعظیم کرو۔

★ جو شخص یہ خواہش رکھے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

غرور ★ آدمی کے لیے یہی بُرائی کافی ہے کہ وہ کسی دوسرے کو حقیر جانے۔

★ مغرور وہ ہے جو حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

★ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کیا کریں گے۔

★ جس میں رائی برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

★ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔

پڑوسی اور عزیز و اقارب ★ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا اس کا رزق فراخ کرے تو اسے چاہیے کہ رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھے اور ان سے اچھا سلوک کرے۔

★ ہمسایے کا حق صرف یہی نہیں کہ تُو اُسے دکھ نہ دے بلکہ اس کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔

★ جو شخص ناحق اپنی قوم کی حمایت کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنوئیں میں گرے پھر اسے اس کی دم پکڑ کر کھینچا جائے۔

★ قیامت کے دن غریب پڑوسی امیر پڑوسی کا دامن پکڑے گا۔

★ جو شخص تمام رات عبادت کرے اور دن بھر روزہ رکھے اگر اس کا پڑوسی اس سے تکلیف میں ہے تو وہ دوزخی ہے۔

★ قریبی رشتہ دار اور عزیز محتاج ہوں تو غیر پر کوئی صدقہ نہیں۔
★ قیامت کے دن سب سے پہلے ہمسایوں کا جھگڑا پیش ہوگا۔
★ رشتہ داری کو قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

تجارت ★ گرانی کے خیال سے غلہ روک رکھنے یا بند رکھنے والا سوداگر ملعون ہے۔
★ امین اور راست باز تاجر، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صف میں ہوگا۔
★ جو شخص عیب دار چیز بیچے اور خریدار کو اس عیب سے آگاہ نہ کرے، خدا کا غضب اس پر بھڑکتا رہتا ہے۔
★ جو شخص نمونہ کچھ بتائے اور مال کچھ دے وہ ملعون ہے۔

سچائی اور امانت و دیانت ★ تیرا بہترین جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہ ڈرے۔
★ بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے پہلے گواہی دیں اور سچی بات کہیں۔
جس نے کسی کو ایسا مشورہ دیا، جسے وہ اچھی طرح جانتا ہو کہ یہ درست نہیں، تو اس نے خیانت کی۔
انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے جھوٹ کی بدبو سے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔

بخل، سخاوت، خوش خلقی، گفتگو ★ بخل اور بد خلقی مومن میں جمع نہیں ہو سکتی۔
★ بہشت سخیوں کا گھر ہے۔
★ آدمی کی برائی کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ زبان دراز، فحش گو اور بخیل ہو۔
★ جاہل سخی، خدا کے نزدیک عابد بخیل سے بہتر ہے۔
★ قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں خوش خلقی سب سے زیادہ وزن دار چیز ہوگی۔
★ انسان اپنی زبان کے سبب پھسلتا ہے قدموں کے پھسلنے سے بھی زیادہ سخت۔
★ نجات پانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ اپنے گھر میں پڑے رہو اور اپنے گناہوں پر روؤ۔
★ انسان کے لیے سب سے زیادہ خطرناک شے اس کی زبان ہے۔
★ بہت سے لوگ صرف زبان کی وجہ سے دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔
★ انسان کی دو عادتیں بہت بری ہیں۔ انتہا درجہ کا بخل اور نامردی۔
★ دوسرے کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا بھی نیکی ہے۔
★ سخی لوگوں سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، آگ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور آگ سے قریب ہے۔

رحم، ظلم، قناعت، حرص ★ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

★ قناعت وہ خزانہ ہے جسے لوٹا نہیں جاسکتا۔
★ ابن آدم کو ان چیزوں کے سوا اور کسی شے پر حق نہیں، رہنے کا گھر، پہننے کا کپڑا اور خشک روٹی اور پانی۔
★ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں۔ایک مال کی حرص، دوسرے عمر کی حرص۔
★ دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں پر چھوڑ دیے جائیں تو وہ اتنا فساد برپا نہیں کرتے، جتنا دولت اور مرتبے کی حرص انسانوں کے دین میں فساد پیدا کرتی ہے۔
★ مظلوم کی فریاد سے ڈر کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔
★ لوگ ظالم کو دیکھیں اور اُسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں تو اللہ کا عذاب انھیں بھی احاطہ کر لے گا۔
★ درہم و دینار کے بندہ پر لعنت کی گئی ہے۔
★ جو شخص اللہ کے دیے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جاتا ہے، خدا اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔
★ دو ایسے حریص ہیں کہ ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ایک علم کا حریص کہ علم سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا، دوسرا دنیا کا حریص کہ دنیا سے اس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔

اوامر و نواہی اور متفرق ارشادات

★ والدین کو دکھ نہ دو خواہ وہ تمھیں اولاد اور جائداد سے محروم کر دیں۔
★ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہوں تو ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔
★ شعر کلام ہے، بعض اچھا کلام اچھا شعر ہے اور بعض بُرا شعر بُرا کلام ہے۔
★ دو نعمتوں سے اکثر لوگ نقصان اٹھاتے ہیں، تندرستی اور کاروبار سے فراغت میں۔
★ دنیا کو چھوڑ دے تاکہ تیری طرف رغبت کے ساتھ آئے۔
★ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا۔
★ بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔
★ بہترین شخص وہ ہے جس کے متعلق لوگوں کو یقین ہو کہ یہ برائی نہیں کرے گا۔بلکہ اس سے نیکی ہی کی توقع ہو۔ اور بدترین شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو نیکی کی توقع نہ ہو بلکہ ڈر ہو کہ یہ کہیں بدی نہ کرے۔
★ لوگو! تم اپنے ماں باپ کی قسمیں نہ کھایا کرو اور نہ بتوں کی، اور خدا کی قسم بھی صرف اس وقت کھایا کرو جبکہ تم سچے ہو۔
★ بُرے ناموں کو بدل دیا کرو۔
★ قیامت کے دن تم کو تمھارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا اس لیے اچھے نام رکھا کرو۔

★ کلام میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوئے۔

★ انسان سو رہے ہیں۔جب مریں گے تب بیدار ہوں گے۔

★ بعض بیان جادو کی مانند ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت ہوتے ہیں۔بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعض باتیں وبال جان ہوتی ہیں۔

★ جو شخص محض اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ عالموں سے مقابلہ کرے اور جاہلوں سے مجادلہ کرے تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں وہ جہنمی ہے۔

★ شراب مت پیو کہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے۔

★ حیا ایمان کی نشانی ہے اور صبر فتحمندی کی علامت ہے۔

★ خدا جاہل کو دوست نہیں رکھتا۔

★ اچھا آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

★ جو شخص اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولتا ہے خدا اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے، جسے ساری مخلوق مسدود نہیں کر سکتی۔

★ لوگوں میں بُرا وہ ہے جس کی عزت محض اس کے شر کے خوف سے کی جائے۔

★ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

★ مہاجر وہ ہے جس نے ممنوعاتِ الٰہی کو ترک کیا۔

★ گناہ مت کرو اس لیے کہ گنہگار پر اللہ کا غصہ حلال ہو جاتا ہے۔

★ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے۔

★ جو اپنی ناداری کا ذکر زبان پر نہ لائے، تنگی میں دستِ سوال دراز نہ کرے۔خدا خود اس کا کفیل بن جاتا ہے اور اسے لوگوں کے احسان سے بچاتا ہے۔

★ ایماندار شخص اپنے گناہ کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے جو اس پر گرتا معلوم ہوتا ہے اور بدکار اپنے گناہ کو یوں محسوس کرتا ہے۔جیسے ایک مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور ہاتھ ہلانے سے اڑ گئی۔

★ تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس قانون اور ہدایت کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔

★ جو شخص سلام کہنے سے قبل بات شروع کر دے اس کی بات نہ سنو جب تک پہلے سلام نہ کرے۔

★ تم سب شبان ہو اور اپنی اپنی رعیت کی بابت پوچھے جاؤ گے۔

★ جو شخص نجومی (کاہن) کے پاس جائے اور اسی کے بیان کو سچا جانے وہ اس چیز سے منکر ہوا جو مجھ پر نازل ہوئی۔

★ کسی کا حال پوچھنے کے بعد اظہار ہمدردی نہ کرنا نفاق کی علامت ہے۔

★ کسی چیز سے تیرا محبت کرنا تجھے اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے۔

* رونا دل کو روشن کرتا ہے۔
* دو چیزیں انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں، منہ اور شرمگاہ۔
* السلام علیکم کہنے سے مسلمان کی رنجش ختم ہو جاتی ہے۔
* اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی مت پیو بلکہ دو اور تین دفعہ ٹھہر کر پیو۔ اس طرح پینا زیادہ تسکین دینے والا، زیادہ زود ہضم اور زیادہ صحت بخش ہوتا ہے۔
* جس نے مجھے دیکھا اُس نے خدا کو دیکھا۔
* حاجت مند کو کھانا کھلانا اور واقف نا واقف سب کو سلام کرنا بہترین عادت ہے۔
* بُروں کے ساتھ نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے اور ——— نیکوں کے ساتھ بُرائی کرنا بُروں کا کام۔
* جس نے دکھاوے کے لیے ایسی وضع بنائی جو اس کی اصلی نہیں تو گویا اس نے فریب کے دو کپڑے پہن لیے۔
* جو شخص خواب میں مجھے دیکھے وہ بیداری کی حالت میں مجھے دیکھے گا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔
* اولاد بخل، نامردی اور بزدلی کا باعث ہے اور یہ اولاد خدا کے پھول یا خدا کی نعمت ہے۔
* بڑھاپے میں بالوں کی سفیدی کو مہندی سے بدل دو۔
* گھر سے جاتے وقت گھر والوں کو سلام کہہ کر باہر جاؤ اور واپسی پر داخل ہوتے وقت بھی انھیں سلام کہو۔
* مرغ کو گالی مت دو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔
* خدا تمھاری صورت اور تمھارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دل اور عمل کو دیکھتا ہے۔
* اوندھا لیٹنا خدا کو پسند نہیں۔
* تین کاموں میں دیر نہ کرو: نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ میں جب وہ تیار ہو، بیوہ عورت کے نکاح میں جب اس کے لیے مناسب رشتہ مل جائے۔
* پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو اور نہ اس میں پھونک مارو۔
* جو شخص کوئی بُرا خواب دیکھے اُسے چاہیئے کہ بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور خدا سے تین بار پناہ مانگے پھر کروٹ بدل کر سو جائے۔
* زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہے۔
* شرک نہ کرو خواہ کوئی تمھیں زندہ آگ میں جھونک دے۔
* انسان لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کہتا ہے تو اس بات کے سبب دوزخ میں گرتا ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان فاصلے سے بھی زیادہ بلندی سے۔

★ خدا جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے امتحان میں ڈالتا ہے۔

★ اونچی آواز سے تکبیر نہ کہو کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے۔

★ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے، کسی کو سہارا دے کر سوار کرا دینا صدقہ ہے کسی کا مال لدوا دینا صدقہ ہے، راستے سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

★ خاموشی نجات کا ذریعہ ہے۔

★ جہاد میں پیٹھ نہ دکھاؤ خواہ سارا لشکر خاک و خون میں لوٹ چکا ہو!

★ بیٹے کے لیے باپ کا سب سے بڑا عطیہ یہی ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کرے۔

★ سخت قحط یہ نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو بلکہ سخت قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور خوب ہو مگر اس کے باوجود زمین کوئی شے نہ اگائے۔

★ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ عبث اور بے کار کاموں کو چھوڑ دے۔

★ قسم کے ذریعہ خرید و فروخت بڑھ جائے تو بڑھ جائے مگر کمائی گھٹ جاتی ہے۔

■ جب کبھی تمھارے درمیان راستہ کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے تو راستے کی چوڑائی سات ہاتھ رکھو۔

★ جو شخص کسی شے پر لعنت کرتا ہے اور وہ اس لعنت کی مستحق نہ ہو تو لعنت کرنے والے کی طرف وہ لعنت لوٹ آتی ہے۔

★ دینی امور کو ظاہر کرنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرو۔

★ مومن کا دل غمگین رہتا ہے مگر چہرہ ہمیشہ بشاش ہوتا ہے۔

★ بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے اچھا سلوک کیا جائے اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بُرا سلوک کیا جائے۔

★ بہترین صدقہ وہ ہے جو مقدور کے مطابق دیا جائے۔

★ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ کو غصہ آتا ہے اور عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔

★ بُری بات سکھانے والا اُسی طرح ہے جس طرح اس پر عمل کرنے والا۔

★ جب تیری نیکی تجھے بھلی معلوم ہو اور تیری برائی تجھے بُری لگے تو تُو مومن ہے۔

★ جب کوئی بات تیرے دل میں تردّد پیدا کرے یا شبہ میں ڈالے تو اسے ترک کر دے۔

★ اگر تُو کسی دشمن کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہوگا تو اللہ تعالےٰ اسے مصیبت سے نجات دے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

■ تین افراد بیٹھے ہوں تو دو آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

★ لڑکا تمھاری جنت اور تمھاری دوزخ ہے۔

★ تنہائی بُرے ہم نشین سے بہتر ہے، صالح ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے، بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی بُرائی کی تعلیم سے بہتر ہے۔

★ زیادہ نہ ہنسو، اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی شگفتگی زائل ہو جاتی ہے۔

★ آپس میں تین دن سے زیادہ خفگی اچھی نہیں۔ چاہیئے کہ پہلے اُسے سلام کیا جائے۔ اگر جواب نہ دے تو دوبارہ سلام کیا جائے۔ پھر بھی جواب نہ دے تو تیسری مرتبہ سلام کہے۔ پھر بھی جواب نہ دے تو اس کا گناہ اُسی کے ذمہ ہے۔

★ سب سے بڑا سود مسلمان کی ناحق آبرو ریزی ہے۔

★ بہت سے لوگ گزر رہے ہوں تو ان میں سے ایک کا سلام کہہ دینا کافی ہے۔ اسی طرح بیٹھے ہوؤں میں سے ایک کا جواب دے دینا کافی ہے۔

★ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر رکھو (جو شخص جس مرتبہ کا ہو اس سے اسی طرح سلوک کرو)

★ کسی میں کوئی عیب دیکھو تو اسے چھپالو۔

★ مخلوق خدا کا کنبہ ہے پس جس نے خدا کے کنبے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اس نے خدا کو خوش کیا۔

★ دوست کے ساتھ محبت میں زیادہ نہ بڑھو، کیونکہ ممکن ہے کبھی اس سے بگڑ جائے اسی طرح دشمنی میں بھی حد سے نہ بڑھو کیونکہ ممکن ہے کبھی اس سے تعلق قائم ہو جائے۔

★ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو اپنی اس بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، جو تیرے پاس لوٹا ئی گئی ہو (جسے طلاق ملی ہو، یا اس کا شوہر مر گیا ہو)

★ محض خدا کی رضامندی کے لیے آپس میں محبت اور دوستی رکھنا اور محض خدا کی رضامندی کے لیے لوگوں سے عداوت اور بغض رکھنا ایمان کی سب سے مضبوط شاخ ہے۔

★ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنھیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔

★ کسی کی عیب جوئی کا خیال آنے پر یہ جان کر رُک جاؤ کہ مجھ میں بھی کچھ عیب ہیں۔

★ تامل رحمان کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔

★ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کو پچھاڑے یعنی غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

★ اگر تم میں سے کسی کو غصّہ آجائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

★ قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کے لیے سینگ دار بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

★ درہم و دینار کے بندہ پر لعنت کی گئی ہے۔

★ جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں اس نے آخرت کے لیے کیا بھیجا اور لوگ پوچھتے ہیں اس نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا۔

★ سوار پیدل کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

★ جس طرح اکیلی بکری کو بھیڑیا پا لیتا ہے اس طرح شیطان اس شخص کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے جو جماعت سے نکل جائے۔

★ اپنی ڈکار کو مختصر اور کوتاہ کر کیونکہ قیامت کے دن بڑی بھوک رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا رہا ہو۔

★ کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔

★ پرہیزگاری دراصل آرزوؤں اور امیدوں کی کمی کا نام ہے۔

★ بدترین انسان وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں۔ دوستوں میں عداوت ڈالتے ہیں اور پاک لوگوں میں شر پھیلاتے ہیں۔

★ اسلام کو ایک اونٹ سمجھو جس کی کوہان جہاد ہے۔

★ جو شخص سرمہ لگائے تو طاق سلائیاں لگائے اور جو کچھ کھائے پھر خلال کرے تو خلال سے جو چیز باہر آئے اسے پھینک دے۔

★ تم میں سے کوئی شخص کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔

★ جب کوئی شخص سو کر اُٹھے تو تین دفعہ ہاتھ دھوئے تب برتن چھوئے۔

★ ہر نیکی صدقہ ہے۔

★ جو خدا کے لیے جھکتا ہے، خدا اُسے بلند کرتا ہے۔

★ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

★ مجھے غریبوں میں تلاش کرو کیونکہ غریبوں ہی کے ذریعہ تمہیں مدد اور روزی ملتی ہے۔

★ صرف عالم یا متعلم ہی انسان کہلانے کے حقدار ہیں، باقی سب مکھیاں ہیں۔

★ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

★ زیادہ قسمیں کھانا برکت کو کھو دیتا ہے۔

★ دنیا محنت اور آزمایش کا گھر ہے۔

★ سود اگرچہ زیادہ ہو لیکن اس کا انجام کمی پر ہوتا ہے۔

★ ایک ساعت کا انصاف ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

★ دنیا مکر ہے اور مکر کے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔

★ صدقہ گناہ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے۔

★ ذات الجنب بیماری کا علاج زیتون کے تیل اور بحری قسط سے کرو۔

★ خدا نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کے لیے دوا نہ ہو۔

★ علاج معالجہ کے سلسلہ میں سب سے بہترین شے سینگی کھچوانا ہے۔

★ تمنّا بے وقوفوں کی وادی ہے۔

★ مالدار آدمی کا اپنے قرض کی ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے۔

★ شہید کے تمام گناہ معاف کیے جائیں گے، مگر قرض معاف نہ ہوگا۔

★ تم نسبوں کے سبب کسی شخص کو بُرا نہ کہو۔

★ دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔

★ غیبت زنا سے بدتر ہے اس لیے کہ زانی کی توبہ قبول ہو سکتی ہے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جب تک کہ وہ شخص خود اسے معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

★ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو اور مبالغے میں شیطان کی وکالت نہ کرو۔

★ تقدیر پر سبقت لے جانے والی کوئی شے ہوتی تو وہ نظر بد ہو سکتی تھی۔

★ ہر بیماری کی دوا ہے مگر ایک بیماری کی کوئی دوا نہیں اور وہ بڑھاپا ہے۔

★ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

★ ایک عالم کی گمراہی دنیا بھر کی گمراہی کا باعث ہوتی ہے۔

★ آدمی کے تین دوست ہیں ایک روح نکلنے تک ساتھ دیتا ہے دوسرا قبر تک اور تیسرا قیامت تک۔ روح نکلنے تک مال ساتھ رہتا ہے، قبر تک عزیز و اقارب ساتھ جاتے ہیں اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال ہیں۔

★ جو شخص مہینے میں تین بار صبح کے وقت شہد چاٹ لے وہ کسی بڑی مصیبت اور بلا میں مبتلا نہیں ہوتا۔

★ جس شخص کے دل میں شگون یا فالِ بد سے کوئی تردد پیدا ہو جائے اسے یہ بات خدا پر توکل اور بھروسہ کرنے سے دور کر دیتی ہے۔

★ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے دولت کماتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اسے کہاں سے دوزخ میں داخل کرتا ہے۔

★ شگونِ بد کوئی شے نہیں، ستارے کے طلوع و غروب کے اثرات اور صفر کوئی شے نہیں۔ اگر کسی چیز میں شگونِ بد ہوتا تو گھر، گھوڑے اور عورت میں ہوتا۔

★ نمازی کا کپڑا اگر دس درم پر خریدا گیا ہو اور اس میں ایک درم بھی حرام کا ہو تو جب تک کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

★ منتر، منکے اور ٹوٹکے شرک ہیں۔

★ جو شخص کوئی چیز لٹکائے یا باندھے (تعویذ وغیرہ) وہ اسی کے حوالے کیا جاتا ہے۔

■ یاد رکھو، کوئی بُرا شگون کسی مسلمان کو کسی کام سے نہ روکے۔

جو شخص کسی فال گو یا نجومی کے پاس جاکر کچھ دریافت کرے۔ اس کی چالیس دن رات کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔

★ ایماندار شخص دیر سے غصّہ میں آتا ہے اور جلد راضی ہو جاتا ہے۔

■ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

★ بچھو پر خدا کی مار ہو نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ بے نمازی کو۔

★ جو شخص حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرے وہ اس چیز سے منکر اور بے زار ہوا جو محمدؐ پر نازل ہوئی۔

★ اچھا خواب نبوّت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصّہ ہے۔

★ جو کسی کا مذاق اڑائیگا اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔

★ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا اور سچا خواب دیکھا۔

★ جو شخص بادشاہ کے پاس آتا جاتا ہے وہ فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

★ ایمان دار آدمی کی مثال کھڑی کھیتی کی سی ہے جو ہوا سے جھکتی رہتی ہے اور ایماندار شخص پر مصیبتیں بھی آتی رہتی ہیں۔

★ سرداری اور چودھراہت حق ہے اور ان کا ہونا بھی ضروری ہے مگر بیشتر سردار اور چودھری دوزخ میں جائیں گے۔

★ بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے۔

★ ہاتھ تین ہیں، خدا کا ہاتھ جو سب سے بالا ہے، دینے والے کا ہاتھ جو خدا کے ہاتھ کے پیچھے ہے، لینے والے کا ہاتھ جو پست تریں ہے۔

★ دُنیا کی محبّت ہر خطا کی جڑ ہے۔

★ گواہ مدعی کے ذمہ ہے اور مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم ہے۔

■ میانہ روی افلاس سے بچاتی ہے۔

■ خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی جائز نہیں اور دشمن کی خواہ وہ بھائی ہو۔

★ تمھارے اعمال ہی تمھارے حاکم ہیں۔

■ مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے۔

★ ہر قسم کے سانپوں کو مار دو، جو اُن سے ڈرے گا ■ ہم میں سے نہیں۔

★ اگر کسی کھانے میں مکھی گر پڑے تو اسے غوطہ دے کر نکال دو، اس لیے کہ اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔ اور مکھی ہمیشہ بیماری والا پر کھانے میں ڈالتی ہے۔

★ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور کل چڑے کو مت مارو

★ پرندوں کو ان کے گھونسلوں ہی میں رہنے دو - اڑاؤ نہیں۔

★ سب سے بہتر کام وہ ہے جو اعتدال سے کیا جائے۔

★ جس نے ڈھونڈا اُس نے پایا۔

★ تم اپنے عیال کے لیے بازار سے کوئی چیز لاؤ، تو پہلے لڑکی کو دو پھر لڑکے کو۔

★ جو شخص کھانا کھائے تو اپنے سامنے سے کھائے دوسرے کے سامنے سے یا درمیان میں سے نہ کھائے۔

★ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔

★ حرام وہ ہے جسے خدا نے حرام کیا اور حلال وہ ہے جسے خدا نے حلال قرار دیا اور جس کے متعلق خاموشی اختیار کی اس کے بارے میں معافی ہے۔

★ سوتے وقت گھروں میں آگ نہ چھوڑو، اس لیے کہ یہ تمھاری دشمن ہے۔

★ علم کی تلاش فرض ہے۔

★ نیک عورت سب سے بہترین خزانہ ہے۔

★ کھانا کھا کر شکر کرنے والا صابر وشاکر روزے دار کی مانند ہے۔

★ مہمان کی ضیافت تین دن اور تین رات ہے۔ اس کے بعد مہمان نوازی صدقہ اور خیرات ہے اور چاہیے کہ کوئی شخص تین دن اور تین رات سے زیادہ مہمان نہ ٹھہرے اور میزبان کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔

★ کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے چلّانے کی آواز سن لو تو خدا کی پناہ مانگو۔ اس لیے کہ وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جنھیں تم نہیں دیکھ سکتے (یعنی شیطان کو)

★ آپس میں تحفے بھیجا کرو۔ اس سے کدورتیں دور ہوتی ہیں۔

★ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نعمت سے نوازتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کو ظاہر بھی کیا جائے۔

★ معرفت میری اصل پونجی ہے۔ عقل میرے دین کی جڑ ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا ساتھی ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے۔ اندوہ دل میرا رفیق ہے۔ میرا علم ہتھیار ہے، صبر میرا شاندار لباس ہے، رضا الٰہی میری غنیمت ہے، عاجزی میرا فخر ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری روزی ہے، صدق میرا ساتھی ہے، اطاعت کرنا میری عزت ہے۔ جہاد میری خصلت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

★ آدمی اپنے ہم نشین سے پہچانا جاتا ہے۔

★ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

★ حلال چیزوں میں سب سے بری چیز طلاق ہے۔

★ جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے سوا کسی دوسرے گھر میں اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اس پردے کو جو اس کے اور خدا کے درمیان ہے پھاڑ دیتی ہے۔

★ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

★ جو چیز بہت زیادہ استعمال کرنے سے نشہ لائے اس کا تھوڑا استعمال بھی حرام ہے۔

★ جو شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے اپنی طرف سے کوئی بات ملا دے وہ جھوٹا نہیں۔

★ نہ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلو اور نہ ایک پاؤں میں موزہ۔ یا دونوں پاؤں میں پہنو یا ننگے پاؤں چلو۔ سارا سر مونڈ دو یا سارا سر چھوڑ دو۔

★ جس شخص کے سر اور داڑھی کے بال ہوں اسے چاہیئے کہ انھیں اچھی طرح رکھے (صاف ستھرا رکھے)

★ جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔

★ ظالم کو بددعا دینا اس سے بدلہ لے لینے کے برابر ہے۔

★ بندہ "میرا مال" "میرا مال" کہتا رہتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال صرف تین چیزیں ہیں: ایک چیز جو اس نے کھائی اور ختم کر دی، دوسری وہ چیز جو اس نے پہنی اور پھاڑ دی، تیسری وہ چیز جو خدا کی راہ میں خیرات کی اور آخرت کے لیے رکھی ان تین کے سوا باقی سب کچھ وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔

★ کوئی شخص کسی سے محبت رکھے تو چاہیے کہ اُسے اس سے آگاہ کر دے۔

★ دو آنکھوں کو آگ نہ چھوئے گی۔ ایک وہ جو خوفِ خدا سے نم ہوئی، دوسری وہ جو خدا کی راہ میں نگہبانی کے لیے کھلی رہی۔

★ دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے۔

★ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔

★ ایک عالم شخص شیطان پر ہزار عابد سے بھی زیادہ قوی ہے۔

★ ایمان دار آدمی کی مثال اس سرسبز درخت کی ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور سایہ نہیں ہٹتا، یہ کھجور کا درخت ہے۔

★ دو آدمی ایک ہی وقت میں دعوت دیں تو قریبی دروازے والے کی دعوت قبول کرو۔ اور اگر ان میں سے کوئی پہل کرے تو پھر اسی کا حق ہے۔

★ سب سے اچھا شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی اور اعمال نیک ہوں اور سب سے بُرا وہ ہے جس کی عمر لمبی اور اعمال بُرے ہوں۔

★ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں وہی شخص مال جمع کرتا ہے

جو عقل سے محروم ہو۔

★ جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر طے کرے اس صورت میں کہ اس کے ہمراہ اس کا خاوند ہو یا کوئی اور رشتہ دار جس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

★ مال میں کمی حساب میں کمی کا موجب ہے۔

★ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے میں کتنا گناہ ہے تو تم سامنے سے گزرنے کے بجائے سو برس اسی جگہ کھڑے رہو۔

★ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

★ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔

★ منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی ہے کہ وہ ہلتا جلتا نہیں حتیٰ کہ کاٹ لیا جاتا ہے۔

★ احسان جتلا کر اور سائل کو تکلیف دے کر اپنی خیرات کو اس شخص کی طرح باطل نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرے اور خدا اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ ایسی خیرات بمنزلہ اس پتھر کے ہے کہ اس پر مٹی پڑی ہو، اس پر زور کا مینہ برسے اور مٹی کو بہا کر اسے سپاٹ کر دے۔

★ نرمی سے جواب دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے اچھا ہے جو لوگوں کو تکلیف دے کر دی جائے۔

★ مانگنے والے کا حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

★ جس میں تین خصلتیں ہوں اس پر موت آسان ہوتی ہے اور وہ جنت میں داخل کیا جاتا ہے اوّل وہ جو ناتوانوں اور ... کے ساتھ نرمی کرے۔ دوم وہ جو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ سوم وہ جو غلام کے ساتھ احسان کرے۔

★ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا اس کے غموں اور تکلیفوں سے اسے نجات دے اسے چاہیئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا سارا قرض اسے چھوڑ دے۔

★ لوگوں میں بہترین وہ ہے جو گواہی طلب ہونے سے پہلے خود سچی گواہی دے۔

★ جس نے بات سنا کر ادھر ادھر دیکھا (کہ کوئی سنتا تو نہیں) وہ بات امانت ہو گئی۔

★ تین آدمیوں کے ساتھ قیامت کے دن خدا لڑے گا۔ اوّل وہ جس نے خدا کے نام سے عہد کر کے عہد شکنی کی۔ دوم وہ جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا لی۔ سوم وہ جس نے کام پر مزدور لگایا۔ پورا کام لیا اور اسے اجرت نہ دی۔

★ جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لیے فروتنی اختیار کرتا ہے، خدا اُسے بلند کرتا ہے وہ شخص اپنے نفس میں حقیر ہے مگر لوگوں میں ... ہے اور جو تکبر کرتا ہے خدا اسے پست کرتا ہے وہ اپنی آنکھ میں بزرگ اور لوگوں میں حقیر ہے حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سؤر سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

★ لوگوں کے پوشیدہ عیب مت ٹٹولو اور نہ ان کی خبروں کی جستجو کرو۔

★ حسد اور دشمنی دین کو مونڈنے والی چیزیں ہیں۔

★ عصبیت یہ ہے کہ تو اپنی قوم کی ناحق بات پر بھی ان کی مدد کرے۔

★ جو شخص لوگوں کو بے جا حمایت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو قوم کی حمایت میں بے جا لڑے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔

★ مسلمان کو گالی دینا بدکاری ہے اور اس سے لڑنا باعث کفر ہے۔

★ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

★ بدترین بندے وہ ہیں جو اِدھر اُدھر چغلیاں لگاتے پھرتے ہیں۔ دوستوں میں جدائی ڈالتے اور خدا کے پاک بندوں پر تہمتیں لگاتے ہیں۔

★ قیامت کے دن دورُو (منافق) شخص بدترین حالت میں ہوگا۔ جو کچھ لوگوں کے پاس ایک طریق سے اور کچھ لوگوں کے پاس دوسرے طریق سے آتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے قیامت کے دن آگ کی زبانیں ہونگی۔

★ حیا اور ایمان دونوں باہم ملے ہوئے ہیں۔ دونوں میں سے ایک چیز اٹھ جائے تو دوسری خود بہ خود اٹھ جاتی ہے۔

★ اے لوگو! اگر تم خدا پر بھروسہ رکھو تو تمھیں اسی طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے اُڑ جاتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

★ اگر ابن آدم کے لیے مال کے بھرے ہوئے دو میدان بھی ہوں تو وہ تیسرے کی خواہش کرے گا اور انسان کے پیٹ کو تو قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے۔

★ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کرلے اور عاجز وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشات کا تابع بنا دے اور پھر خدا کی خوشنودی کی بھی تمنا کرے۔

★ اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا۔

★ کوئی شخص اپنے نہانے کی جگہ (غسل خانہ میں) پیشاب نہ کرے۔ پھر وہیں نہائے یا وضو کرے کیونکہ اس سے تمام وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

★ بندہ سجدے کی حالت میں خدا سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے اس حالت میں بہت دعا کیا کرو۔

★ غافل اور بے پروا دل سے نکلنے والی دعا کو خدا قبول نہیں کرتا۔

★ اگر تمھیں سُرخ اونٹ مل جائے تو اس سے یہ بہتر ہے کہ کوئی شخص تم سے ہدایت حاصل کرے (یہ الفاظ حضورؐ نے ایک موقعہ پر حضرت علیؓ کو علم قیادت عطا کرتے ہوئے فرمائے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات

توکل:

★ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے ، نہ اپنے بدن کی فکر کرنا کہ ہم کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور پوشاک سے بڑھ کر نہیں ؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو، وہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں اور نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی خدا انھیں کھلاتا ہے کیا تم ان سے زیادہ قدرت نہیں رکھتے۔

★ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی کا بھی اضافہ کر سکے اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو جنگل کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں مگر کس طرح بڑھتے ہیں۔

★ جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو تم کو کیوں نہ پہنائے گا۔

ریاکاری:

★ خبردار اپنے راستی کے کام لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ کرو ورنہ خدا کے حضور تمھارے لیے کچھ اجر نہیں۔

★ جب تم دعا کرو تو ریاکاروں کی طرح نہ بنو کیونکہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دعا کرنا پسند کرتے ہیں تم سے سچ کہتا ہوں وہ اپنا اجر پا چکے۔

★ نیک عمل وہ ہے جو لوگوں کی تعریف کی توقع سے بے نیاز ہو کر کیا جائے۔

امارت:

★ اپنے لیے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے۔

★ خدا کے نزدیک وہ شخص سب سے غریب ہے جو دولت جمع کرتا ہے اور سب سے دولت مند وہ ہے جو مفلس اور بے زر ہے۔

★ مانگو تو تم کو دیا جائے گا، ڈھونڈو تو پاؤ گے ، دروازہ کھٹکھٹاؤ تمھارے لیے کھولا جائے گا۔ کیونکہ جو مانگتا ہے اسے ملتا ہے جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیے کھولا جاتا ہے۔

★ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر سکتا ہے مگر سرمایہ دار امیر خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے

★ کوئی شخص دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ یا تو وہ ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا

دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔

عیب جوئی:

جو اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائیگا اور جو کوئی اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا اور بڑا کیا جائیگا۔

عیب جوئی نہ کرو کہ تمھاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے، کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمھاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی پیمانہ سے تمھارے لیے ناپا جائے گا۔

وبد کا امتیاز:

جب تم مغرب کی طرف سے بادل اٹھتا دیکھتے ہو تو کہتے ہو خدا مینہ برسائے گا اور یہی ہوتا ہے، پھر جب تم دکھن کی طرف سے ہوا چلتی دیکھتے ہو تو کہتے ہو کہ لو چلے گی اور یہی ہوتا ہے۔ اے ریاکارو تمھیں زمین اور آسمان کی صورت میں فرق کرنا تو آتا ہے لیکن اسی زمانے کے متعلق امتیاز کرنا تمھیں کیوں نہیں آتا اور تم خود ہی یہ فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے۔

ہر اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور ہر برا درخت برا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا اور برا درخت اچھا پھل نہیں لا سکتا۔ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔

جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کر کے خدا سے جو پوشیدگی میں ہے دعا کر۔ اس صورت میں خدا جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔

متفرق:

★ پاک چیز کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ وہ انھیں پاؤں تلے روندیں اور پلٹ کر تمھیں پھاڑیں۔

★ مبارک ہے وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطاکاروں کی راہ میں کھڑا نہیں ہوتا اور ٹھٹھا بازوں کی مجلس میں نہیں بیٹھتا۔ وہ اس درخت کی طرح ہوگا جو پانی کی ندیوں کے پاس لگایا گیا، وہ اپنے وقت پر پھلتا ہے اور اس کا پتہ بھی نہیں مرجھاتا۔ جو کچھ وہ کرے بارور ہوگا۔

★ میں مردے کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں آیا مگر احمق کی اصلاح سے عاجز آگیا ہوں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ارشادات

★ دوسروں کی خوشی اور آسودگی پر حسد نہ کرو، اس لیے کہ ان کی یہ مسرور زندگی چند روزہ ہے۔

★ جو شخص زندگی کی مناسب ضروریات سے زیادہ کا طالب ہوا، وہ کبھی قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتا۔

★ حکمت روح کی زندگی ہے۔

★ خدا کی بے انتہا نعمتوں اور اس کے احسانات کا شکریہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔

★ دنیا کی بھلائی حسرت ہے اور برائی ندامت۔

★ خدا کی یاد اور عمل صالح کے لیے نیت شرط ہے۔

★ جو شخص علم میں کمال حاصل کرنے اور نیک کردار بننے کا خواہش مند ہو اسے جہالت کی باتوں اور بدکاری کے قریب ہرگز نہ جانا چاہیئے۔ یاد رہے کہ ایک کاریگر جو سینے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ سوئی ہاتھ میں لیتا ہے نہ کہ برما۔

★ نہ جھوٹی قسم کھاؤ، نہ خدا کے نام کو قسموں کے لیے تختۂ مشق بناؤ اور نہ جھوٹے لوگوں کو قسمیں کھانے پر آمادہ کرو۔ ایسا کرنے سے تم خود بھی گناہوں میں شریک ہو جاؤ گے۔

★ اللہ کے ایمان کے ساتھ صبر فتحمندی کا باعث ہے (کہتے ہیں یہ عبارت حضرت ادریسؑ کی انگوٹھی پر درج تھی)۔

★ حقیقی عید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پابندی کے ساتھ ادا کیے جائیں اور دین کا کمال شریعت کے ساتھ وابستہ اور مروت میں کمالِ دین کی تکمیل ہے۔

★ سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرے اور پروردگار کے سامنے بندے کی سفارش اس کے نیک اعمال ہی کریں گے۔

انوارِ انبیاءؑ

قرآن کریم

انجیل مقدس، تورات شریف اور احادیثِ صحیحہ

کی روشنی میں ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام و مرسلین عظام کے مفصل اور مستند حالاتِ زندگی جن کے اسمائے گرامی کا تذکرہ یا جن کی دعوت و تبلیغ کے متعلق واضح یا مبہم اشارے ان مقدس صحیفوں میں موجود ہیں۔

ہر پیغمبرؑ کی بعثت کا تاریخی اور اخلاقی پس منظر۔

ہر پیغمبرؑ کی زندگی سے بصیرت و عبرت کے اسباق۔

اور

قرآن کریم اور چیدہ چیدہ پیغمبروں کے اقوال و ارشادات کا نادر انتخاب

ادارۂ تصنیف و تالیف